

علم و انسانیت کی تعلیم

ڈاکٹر زاہر حسین لاہوری
جامعہ علمیہ اسلامیہ
نئی دہلی

شعبہ

شمارہ

34414
عدد داخلہ

A. H. Faruqi

Call No.....

Acc. No.....

--	--	--

اس نمبر کے خاص ليکھ

ہندوستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرزا اسماعيل

شعخ ماہی کی "کریما"

— پंडित सुन्दरलाल

गांधी और लेनिन

— श्री जी. सुन्दरलाल

مشهور सूफी شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

गुलराजानी

चीन और भारत का सांस्कृतिक

मेल जाल

— श्री मलिनंद

ہندستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری ميرزا اسماعيل

شعخ ماہی کی "کریما"

— پंडित सुन्दरलाल

गांधी और लेनिन

— श्री जी. सुन्दरलाल

مشهور सूफी شاہ عبداللطيف

— پروفیسر جی. م. پرشورام

गुलराजानी

चीन और भारत का सांस्कृतिक

मेल जाल

— श्री मलिनंद

इमकं अलावा

اس کے علاوہ

देस विदेस के मसलों पर हमारी राय में जरूरी सम्पादकी नोट

دیس دیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سمپادکی نوٹ

پاکستان پبلسنگ سوسائٹی، لاہور



جنوری 1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان

گالریا

نمبر 1 نمبر جلد 21 جلد

جنوری 1956 جنوری

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، کراچی

145 مڈل گنج، کراچی

جنوری

کتاب کیس سے	صفحہ نمبر	کتاب کیس سے
1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم	...	1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم
—شری مرزا اسماعیل	1	—شری مرزا اسماعیل
2. کھنڈ ساہی کی "کریما"	...	2. شہنشاہ سیدی کی "کریما"
—پنڈت سندر لال	6	—پنڈت سندر لال
3. سیکل اور ان کا قومی سنگم	...	3. سیکل اور ان کا قومی سنگم
—پروفیسر تریپا سنگم	19	—پروفیسر تریپا سنگم
4. گاندھی اور لینن	...	4. گاندھی اور لینن
—شری جی. سندر دینی	30	—شری جی. سندر دینی
5. مہاراجہ شاہ عبداللہ لکھنؤ	...	5. مشہور صوفی شاہ عبداللطیف
—پروفیسر جیت مل پرشورام گلراجانی	34	—پروفیسر جیت مل پرشورام گلراجانی
6. چین اور ہندوستان کا تاریخی سنگم	...	6. چین اور ہندوستان کا تاریخی سنگم
—شری ملند	37	—شری ملند
7. کچھ کتابیں—	48	7. کچھ کتابیں—
8. ہماری رائے—	54	8. ہماری رائے—
ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛		ہندوستان کی پوجا؛ بے-لگام چال؛
ایک خطرناک سرچھا—سریہ		ایک خطرناک سرچھا—سریہ
رامبانی		رامبانی

شری مرزا اسماعیل

شری مرزا اسماعیل

ہندوستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائنسرٹک) ایڈا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اڈج ٹر) جگہ ہو اور اُس کی شان بان پڑھے اِس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لڑائی کی کوئی مستقل جگہ تھی۔ میرا ऐसा کُرج کرنا تاریخی نکتہ-نظر سے بिल्کول غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کرنے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پھانسی اور صوبائی نفرت نے پھلائی اور مسجداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں ہر طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اِس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بلیادی ایڈا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اِس کلچر کی جڑیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جمی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سوسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جمہکت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویر میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

ہندستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائنسرٹک) ایڈا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اڈج ٹر) جگہ ہو اور اُس کی شان بان پڑھے اِس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لڑائی کی کوئی مستقل جگہ تھی۔ میرا ऐसा کُرج کرنا تاریخی نکتہ-نظر سے بिल्کول غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ اُس میں فرق پیدا کرنے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پھانسی اور صوبائی نفرت نے پھلائی اور مسجداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں ہر طرح کی جانیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (شو اُس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اِس سب کے ہوتے ہوئے یہی اُس دیہ میں سدا ایک بلیادی ایڈا اور کلچر کا ایک اثر سلسلہ قائم رہا۔ اِس کلچر کی جڑیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جمی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن بنیادوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے قہر اور اُمیدوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اِنتہاس) پر اگر کوئی ایک سوسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہو جائیگی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجڑوں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جمہکت کی جگہ رہی ہے۔ روپندر ناتھ ٹاگور نے اسے اپنی 'مہامانویر میل' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

رہبانانہاں نہ ہندوستان کے اس بے ساختہ (بے ساختہ) انسانانہ
 سمندر میں آریوں-آریوں، شہیدوں-بینیوں، سکاں-ہوٹوں،
 پٹانوں-مغلوں کو ایک دھڑ میں ڈھلے-میلے دیکھا تھا۔ جو
 گویا یہاں فوج اور توڑوٹنگ لیکر مست ہو کر جیت کے گیت
 گاتے ہوئے، ریگستانوں اور پہاڑی دروں کو پار کر دے آئے، وہ
 سب یہاں رہ کر ہل ملکر ایک ہو گئے اور ملک کی دگ دگ
 میں ان کے ترانے ایک ہو کر گونجنے لگے۔

ایک نوجوان ہندوستانی آلیام نے انہی باتوں کو
 بار بار دہرے تریکے سے لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے—“تین ہزار
 برس پہلے یہاں آریے آئے اور اپنے ساتھ ایک کدورتی
 مچھلی لائے جسے انہوں نے وہاں کی آبیاریوں میں ڈال دیا
 کیا، دو ہزار برس پہلے یونانی اپنا فاسفانہ
 سٹوڈک مچھلی لائے، سترہ سو برس پہلے سیریا
 کے عیسائی مذہب لائے، بارہ سو برس پہلے عرب لوگ اسلام
 لائے اور ہزار برس پہلے ایرانی زرتھوستری مذہب لائے اور یہاں
 ان سب مذہبوں کا سنگم بنا۔”

ہندوستان کے اس میلاپگاہ (میلن کنڈر) میں کڑیوں
 اور تھڑیوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے
 ایک ایسی کھنڈر پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پھلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکڑے اور جھڑوں سے پیدا ہونے والی
 مصیبتیں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکڑے ایکٹا میں تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندوستان کی اس کڑی جیندگی کے رنگ بیرنگین سے
 ہمیں نہ تو مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہمیں اتنی جی
 نیکالنے کی ضرورت ہے جینکی تاریک سے تاریک (سمارٹن)
 نہ ہو۔ مہجذب (سبھ) جیندگی کے لیے ایکٹا (بیمیننا)
 (بیمیننا) ایک ضروری چیز ہے۔ لارڈ آکٹلےڈ نے ایک
 جگہ کہا تھا—

“ایک ہی حکومت کے ماتحت بہت سی کڑیوں کا رہنا
 یہ ایک امتحان بھی ہے اور آزادی کا پکا بیمہ بھی۔ ایک ہی
 حکومت کے ماتحت بہت سی قوموں کا ملکر رہنا یہ
 مہذب اور شائستہ زندگی کی ایک ویسی ہی شرط ہے
 جیسی سماجی زندگی میں مختلف انسانوں کا ملکر رہنا ایک
 ضروری شرط ہے۔ پیچھی ہوئی قومیں اگر ایک ہی سیاسی
 یونین میں زیادہ عقلمند قوموں کے ساتھ رہیں تو لازمی طور پر ان
 کی ترقی ہوگی۔ تھکی ہوئی اور ہڑدی قوموں میں نئی اور جوان
 قوموں کے ساتھ سے پھر سے نئی جوانی آجانی ہے۔ لیکن یہ ترقی اور
 نئی جھکڑے تھیں حاصل ہوسکتی ہے جب یہ قومیں ایک ہی

ہندستان کے اس میلاپ گاہ (میلن کنڈر) میں قوموں اور
 تہذیبوں کی لگاتار میلاوٹ ہوتی رہی اور اس سے ایک ایسی
 کھنڈر پیدا ہوئی جو اپنے قسم کی انوکھی، خوبصورت،
 ہر پھلو کو چھونے والی اور رنگین ہے لیکن جس میں ایک
 گہرائی ہے، ایک پختگی ہے اور جو تمام دنیا کے آئے ایک
 حیرت کی چیز ہے۔ باہر سے آئے والی قوموں اور یہاں کی آباد
 تہذیب میں ہر قدم پر جھکڑے اور جھڑوں سے پیدا ہونے والی
 مصیبتیں لازمی تھیں، مگر ہر بار یہ جھکڑے ایکٹا میں تبدیل
 ہو گئے۔ آخر بچے کے جنم کے وقت ماں کو درد تو سہا ہی
 ہوتا ہے۔

ہندستان کی اس قومی زندگی کے رنگ برنگے پن سے
 ہمیں نہ تو مایوس ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہمیں ایسے
 نیکالنے کی ضرورت ہے جن کی تاریخ سے تائید (سمارٹن)
 نہ ہو۔ مہذب (سبھ) زندگی کے لیے ایکٹا (بیمیننا)
 (بیمیننا) ایک ضروری چیز ہے۔ لارڈ آکٹلےڈ نے ایک جگہ کہا تھا—

“ایک ہی حکومت کے ماتحت بہت سی قوموں کا رہنا یہ
 ایک امتحان بھی ہے اور آزادی کا پکا بیمہ بھی۔ ایک ہی
 حکومت کے ماتحت بہت سی قوموں کا ملکر رہنا یہ
 مہذب اور شائستہ زندگی کی ایک ویسی ہی شرط ہے
 جیسی سماجی زندگی میں مختلف انسانوں کا ملکر رہنا ایک
 ضروری شرط ہے۔ پیچھی ہوئی قومیں اگر ایک ہی سیاسی
 یونین میں زیادہ عقلمند قوموں کے ساتھ رہیں تو لازمی طور پر ان
 کی ترقی ہوگی۔ تھکی ہوئی اور ہڑدی قوموں میں نئی اور جوان
 قوموں کے ساتھ سے پھر سے نئی جوانی آجانی ہے۔ لیکن یہ ترقی اور
 نئی جھکڑے تھیں حاصل ہوسکتی ہے جب یہ قومیں ایک ہی

حکومت کے ماتحت رہتی ہیں۔ سلطنت کے کونوں میں بکھرے ہوئے لوگوں کے ساتھ ساتھ (پرسپروڈی) گٹوں کی مخلوق سے ایک نیا اور بہترین کن بن جاتا ہے۔ اسی خلط ملت سے انسانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے قوت، عقل اور قابلیت حاصل کرتا ہے۔“

بے ڈین ویکسکی اپنی مشہور کتاب 'بن وولڈ' میں امریکا کے بارے میں لکھتا ہے—“میرے خیال سے ہمارے تھوڑے بچے کی کھانسی کی وجہ سے ہماری سینے، ہماری ہڈیاں یا ہمارے گدے ہوئے آلیشیاں کل کارخانے نہیں ہیں بلکہ مختلف ماحولیات اور مختلف ماحولیات کے ہوتے ہوئے یہی اس صنعتی ماحول میں ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے، ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کو مدد کرتے ہوئے ہماری جنت کی ایک ساتھ مل کر رہنے کی ایک ساتھ مل کر رہنے کی قابلیت ہے۔“

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور انکا اہمیت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ مورخ اور گہت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی حکومت ہندستان کے بڑے بدن میں سے جہاں لے آئی اور یہاں کی کڑی جیندگی کے تمام سببوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکتائیت اور خلط ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، ان کی بڑھتی اور ان کا اہمیت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ مورخ اور گہت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی حکومت ہندستان کے بڑے بدن میں سے جہاں لے آئی اور یہاں کی کڑی جیندگی کے تمام سببوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکتائیت اور خلط ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، ان کی بڑھتی اور ان کا اہمیت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ مورخ اور گہت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی حکومت ہندستان کے بڑے بدن میں سے جہاں لے آئی اور یہاں کی کڑی جیندگی کے تمام سببوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکتائیت اور خلط ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں مغلوں کا راج، ان کی بڑھتی اور ان کا اہمیت لارڈ آکلیڈ کی اوپر لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ مورخ اور گہت سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی حکومت میں نئی اسلامی حکومت ہندستان کے بڑے بدن میں سے جہاں لے آئی اور یہاں کی کڑی جیندگی کے تمام سببوں (انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکتائیت اور خلط ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت، زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو بائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی ملاوت صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملاوت خود مغل دربار کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں اور فنکاروں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے اتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

سچیباد کے اندر ہمیں ہندو ویدانت اور بھکتیवाद کی مिलाوٹ ساک نظر آتی ہے۔

اوپر یہ سرسری نظر محض اسی لئے ڈالی گئی کہ اپنے ہزار برس کے لئے تاریخی دور میں ہندو اور مسلمانوں نے ساتھ ساتھ رہنے کی کچھ بھی اچھا ہے اور جو باتیں زندگی میں رس پیدا کرتی ہیں ان سب کو ہندو اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے اعتباراً محبت اور سہارے سے پورا کیا اور ایک ایسی ملی جلی ہندوستانی کلچر کی تعمیر کی جس نے دونوں کو محبت کی ایک کڑی میں باندھ دیا۔

مختلف جاتیوں کو قریبی رشتے میں مضبوطی سے باندھنے والی چیز تو ایسی شادی بیاہ ہیں لیکن اُس سے اُن کو اگر تجارت یا دھندوں کے ذریعے ملکر پیسہ کمایا جائے تب بھی لوگ کافی ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور مذہبی صوبائی اور دوسرے فرق بھول جاتے ہیں۔ ملی جلی تجارت اور کام دھندے بھی ایک بڑی حد تک پرانے پن اور مذہبی نفاق (انیکیم) کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ساتھ ساتھ ملکر رہنے کی جس ریت کو ہمارے بزرگوں نے کھوج نکالا تھا اور جسے ہزار برس تک ترقی دی کیا اُس پرانی ریت کو ہم بھول گئے؟ میرا جواب ہے—نہیں، ہم نہیں بھولے۔ مہل محبت کا وہ سونا اب بھی جڑوں کا تیل ہے۔ خالی ہمارے دماغی فقروں نے اُس کی سطح کو پراگندہ کر دیا ہے۔ سات لاکھ لاکھوں میں، ہندوستان کے دل میں، محبت کی وہی پرانی دھڑکن اب بھی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے سے گذرنے میں کچھ دقتوں کا سامنا کر رہی تھا۔ چیزوں کو اپنانا اور بچانا ہندوستان کی خاصیت رہی ہے۔ اِس کام میں بھی۔ انکنت مشکلوں کے بیچ سے گذرنا پڑتا ہے۔ آج ہندوستان کو پیچھے کی سائنسی کلچر کو بھی اُسی طرح اپنانا ہے۔ وہ پہلے پہل آزادی، برابری، بھائی چارے اور عقلی کسوٹی کا خیال لیکن یہاں داخل ہوئی۔ انسان کے ذاتی حقوق (دیہتی گت ادھیکاروں) کا ایک مطالبہ (اتھیریکی) سے بھرا ہوا نعرہ بھی اُس نے لگا یا۔ سن 1914-18 کی یورپین جنگ کے بعد اُس نے سیلف ڈیٹرمینیشن (آتم نرنمے) کا نعرہ اور جواز لیا۔ نئے خیالاتوں نے جوشہ ہم پر طاری کیا ہے آج ہمارے سیاسی جسم پر اِس کا اثر ہے۔ جب یہ نشہ اُتر جائے گا اور اِس کا اثرنا لڑی ہو تو ہندوستان پر اُسی اعلیٰ قومنزل کا سفر شروع کریگا اور ملک کی زندگی پھر پوری پوری اور خوشگوار ہو جائیگی۔

ساریا کے پورا سے سبک دھار دھار کر کر رہے ہیں
کی بھی ہونا ہے اور بھی ہو کر رہے گا۔
ہندوستان کی کچھ سطوریں ہیں—

تاریخ کے پورے سبق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہی ہونا
ہے اور یہی ہو کر رہے گا۔
ہندوستان کی کچھ سطوریں ہیں—

Yet I doubt not through the ages one increasing purpose runs
And the thoughts of men are widened with the process of the suns.

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شرع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر قومیں
بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوٹ) کا، نیچے سے اُپر
جانے کا، فہم سے سچ کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اُس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ ہر بار ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فضول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں نبھیں، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شرع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر قومیں
بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوٹ) کا، نیچے سے اُپر
جانے کا، فہم سے سچ کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اُس وقت تک عمل میں رہے گا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ ہر بار ہو
جائے گی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فضول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چھوٹے
چھوٹے گروہ چاہے انہیں نہیں نبھیں، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا سونے
کے سمان ہے؛ دُکھ-سُکھ میں برابر رہنے والا رتن
کے سمان ہے اور جو سُکھ-دُکھ کی مابین سے بھی
پارے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپ

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑے کے سمان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا
سونے کے سمان ہے؛ دُکھ میں برابر رہنے والا
رتن کے سمان ہے اور جو دُکھ سُکھ کی مابین سے بھی
پارے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپ

شوخ سادی کی "کریما"

شیخ سعدی کی "کریما"

پہلیت سندر لال

پہلیت سندر لال

شوخ سادی فارسی کے اچھے سے اچھے بیدانوں اور کویوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن 1184 عیسوی میں ایران کے شہر شہر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شوخ سعدی فارسی کے اچھے سے اچھے ویدانوں اور کویوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن 1184 عیسوی میں ایران کے شہر شہر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیشان میں گذرے۔ وہ سچے اوتوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالیوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوٹ کر سوریا یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیش سننے آتے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اوتھے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھوڑنے کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچیم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسڈ کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی صوفی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریولی کی عیسائی چھارنی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کئی مامدار سردار نے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا ستمہ 'سلوک' یعنی یوگا، پھلس اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شریہ چھوٹا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیشان میں گذرے۔ وہ سچے اوتوں میں پرور اچک تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالیوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوٹ کر سوریا یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیش سننے آتے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اوتھے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھوڑنے کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچیم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسڈ کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی صوفی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریولی کی عیسائی چھارنی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کئی مامدار سردار نے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا ستمہ 'سلوک' یعنی یوگا، پھلس اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شریہ چھوٹا۔

شوخ سادی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے بڑا مہار ہے۔ شاہد فارسی کی

شیخ سعدی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شاید فارسی کی

کدھ دھوا کے سلسلار مے نام پا گھا.
 دھوا تھوئے جھان کا سردار بنا دھئی،
 دھوا تھوئے شانتی کے مہدان مے بیجی کر دھئی.
 دھوا سے بدھکر دھنیا مے کوءی کام نھئی،
 دھوا کے باآار سے کھادار گرم کوءی باآار نھئی.
 دھوا سول کی پوءی ہے،
 دھوا اس جھن کا سار ہے.
 تھو اپنی دھوا سے دھنیا کے دل کو تھاکا رھ،
 جھان مے تھری دھوا کا چرچا ہو.
 تھو دھنیرا دھسروں پر دھوا کرنے مے لگا رھ،
 کھوئے جانداروں کا پھرا کرنے والا ईश्वर भी सब
 पर दवा करता है (ईश्वर का नाम 'करीम' है जिसके
 माने दयालु हैं).

दान देने की तरीफ में

जो क्षुराक्षिमत है वह दानशीलता अख्तियार करता है,
 और दानशीलता से ही आदमी क्षुराक्षिमत होता है.
 अपने प्रेम और दानशीलता से दुनिया को बश में कर,
 प्रेम और दानशीलता की दुनिया में तू सरताज बन.
 दान देना दिल बालों का काम है.
 दान देना उनका पेशा है जो ईश्वर के प्यारे हैं.
 दानशीलता आदमी की बुराइयों को इस तरह बदल
 देती है जिस तरह कीमिया तांबे को सोना करती है.
 दानशीलता आदमी के सब दुर्दों की दवा है,
 जब तक तुकमें हिम्मत है दानशीलता को मत छोड़,
 दानशीलता से ही तू अपने कल्याण की गेंद को
 मैदान में जीत ले जायगा.

कंजूस की बुराई में

अगर आसमान कंजूस आदमी की इच्छा पूरी करने में
 लग जावे,
 और अगर क्रिस्त उसकी गुलाम हो जावे,
 अगर उसके हाथ में कालूँ (कुबेर) का खजाना आ
 जावे,
 और सारी दुनिया उसके कब्जे में आ जावे,
 तब भी कंजूस आदमी इस क्राबिल नहीं है कि तू
 उसको नाम ले,
 चाहे सारा जमाना उसकी चाकरी करने लगे.
 कंजूस के माल की तरफ तू कभी ध्यान न दे,
 उसके धन और माल का तू कभी नाम भी मत ले.
 कंजूस अगर जल और थल में सबसे बढ़कर पूजा
 पाठ करे,
 सब भी उसे स्वर्ग नहीं मिल सकता, यह रसूल का
 कहना है.

जनवरी '56

(8)

दھوا کے سلسلار مے نام پا گھا.
 دھوا تھوئے جھان کا سردار بنا دھئی،
 دھوا تھوئے شانتی کے مہدان مے بیجی کر دھئی.
 دھوا سے بدھکر دھنیا مے کوءی کام نھئی،
 دھوا کے باآار سے کھادار گرم کوءی باآار نھئی.
 دھوا سول کی پوءی ہے،
 دھوا اس جھن کا سار ہے.
 تھو اپنی دھوا سے دھنیا کے دل کو تھاکا رھ،
 جھان مے تھری دھوا کا چرچا ہو.
 تھو دھنیرا دھسروں پر دھوا کرنے مے لگا رھ،
 کھوئے جانداروں کا پھرا کرنے والا ईश्वर भी सब
 पर दवा करता है (ईश्वर का नाम 'करीम' है जिसके
 माने दयालु हैं).

दान देने की तरीफ में

जो خوش قسمت ہے وہ دان شیلتا اختیار کرتا ہے،
 اور دان شیلتا سے ہی اُکھی خوش قسمت ہوتا ہے .
 اپنے پریم اور دان شیلتا سے دنیا کو رش مے کر،
 پریم اور دان شیلتا کی دنیا مے تو سرتاج بن .
 دان دینا دل والوں کا کم ہے .
 دان دینا اُن کا پیشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہوں .
 دان شیلتا آدمی کی برائیوں کو اس طرح بدل دیتی ہے
 جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے .
 دان شیلتا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ مے ہمت ہے دان شیلتا کو مت چھوڑ،
 دان شیلتا سے ہی تو اپنے دکھان کی گیند کو مہدان سے جیت
 لے جائیگا :

کنجوس کی برائی مے

اگر آسمان کنجوس آدمی کی اچھا پوری کرنے مے لگ
 جاوے،
 اور اگر قسمت اُس کی ظم ہو جاوے،
 اگر اُس کے ہاتھ مے قاروں (کیپر) کا خزانہ آجاوے،
 اور ساری دنیا اُس کے قبضے مے آجاوے،
 تب بھی کنجوس آدمی اس قابل نہیں ہے کہ تو اُس کا
 نام لے،
 چاہے سارا زمانہ اُس کی چاکری کرنے لگے .
 کنجوس کے مال کی طرف تو کبھی دھیان نہ دے،
 اُس کے دھن اور مال کا تو کبھی نام بھی مت لے .
 کنجوس اگر جل اور نل مے سب سے بڑھکر پوجا پاٹ
 کرے،
 تب بھی اُسے سورگ نہیں مل سکتا، یہ رسول کا کہنا ہے.

جنوری '56

کجس آدمی اگر خوب دھنوں بھی ہو جارہے،
تب بھی اپنی ذلت (نیچتا) سے وہ مناس کی طرح
کھائیکا۔

دان دینے والے اپنے دھن سے مٹھا پھل کھاتے ہیں،
کنجوس اپنے چاندی سونے کا غم کھاتے ہیں۔

دینتہ کی تاریکہ میں

نہا کی تعریف میں

پے دل ! اگر تو دینتہ اختیار کرے،
تو ساری دنیا تیری دوست ہو جاوے۔
دینتہ تیرے رتبہ کو اُس طرح بڑھا دیکے،
جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ میترتا کی کونجی ہے،
دینتہ ہی سے میترتا کا رتبا اُچھا ہوتا ہے۔
دینتہ آدمی کا سیر اُچھا کرتی ہے،
دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔
آدمی وہی ہے جو دینتہ بارتے،
دینتہ ہی میں سچھی آدمییت ہے۔

جو جیتنا سمجھدار ہے وہ اتنی ہی زیادہ دینتہ ہرتا ہے،
جس طرح درخت کی ٹہنی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اتنی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔
دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،
دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔
دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کنجی ہے،
دینتہ سرداری اور رتبہ کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،
اُس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ ہرتے۔

اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،
مان اور ہزائی کی اُسے پرواہ نہیں۔

دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،
لوگ دل سے تجھے اُننا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ ہرتا کبھی نہ چھوڑے،
کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

غمغٹ کی بڑائی میں

نہا کی بڑائی میں

پے بٹا ! تو کبھی غمغٹ مت کر،
کیونکہ غمغٹ ایک ن ایک دن تو بے سیر کے بال گرا دے گا۔

عقلمند آدمی غمغٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہر شے وہ کبھی غمغٹ نہیں کرتا۔

بمبارد کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جینکے دل ہے بھ بامبارد نہیں کرتے۔
بمبارد نے ہی شیطاں کو ذلیل کیا،
وہ لانا کے کدخانے میں گرجتا رہ گیا۔
جس کسی کو بمبارد کی آدھت ہو جاتی ہے،
بھ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اُچھا سمجھتا رہتا ہے۔

بمبارد بدقسمتی کی پُجی ہے،
بمبارد بدجانتی کی جڈ ہے۔
جس تُو یہ سب جانتا ہے تو بمبارد کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو بُرا کرتا ہے—بُرا کرتا ہے۔

بیڈا کی بڈاई میں

آدھی بیڈا سے ہی کمال کو پہنچ سکتا ہے،
مان، بڈاई، رتہ اور مال اسباب سے نہیں۔
بیڈا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح گھلا دیتا ہے جس طرح موم بتی اپنے کو جل جل کر گھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہنا ودیا کے آدھی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدھی کو چاہئے کہ ودیا کی تلاش کرے۔
ودیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاگہ دیا ہے،
وہی ودیا حاصل کرنے میں لگتا ہے۔
ودیا حاصل کرنا آدھی کا دھرم ہے،
ودیا کے لئے ساری زمین کو چھان ڈالنا چاہئے۔
جا اور ودیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو،
ودیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے ودیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہنا ودیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہتا ہے۔
تیرے دین اور دنیا دونوں کے لئے ودیا ہی کافی ہے،
تیرا سارا کام ودیا ہی سے سدھ سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگیاہوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چینی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدھی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

گھمٹ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جن کے دل ہے وہ گھمٹ نہیں کرتے۔
گھمٹ لے ہی شیطان کو ذلیل کیا،
اسے لعنت کے قہد خانہ میں گرفتار کر لیا۔
جس کسی کو گھمٹ کی عادت ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اُنچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھمٹ بدقسمتی کی پونجی ہے،
گھمٹ بدجانتی کی جڑ ہے۔
جب تو یہ سب جانتا ہے تو گھمٹ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو بُرا کرتا ہے—بُرا کرتا ہے۔

ودیا کی بڈائی میں

آدھی ودیا سے ہی کمال کو پہنچ سکتا ہے،
مان، بڈائی، رتہ اور مال اسباب سے نہیں۔
ودیا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح گھلا دیتا ہے جس طرح موم بتی اپنے کو جل جل کر گھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہنا ودیا کے آدھی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدھی کو چاہئے کہ ودیا کی تلاش کرے۔
ودیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاگہ دیا ہے،
وہی ودیا حاصل کرنے میں لگتا ہے۔
ودیا حاصل کرنا آدھی کا دھرم ہے،
ودیا کے لئے ساری زمین کو چھان ڈالنا چاہئے۔
جا اور ودیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو،
ودیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے ودیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہنا ودیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہتا ہے۔
تیرے دین اور دنیا دونوں کے لئے ودیا ہی کافی ہے،
تیرا سارا کام ودیا ہی سے سدھ سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اگیاہوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چینی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدھی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

جاہل رہنے سے بڑا نا سہمی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سیباہ بڑا کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سیباہ بڑی بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔

جاہل آخیر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخیر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سیر سولی پر رہے یہی ٹک ہے،
جاہل جلیلت میں پڑا رہے یہی ٹک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی अच्छا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

ہنسا ف کی تارک میں

جب کہ ہنسا ف نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تू ہنسا ف کیوں نہیں کرتا۔
جبکہ ہنسا ف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تू سا ف کرنے کے لیے اپنے دل کو مچھوٹ کیوں
نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک کرایم رہے،
اگر ہنسا ف تیری مدد کرے۔
نہشہرواں نے ہنسا ف کو اختیار کیا،
اسی لیے اس کی نام-کسیتی ابھی تک کرایم ہے۔
ہنسا ف سے دہش کو سول ملتا ہے۔
ہنسا ف ہی سے لوگوں کی مراد پوری ہوتی ہے۔
تू ہنسا ف سے دنیا کو آباد رکھ،
جو ہنسا ف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
ہنسا ف سے بدکر دنیا کو بنانے والا دوسرا
کاریگر نہیں ہے،
ہنسا ف سے بدکر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تیرے اور کیا چاہیے،
کہ لوگ تیرا نام 'ہنسا ف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تو اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کبھی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

جولم کی بڑا کر میں

جولم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کرتی ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج قومی نہ لگے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جاہل رہنے سے زیادہ ناسمجھی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سوائے برائی کے اور کچھ کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سوائے بری بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔
جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سر سولی پر رہے یہی ٹھیک ہے،
جاہل ذلت میں پڑا رہے یہی ٹھیک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

کی تعریف میں

جب کہ ایشور نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تو انصاف کیوں نہیں کرتا۔
جب کہ انصاف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تو انصاف کرنے کے لئے اپنے دل کو مضبوط کیوں نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک قائم رہے۔
اگر انصاف تیری مدد کرے۔
نہشہرواں نے انصاف کو اختیار کیا،
اسی لئے اس کا نام - کسیتی ابھی تک قائم ہے۔
انصاف سے دیہی کو سکھ ملتا ہے۔
انصاف ہی سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔
تو انصاف سے دنیا کو آباد رکھے،
جو انصاف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
انصاف سے بدکر دنیا کو بنانے والا دوسرا کاریگر نہیں ہے،
انصاف سے بدکر دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے زیادہ تجھے اور کیا چاہیے،
کہ لوگ تیرا نام 'انصاف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تو اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کبھی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لیکر آویں ان کی دل کی مراد
نہ پوری کر۔

کی برائی میں

ظلم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کرتی ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج قومی نہ لگے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جس پر ظلم ہوا ہے اس کے دل سے اگر آہ نکلے،
تو اس کی لہٹ سے مٹی اور پانی میں بھی آگ لگ جائے۔

کمزوروں اور لچاروں کے ساتھ زبردستی نہ کر،
آخیر میں قبر کی تلکی سے ڈر۔
کسی ستائے ہوئے کو دکھ مت دے،
جنتا کے دل کے دھوئیں سے بے خبر مت ہو۔
اے ناسمجھ! لوگوں کو مت ستا،
ایسا نہ ہو کہ ایشور کا کوپ تیرے اوپر اترے۔
کمزوروں اور غریبوں پر ستم مت کر،
جو ظلم کرتا ہے اس کے نرک میں پڑنے میں کوئی سندیہ نہیں۔

کمزوروں اور لاچاروں کے ساتھ زبردستی نہ کر،
آخیر میں قبر کی تلکی سے ڈر۔
کسی ستائے ہوئے کو دکھ مت دے،
جنتا کے دل کے دھوئیں سے بے خبر مت ہو۔
اے ناسمجھ! لوگوں کو مت ستا،
ایسا نہ ہو کہ ایشور کا کوپ تیرے اوپر اترے۔
کمزوروں اور غریبوں پر ستم مت کر،
جو ظلم کرتا ہے اس کے نرک میں پڑنے میں کوئی سندیہ نہیں۔

سنتوष کی تारीکڑ میں

اے دل! اگر تو سنتوष کرے،
تو سکھ کے سلسار میں سرداری کرے۔
اگر تو غریب ہے تو اپنی غریبی کی شکایت مت کر،
سمجھدار آدمی کے سامنے دھن دولت چھوٹی چیزیں ہیں۔
عقلمند آدمی فقیروں سے شرم نہیں کرتا،
کیونکہ نبی (محمد صاحب) کو بھی فقری کا فخر (گرو) حاصل تھا۔
مالدار آدمی کے لئے سونا چاندی اُپرے سجاوٹ کی چیزیں ہیں،
فقیر کو اپنی غریبی سے اندر کا آرام ملتا ہے۔
اگر تو مالدار نہیں ہے تو بچے چھین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوष کرنا اچھا ہے،
جو خوش قسمت ہیں وہ سنتوष کرتے ہیں۔
اگر تو خوش قسمت ہی چاہتا ہے،
تو سنتوष کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

اگر تو مالدار نہیں ہے تو بچے چھین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوष کرنا اچھا ہے،
جو خوش قسمت ہیں وہ سنتوष کرتے ہیں۔
اگر تو خوش قسمت ہی چاہتا ہے،
تو سنتوष کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

لوہ کی بُرائی میں

جو آدمی لوہ کے جال میں پھنس جاتا ہے،
وہ لوہ کا پیالہ پیکر مست اور بے عقل ہو جاتا ہے۔
دھن جمع کرنے میں اپنی عمر کو مت کھو،
دھن ٹھیکری ہے اور عمر موتی۔
جو آدمی لوہ کے جال میں پڑ گیا،
اس نے اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا میں اڑا دیا۔
ماں لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،
جان لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،

ماں لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،
جان لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،

دُنیا بھر کی سبھی سامگری تجھے مل جاوے،
آخر ایک دن تجھے مٹی میں مل جانا پڑے گا،
بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ۔
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے۔
گدھے کی طرح مسکنت کا ہوجہ کیوں اُٹھاتا ہے۔
دھن کے لئے تو اتنا پریشورم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن تجھے اچانک چلا جانا ہے۔
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،

کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے۔

جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح
ہو رہا ہے،

کہ تجھے اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
کرموں کا پھل بھگتا پڑے گا۔

اس تجھے آدمی کا دل کیوں خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو
کردیا۔

دُنیا بھر کی سبھی سامگری تجھے مل جاوے،

آخر ایک دن تجھے مٹی میں مل جانا پڑے گا،

بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ۔

دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے۔

گدھے کی طرح مسکنت کا ہوجہ کیوں اُٹھاتا ہے۔

دھن کے لئے تو اتنا پریشورم کیوں کرتا ہے،

جب کہ ایک دن تجھے اچانک چلا جانا ہے۔

تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،

کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے۔

جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح
ہو رہا ہے،

کہ تجھے اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
کرموں کا پھل بھگتا پڑے گا۔

اس تجھے آدمی کا دل کیوں خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو
کردیا۔

دُنیا بھر کی سبھی سامگری تجھے مل جاوے،

آخر ایک دن تجھے مٹی میں مل جانا پڑے گا،

بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ۔

دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے۔

گدھے کی طرح مسکنت کا ہوجہ کیوں اُٹھاتا ہے۔

دھن کے لئے تو اتنا پریشورم کیوں کرتا ہے،

جب کہ ایک دن تجھے اچانک چلا جانا ہے۔

تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،

کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے۔

جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح
ہو رہا ہے،

کی سیوا اور بھکتی کی تعریف میں

سو بھاگتے جس کسی کا غم ہوتا ہے،

اس کا دل سدا ایشور کی سیوا میں لگا رہتا ہے،

ایشور کی سیوا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،

سچی دولت سیوا ہی سے ملتی ہے۔

سیوا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،

سیوا کے پرکھنے سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

یدی تو سیوا کے لئے کمر کس لے،

تو کبھی نشہ نہ ہونے والی دولت کا دروازہ کھولے لے

جاوے۔

عقل مند آدمی سیوا سے کبھی منہ نہیں مڑتا،

کیونکہ سیوا سے بڑھکر کوئی شے نہیں ہے۔

بھکتی کے پانی سے سدا وضو کو تازہ رکھ (اپنے کو پروتر رکھ)

تاکہ کل تو نرک کی آگ سے بچ سکے۔

ستچائی کے ساتھ نماز (پوجا) کرتا رہ،

تاکہ ہمیشہ رہنے والی دولت تجھے مل سکے۔

سیوا سے بھتر کی آتما روشن ہوتی ہے۔

تو اپنے پیدا کرنے والے کی پوجا کر،

اس کی بھکتی کے محل میں بیٹھنے والا بن۔

اگر تو حق (ستیتھ) یا ایشور کی پوجا کرنا اختیار کرے،

تو دولت کی دنیا کا بادشاہ ہو جاوے۔

سنہم کا جامہ ہمیشہ پہنے رہ،

کیونکہ سہولتیں لوگوں ہی کے دھنوں کی جگہ ہے۔
اپنی جان کے چراغ کو تو تھپسیا سے روشن کر،
تاکہ خوش قسمت آدمیوں کی طرح تو بھی خوش قسمت ہو۔
جو دھارمک جین بناتا ہے،
وہ کوسوں کے پہل سے نہیں ڈرتا۔

جو دھارمک جین بناتا ہے،
بھ کرموں کے فتل سے نہیں ڈرتا۔

شیتان (بیہی-واسنا) کی بھراڈ میں

ہے دھل ! جس کسی نے شیتان (بیہی-واسنا) کا
کھنا مانا،
بھ رات دھن گناہ کے جال میں فٹسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اگوا بنایا،
لٹکر بھ ہشبر کے راستے پر کسے آ سکتا ہے۔
ہے دھل ! تھ گناہ کا ہراڈا کبھی ن کر،
تاکہ سبکا پالنے والا ہشبر تھ پر رھم کرے۔
سمنادار آدھی گناہ سے بچتا ہے،
جسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،
کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے۔
تو اپنی دھن واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا۔
اپنے جینوں کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی باز سے برہاد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھینگا،
تو سورج کے باغ سے نزدیک رھینگا۔

پریم کی مدد کے بیان میں

ہے ساکھی (گور) ! مھ آگ کی سورت والی شراب دے،
جس میں وہ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریم کے ہونٹوں کی طرح میری آندا کو ہل دے۔
جو لوگ پریم کے متوالہ ہیں اُن کی چاہ کی آگ کبھی
پھاری ہے،
جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو اُمرت کی طرح اُمر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ایشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

بھ شراب لا جو اُمرت کی طرح اُمر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ایشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

شیتان (دھن واسنا) کی برائی میں

اے دل ! جس کسی نے شیتان (دھن واسنا) کا کھنا مانا،
وہ رات دن گناہ کے جال میں پھنسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اگوا بنایا،
لوٹ کر وہ ایشور کے راستے پر کسے آسکتا ہے۔
اے دل ! تو گناہ کا اُرادہ کبھی نہ کر،
تاکہ سب کا پالنے والا ایشور تجھ پر رحم کرے۔
سمجھدار آدمی گناہ سے بچتا ہے،
جیسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،

کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے۔
تو اپنی دھن واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا۔
اپنے جینوں کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی باز سے برہاد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھینگا،
تو سورج کے باغ سے نزدیک رھینگا۔

پریم کی مدد کے بیان میں

اے ساکھی ! (گور) ! مجھے آگ کی صورت والی شراب
دے،
جس میں وہ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رھتے ہیں۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریم کے ہونٹوں کی طرح میری آندا کو ہل دے۔
جو لوگ پریم کے متوالہ ہیں اُن کی چاہ کی آگ کبھی
پھاری ہے،
جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو اُمرت کی طرح اُمر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ایشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

جو لوگ پریمی ہیں اُن کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو اُمرت کی طرح اُمر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریم (ایشور) کو پالنے کی
لہسا ہو،

مبارک ہے وہ آدمی جو اُس کے پریم میں پاگل ہو ۔
مبارک ہے وہ دل جس میں پریم کے درشن کی چاہ ہے،
مبارک ہے وہ دل جس کی منزل پریم کی گلی ہے ۔
وہ شراب جو پریم کے جہنم دہلے والے ہونٹوں کی طرح ہے،
وہ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مہرے کی طرح ہے ۔
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھٹا کیسا اچھا ہے،
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

بھ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مہرے کی طرح ہے،
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھٹا کیسا اچھا ہے،
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

سبز (धीरज) के बयान में

अगर धीरज तेरे हर वक्त साथ रहे,
तो तू हमेशा ठहरने वाली दौलत हासिल करे.
सब्र करना पैगम्बरों का काम है,
जो दीनदार (धर्मात्मा) हैं वह सब्र से मुँह नहीं मोड़ते.
सब्र जिन्दगी के मकसद का दरवाजा खोलता है,
क्योंकि सिबाय सब्र के उस दरवाजे की कोई और कुंजी नहीं है.
सब्र करना तेरे दिल की मुराद को पूरा करेगा,
इसी से जो जानने वाले हैं वह तेरी मुशकिल को हल करेंगे.
सब्र करना हमारी कामनाओं के दरवाजे की कुंजी है,
यह कुंजी कामना (आرزू) की सल्तनत को खोलने वाली है.
सब्र करना हर हाल में अच्छा है,
इसमें बहुत सी भलाइयाँ छिपी हैं.
सब्र से ही तेरा मकसद पूरा होगा,
रज और बला से तुझे छुटकारा मिलेगा.
अगर तूझमें दीन (धर्म) का खयाल है तो सब्र कर,
जल्दी करना शैतानों का काम है.

सच बोलने की तारीफ में

ऐ दिल ! अगर तू सच्चाई को अख्तियार कर ले,
तो दौलत तेरी दास्त और भाग्य तेरा मददगार हो जावे.
बुद्धिमान का चाहिये कि सच्चाई से कभी मुँह न मोड़े,
क्योंकि सच्चाई ही से नाम ऊँचा होता है
सुबह की तरह अगर तू सच्चाई के साँस लेने लगे,
तो अपने अन्दर के अज्ञान के अधियारे से निकलकर
ज्ञान के उजियाले में आ जावे.
तू बिना सच्चाई के कभी दम मत मार,
इज्जत दौलत से बढ़कर है.
इस दुनिया में सच बोलने से बढ़कर कोई काम नहीं,
सच्चाई वह गुलजार है जिसमें कोई कांटा नहीं.

भूठ की बुराई में

जिस किसी ने भूठ को अख्तियार किया,
वह क्रयामत के दिन किसी तरह नहीं छूट सकता.
जिस किसी की ज़बान को भूठ की आदत हो गई,
उसके दिल का चिराग कभी रोशन नहीं हो सकता.
भूठ बोलना आदमी को शरमिन्दा करता है,
भूठ बोलने से आदमी का मान जाता रहता है.
अक़लमन्द आदमी भूठ बोलने वाले से दूर रहता है,
कोई आदमी भूठ बोलने वाले को गिनती में नहीं लाता.
ऐ भाई ! तू कभी किसी हालत में भूठ न बोल,
क्योंकि भूठ बोलने वाला बेइज्जत होता है और कोई
उसका पतवार नहीं करता,

सब्र (دھرج) کے بیان میں

اگر دھرج تیرے ہر وقت ساتھ رہے،
تو تو ہمیشہ ٹھہرنے والی دولت حاصل کرے .
سبّر کرنا پیغمبروں کا کام ہے،
جو دیندار (دھرماتما) ہیں وہ سبّر سے منہ نہیں مڑتے .
سبّر زندگی کے مقصد کا دروازہ کھولتا ہے،
کیونکہ سوائے سبّر کے اُس دروازے کی کوئی اور کلّی نہیں ہے .

سبّر کرنا تیرے دل کی مراد کو پورا کرے گا،
اسی سے جو جائزہ والے ہیں وہ تیری مشکل کو حل کریں گے .
سبّر کرنا ہماری کامناؤں کے دروازے کی کلّی ہے،
یہ کلّی کلسا (آرزو) کی سلطنت کو کھولنے والی ہے .

سبّر کرنا ہر حال میں اچھا ہے،
اس میں بہت سی بھلائیاں چھپی ہیں .

سبّر سے ہی تیرا مقصد پورا ہوگا،
رنج اور بلا سے تجھے چھٹکارا ملے گا .
اگر تجھے میں دین (دھرم) کا خیال ہے تو سبّر کر،
جلدی کرنا شیطانوں کا کام ہے .

سچ بولنے کی تعریف میں

اے دل ! اگر تو سچائی کو اختیار کر لے،
تو دولت تیری دوست اور بھائیہ تیرا مددگار ہو جاوے .
بدھیمان کو چاہئے کہ سچائی سے کبھی منہ نہ مڑے،
کیونکہ سچائی ہی سے نام اُونچا ہوتا ہے .
صبح کی طرح اگر تو سچائی کے سانس لینے لگے،
تو اپنے اندر کے اگیاں کے اندھارے سے نکل کر گیاں کے اُجیالے
میں آجاوے .

تو بنا سچائی کے کبھی دم مت مار،
عزت دولت سے بڑھکر ہے .

اس دنیا میں سچ بولنے سے بڑھکر کوئی کام نہیں،
سچائی وہ گنزار ہے جس میں کوئی کانٹا نہیں .

جھوٹ کی برائی میں

جس کسی نے جھوٹ کو اختیار کیا،
وہ قیامت کے دن کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا .
جس کسی کی زبان کو جھوٹ کی عادت ہو گئی،
اُس کے دل کا چراغ کبھی روشن نہیں ہو سکتا .
جھوٹ بولنا آدمی کو شرمندہ کرتا ہے،
جھوٹ بولنے سے آدمی کا مان جاتا رہتا ہے .
عقلمند آدمی جھوٹ بولنے والے سے دور رہتا ہے،
کوئی آدمی جھوٹ بولنے والے کو گنتی میں نہیں لانا .
اے بھائی ! تو کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہ بول،
کیونکہ جھوٹ بولنے والا بے عزت ہوتا ہے اور کوئی اُس کا
اعتبار نہیں کرتا .

مڑھ بولنے سے جیسا کھرا کوئی کام نہیں ہے،
وہ بولے ! مڑھ بولنے سے آدمی کا بڑا میٹھی میں مل
جاتا ہے۔

ہرے (ہرے = پرہم سترے) کی دنیوی کے بارے میں
اس سترے کے گہر کی طرف نگاہ ڈال،
جس کی چھت بنا کسی کہنے کے سترے پہلی ہوئی ہے۔
اس گہر والے آسمان کے پردے کو دیکھو،
اُس کے اندر موم پتیاں جلتی ہوئیں دیکھو۔
دنیا میں کوئی دربار ہے اور کوئی بادشاہ،
کوئی قربانی ہے اور کوئی محصور لیلہ والا۔
کوئی خوش ہے اور کوئی درد مند،
کوئی سہل مغرور ہے اور کوئی لاچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو تیکس دیتا ہے،
کوئی سرانبر ہے اور کوئی خاکسار۔
کوئی بھرپور پر ہفتا اور کوئی تخت پر،
کوئی طاقت پہلے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی محتاج ہے اور کوئی مالدار،
کوئی نعمت مند ہے اور کوئی کامیاب۔
کوئی دھن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دکھ میں،
کسی کو زندگی حاصل ہے اور کسی کو موت۔
کوئی دندرست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی بھرپور ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پلوتھ میں لگا ہے اور کوئی پاپ میں،
کوئی دوسروں کو دعا دے رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساتھ
بھا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آستک) ہے،
اور کوئی پاپ اور بدکاریوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔
کوئی مائسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہل شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آئند میں ہے اور کوئی دکھ میں،
کوئی محنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان بڑائی کی دنیا میں بڑا ہے،
کوئی مصیبتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آئند کے باغ میں بیٹھا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیبت میں پڑا ہے۔
کسی کے پاس بے حساب دھن دولت ہے،
کسی کو اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کا غم ہے۔
کوئی پھول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مرجھایا ہوا ہے۔
کسی نے ایشور کی سیوا میں کس رکھی ہے،
کسی نے ساری عمر پاپ میں ختم کر دی !
کوئی رات دن دھرم کرتا ہاتھ میں لئے ہوئے ہے،
کوئی شراب خانے کے کولے میں مست سربا ہوا ہے۔

جھوٹ بولنے سے زیادہ برا کوئی کام نہیں ہے،
اے بیٹا ! جھوٹ بولنے سے آدمی کا بڑا میٹھی میں مل
جاتا ہے۔

ہرے (حق تعالیٰ = پرہم سترے) کی دنیا کے بارے میں

اس سترے کے گہر کی طرف نگاہ ڈال،
جس کی چھت بنا کسی کہنے کے سترے پہلی ہوئی ہے۔
اس گہر والے آسمان کے پردے کو دیکھو،
اُس کے اندر موم پتیاں جلتی ہوئیں دیکھو۔
دنیا میں کوئی دربار ہے اور کوئی بادشاہ،
کوئی قربانی ہے اور کوئی محصور لیلہ والا۔
کوئی خوش ہے اور کوئی درد مند،
کوئی سہل مغرور ہے اور کوئی لاچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو تیکس دیتا ہے،
کوئی سرانبر ہے اور کوئی خاکسار۔
کوئی بھرپور پر ہفتا اور کوئی تخت پر،
کوئی طاقت پہلے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی محتاج ہے اور کوئی مالدار،
کوئی نعمت مند ہے اور کوئی کامیاب۔
کوئی دھن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دکھ میں،
کسی کو زندگی حاصل ہے اور کسی کو موت۔
کوئی دندرست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی بھرپور ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پلوتھ میں لگا ہے اور کوئی پاپ میں،
کوئی دوسروں کو دعا دے رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساتھ
بھا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آستک) ہے،
اور کوئی پاپ اور بدکاریوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔
کوئی مائسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہل شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آئند میں ہے اور کوئی دکھ میں،
کوئی محنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان بڑائی کی دنیا میں بڑا ہے،
کوئی مصیبتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آئند کے باغ میں بیٹھا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیبت میں پڑا ہے۔
کسی کے پاس بے حساب دھن دولت ہے،
کسی کو اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کا غم ہے۔
کوئی پھول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مرجھایا ہوا ہے۔
کسی نے ایشور کی سیوا میں کس رکھی ہے،
کسی نے ساری عمر پاپ میں ختم کر دی !
کوئی رات دن دھرم کرتا ہاتھ میں لئے ہوئے ہے،
کوئی شراب خانے کے کولے میں مست سربا ہوا ہے۔

प्रो क़ैसर तेजासिंह

یروفیسر تیجاس سنگھ

एक बार जब योगियों ने गुरु नानक से कुछ चमत्कार करके दिखाने को कहा तो गुरु जी ने जवाब दिया कि मेरा चमत्कार तो वे मेरे उपदेश और यह मेरी सङ्गत है.* जहाँ जहाँ गुरु नानक जाते थे वे अपने पीछे अपने शिष्यों की एक सङ्गत छोड़ आते थे जो गुरुद्वारा बनाकर गुरु के भजन गाया करते थे और नाम का जप किया करते थे थोड़े ही समय में सारे मुल्क में सिख गुरुद्वारों का एक जाल सा बिछ गया. जूनागढ़ (काठियावाड़), कामरूप (आसाम), सूरत (गुजरात), कटक (उड़ीसा), बिहार, जोधर, नानामठ (कुमायूँ) में गुरु नानक के मिशन के केन्द्र खुल गये. खाटमण्डू, ईरान की खाड़ी, काबुल, जलालाबाद और दूसरी दूर दूर की जगहों में गुरु नानक के उपदेशों का प्रचार करने वाली सङ्गतेँ कायम हो गईं. पुरत में नानक बाड़ा और कुमायूँ में नानक मठ केन्द्र प्रथ तक ज्यों के त्यों कायम हैं. हालांकि यह दूसरी बात है कि इन मठों के ज्यादातर लोग सिख ग्रन्थों और सिख विचार धारा से पूरी तरह बाकिफ़ नहीं हैं. गुरु तेग बहादुर या पटना के दीवान माहनसिंह के स्थापित किये हुये सिख केन्द्रों के अवशेष कोलम्बो, रामेश्वरम्, मद्रास, सतूर, कजलीवन, आदिलाबाद (हैदराबाद, दकन), मेरजापुर, चटगाँव धुबरी (आसाम) आदि जगहों में प्रथ भी बाक़ी हैं. गुरु ग्रन्थ साहिब की बहुत पुरानी प्रतियाँ और विविध सङ्गतों के नाम गुरु तेगबहादुर और गुरु गोविन्दसिंह के दस्तखती पत्र अब भी इन केन्द्रों में सुरक्षित हैं. पांचवें सिख गुरु के समय के एक सिख त्चारक भाई गुरुदास के ग्यारहवें भजन में हमें उन मुख्य सिखों की सूची मिलती है जो उस समय काबुल, आशमीर, सरहिन्द, थानेश्वर, दिल्ली, क़तहपुर सीकरी, प्रागरा, उज्जैन, बुरहानपुर, गुजरात सुहन्द, लखनऊ, आगराज, जौनपुर, पटना, राजमहल, ढाका आदि जगहों रहते थे. गुरु गोविन्द सिंह की धर्मपत्नी माता साहिब की एक दस्तखती पत्र में, जो अब भी बनारस के एक गुरुद्वारे में सुरक्षित है, बनारस के शहर को 'गुरु दा दुर्ग' कहा गया है. सन् 1675 की लिखी हुई ग्रन्थ साहिब की एक हस्तलिखित प्रति में एक सिख की दक्षिण

ایک بار جب یوگیوں نے گرو نانک سے کچھ چٹکار کر کے دکھائے تو کہا تو گرو جی نے جواب دیا کہ میرا چٹکار تو یہ میرے آپدیش اور یہ میری سنکت ہے ۔ * جہاں جہاں گرو نانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے ششیوں کی ایک سنکت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوارا بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا چپ کیا کرتے تھے ۔ تھوڑے ہی سمے میں سارے ملک میں سک گرو دیواروں کا ایک جال سا بچھ گیا ۔ جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) ، گجرات (آسام) ، صورت (گجرات) ، تلک (اڑیسہ) ، بہار ، چوہر ، نانک مٹھ (کمایوں) میں گرو نانک کے مشن کے کیندر کھل گئے ۔ کھامندو ، ابران کی کھڑی ، کابل ، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے آپدیشوں کا پرچار کرنے والی سنکتیں قائم ہو گئیں ۔ صورت میں نانک بازار اور کمایوں میں نانک مٹھ کیندر اب تک جیوں کے نفوس قائم ہیں ۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹھوں کے زیادہ تر لوگ سک گرنتمیں اور سک وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں ہیں ۔ گور تیغ بہادر پٹنہ کے دیوان ماموں سنگھ کے استہابت کیمے ہوئے سک کیندروں کے اوشیش کولہو ، ’ رامیشور ’ ، مدراس ’ ’ ستور ’ ، کچلی بن ، عادل آباد (حیدر آباد ، دکن) ، مرزاپور ، چٹگاؤں ، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں اپنی بی بی ہائی ہیں ۔ گرو گرنتم صاحب کی بہت پرانی پڑتھیں اور روند سنکتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گروند سنگھ کے دستخطی پتر اب بھی ان کیندروں میں سرکشت ہیں ۔ پانچویں سک گرو کے سمے کے ایک سک پرچارک بھائی گرو داس کے گیارھویں بھجن میں ہمیں ان پرمک سکھوں کی سوچی ملتی ہے جو اُس سمے کابل ، کشمیر ، سرہند ، تھانیشور ، دلی ، فتحپور ، سیکری ، آگرہ ، اوجپن ، برہانپور ، گجرات ، سوہند ، لکھنؤ ، پریاگ راج ، جونپور ، پٹنہ ، راج محل ، تھاکہ آدمی جگہوں میں رہتے تھے ، گرو گروند سنگھ کی دھرم پتنی ماتا صاحب کمر کے ایک دستخطی پتر میں ، جو اب بھی بنارس کے سک گرو دیوارے میں سرکشت ہے ، بنارس کے شہر کو ’ گرو کا درگ ’ کہا گیا ہے ۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنتم صاحب کی ایک ہست لکھت پرتھی میں ایک سک کی دشمن

*—गुरुदास का भजन-संग्रह, 1-42.

گروداؤس کا 'پہچن سنگرہ' 1-42

بابا کا بھائی ہے، جسکا نام ہے 'ہرچکر راہے مکران'۔
اسے دھیان اور لنگا میں جہاں تہا پہلی ہوئی سک سنگٹوں
کا پتہ چلتا ہے۔

ہر سچکھ گرو کے دھارا مقرر ایک نیتا کے ادھیں ہوئی
تھی۔ سی 1588 میں بھائی داس دھارا لکھی ہوئی گرونانک
کی ایک جیوننی سے پتہ چلتا ہے کہ 'ان نیتاؤں کو 'منجی' کہا
جاتا تھا چونکہ یہ لوگ منجی (چارپائی) پر بیٹھ کر ابدیش
دیا کرتے تھے۔ بھائی لو اتر میں اور شیخ سجاد دکن پشچم
پنجاب میں گرو کے ابدیشوں کا پرچار کرتے تھے۔ انیہ پرچاروں میں
گوپال داس ہنارس میں، جھنڈا بازی ہوشاٹر میں، ہردھن شاہ
کھرتھور میں، ماہی مہسٹر میں، کلجک جگناتھووی میں،
دیولت لہشانی (تبت) میں، سانس رائے پتھہ اور بہار میں،
راجہ شوانہ سنگھل میں اور انیک انگذت کاریہ کرتا ہندستان
میں اور ہندستان کے باہر، جہاں جہاں گرو نانک گئے تھے،
پرچار کاریہ میں لگے ہوئے تھے۔ چونکہ سب پرچار اور ان کے
دولرا دیکشت سک ہر اتر گرو کے درشنوں کو آیا کرتے تھے اس
لئے ان سنگٹوں کا سمجھنے کیلئے کے ساتھ ہر اتر قائم رہا۔

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگٹوں روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اُس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگٹوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اُنڈنی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگٹوں
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگٹوں روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اُس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگٹوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اُنڈنی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگٹوں
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگٹوں روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اُس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگٹوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اُنڈنی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگٹوں
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کاریہ کو ادھک سنگٹوں روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اُس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگٹوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اُنڈنی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سمنے وہ ایک شکتی شالی سنگٹوں
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

—وہ زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارٹھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں سکھ لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکھن ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرو دھارا سوشوہت ہو۔“—بھائی گرو داس
کا 'بھجن سنگرہ' 13-19 اور 23-2۔

س کا کام اپنے ضلع میں دھرم پرچار کرنا ہوتا تھا اور وہ گورو جی اور
ضلع کے سکس سنگتوں کے لئے زمیندار ہوتا تھا۔ سال میں ایک
تہہ دہاگھی کے دن وہ ضلع کے سکھوں کے ساتھ گورو کی سیوا
میں آپہار لیکر حاضر ہوتا تھا اور اپنے پرچار کا بیہرا دیتا تھا۔
سورن مندر اور گورو گرتھ صاحب کی پرستش کے کارن امرتسر
میں کا کیندر بن گیا۔ گورو کے دیکھتو کو کیندر بنا کر سارا
لنگھن کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ ایک کے بعد ایک کئی گورو گندی
بھیجے گئے وہ سب ایک ہی گورو نانک کے انتروپ سمجھے

دھیرے دھیرے گرد کے چاروں طرف اُتھا ہونے والی
 لذلی کو پوترقا کی درشتی سے دیکھا جانے لگا۔ پھر دھیرے
 دھیرے تمام اُدھیاتک اُدھیکار اُنہیں دے دیئے گئے۔ یہ گرد
 بوند سنگ کے بعد ہوا جب سکھوں کا پنٹھ کے روپ میں سنگتوں
 روح ہوا اور پنٹھ نے گرد کی سبھا اپنے ہاتھوں میں لے لی۔
 سب اس کا اُبھاس پہلے سے ہی ملتا ہے۔ بھائی گرد داس نے
 یک بار کہا تھا۔ ”ایک ششہ ایک اکیلا سکھ ہے“ دو سکھ پوتر
 ندلی بن جاتے ہیں، لیکن جہاں پانچ سکھ ہوتے ہیں وہاں
 عورت پر مشہور ہوتا ہے۔“ گرد رام داس نے اپنے بہت سے وچنوں
 میں اپنے سکھوں کے لئے بڑا آدر دیا ہے۔ اُنہوں نے اعلان کیا
 ۔ ”جو سکھ گرد کے شبدوں پر چلتا ہے وہ گرد کے ساتھ ایکاکار
 و جاتا ہے۔“ گرد ارجن ہمیشہ سنگتوں میں شامل ہونے کے
 اُدھیاتک فائدے کی بات دہرایا کرتے تھے۔ لوگ بھی اُن
 سنگتوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں جایا کرتے تھے۔ اُن میں
 انہیں بھواننیں ہوتی تھیں۔ کچھ تو بھکتی بھاؤ سے وہاں جاتے
 تھے اور کچھ عرضی درخواست لیکر۔ اُس زمانے کا یہ ایک عام
 راج تھا کہ جو لوگ ایشوری دیا چاہتے تھے وہ سنگت کے
 ساتھ اپنی مراد رکھتے تھے اور ساری سنگت اُن کی مراد کے
 دوا ہونے کی پُرارتھا کرتی تھی۔ †

گرو گروند سنگ پلٹھ کا ادھیکار دینے سے پہلے ہی سکھوں کا
 پا آدر کرتے تھے۔ وہ اِن شہدوں میں اُن کا ذکر کرتے تھے۔
 انہیں کے دیوارا مجھے اپنے انویہو ہوئے۔ انہیں کی مدد سے
 میں نے دشمنوں کو دھایا۔ انہیں کی مہربانی سے مجھے رتبہ
 لا ورنہ مہری طرح کے لاکھوں آدمی ہیں جنہیں کوئی نہیں
 چھپتا۔“ حالانکہ گرو گروند سنگ جنتا کے نیٹا تھے پر وہ اپنے کو
 جنتا کا سہوک سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ ”اُن کی سیوا کر کے میرے
 دل کو خوشی ہوتی ہے۔ مہری آتما کو اِس سے زیادہ کوئی سیوا

† Dabistan-i-Madhahib.

نہیں آتی۔ میری تمام دولتیں یہاں تک کہ میری آتما اور میری وہ سب انکی سہا کے لیے ہائیر ہے۔“

گورو کے تمام اذکاروں کے ساتھ خالص سامنے آئے۔ گورو نے سکھوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھارن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہادی چلیں۔ چٹاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہنے کا وجہ دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جماد 'سرہس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہادیں کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنڈت کے مت کے تمام سوالوں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غور کیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ پد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پریکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سمت کی سادھی کے سامنے آکر پرت کر کے لئے اپنا تیر چھکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طابی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کرے تو اس سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ نزدیک کی کسی سنکت میں چاکر چوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہوکر دونوں ہاتھ جوڑکر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونکار کرے۔ سنکت پانچ چٹے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونکار کرتا تھا اور ابراہمان کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سست سنکت کی ہی ہوئی ہوتی، تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سکھوں کے اس مکمل سکھانے نے ہی مہاراجا سلتنات کو ان کے خیرات کر دیا اور ان کے اسی سنگٹھان نے انہیں سن 1716 اور 1763 عیسوی کے بیچ، ان پر جو انتہاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیمتیں رکھدی گئیں تھیں اور لمبہ کیس رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔* جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بناکر آٹری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سہ کی سکھوں کی پرتیہاد تھی۔

سکھوں کے تمام اذکاروں کے ساتھ خالص سامنے آئے۔ گورو نے سکھوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے بیچ سے سادھارن پر بندہ کے لئے پانچ پرتیہادی چلیں۔ چٹاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہنے کا وجہ دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جماد 'سرہس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتیہادیں کی جاتی تھیں اور ساروجنک فیصلے کئے جاتے تھے۔ پنڈت کے مت کے تمام سوالوں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غور کیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ پد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پریکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سمت کی سادھی کے سامنے آکر پرت کر کے لئے اپنا تیر چھکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طابی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کرے تو اس سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ نزدیک کی کسی سنکت میں چاکر چوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہوکر دونوں ہاتھ جوڑکر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونکار کرے۔ سنکت پانچ چٹے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونکار کرتا تھا اور ابراہمان کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سست سنکت کی ہی ہوئی ہوتی، تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سکھوں کے اس مکمل سکھانے نے ہی مہاراجا سلتنات کو ان کے خیرات کر دیا اور ان کے اسی سنگٹھان نے انہیں سن 1716 اور 1763 عیسوی کے بیچ، ان پر جو انتہاچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیمتیں رکھدی گئیں تھیں اور لمبہ کیس رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔* جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بناکر آٹری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سہ کی سکھوں کی پرتیہاد تھی۔

—A Sketch of the Sikhs by Malcolm.

”خالسا کے انویسٹمنٹ کی جگہ بھی وہ ہیں، ہرگز رخصت کرے۔“

سینکڑوں کے گھنٹاتیٹریک سنگتوں ’مسلسل‘ نے ان میں ایک سنگت شامس کا طریقہ پیدا کر دیا تھا۔ ہر سنگت سوتنتر تھا اور ’خالصہ‘ کا سلسلہ تھا لیکن ان کی حیثیتیں الگ الگ تھیں اور ان کی قابلیت میں بھی فرق تھا۔ اس لئے یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک دیکھتی تھی کہ میں بن سکتا ہوں یا نہیں۔ خوشی خوشی ایک سنگت بن کر اور نیتاؤں کو چن کر ان کے فیکٹوروں میں چلنا سونپ کر دیا۔ جس طرح ان کی تمام سادھاریں کارروائیاں ’گرومست‘ سے طے ہوتی تھیں اسی طرح ان کے راجنیتک فیصلے بھی سردار اور مسل اکل تخت کے سامنے لائے ہوئے ہوتے تھے۔

سورن مندر کے چاروں طرف ٹھہرنے کی جگہیں، جنہیں ’ہنگامہ‘ کہا جاتا تھا، بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سردار اور مسل آکر ٹھہرتے تھے۔ جلسے کے وقت وہ اکل تخت کے سامنے کھلے میدان میں لکھتا ہوتے تھے۔ انویسٹمنٹ اپنے نیتاؤں کے پیچھے بیٹھتے تھے اور نیتا ہی ان کی آواز سے بولتا تھا۔ جب بھی کسی کو کوئی نئی بات سوجھتی تھی وہ اپنے سردار سے جا کر کہتا تھا اور کھول سردار ہی ان کی طرف سے بولتا تھا۔ اس طرح سے نل بارہ سردار ہی اس سبھا میں بولنے والے ہوتے تھے۔

پرستاروں پر نہ تو دیکھتی گت مت لئے جاتے تھے اور نہ وہ بھومت سے پاس ہوتے تھے۔ وہ سب ایک رائے سے پاس ہوتے تھے۔ نہ تو کبھی کوئی سردار اونٹا لاکر کارروائی روکتا تھا اور نہ کبھی کوئی روکاوٹ ہی پیدا ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلے تعداد کے مردہ بوجھ سے نہیں کئے جاتے تھے بلکہ مانے ہوئے نیتاؤں کی سلسلے رائے سے کئے جاتے تھے کہ جن کے سامنے سداہنت کے جنہوں میں مرن کا پرشن رہتا تھا۔ پنٹھ کا ’گرومست‘ کوئی روزمرہ کی چیز نہ تھی۔ وہ نہیں لیا جاتا تھا جب کسی باہری حملے کا خطرہ ہو یا پنٹھ کی دھارمک پوتنرا کسی بھوتری طاقت سے خطرے میں ہو۔ خالصہ کے دھان میں ایک بات اور ایسی تھی کہ جس سے کبھی زچ پیدا نہ ہونے پاتی تھی۔ کوئی پرستار خالصہ کی سبھا میں اس وقت تک نہیں لایا جاسکتا تھا جب تک آپستھ نیتا اس بات کی پرتکيا نہیں کرتے تھے کہ گرو کی شرن میں وہ سب ایک ہیں۔ یہی ان میں سے کسی کے پرانے آپسی جھگڑے ہوتے تھے تو وہ الگ جھٹ کر پہلے ان جھگڑوں کو سلجھاتے تھے اور جب وہ آکر کہتے تھے کہ اب ہمارے کوئی آپسی جھگڑے نہیں رہے اور ہم نے صلح کر لی اور اب ہم سب نشہکش ہو کر ’گرومست‘ میں بھاگ لے سکتے ہیں تب اکل تخت کا سہایتی اعلان کرتا تھا کہ گرو کی راہ میں خالصہ پھر سے ایک ہیں اور اب ان کے سامنے ’گرومست‘ رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد پرستار کے شبد پڑھ جاتے تھے اور اس پر بحث ہوتی تھی۔

پنھ کے اس طرح کے अधिकार की तीन جگہوں ہندوستان میں اور تھیں۔ ایک آندھپر، کشرگڑھ میں جہاں سب سے پہلے گرو گووند سنگھ نے پوری پنجاب کے لئے خالصہ کو تہیادھیکار دیا تھا۔ دوسری پوری بھارت کے لئے پٹنہ میں جو گرو گووند سنگھ کا جنم استھان بھی تھا۔ تیسری دکن میں ناندیور (نندور آباد دکن) میں جہاں گرو گووند سنگھ کی مرتد ہوئی تھی۔ ان تینوں جگہوں کے تخت دھارمک ادھیکاروں کے کیلئے تھے۔ روہوں کے اچھوت روپ کو نشیخت کرنے کی اہل یہاں کی جاسکتی تھی۔ اگل تخت کو راجنیتک اور دھارمک دونوں طرح کے ادھیکار حاصل تھے۔ وہ پٹنہ کے نیلنن کا سب سے بڑا کھنڈر تھا۔ اگل تخت کے سامنے ہی ودیشی سکھوں سے صلحنامہ طے کئے جاتے تھے۔ یہ استھانی سن 1809 عیسوی تک رہی جب آخری گروست لیا گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجنیتک فیصلوں کے لئے گروست کی پرتھا ہی اٹھا دی اور سکھوں اور غیر سکھوں دونوں کی صلح سے کام کرنا شروع کیا۔

ایک پرانے سیخ رواج کو اس طرح ختم کرنے کے لئے سکھ ٹیکہ مہاراج کو اکثر دوش دیتے ہیں۔ کنتو بدی ہم ٹیکہ طرح سے سکھ دھرم کے آدرشوں کا ادھین کریں تو ہمیں پتہ چلیگا کہ راجنیتک چھیتر میں اس گروست کی پرتھا کا انت کرنا سکھ آدرشوں کے مطابق ہی ہوا۔ سکھوں کا لنگر صرف سکھوں کے لئے نہیں ہوتا۔ وہاں ہر جاتی اور ہر قوم کے لوگ آکر بیوچن کر سکتے ہیں۔ امترس میں گروگ کے بازار میں چوتھے اور پانچویں گروں کے سم سے ہلدو، مسلمان، سکھ سبکو تجارت کی اجازت مل گئی تھی۔ گرو ہر گووند نے انیک شہر آباد کئے اور اپنے خرچ سے مندر اور مسجد بنوائیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ انہیں گروں کے چرن۔ چنوں پر چل رہے تھے جب انہوں نے کھول سکھ ادھیپتی کی حیثیت سے شاسن کرنے کے بجائے ہلدو، مسلمان اور سکھ سبھی کے مہاراج کی حیثیت سے شاسن کی ہاگتور ہاتھ میں لی۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان اپنے کو ودیشی سمجھتے تھے۔ ان دنوں سکھوں میں ہی سچھی راشترپریہ جاگرتی تھی اور وہ اعلان کرتے تھے—”راج کریگا خالصہ۔“ جب رنجیت سنگھ تخت پر بیٹھے تو وہ چاہتے تھے کہ ہلدو اور مسلمان اپنے کو اسی طرح دوش بہت سمجھیں جس طرح سکھ سمجھتے تھے اور اس درشتی سے راجکاج میں انہوں نے انکی صلح اُنکی ہی ضروری سمجھی جتنی سکھوں کی۔ اس لئے رنجیت سنگھ نے جہاں تک راجنیتک شاسن کا سبندہ تھا، اگل تخت کی حکومت اٹھا دی اور اپنے مندریوں سے انہیں میں سبھی سمورداہیں کے لوگ تھے، راجکاج کے بارے میں صلح لینے لگے۔ اس طرح کی شدہ دنیوی بیوجنا میں گروست کی جگہ نہ تھی۔ بدی سکھوں کے سکھ سے دھارمک حکمانوں کے ذریعہ رنجیت سنگھ حکومت کرنے کی کوشش

کرتے تھے۔ ان کے لیے ہندو اور مسلمانوں کی رفاہی بھی تھی۔
شاہد اپنی اپنی رفاہی نہ رہ پاتی۔

رانا جیٹ سنگھ نے سیکھ 'میسلس' کے پلوں کو بھی توبہ دیا۔ میسل سیکھ شرف کے بوجھ سے تھے۔ ان کے नेता سدا سیکھ ہوتے تھے اور ان کے فیصلے ہمیشہ گرومات سے ہوتے تھے۔ یہ پرتھا اس وقت تک جاری تھی جب تک ہندو دیہہ ہوتے تھے اور مسلمان دیہی تھے۔ اب جبکہ ہندو اور مسلمانوں کو ناگرتا کا ادھیکار نہ دیا گیا اور وہ پنجاب راشٹر کے سامانہ انگ بن گئے تو ان کے اوپر ایک سامہرد ایک سنگھ کا شاسن پڑ گیا تھا۔ اس نے جبکہ پدی ایک ایسی سرکار کا شاسن کر دیا تھا جو سب کے سرکار تھی تو اچت ہی ہوا۔ مسلمانوں کے دوارا سکھوں کے بہترین گروں کا وکس ہوا اور اس زمانے میں سکھ سنگتوں کی فرویدیں اس کے ذریعہ روشنی میں آئیں۔ پرتھیت سنگھ کے سہ لکھی پرائی خوبیاں نشست ہو گئی تھیں اور خود غرضی اور ہریلو چکر کے ان کے گنہگاروں کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔

[2]

سیاسی 'گرومات' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرومات' جاری رہے، لہٰذا ان کے لیے سار्वजनिक جوش رہ نہیں گیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروداروں کے غیر زمستوار ہنڈوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اسے بالکل تمت بنا دیا۔

سیکھوں کا پرتھ کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھاونہ کے فٹسٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سیکھ کے راجگال میں چوطرفہ اتھاچاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گنہگاروں کی بھاونہ کے نشست ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اس سمانے سب سے زیادہ ہوا جب ہرابری کے درجے کے بھون بھون ویکتوں نے ایک ہوکر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ ادیبگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سہوں کی پرتھیتا ہی کسی ایک ویکتی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرتھیتا ہے۔ اپنی پرتھیتا میں سکھ ایشور کے اتیرمت دھوں گروں کا آسوان کرنا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرنا ہے جنہوں نے پنتھ کے لئے قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرتھیتا اس کے سامنے سہردائے کے سمدت جیہوں کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی وودھ سستیں اور ان کے سنگت کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح وہ ان لوگوں کے سنسگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرتھ اور نئے اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شد ہے پر وہ ایسا

سیاسی 'گرومات' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرومات' جاری رہے، لہٰذا ان کے لیے سار्वजनिक جوش رہ نہیں گیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروداروں کے غیر زمستوار ہنڈوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اسے بالکل تمت بنا دیا۔

سیکھوں کا پرتھ کاربہ اور پنتھ کی طاقت جمہوری بھاونہ کے فٹسٹ ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ سیکھ کے راجگال میں چوطرفہ اتھاچاروں سے اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا گنہگاروں کی بھاونہ کے نشست ہونے سے پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اس سمانے سب سے زیادہ ہوا جب ہرابری کے درجے کے بھون بھون ویکتوں نے ایک ہوکر سنگتہت روپ سے کام کیا۔ وہ ادیبگ سب کے لیے تھا اور سب کا تھا۔ یہاں تک کہ سہوں کی پرتھیتا ہی کسی ایک ویکتی کی نہیں بلکہ جماعت کی پرتھیتا ہے۔ اپنی پرتھیتا میں سکھ ایشور کے اتیرمت دھوں گروں کا آسوان کرنا ہے اور ان سب مہان سکھوں کے کاموں کو یاد کرنا ہے جنہوں نے پنتھ کے لئے قربانیاں کیں۔ سکھوں کی پرتھیتا اس کے سامنے سہردائے کے سمدت جیہوں کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی وودھ سستیں اور ان کے سنگت کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح وہ ان لوگوں کے سنسگ میں آتا ہے جنہوں نے پنتھ کے پرتھ اور نئے اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شد ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے اکتھا ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شد ہے پر وہ ایسا

نہیں ہے کہ راشٹر کے سبھی کلموں، نہ کہول اُس کے انتہاس بلکہ اُس کے فوجی، دلدی اور مذہبی زندگی کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ کنتو 'خالصہ' شد کے اندر سکھوں کی سنستھائیں اور اُن کے سبھی کام آجاتے ہیں۔ جب تک سکھوں میں 'خالصہ' کی بھاؤنا ہوگی وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ کو بھی سکھوں سے کامیابی کے ساتھ کام لینے کے لئے 'خالصہ' کے سبھی انگوں اور کرم گانڈوں کو استعمال کرنا پڑا تھا۔ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد جب کوئی ایک دیکھی شمس کی ہاک دور نہ سنہال سکا تو چنہ ہرنے پرتو گندھوں کی پنچائیتوں نے کسی طرح شمس کی ایک روپ دیکھا قائم رکھی۔

ہندوستان سے باہر ملایا، چین، یا کناڈا میں یہ آپ سیکھوں کے کاموں پر نظر ڈالیں تو آپ کو اُن کی سنستھیں پڑھنا کا ثبوت ملے گا۔ وہ سماجک پرانی ہیں۔ جب بھی دو یا تین سکھ اکٹھا ہونگے تو مل بیٹھ کر بھجن گائیں گے۔ بدی اُن کی تعداد کافی ہو تو وہ فوراً گردوارا کی بنیاد ڈال دیں گے اور سنکٹ ہنا کر اکٹھا ہونے لگیں گے۔ اُن کی جو یہ سنگھ بھاؤنا ہے اُس کے کون جب بھی وہ ملتے ہیں تو اپنے 'جتنے' یا 'دیوان' (ستی) ہنا کر پرچار کاربہ شروع کر دیتے ہیں۔

[3]

یہ ترقی کا زمانہ ہے۔ اپنے پتن کے زمانے سے سکھ جو اپنے دو بھولے ہیں تو آج تک نہیں جاگ اُٹھے۔ آج تک اُنہیں اپنے کو اور نئے سرے سے اپنی تمام سنستھائوں کو جگانا ہے۔ ویسے پرانی پرہوار کی یاد کچھ باقی ہے۔ امرتسر، آند پور، پٹنہ اور ناندر کے چاروں تختوں کا انتہاس 'راحت نامہ' اور دوسری انتہاسک پستکوں میں درج ہے پر جو سامگری ملتی ہے وہ کافی نہیں اور سکھوں کو پرانی کلپنا قائم کرنے کے لئے اپنی کلپنا سے کام لینا پڑے گا۔ سکھوں میں چونکہ شکشا کی بہت کمی ہے اس لئے اُن کی کلپنا کا یہی سموچت آپوگ نہیں کیا جا سکتا۔ سکھوں کی کوئی ایسی کیندریہ سنستھا بھی نہیں ہے جو اُن کے دھارمک فیصلوں میں ایکتا اور بدھیتا پیدا کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ بے چین سدھارک خالصہ کی آدار بھاؤنا کے بالکل وزیریت آشچریہ جنک رواج اور انوکھی سنستھائیں قائم کر رہے ہیں۔ کنتو مسجددار نیتا جاندبازی کا قدم اُٹھانے سے اپنے کو بچا رہے ہیں اور اپنی ساری شکتی سکھوں میں ساروجنک روپ سے شکشا دیہ اور گردواروں کا سدھار کرنے میں لگا رہے ہیں اور ایک ایسی کیندریہ سنستھا کی بنیاد ڈال رہے ہیں جس کے فیصلے سب کے لئے مانیہ ہونگے۔ اُنہیں نے ادھیکانکس گردواروں پر قانونی ادھیکار پالیا ہے اور باقی گردواروں پر بھی ادھیکار

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سب پر بندہ کے لئے انہوں نے بالغ مٹادھیکار میں ہر سکھ اسکری پرش دوارا چلی ہوئی شرومنی گردوارا پر بندھک کمیٹی بنا لی ہے۔ 'استریوں' کو ووٹ کا ادھیکار دینے کے لئے انہوں نے ایک کرائٹیکاری قدم اٹھایا ہے جس سے 'استریوں' کو سپروائٹ کے ہر فیصلے، مندریوں اور دھارمک آچار وچاروں تک کو طے کرنے میں حصہ لینے کا ادھیکار حاصل ہو گیا ہے۔ کنتو شرومنی گردوارا پر بندھک کمیٹی کا دائرہ ابھی چھوٹا ہے اور وہ پنتھ کی ہر کارروائی میں نیترتو نہیں کر سکتی۔ سکھ ابھی تک بہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں گردوارا پر بندھک کمیٹی کے علاوہ پنتھ کے ائمہ کوئی اور سنسٹھا بنانی ہے یا نہیں۔

پنٹھ کے لئے اس طرح کی سنسٹھا بنانے کا سوال بہت مہتیور ہے۔ ائمہ گردو گروند سنگھ کی موت کے سبب پنتھ کو آدھیاٹک ہوم رول مل گیا تھا۔ شروع شروع میں انہوں نے پنتھ کے فیصلوں کے لئے یونانی طریقہ اپنایا تھا کہ جس کے انوسار ہر ویکی کو پنتھ کے فیصلوں میں حصہ لینے کا ادھیکار تھا۔ اس کام کے لئے 'اکال تخت' میں 'سربت خاصہ' کا ادھیوشن سال میں یا چھ مہینے میں ایک بار ہوا کرتا تھا۔ جب سکھوں پر اٹھاچار ہونے لگے تو اس طرح کے ادھیوشن ناممکن ہو گئے اور اکال تخت کو خود ہی سارے فیصلے کرنے پڑے تھے۔ مسلوں کے شلسن کے سبب اکال تخت کی کارروائی بھاری بھر کم ہو گئی اور سنسٹا کی خواہش نے خودغرض لوگوں کے ہاتھوں میں طانت دے دی۔ یہ کیفیت رنجیت سنگھ نے آکر دور کی۔ رنجیت سنگھ کی خواہش مغلوں کی طرح ہی ایک ساروہوم سنسٹا استہاپت کرنے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سب فرقوں کی ملی جلی سنسٹھا کی بات سوچی۔ ان کے زمانے میں اہل تخت ایک بے جان چیز بن کر رہ گیا۔ رنجیت سنگھ کے بعد جب انگریزی شلسن قائم ہوا تو سکھوں کے نیٹا اتنے پڑوسر ہو چکے تھے کہ وہ نرواچت سنسٹاؤں کی بات بھی نہ سوچ سکتے تھے۔ جب پشچمی سبھیتا کا سنسروگ ہوا اور پشچمی شکشا اور سنسٹاؤں سے لوگوں کا پرپیچے ہوا تو سکھوں نے بھی 'دیوان' بنا کر شکشا، ساماچک اور دھارمک سدھار کا کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کنتو سکھوں میں گھر اور شکشا ہونے کے کارن یہ پرگتی پوری طرح سمجھو نہ ہو سکی۔ پر سن 1921 سے 1926 تک ان پر جو گرو کے باغ آدمی میں بھونکر ظلم ہونے انہوں نے اس طرح انہیں سنگتیت کر دیا جیسے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ گردواروں کے پر بندہ کے لئے ان کی شرومنی پر بندھک کمیٹی قانونی سنسٹھا بن گئی ہے کنتو جیسا مینے اوپر بتایا ہے کہ وہ ابھی تک ایسی سروادھیکاری سنسٹھا نہیں بن پانی جو سارے پنتھ کو ادھیکار کے ساتھ چلائے۔

کيا سیکھوں کو اس کام کے لیے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ہمیں سکھوں کے سیاسی سیمینڈ پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گوویند سنگھ نے شانتی کے সময় سیکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دینیوی ستنا سوٹیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستنا سوٹیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتھاس کو دیکھنے سے ہتہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوٹیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شامن کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہر بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنتھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگپرش بھی یہر شروع ہوئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوٹیکار کرلینی چاہیئے کہ بدی اُن کا سنگتھیں یہر پڑانی پر پھانی پر چلا تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشچئے ہی سنگپرش میں آئینگے۔ اس لئے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹہ کی طرف ونادار عوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا ارتھ گرو گوویند سنگھ کے جھنڈے کو نیچا کرنا ہوگا! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دینیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمپرادیوں کا سپروک ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسپروک کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سویدھاؤں اور رابیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گرو دوارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھارگھی تھدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پھدا ہو گیا۔ سکھ نیتا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلاف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُٹانے کے بعد سکھ نیتاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چیکے چیکے صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نیتاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس لئے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کيا سیکھوں کو اس کام کے لیے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ہمیں سکھوں کے سیاسی سیمینڈ پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گوویند سنگھ نے شانتی کے সময় سیکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دینیوی ستنا سوٹیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستنا سوٹیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتھاس کو دیکھنے سے ہتہ چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوٹیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شامن کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہر بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنتھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اُس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگپرش بھی یہر شروع ہوئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوٹیکار کرلینی چاہیئے کہ بدی اُن کا سنگتھیں یہر پڑانی پر پھانی پر چلا تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشچئے ہی سنگپرش میں آئینگے۔ اس لئے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلٹہ کی طرف ونادار عوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا ارتھ گرو گوویند سنگھ کے جھنڈے کو نیچا کرنا ہوگا! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دینیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمپرادیوں کا سپروک ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسپروک کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سویدھاؤں اور رابیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گرو دوارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھارگھی تھدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پھدا ہو گیا۔ سکھ نیتا اس پرستار کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلاف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُٹانے کے بعد سکھ نیتاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چیکے چیکے صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نیتاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس لئے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کے بیشتر नेताओं نے सुलह की थी. सिख नेताओं में इसकी हिम्मत न थी कि वे जनता का खुल्लमखुल्ला सामना करते.

इस विकल्प से निकलने का अब एक यही तरीका है कि मौजूदा हालत में सिक्र बार्मिक मामलों में गुरुमत लिया जाय और राजनैतिक मामलों को सुलह सफाई से हल किया जाय. इस फैसले के लिये दो साफ बजहें हैं. एक यह कि जिन दिनों पन्थ कायम हुआ था तब से अब राजनैतिक नजरिया बिलकुल बदल गया है. तब खालसा आजाद थे. ऊपर ईश्वर था और नीचे पन्थ था, दोनों के बीच में खल देने वाली कोई दुनियावी ताकत न थी. किन्तु आज स्वराज का मतलब खाली सिखों का राज नहीं है बल्कि कुल हिन्दुस्तानियों का राज है जिसमें हिन्दू, मुसलमान, ईसाई और सिख शामिल हैं. उस जमाने में किसी भी खिले पर हिन्दू, सिख या मुसलमान आजादी से गुरुमत कर सकते थे लेकिन आज राष्ट्रीयता का अर्थ बदल गया है. आज बहुत से सवाल ऐसे हैं जो महज सिखों के नहीं रहे बल्कि सभी सम्प्रदायों के बन गये हैं. मिसाल के तौर पर पञ्जाबी भाषा का प्रश्न जिसकी हिफाजत के लिये आज हिन्दू, मुसलमान, सिख, सबको सम्मिलित प्रयत्न करना चाहिये. एक बार एक ब्रह्मण ने शिकायत की कि उसकी बीबी 'कुसूर का नवाब' हर ले गया. इस पर अकाल तख्त पर मिसल इकट्ठा हुये और इन्होंने इस अन्याय का बदला लेने और ब्राह्मणी को वापस लाने के लिये एक जत्था भेजा. आज अगर कोई ऐसी बात हो तो मामला पुलिस के सुपुर्दे करना होगा. उस तरह के मामले यदि पन्थ हाथ में लेगा तो सरकार के साथ उसके निरर्थक संघर्ष होंगे. सिख नेताओं का यह फर्ष है कि वे सिख जनता को बतायें कि अब जमाना बदल गया है और राजनैतिक आदर्श भी बदल गये हैं. इसलिए इस परिवर्तन के अनुसार सिख जनता को अपने पन्थ के सङ्गठन में भी परिवर्तन करने की जरूरत है.

کے درودہ لیڈروں نے صلح کی تھی. سک نیٹاؤں میں انکی ہمت نہ تھی کہ وہ جلتا کا کھلم کھلا سامنا کرتے.

اس وقت سے نکلنے کا اب ایک بھی طریقہ ہے کہ موجودہ حالت میں صرف دھارمک معاملوں میں گرومت لیا جائے اور راجنیتک مسئلوں کو صلح صفائی سے حل کیا جائے. اس فیصلے کے لئے دو صاف وجہیں ہیں. ایک یہ کہ جن دنوں پلٹہ قائم ہوا تھا تب سے اب راجنیتک نظریہ بالکل بدل گیا ہے. تب خالص آزاد تھے. اوپر ایشور تھا اور نیچے پلٹہ تھا، دونوں کے بیچ میں دخل دینے والی کوئی دنیوی طاقت نہ تھی. کنتو آج سوراچ کا مطلب خالی سکھوں کا راج نہیں ہے بلکہ کل هندوستانوں کا راج ہے جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور سک شامل ہیں. اُس زمانے میں کسی بھی خطے پر ہندو سک یا مسلمان آزادی سے حکومت کر سکتے تھے، لیکن آج راشٹرنیٹا کا ارٹہ بدل گیا ہے. آج بہت سے سوال ایسے ہیں جو محض سکھوں کے نہیں رہے بلکہ سبھی سکھوں کے بن گئے ہیں. مثال کے طور پر پنجابی بھاشا کا پرشن جس کی حفاظت کے لئے آج ہندو، مسلمان، سک سب کو سملت پریتن کرنا چاہئے. ایک بار ایک براہمن نے شکایت کی کہ اُس کی بیوی 'قصور کا نواب' ہو گئی. اس پر اکل تخت پر مسل ایٹھا ہوئے اور انہوں نے اس اٹیٹھ کا بدلہ اپنے اور براہمنی کو واپس لانے کے لئے ایک جتھا بھیجا. آج اگر کوئی ایسی بات ہو تو معاملہ پولس کے سپرد کرنا ہوگا. اس طرح کے معاملے دی دی پلٹہ ہاتھ میں ایٹا نو سرکار کے ساتھ اُس کے نورتھک سنگھرش ہونگے. سک نیٹاؤں کا یہ فرض ہے کہ وہ سک جتتا کو بتائیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور راجنیتک آدرش بھی بدل گئے ہیں. اس لئے اس پریوتن کے انہار سک جتتا کو اپنے پلٹہ کے سنگٹھن میں بھی پریوتن کرنے کی ضرورت ہے.

شری جی. سندر ریڈی

شری جی. سندر ریڈی

پورانے زمانے سے مذہب اور سائنس کے بیچ کھینچ تان چلی آ رہی ہے۔ اگر دھرم اور دیکھانک کے بیچ میں کھینچ تان نہ ہوتی تو آج کی دنیا جس شکل میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، کبھی نہ رہتی۔ ہندو دھرم، عیسائی دھرم اور اسلام دھرم کے اسباب سے یہ صاف ہے کہ دھرم اور دیکھانک وچاروں کا سنگمہن لین میں آج تک جاری ہے۔

پرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

فرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

فرانس کی کرائنتی کے بعد یورپ کے ساماجک، آرٹھک راجنیتک اور دھارمک چھیتروں میں سائنس کا ایک طوفان آیا تھا۔ اس دیکھانک کرائنتی نے تمام دنیا میں دیکھانک درشتی کوئلر کو اور جگایا۔ اس وچار دھارا کا مقصد تھا کہ ساماجک، آرٹھک اور راجنیتک چھیتروں میں دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ جو آندولن ہو رہا ہے اسے ختم کیا جارے۔

لیبرللیزم، ڈیموکریٹک سوسالیزم، کمنیونیزم اور انارکیزم کی پیداوار اس لیے ہوئی کہ سماج کا سارا کام ترقی کی بنیاد پر ہو۔ سماج میں جو اننیاہ اور اتنیاہار ہو رہے ہیں، وہ سب سماج میں بھائنیک-وچاردھارا کی کمی کے کارن ہیں۔

لیبرلزم، ڈیموکریٹک سوشلزم، کمنیونزم اور انارکزم کی پیداوار اس لیے ہوئی کہ سماج کا سارا کام ترقی کی بنیاد پر ہو۔ سماج میں جو اننیاہ اور اتنیاہار ہو رہے ہیں، وہ سب سماج میں دیکھانک وچار دھارا کی کمی کے کارن ہیں۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں والٹیر، ڈیڈروانٹ، روسو، مارکس، انجیلزس اور لینن نے اپنے جیون کا دھیمہ، دنیا کے اندھیرے سے اندھیرے کرنے میں دیکھانک وچار دھارا کے پرکاش کو پھولانا بنا لیا تھا۔ دیکھانک وچار دھارا کے ان بیئمہروں نے اپنی لکھنی کی شکتی سے سارے سلسار میں اس کا پرچار بھی کیا اور اس کے انہیائیوں کی سٹھیا دن درگنی اور رات چوگنی پڑھ گئی۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں والٹیر، ڈیڈروانٹ، روسو، مارکس، انجیلزس اور لینن نے اپنے جیون کا دھیمہ، دنیا کے اندھیرے سے اندھیرے کرنے میں دیکھانک وچار دھارا کے پرکاش کو پھولانا بنا لیا تھا۔ دیکھانک وچار دھارا کے ان بیئمہروں نے اپنی لکھنی کی شکتی سے سارے سلسار میں اس کا پرچار بھی کیا اور اس کے انہیائیوں کی سٹھیا دن درگنی اور رات چوگنی پڑھ گئی۔

جیسے جیسے دیکھانک کی آئننتی ہوتی گئی ویسے ویسے دیکھانک وچار دھارا کا مہتو بھی پڑھتا گیا۔ کنتو دنیا کے کوئلے کوئلے میں اس دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ ودرودھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک رنگ، جاتی، سلسکرتی اور ایسے ہی کچھ اندھوشولس جن کے آستیتو کا کوئی ڈارکک ادھار نہیں دنیاس میں پھیلا جا رہے ہیں۔ انہیں ہانے والے کتے ہیں کہ ان کا وشواس دل ہی ان ہارناؤں میں ہے جو دھیل پر ملبصر نہیں۔

جیسے جیسے دیکھانک کی آئننتی ہوتی گئی ویسے ویسے دیکھانک وچار دھارا کا مہتو بھی پڑھتا گیا۔ کنتو دنیا کے کوئلے کوئلے میں اس دیکھانک وچار دھارا کے ورودھ ودرودھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک رنگ، جاتی، سلسکرتی اور ایسے ہی کچھ اندھوشولس جن کے آستیتو کا کوئی ڈارکک ادھار نہیں دنیاس میں پھیلا جا رہے ہیں۔ انہیں ہانے والے کتے ہیں کہ ان کا وشواس دل ہی ان ہارناؤں میں ہے جو دھیل پر ملبصر نہیں۔

اس سائنس کے خلاف جو خیالات ہم سماجی اور راجنیتیکل شعبہ میں دیکھ رہے ہیں انہیں کو ہم نیشنلزم، کپیٹلزم، فاسیسم اور امپیریالزم کہتے ہیں۔ فرانس اور روس کی کڑیوں نے جس بیچارہ کو دنیا میں پیدا کیا تھا، مارکس اور لینن نے جن سائنسوں کے پھلانے میں اپنے پرانوں کو تھک دیا تھا، انہیں نیشنلسٹ، کپیٹلسٹ اور امپیریلسٹ راج مٹانا چاہتے ہیں۔ ان کا شوالس ایسے سائنسوں میں ہے، جو نارنگ نظر سے پرے ہے۔ اپنی جاتی اور قوم کی اتنی اور سوارتہ سدھی جس میں ہے، وہی ان کا دھرم ہے۔ اپنے راجیہ کی اتنی اور اپنی جاتی کی اتنی کے لئے جو دھرم سہایتا نہیں دیتا، ان کی نظر میں وہ دھرم نہیں ہے۔

ایسے سچے میں ستیہ اور اھنسا سندھی واکھ مہاتما بدھ اور عیسیٰ مسیح کی طرح گاندھی جی نے ہمارے بیچ آہاری گھلن کی آنکھوں کو کھول دیا، ہمارے مسکوں کو اونچا کیا اور ہمیں صاف صاف بتایا کہ دھرم اور وکیان کا سمونہ ہونا چاہیئے۔ تہی مانو جاتی کی بھائی ہوگی۔ نہیں تو یدھوں سے ہمیں نجات نہیں ملےگی۔

گاندھی اور لینن دونوں کے آدرش بہت اونچے ہیں۔ وہ دونوں سماجک اسمانتا اور آرٹھک اسمانتا دور کرنا چاہتے ہیں، اور ایسے سماج کو کرایم کرنا چاہتے ہیں جہاں پر شوشن نہ ہو، اور جاتی، رنگ اور دھرم کے کارون مانوتا کے بیچ میں دیواروں نہ ہوں۔ لیکن دونوں کے راستے الگ الگ ہیں۔ ساڈھوں کی اھلگادگی کے کارون ہی گاंधی اور لینن کھیں اھتتری ڈھوب اور اھشی ڈھوب بن جاتے ہیں۔ آجکل کے ہمارے کمنیونسٹوں کی ترھ لینن کا بھی یہ بیچارہ تھا کہ چاہے ساڈھن اچھے ہوں یا برے، پوتر ہوں یا اپوتر، ہنسا کے ہر یا اھنسا کے، اپنے آدرش کو پراپت کر لینا چاہئے۔ لیکن گاندھی جی کا یہ سھانت تھا کہ آدرش اور ساڈھن میں گہرا سمبندھ ہے۔ اس لئے دولوں کو الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اونچے آدرشوں کو اونچے ساڈھنوں کے دولار ہی حاصل کرنا چاہئے۔ جب آدرش کے حاصل کرنے کے ساڈھن بھی پوتر ہونکے، تہی اُس آدرش کا مولیہ ہوگا۔

آرٹھک اور سماجک سمانتا کے لئے لینن نے دوگ سنگھوں کو اپنا ساڈھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے دوگ - سمنوئے اور سانسرنک سمنوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشوشانتی کے لئے آرٹھک، راجنیتک، دھارمک اور سماجک شوشن کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لینن ہنسا کے ساڈھن کے آپدوک سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اھنسا کے ساڈھن کے آپدوک کے دولار۔ ایک میں رکھات ضروری ہے، دوسرے میں ہر دھم پرورتن۔

اس ویکھانک وچار دھارا کے (پروردہ میں جو سھانت ہم سماجک اور راجنیتک چھتر میں دیکھ رہے ہیں انہیں کو ہم نیشنلزم، کپیٹلزم، فاسیسم اور امپیریالزم کہتے ہیں۔ فرانس اور روس کی کڑیوں نے جس بیچارہ کو دنیا میں پیدا کیا تھا، مارکس اور لینن نے جن سائنسوں کے پھلانے میں اپنے پرانوں کو تھک دیا تھا، انہیں نیشنلسٹ، کپیٹلسٹ اور امپیریلسٹ راج مٹانا چاہتے ہیں۔ ان کا شوالس ایسے سائنسوں میں ہے، جو نارنگ نظر سے پرے ہے۔ اپنی جاتی اور قوم کی اتنی اور سوارتہ سدھی جس میں ہے، وہی ان کا دھرم ہے۔ اپنے راجیہ کی اتنی اور اپنی جاتی کی اتنی کے لئے جو دھرم سہایتا نہیں دیتا، ان کی نظر میں وہ دھرم نہیں ہے۔

ایسے سچے میں ستیہ اور اھنسا سندھی واکھ مہاتما بدھ اور عیسیٰ مسیح کی طرح گاندھی جی نے ہمارے بیچ آہاری گھلن کی آنکھوں کو کھول دیا، ہمارے مسکوں کو اونچا کیا اور ہمیں صاف صاف بتایا کہ دھرم اور وکیان کا سمونہ ہونا چاہیئے۔ تہی مانو جاتی کی بھائی ہوگی۔ نہیں تو یدھوں سے ہمیں نجات نہیں ملےگی۔

گاندھی اور لینن دونوں کے آدرش بہت اونچے ہیں۔ وہ دونوں سماجک اسمانتا اور آرٹھک اسمانتا دور کرنا چاہتے ہیں، اور ایسے سماج کو قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں پر شوشن نہ ہو، اور جاتی، رنگ اور دھرم کے کارن مانو تا کے بیچ میں دیواریں نہ ہوں۔ لیکن دونوں کے راستے الگ الگ ہیں۔ ساڈھنوں کی اھلدگی کے کارن ہی گاندھی اور لینن کہیں اھتری دھرو اور اھشی دھرو بن جاتے ہیں۔ آجکل کے ہمارے کمنیونسٹوں کی طرح لینن کا بھی یہ وچار تھا کہ چاہے ساڈھن اچھے ہوں یا برے، پوتر ہوں یا اپوتر، ہنسا کے ہر یا اھنسا کے، اپنے آدرش کو پراپت کر لینا چاہئے۔ لیکن گاندھی جی کا یہ سھانت تھا کہ آدرش اور ساڈھن میں گہرا سمبندھ ہے۔ اس لئے دولوں کو الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اونچے آدرشوں کو اونچے ساڈھنوں کے دولار ہی حاصل کرنا چاہئے۔ جب آدرش کے حاصل کرنے کے ساڈھن بھی پوتر ہونکے، تہی اُس آدرش کا مولیہ ہوگا۔

آرٹھک اور سماجک سمانتا کے لئے لینن نے دوگ سنگھوں کو اپنا ساڈھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے دوگ - سمنوئے اور سانسرنک سمنوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشوشانتی کے لئے آرٹھک، راجنیتک، دھارمک اور سماجک شوشن کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لینن ہنسا کے ساڈھن کے آپدوک سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اھنسا کے ساڈھن کے آپدوک کے دولار۔ ایک میں رکھات ضروری ہے، دوسرے میں ہر دھم پرورتن۔

گاंधی جی کا یہ خیال تھا کہ رشتہ داروں سے یا خود سے کوئی بھی مسئلہ نہیں حل ہو سکتا۔ لیکن اس سے اور کئی وقت مسئلہ پیدا ہو جاتی ہیں جنہیں حل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اگر ایک بندہ سے کوئی مسئلہ حل ہو جاتی تو ہمارے اہلکاروں میں اتنے بندے کیوں ہوتے؟ اتنے جان لیوا ہتھیاروں کی آہستہ کیوں ہوتی؟ ایٹم اور سوپر ایٹم کی آہستہ کیوں ہوتی؟

دنیا کے کسان اور مزدور، دین اور دہی، دولت اور بدلت جاتوں نے گاندھی اور لینن دونوں کی خیانتوں میں اپنے دھوکے اور شوشوں کا اہتمام کیا۔ انہی شوشوں نے لینن کے سہاروں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ مگر دھوکے اور اتنی شوشوں نے بھی گاندھی جی کی باتوں میں شائستگی اور پرکھی کا مارگ دیکھا۔ لینن کا پرہیز کسی ایک جاتی، یا رنگ تک ہی سمجھا رہا، لیکن گاندھی کا پرہیز دنیا کی تمام جاتی، تمام رنگ اور تمام مذہب والوں پر پڑا۔

لینن کے جہوں میں ایٹم کے لئے کہیں استھان نہیں ہے۔ وہ تو منوشہ کو سرور شکریمان سرجن ہار مانتے ہیں۔ ان کا مت ہے کہ ایٹم تو ایک ہوتا ہے، جس کے نام پر ظلم اور ستم، شوش اور اہانتہ کئے جاتے ہیں۔ دھرم کا مول ایٹم ہے اور آجکل کی آرتھک اور سماجک امانت کے پیچھے دھرم کام کر رہا ہے۔ اس لئے دھرم تو اہم کے سمان ہے، جس کے سہوں سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی بدھی اور شکتی کو بھو دیتا ہے۔ کتنو اس کا ارتہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی بھی دھرم کو نہ مانتے ہیں۔ ان کا دھرم کمیونزم ہے، جس کے دورا وہ ایک ایسا سماج استھاپت کرنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کے لوگ سکھی ہوں۔

گاندھی جی تو ایٹم کو دنیا کا سرجن ہار اور اسے سلجائت کرتے والا مانتے ہیں۔ ایٹم کی اہنت شکتی کے سامنے منوشہ کو بہت چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ایٹم ایک ساگر ہے تو منوشہ کو اسے ایک ونڈو کے سمان مانتے ہیں۔ کتنو آجکل کے دھرموں کو جن کی باہاد شوش اور امانت پر ہے، دھرم نہیں مانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سب دھرموں کا مول ایک ہے۔ اسی پر اپنے دھرم کا دے نرمان کرتے ہیں۔

آج ایک طرف نیشنلزم، ریشیلزم، کمیونزم اور امپیریالزم پرانی وچار دھارا کا پرہیز ہے۔ دونوں وچار دھاراؤں میں سنگرش جاری ہے۔ ایک کی طرف دھرم ہے اور دوسرے کی طرف پریشم کرنے والا رنگ۔ ان دونوں وچار دھاراؤں کا سلو ہے گاندھی واد۔ اس میں سچے دھرم کا سوچت استھان ہے۔ ایک آدمی دوسرے

دنیا کے کسان اور مزدور، دین اور دہی، دولت اور بدلت جاتوں نے گاندھی اور لینن دونوں کی خیانتوں میں اپنے دھوکے اور شوشوں کا اہتمام کیا۔ انہی شوشوں نے لینن کے سہاروں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ مگر دھوکے اور اتنی شوشوں نے بھی گاندھی جی کی باتوں میں شائستگی اور پرکھی کا مارگ دیکھا۔ لینن کا پرہیز کسی ایک جاتی، یا رنگ تک ہی سمجھا رہا، لیکن گاندھی کا پرہیز دنیا کی تمام جاتی، تمام رنگ اور تمام مذہب والوں پر پڑا۔

لینن کے جہوں میں ایٹم کے لئے کہیں استھان نہیں ہے۔ وہ تو منوشہ کو سرور شکریمان سرجن ہار مانتے ہیں۔ ان کا مت ہے کہ ایٹم تو ایک ہوتا ہے، جس کے نام پر ظلم اور ستم، شوش اور اہانتہ کئے جاتے ہیں۔ دھرم کا مول ایٹم ہے اور آجکل کی آرتھک اور سماجک امانت کے پیچھے دھرم کام کر رہا ہے۔ اس لئے دھرم تو اہم کے سمان ہے، جس کے سہوں سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور اپنی بدھی اور شکتی کو بھو دیتا ہے۔ کتنو اس کا ارتہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی بھی دھرم کو نہ مانتے ہیں۔ ان کا دھرم کمیونزم ہے، جس کے دورا وہ ایک ایسا سماج استھاپت کرنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کے لوگ سکھی ہوں۔

گاندھی جی تو ایٹم کو دنیا کا سرجن ہار اور اسے سلجائت کرتے والا مانتے ہیں۔ ایٹم کی اہنت شکتی کے سامنے منوشہ کو بہت چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ایٹم ایک ساگر ہے تو منوشہ کو اسے ایک ونڈو کے سمان مانتے ہیں۔ کتنو آجکل کے دھرموں کو جن کی باہاد شوش اور امانت پر ہے، دھرم نہیں مانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سب دھرموں کا مول ایک ہے۔ اسی پر اپنے دھرم کا دے نرمان کرتے ہیں۔

آج ایک طرف نیشنلزم، ریشیلزم، کمیونزم اور امپیریالزم پرانی وچار دھارا کا پرہیز ہے۔ دونوں وچار دھاراؤں میں سنگرش جاری ہے۔ ایک کی طرف دھرم ہے اور دوسرے کی طرف پریشم کرنے والا رنگ۔ ان دونوں وچار دھاراؤں کا سلو ہے گاندھی واد۔ اس میں سچے دھرم کا سوچت استھان ہے۔ ایک آدمی دوسرے

की बेइतब नहीं समझ सकता. धर्म और एक दूसरे को अपने से नीचा नहीं समझ सकता. धर्म धर्म के लिए नहीं, विज्ञान-विज्ञान के लिए नहीं, दोनों मानव समाज के कल्याण के लिए हैं. जिस विज्ञान से मानव समाज की आध्यात्मिक और भौतिक उत्थिति नहीं होती, वह तो विज्ञान नहीं, लेकिन ऐसा एक बिस्फोटक है, जिसके फट जाने से उसका खात्मा हो जाना जरूरी है. इसलिए इन दोनों का उपयोग मानव समाज के कल्याण के लिए ही होना चाहिए. यही हमें गांधी-बाद सिखाता है.

गान्धी जी और लेनिन आज की पीड़ित और दुखित मानवता के लिए दो अमर ज्योति हैं. जिन ज्योतियों के सहारे आजकल की मानवता एक शानदार जगत की कल्पना कर रही है उनके भौतिक शरीर तो आज हमारे बीच में नहीं हैं, लेकिन उनकी अमर आत्मा और उन के आदर्शों की दिव्य-ज्योति हमारे सामने है. ये दिव्य-ज्योतियाँ तब तक जलती रहेंगी जब तक जमीन और आसमान है, और जब तक उनके बीच इन्सान साँस लेते रहेंगे.

کی محدثات نہیں سمجھ سکتا. دھرم اور ایک دوسرے کو اپنے سے نیچا نہیں سمجھ سکتا. دھرم دھرم کے لئے نہیں، وگیاں وگیاں کے لئے نہیں، دونوں مانو سماج کے اکیان کے لئے ہیں۔ جس وگیاں سے مانو سماج کی آدمیات تک اور بھونک اُنلتی نہیں ہوتی، وہ تو وگیاں نہیں، لیکن ایک ایسا وسپھوٹک ہے جس کے پھٹ جانے سے اس کا خاتمہ ہو جانے ضروری ہے۔ اس لئے ان دونوں کا آپدوک مانو سماج کے فائدے کے لئے ہی ہونا چاہئے۔ یہی ہمیں گاندھی-باد سکھاتا ہے۔

گاندھی اور لینن آج کی پیڑت اور دوکھت مانوتا کے لئے دو امر جدوتی ہیں۔ جن جدوتیوں کے سہارے اُچکل کی مانوتا ایک شاندار جگت کی کلہنا کر رہی ہے ان کے بھونک شریز تو آج ہمارے بیچ میں نہیں ہیں، لیکن انکی امر اُنما اور ان کے آدرشوں کی دیویہ جدوتی ہمارے سامنے ہے۔ یہ دیویہ جدوتیاں تب تک جلتی رہیں گی جب تک زمین اور آسمان ہے، اور جب تک ان کے بیچ انسان سانس لیتے رہیں گے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by...instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi.

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

پروفیسر جیٹے مل پرنسپل گلراجانی

پروفیسر جیٹے مل پرنسپل گلراجانی

ہم لوگ महापुरुषों के दिवस मनाते हैं. गु० नानक का दिवस मनाते हैं, गु० गोविन्द सिंह का दिवस मनाते हैं. आज हम सिंध के प्रसिद्ध कवि शाह अब्दुल लतीफ का दिवस मना रहे हैं. क्या इनसे हमें वर्तमान समस्याओं को सुलझाने का मार्ग मिल सकता है? जबकि चारों ओर साम्प्रदायिकता की अग्नि धधक रही थी, हिन्दू-मुसलमान एक दूसरे को काट कर खा रहे थे उधर नानाखाली में हिन्दुओं पर विपत्ति का पहाड़ टूटा और बिहार में मुसलमानों का कतले आम हुआ, क्या ऐसी विपत्ति में हम भारत की समन्वयात्मक आत्मा को बचाकर रख सके? क्या आज इन दिवसों के मनाने से हमें लाभ हो सकता है? इन सब प्रश्नों का एक ही उत्तर है—“अवश्य”. कारण इन महापुरुषों की वाणी में न केवल अपने समय की बात कही गई है, किन्तु आज के मामलों का सुझाव भी इन से मिल जाता है.

हम देखते हैं कि प्रकृति ने सिंध को एक विशेष सौगात दी थी, वह सौगात है “सूफीवाद”. सिन्ध का प्रदेश प्राचीन आर्य-भूमि है. वहाँ वेद और उपनिषदों के मन्त्रों का उच्चारण किया गया. वहाँ पहले अरबी भाषा आई, फिर फारसी आई. उपनिषद्-पुराण आदि संस्कृत साहित्य का इन दोनों भाषाओं में अनुवाद हुआ. इस प्रकार परस्पर विचारों का आदान-प्रदान बढ़ा. फिर इस अरब, फारस और आर्यों की संस्कृति की संगम रूपी त्रिवेणी से जा एक उत्तम चीज बनी, वह है—सूफीवाद, जिसमें “नहिं हिन्दू नहिं मुसलमान” की ध्वनि गूँजी. यह वही प्रचीन वस्तु है जो सत्य है, शिव है और सुन्दर है. जिसमें ज्ञान, कम और शक्ति की त्रिपुटी है. सूफी इस का हक, हुस्न और खैर कहते हैं. शाह लतीफ के शब्दों में यह सृजन (‘खैर करने वाला’) सुरति और सुन्द, हुस्न यानी सुन्दरता है. यही संसार के कल्याण का मार्ग है.

एक समय की बात है, सिन्ध में बरसात अच्छी हुई थी, अन्न बहुत हुआ. काश्तकार बड़े प्रसन्न हुए और कहन लगे कि यह वर्ष बड़े आनन्द से कटेगा. उधर महाजन विचार करने लगे कि—“इस वर्ष अन्न बहुत होने से उसका भाव अवश्य मन्दा पड़ जाएगा.” इसलिये उसपर अपना क्रब्ज कर लेते हैं. शाह लतीफ ने देखा कि जिन बेचारों ने आंधी, बषा और कड़ी धूप का तनिक भी विचार न किया, बीज बाया, दिन

हम لوگ مہادرشوں کے دیوس مانتے ہیں . گرو نانک کا دیوس مانتے ہیں، گرو گوبند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں . آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس منا رہے ہیں . کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹاؤں کو سنبھالنے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اور سامہردایکتا کی اگنی دھدھک رہی تھی، ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کاٹ کر کھا رہے تھے؟ اُدھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہاڑ ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا . کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے؟ ان سب پرشوں کا ایک ہی اُتر ہے—“اوشیہ”. گرن ان‘ مہادرشوں کی ہانی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے، کنتو آج کے معاملوں کا سنبھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے .

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی، وہ سوغات ہے “صوفی دان”. سندھ کا پردیش پراچین آریہ بھومی ہے . وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اُچارن کیا گیا. وہاں پہلے عربی بھاشا آئی، پھر فارسی آئی . اُپشد پران آدمی سنسکرت ساهتھ کا ان دونوں بھاشاؤں میں انواد ہوا . اِس پرکار پرسدہ وچاروں کا اُچارن پردان ہوتا . پھر اِس عرب، فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی تروینی سے جو ایک اُنم چیز بنی، وہ ہے—صوفی دان، جس میں “نا ہیں ہندو نا ہیں مسلمان” کی دھونی گونجی . یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستیہ ہے، شو ہے اور سندر ہے، جس میں گیان، کرم اور شکتی کی تریہرتی ہے . صوفی اِس کو حق، حسن اور خیر کہتے ہیں. شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (‘خیر دے والا’) سورتی اور سونہ، حسن یعنی سندرنا ہے . یہی سنسار کے تلیان کا مارگ ہے .

ایک سمہ کی بات ہے، سندھ میں برسات اچھی ہوئی تھی، اُن بہت ہوا . کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے لکٹگا . اُدھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ—“اِس ورش اُن بہت ہونے سے اِس کا پہاڑ اوشیہ مندرا پڑ جائیگا.” اِس لٹہ اُس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں . شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے اُنہی“ ورشا اور تری دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا، بیج بویا، دن

रात जाय कर उसकी संभाल की, कसल लैयार होने पर काट कर रखा, उसका इन बेचारों को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के डर से इन मूजियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जिनि यहां गोलही मेरियो, था इत्थ इणनि।

पंजनि यां पंद्रह थिया, ईश्रं था वर्क वरनि।

इ कारिया द्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह हुए, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूजी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह साहब को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आचरु आहियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कूड़ो तूँ कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जनियो तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू जिया मुसलमान टियों विचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुधाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसु न मत्था, मां मुशरब मंफि पुदासु; अहियें इरक जो इम्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं सुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

रात जाग कर अँस की सल्लाल की, फल तहार हुले प्र कल्लर
रक्हा अँस का इन बिचारों को एक दाना भी न म
और भाव गिर जाने के डर से इन मूजियों (व्यापारियों)
ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और
कहा कि—

“जनी यहाँ गोली महरियें, तहाँ इत्थ इणनि।

पंजनी यां पंद्रह थिया, ईश्रं था वर्क वरनि।

इ कारिया द्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह हुये, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूजी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह صاحب को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आचरु आहियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कूड़ो तूँ कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जनियो तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू जिया मुसलमान टियों विचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुधाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसु न मत्था, मां मुशरब मंफि पुदासु; अहियें इरक जो इम्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं सुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

کھینچنے میرے سب مچھڑوں (دوہوں، مہوں) کو مٹا کر دیا ہے۔"

گو۰ گانیندھ سندھ گو۰ سے آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمانان باء پرتھو، ہتھنہ ناٹھ نیرالے بڑھو۔"

گو۰ نانک کے پیش میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"نہا ہندو، نہا مسلمان"۔

کبیر صاحب جو گو۰ نانک سے 50 برس پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو تھک کھڑے سے آئے، کھینچنے ہیں یہ مہد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو ویر پہلے سن 1310 میں کاشمیر کے ناسرودین آبادیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

بہارت— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہر دے کی دعوتی ویدانت وائی کی یہی بہ آواز ہے—

"نہا مہو، نہا دے یخو نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

بہارت— "میں مہو، دے یا یخو، براہمن، چہتریہ، ویشہ یا شورا نہیں۔ میں تو آتم ہوتہ روپ ہوں۔"

اس پرکار یہ اتھروید کی وائی ہے جس کی پاکستان اور ہند کو ایوم سمورن سنسار کو اوشہکتا ہے۔ جس سے ایہ لوک اور پرلوک سم مئے بن جاتا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچا سناتن دھرم ہے۔

کبیر صاحب مٹھوں (دوہوں، مہوں) کو مٹا کر دیا ہے۔"

گو۰ گورنڈ سنگھ مٹھوں آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان بعد مٹھوں ہجے، اتھہ ناتھ نیرالہ ہجے۔"

گو۰ نانک کے ویشہ میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"ناہیں ہندو، ناہیں مسلمان۔"

کبیر صاحب جو گو۰ نانک سے 50 ویر پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

ہندو ترک کہاں سے آئے، کن لے ہیں یہ مہد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو ویر پہلے سن 1310 میں کاشمیر میں ناصرالدین آبادیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

بہارت— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہر دے کی دعوتی ویدانت وائی کی یہی بہ آواز ہے—

"نہا مہو، نہا دے یخو نہ براہمن چہتریہ ویشہ شورا۔"

بہارت— "میں مہو، دے یا یخو، براہمن، چہتریہ، ویشہ یا شورا نہیں۔ میں تو آتم ہوتہ روپ ہوں۔"

اس پرکار یہ اتھروید کی وائی ہے جس کی پاکستان اور ہند کو ایوم سمورن سنسار کو اوشہکتا ہے۔ جس سے ایہ لوک اور پرلوک سم مئے بن جاتا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچا سناتن دھرم ہے۔

چین اور بھارت کا سانس کر تک میل جول

श्री मणिन्द

شری قلمند

दुनिया की आबादी का आधा हिस्सा इन दो विशाल देशों में रह रहा है, विश्व में सबसे अधिक आबादी इन्हीं दो देशों में है, और यहां के वासी भी प्राचीन राष्ट्र के लोग हैं जिनकी प्राचीनतम सभ्यता की कहानियाँ आज भी लोग चाब से पढ़ते हैं इन दो देशों के अलावा कोई ऐसा तीसरा देश नहीं है जो इतनी बड़ी आबादी और प्राचीनता का दावा कर सके.

इन दोनों प्राचीन राष्ट्रों के लोग शुरु से ही शांतिप्रिय रहे हैं और सदा से एक दूसरे के साथ मित्रता का व्यवहार करते आये हैं. कभी भी एक ने दूसरे पर अधिकार जमाने की कोशिश नहीं की. हाँ, “विचारों एवं सिद्धान्तों का आदान-प्रदान अवश्य होता रहा है.”—(डा० सनयात सेन).

जहाँ तक बन सका दोनों राष्ट्रों ने संस्कृति और व्यवसाय का अटूट सम्बन्ध स्थापित करने का भगीरथ प्रयत्न किया है और वे सफलता के बहुत पास पहुँच चुके हैं.

4 जनवरी, सन् 1943 को पूना-स्थित 'भण्डारकर रिसर्च 'स्टीट्यूट' की रजत-जयन्ती के अवसर पर, अध्यक्ष पद से भाषण देते हुए सर्वपल्ली राधाकृष्णन् ने कहा था—“मध्य-एशिया का मरुभूमि से होकर चीन की दीवार तक व्यापारियों के यात्रा-पथ और भारतीयों की नई आबादी का पता सर ऑरिल स्टीन ने लगाया है. ईसा से पूर्व दूसरी शताब्दी के लगभग भारत की सीमा पारकर मंगोल देशों में बुद्ध-धर्म ने बिस्तार पाया. कनिष्क के शासन काल से लेकर हर्ष वर्धन तक (लगभग 600 वर्षों तक) भारत एवं चीनवासियों के बीच सांस्कृतिक एकता की जड़ जमी रही. भारत आये हुए चीनी यात्रियों ने अपनी यात्रा का बहुमूल्य वृत्तान्त लिख छोड़ा है और बहुत सी बौद्ध धर्म सम्बन्धी रचनायें—जो मूलतः खो गई हैं—अनुवाद के रूप में आज भी चीन, जापान और तिब्बत की भाषाओं में सुरक्षित हैं.”

जगत प्रसिद्ध बौद्ध धर्म के ही विस्तार के कारण
चीन और भारत के बीच सांस्कृतिक एकता का

دنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ان دو شمالی دیشوں میں رہ رہا ہے۔ وشو میں سب سے زیادہ آبادی انہیں دو ادھک دیشوں میں ہے اور یہاں کے واسی بھی پراچین راشٹر کے لوگ ہیں جن کی پراچین تم سبھتا کی کہانیاں آج بھی لوگ چاؤ سے پڑتے ہیں۔ ان دو دیشوں کے علاوہ کوئی ایسا تیسرا دیش نہیں ہے جو انہی ہی آبادی اور پراچینتا کا دعویٰ کر سکے۔

ان دنوں پراچین، راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہے ہوں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ متفرقا کا ویوہار کرتے آئے ہیں۔ کبھی بھی ایک نے دوسرے پر ادھکار جمائے کی کوشش نہیں کی۔ ہن۔ ”وچاروں ایہم سدھانتوں کا آدالن پردان اوشیہ ہوتا رہا ہے۔“ (ڈاکٹر سنیاات سین)۔

جہاں تک بن سکا دونوں؛ اشقروں نے سنسکرتی اور
 ویسواکے کا اقرار؛ سمبندھ استہاپت کرنے کا بھیکرتو یریتن کیا ہے اور
 وہ سہلکا کے بہت پاس پہنچ چکے ہیں ۔

4 جنوری سن 1943 عیسوی کو پونا اسمت 'بھندار کر
مرچ انسٹی ٹیوٹ' کی رجت جمیتی کے اوسر پر' اندیکچہ
پد سے بھاشن دیتے ہوئے سروریلی رادھ کرشنن نے کہا تھا—
"مرہیہ ایشیا کی سرورہم سے موثر چین کی دیوار تک ویاپاریوں
کے یانرا پتہ اور بھارتیوں کی نئی آبادی کا پتہ سر آرل اسمتھن نے
لگایا ہے۔ عیسیٰ سے پہرہ دوسری شتابدی نے لگ بھگ بھارت
کی سیما پارکر کنکول دیشوں مہن بدھ دھرم نے وسر پایا۔
دنشک کے شامن کال سے لیکر شرش ورنہن تک (لگ بھگ
6۷0 ورشوں تک) بھارت ایوم چین واسمہوں کے پہنچ
سانسکرت ایٹا کی جڑ جن رہی۔ بھارت اٹھ موئے چلی یانریوں
نے اپنی یاترا کا ہوسولہ ورنات لہ چھوڑا ہے اور بہت سے
ہودھ دھرم سمبندھی رچنائیں—جو سولتا کھو گئی ہوں—انہواں
کے روپا مہن آج بھی چین' جاپان اور تبت کی بھاشاؤں مہن
سرلشت ہیں۔"

جنگ پرسودہ ہندو دھرم کے ہی دستار کے
کارن چھن اور بھارت کے بیچ سانسکرتک ایمپتا کا

ॐ—ए० बी० आ० आर० आई० 24:4-5 अगस्त 1943 में प्रकाशित.

لح. بی. آر. آنی 24:4-5 اگست 1943 میں پرکشت .

जनवरी '६६

(37)

جہاز ۶۶

سورپات ہوا۔ چین میں سرکشت ایکہاسک سامگریوں (Records) سے پرمانت ہے کہ بودھ دھرم بھارت سے چین میں بہت پہلے گیا تھا۔ 42 جولائی سن 42ء کی 'ہندوستان ریویو' میں پروفیسر تان یون شان نے لکھا تھا—

“According to the record of Chinese history, it is Yung-Ping tenth year of Minti of the Han-Dynesty, namely 674 A. D., when Budhism formally reached China for the first time.”

آگے بڑھ کر یہ پون: لکھتے ہیں کہ “انہی دستوں سے پتہ چلتا ہے کہ ’شہن راج‘ (227-246 عیسوی) سے پور بودھ دھرم چین پہنچ چکا تھا۔”

پروفیسر تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی دراجین دستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کنفیسیس کہتا ہے—

”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشے میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس پر اکھنڈ رشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تیجسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چینی سنت کنفیسیس (478-511 عیسوی) پرور: کوئم بودھ (480-560 عیسوی) پرور: کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شبد کا پریرک چین ولسی بھارت کے لئے کرتے تھے اور اُسے پرانہ ’پاشچانیہ راجہ‘ یا ’پاشچانیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیش کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سیوہے کہ کنفیسیس کا سنکیت بودھ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی دستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہل‘ آٹھارہ بودھ بیکشو‘ شن - لی - فان کے نائتو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودھ کی موروثوں کے علاوہ بودھ دھرم کے گرتے بھی لائے۔“ وہ سمیوتہ عیسوی پرور 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودھ دھرم گرتوں میں سامانیہ آئیہ پائے سمیوتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہنچتے ہیں کہ چین میں بودھ دھرم سن 67 سے بہت پہلے پہنچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سانسکرتک ایکٹا کا سورپات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

چین کے دوسرے بودھ-دھرم-ग्रन्थों में सामान्य उल्लेख पाये गये हैं। इन सब से हम इस नतीजे पर आ पहुँचते हैं कि चीन में बौद्ध धर्म सन् 67 से बहुत पहले पहुँचा और प्रो० तान-युन-शान के मतानुसार दोनों राष्ट्रों में सांस्कृतिक-एकता का सूत्रपात आज से दो हजार बरस पहले ही हो गया था।

اس وچار سے انیک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودھ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتابدی کے پرور ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلم سرکار نے بھی یہ ثابت

इस विचार से अनेक लेखक सहमत हैं कि चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार इसवी सन् की पहली शताब्दी के पूर्व ही हो गया था। प्रो० विनय सरकार ने भी यह साबित

हो گیا تھا۔

ہندوستان ریویو—جولائی 42ء۔ جولائی 42ء

کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چار کال کے پرتم-سمرات کا سماجیاتیان اشروک تھا جسکے समय में चीनवासी एक नये धर्म (बौद्ध-धर्म) से परिचित भर थे. अशोक जैसे, अन्तर्राष्ट्रीय राजा के समय में बौद्ध-धर्म की गन्ध चीन भी जा पहुँची। यह बात अनेतिहासिक नहीं जान पड़ती है. इसके अलावा पता चला है कि 'हान' वंशीय (सम्राट ई० पू० 140) पश्चिमी एवं मध्य-एशिया का एक महान् अन्वेषक था. प्रो० सरकार के अनुसार 'यदि वास्तव में चीन में भारत से बौद्ध धर्म के प्रचारक नहीं गये थे तो भी इतना मानना ही पड़ेगा कि उस समय भारत और चीन के बीच बड़ी सद्भावना थी और चीनी लोग उस बौद्ध धर्म से परिचित थे.

जब चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार हो गया तब चीनी भिक्षु एवं छात्र-गण विशेष-अध्ययन के लिए भारत आये और भारत से चीन में बौद्ध-धर्म के प्रचार के लिए भिक्षुओं एवं दूतों की टोली गई. इतिहास से पता चलता है कि चीन से फाहियान, हुएनसंग, इत्सिंग (673 से 685 तक नालन्दा में विद्यार्थी था) जैसे, विद्वान यात्री भारत आये और भारत से करयप मातंग, कुमार जीवक एवं गुनरत्न जैसे प्रसिद्ध अनुवादक चीन गए और संस्कृत से चीनी भाषा में पहले ने लगभग 93 पुस्तकों और दूसरे ने लगभग 64 पुस्तकों का सहल अनुवाद किया. फाहियान भारत आया और 15 साल बाद जब वह लौटा तब बुद्ध के रंग में वह पूरी तरह रंग गया था. बौद्ध धर्म के ग्रन्थ 'त्रिपिटिक' का प्रथम अनुवाद हुएनसंग एवं इत्सिंग ने किया था. अपने साथ चीन को हुएनसंग 567 पुस्तकों के 520 पोथे (Bundles) ले गया था जिसमें 75 पुस्तकों का अनुवाद वह कर पाया था. इत्सिंग अपने संग 400 पुस्तकें ले गया था और कुल 56 पुस्तकों का ही अनुवाद कर पाया. सभ्यता के इतिहास में ये गौरवपूर्ण काय सदा अमर रहेंगे.

कुन्सु-ची नामक पुस्तक के तैतालीसवें अध्याय में अमण ची-पो-आन ने अनुवादक समिति के जिन नौ मुख्य अंगों पर रोशनी डाली है उनका अध्ययन भी जरूरी है.

'प्रवासी' में प्रकाशित अपने एक लेख 'प्राचीन चीन और भारत' में श्री सुजित कुमार मुखोपाध्याय ने जिन मशहूर अनुवादकों का चिक्र किया है वे ये हैं :—

अमोघ वज्र—उत्तरी भारत का ब्राह्मण कुलीन अमण, जो सन् 719 ई० में चीन गया, भारत और लङ्का के शास्त्र पर लगभग 500 हस्तलिखित पुस्तकें संग्रहित करता रहा (734-46 ई०) और उसे चीन-सम्राट ने 'प्रज्ञाकोष' की पदवी दी.

—देखिए चाइनीज रिलिजन थू हिन्दू आइज—सन् 1919 में शचाई सं प्रकाशित.

दिकहे चानिज रिलिजन नेर हल्लो अन्—1919 ई० में शन्हाई से प्रकलित.

—'प्रवासी'—व० सं० 1350 अष्ट अंक, देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

'प्रवासी'—सन् 1850 ई० में प्रकलित. देखिये पृष्ठ संख्या 96-103.

कृत की पुरी कश्श की है. चार काल के प्रथम-सम्राट का समाज आशोक था जिस के समे में चीन वासी एक नये धर्म (बौद्ध धर्म) से परिचित भर थे. अशोक जैसे, अन्तर्राष्ट्रीय राजा के समय में बौद्ध धर्म की गन्ध चीन भी जा पहुँची। यह बात अनेतिहासिक नहीं जान पड़ती है. इसके अलावा पता चला है कि 'हान' वंशीय (सम्राट ई० पू० 140) पश्चिमी एवं मध्य-एशिया का एक महान् अन्वेषक था. प्रो० सरकार के अनुसार 'यदि वास्तव में चीन में भारत से बौद्ध धर्म के प्रचारक नहीं गये थे तो भी इतना मानना ही पड़ेगा कि उस समय भारत और चीन के बीच बड़ी सद्भावना थी और चीनी लोग उस बौद्ध धर्म से परिचित थे.

जब चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार हो गया तब चीनी भिक्षु एवं छात्र-गण विशेष-अध्ययन के लिए भारत आये और भारत से चीन में बौद्ध-धर्म के प्रचार के लिए भिक्षुओं एवं दूतों की टोली गई. इतिहास से पता चलता है कि चीन से फाहियान, हुएनसंग, इत्सिंग (673 से 685 तक नालन्दा में विद्यार्थी था) जैसे, विद्वान यात्री भारत आये और भारत से करयप मातंग, कुमार जीवक एवं गुनरत्न जैसे प्रसिद्ध अनुवादक चीन गए और संस्कृत से चीनी भाषा में पहले ने लगभग 93 पुस्तकों और दूसरे ने लगभग 64 पुस्तकों का सहल अनुवाद किया. फाहियान भारत आया और 15 साल बाद जब वह लौटा तब बुद्ध के रंग में वह पूरी तरह रंग गया था. बौद्ध धर्म के ग्रन्थ 'त्रिपिटिक' का प्रथम अनुवाद हुएनसंग एवं इत्सिंग ने किया था. अपने साथ चीन को हुएनसंग 567 पुस्तकों के 520 पोथे (Bundles) ले गया था जिसमें 75 पुस्तकों का अनुवाद वह कर पाया था. इत्सिंग अपने संग 400 पुस्तकें ले गया था और कुल 56 पुस्तकों का ही अनुवाद कर पाया. सभ्यता के इतिहास में ये गौरवपूर्ण काय सदा अमर रहेंगे.

फो. नसो. जी. नामक पुस्तक के तैतालीसवें अध्याय में अमण ची-पो-आन ने अनुवादक समिति के जिन नौ मुख्य अंगों पर रोशनी डाली है उनका अध्ययन भी जरूरी है. 'प्रवासी' में प्रकाशित अपने एक लेख 'प्राचीन चीन और भारत' में श्री सुजित कुमार मुखोपाध्याय ने जिन मशहूर अनुवादकों का चिक्र किया है वे ये हैं :—

अमोघ वज्र—उत्तरी भारत का ब्राह्मण कुलीन अमण, जो सन् 719 ई० में चीन गया, भारत और लङ्का के शास्त्र पर लगभग 500 हस्तलिखित पुस्तकें संग्रहित करता रहा (734-46 ई०) और उसे चीन-सम्राट ने 'प्रज्ञाकोष' की पदवी दी.

تھریڈنگ-مہانت کی بھی آبادی آئے ملی۔ اس کی لگ بھگ 108 پستکوں (انوار سہت) کا پتا چلا ہے۔

آپ-شی-کاشو—سن 148 میں یہ پارٹین-یوہراجا راہ-نیاگ کر چین گیا۔ سوتروں کا چینی भाषा में अनुवाद किया. इसने लगभग 56 पुस्तकें लिखी हैं.

हर्षिग—चीनी भ्रमण ने 671 ई० में चीन छोड़ा. तीसरे देश-भ्रमण कर 695 ई० में देश लौटा और अपने सग 400 के लगभग पुस्तकें लाया और सन 713 ईसवी में मरा. इसने त्रिपिटक का शेष अनुवाद किया. इसकी करीब 56 अनूदित पुस्तकें मिलती हैं.

ह-लो-छा—सोतान के भिक्षु ने बु-शु-त्यान से मिल कर एक सूत्र का अनुवाद किया.

उपशुन्य—(538-568 ई०) मध्य भारत में इस राजकुमार की पांचके पुस्तकें मिलती हैं जिनमें विमल कीर्ति-निर्देश बहुत प्रसिद्ध है.

करयप मातंग—सन 67 में भिक्षुओं की टोली ले चीन गया, बौद्ध धर्म का प्रचार किया, मध्य भारत के ब्राह्मण कुल में जन्म ले, चीन के 'श्वेत मठ' में मरा.

कुमार जीव—परम्परागत मंत्रियों के कुल का एक भारतीय भ्रमण जो सन् 388 में चीन गया और जिसने सन् 412 तक लगभग 98 पुस्तकों का अनुवाद किया. चीन में 8000 से ज्यादा उसके शिष्य थे. संभवतः 415 ई० में वह मरा. लगभग 50 पुस्तकें मिलती हैं.

गौतम धर्मज्ञान या धर्मप्रज्ञा—बनारस के गौतम प्रज्ञा रुचि का बड़ा लड़का जो 577 ई० में उत्तरी-चाओ राजकुमार के अधीन एक जिला का 'लाट' बनाया गया. एक पुस्तक उसने लिखी है.

गौतम प्रज्ञा रुचि—(538—543 ई०) बनारस का ब्राह्मण, इसकी 13 पुस्तकें मिलती हैं.

गौतम संघदेव—काबुल का भ्रमण, जो सन् 382 में चीन गया. इसकी चार पुस्तकें मिलती हैं.

गुनभद्र—ब्राह्मण कुलीन भारतीय भ्रमण जो महायान बौद्ध-धर्म से पूर्ण-परिचित था, सन् 435 में चीन गया, सन् 443 तक अनुवाद करता रहा, 75 वर्ष की अवस्था में सन् 468 में मरा.

गुनरत्न—भारतीय भ्रमण, 64 पुस्तकों का अनुवादक.

बु-शु-ला—चीन में पैदा हुआ, 52 पुस्तकों का अनुवाद किया. एक भी नहीं मिलती.

दिबाकर—भारतीय भ्रमण (676-688 ई०), 19 पुस्तकों का प्रणेता, सभी प्राप्त हैं.

दानपाल—वह भारतीय भ्रमण सन् 980 में चीन गया. चीन-सम्राट द्वारा प्रतिष्ठित. 777 पुस्तकें लिखीं.

ग्रीक महेत की भी आबादी आये ملی۔ اس کی لگ بھگ 108 پستکوں (انوار سہت) کا پتا چلا ہے۔

آپ-شی-کاشو—سن 148 میں یہ پارٹین-یوہراجا راہ-نیاگ کر چین گیا۔ سوتروں کا چینی भाषा में अनुवाद किया. इसने लगभग 56 पुस्तकें लिखी हैं.

हर्षिग—चीनी भ्रमण ने 671 ई० में चीन छोड़ा. तीसरे देश-भ्रमण कर 695 ई० में देश लौटा और अपने सग 400 के लगभग पुस्तकें लाया और सन 713 ईसवी में मरा. इसने त्रिपिटक का शेष अनुवाद किया. इसकी करीब 56 अनूदित पुस्तकें मिलती हैं.

ह-लो-छा—सोतान के भिक्षु ने बु-शु-त्यान से मिल कर एक सूत्र का अनुवाद किया.

उपशुन्य—(538-568 ई०) मध्य भारत में इस राजकुमार की पांचके पुस्तकें मिलती हैं जिनमें विमल कीर्ति-निर्देश बहुत प्रसिद्ध है.

करयप मातंग—सन 67 में भिक्षुओं की टोली ले चीन गया, बौद्ध धर्म का प्रचार किया, मध्य भारत के ब्राह्मण कुल में जन्म ले, चीन के 'श्वेत मठ' में मरा.

कुमार जीव—परम्परागत मंत्रियों के कुल का एक भारतीय भ्रमण जो सन् 388 में चीन गया और जिसने सन् 412 तक लगभग 98 पुस्तकों का अनुवाद किया. चीन में 8000 से ज्यादा उसके शिष्य थे. संभवतः 415 ई० में वह मरा. लगभग 50 पुस्तकें मिलती हैं.

गौतम धर्मज्ञान या धर्मप्रज्ञा—बनारस के गौतम प्रज्ञा रुचि का बड़ा लड़का जो 577 ई० में उत्तरी-चाओ राजकुमार के अधीन एक जिला का 'लाट' बनाया गया. एक पुस्तक उसने लिखी है.

गौतम प्रज्ञा रुचि—(538—543 ई०) बनारस का ब्राह्मण, इसकी 13 पुस्तकें मिलती हैं.

गौतम संघदेव—काबुल का भ्रमण, जो सन् 382 में चीन गया. इसकी चार पुस्तकें मिलती हैं.

गुनभद्र—ब्राह्मण कुलीन भारतीय भ्रमण जो महायान बौद्ध-धर्म से पूर्ण-परिचित था, सन् 435 में चीन गया, सन् 443 तक अनुवाद करता रहा, 75 वर्ष की अवस्था में सन् 468 में मरा.

गुनरत्न—भारतीय भ्रमण, 64 पुस्तकों का अनुवादक.

बु-शु-ला—चीन में पैदा हुआ, 52 पुस्तकों का अनुवाद किया. एक भी नहीं मिलती.

दिबाकर—भारतीय भ्रमण (676-688 ई०), 19 पुस्तकों का प्रणेता, सभी प्राप्त हैं.

दानपाल—वह भारतीय भ्रमण सन् 980 में चीन गया. चीन-सम्राट द्वारा प्रतिष्ठित. 777 पुस्तकें लिखीं.

پرمیتی—بھارتیہ شرمنز (705ء)، اس کی ایک پستک ملتی ہے۔

فامہان—پوسدہ چینی پیکشو، سن 399 میں بدھ بھرے بناتھسلاہ اس نے انیک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکوں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی روحی—اتری بھارت کا شرمنز جو سن 508ء میں چین گیا۔ انودت گرنٹھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی روحی کشیپ—براہمن کلین دکن، بھارتیہ شرمنز، پورو نام دھرم روحی تھا (684-705ء)، 53 گرنٹھوں کا انوواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورہ کی عمر میں مرا۔

بدھ بھر—بھارتیہ شرمنز، چینی بیاشا میں 15 پستکوں کا انوواد کیا۔ کبار جھو سے وہ پرچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429ء میں مرا۔

بدھ شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539ء) 9 پستکیں ملتی ہوں۔

متھوریہ بھر—سکدھ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہکا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125ء) 5 پستکوں کا لیکھک۔

رتن متی—بھارتیہ شرمنز (508ء) دو پستکوں کا لیکھک۔

رتن چلتا—ایک شرمنز (69-727ء) کاشمیر نواسی، سات پستکوں کا انوواد، 100 برس سو جیا۔

روجر بودھی—براہمن کلین دکن بھارتیہ شرمنز، سن 719ء میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکوں کا لیکھک۔

واشپستیت—کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269ء میں منگولین بیاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سنک ورمین—(506-520ء) شہام دیشی شرمنز، 9 گرنٹھوں کا انووادک۔

سبھاکر سنک—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716ء میں چین گیا، سن 815ء میں 99 ورہ کی अवस्था میں مرا۔ 5 پستکوں کا لیکھک۔

پانچ پستکوں کا لیکھک—ہوئی - چی (پرگیا) - بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692ء میں ایک پستک کا انوواد کیا جو ملتی ہے۔

کھان گھت—(561-600ء) گاندھار کا شرمنز، 38 پستکوں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورہ کی عمر میں مرا۔

کھان شری—سن 1053ء میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکوں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)، بیملاکھ (406ء)، دھرمچیم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا ہتھ رادھا کرشنن کے 'انڈیا اینڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381ء)، گوتم سنک دبو (384ء)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397ء)، بدھاشہ (چوتھی شتھادی)، وٹاکش سن (406ء)، دھرم چھم (414ء) (چوتھی شتھادی)۔

बुद्ध जीव (423 ई०), गुण-धर्म (131 ई०), बोध धर्म (520 ई०), विमोक्ष सेन (541 ई०) एवं धर्मगुप्त (590 ई०) विशेष-उल्लेखनीय हैं.*

उपर्युक्त अनुवादक न केवल चीन और भारत के ही समय या गृहस्थ थे, बल्कि गांधार, खोतान, तिब्बत, श्याम और सुदूर लद्दा तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनूदित ग्रंथों में दो विशेष महत्व के हैं—(1) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (2) वैशेषिक दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-करिका' की टीका है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कप्लिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशाक के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और एलौरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही चीनियों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में ही अपना प्रभाव जमा गई।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली, नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी हो गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इत्सिंग के अनुसार) चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

बुद्ध जीव (423 ई०) कन्नड (481 ई०) बौद्ध धर्म (520 ई०) रमकेश सेन (541 ई०) आयुध धर्म गीत सेन (590 ई०) शिष्य अल्लेखनीय हैं.*

अप्रोक्त अनुवादक ने किोल चीन और भारत के ही शर्मन या ग्रहस्थ थे, बल्कि गांधार, खोतान, तिब्बत, श्याम और सुदूर लद्दा तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनूदित ग्रंथों में दो विशेष महत्व के हैं—(1) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (2) वैशेषिक दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-करिका' की टीका है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कप्लिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशाक के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और एलौरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही चीनियों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में ही अपना प्रभाव जमा क्ती।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली, नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी हो गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इत्सिंग के अनुसार) चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

*—राधा कृष्णन्—इंग्लिश एंड चाइना, पृष्ठ 27.

†—एच. सी. गुहा—'इन्डो-चाइनीज कार्टिपलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

‡—एच. सी. गुहा—'इन्डो-चाइनीज कार्टिपलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

†—जे. एच. कप्लिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

‡—जे. एच. कप्लिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

†—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिज्म.

‡—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिज्म.

منہا دیا یا۔ انکے چلاوا کے-ماں (401-424 ई०),
سुंग-युन (530 ई०), बांग-हुएन-سو (634-647 ई०)
आदि की भारत-यात्रा भी कम महत्वपूर्ण नहीं है।^{११}

आम तौर पर चीन में बौद्ध धर्म ग्रन्थों को लोग 'त्रिपिटक' के नाम से जानते हैं जिसमें केवल 'विनय' 'अभिधम्म' और 'सूत्र' ही हैं। 'चीनी त्रिपिटक' से ऐसा भास होता है कि चीनी भाषा में विभिन्न धर्म-ग्रन्थ सुरक्षित हैं, अभी हाल में जापान से ताई-शाओ नामक चीनी त्रिपिटक का एक नया संस्करण निकला है जिसमें 2184 सूत्र हैं। पहले संस्करणों में 2278 सूत्रों का पता चला है, पर खोजने के कारण अब केवल 2184 सूत्र ही बच रहे हैं। इतिहास साक्षी है कि बौद्ध धर्म के विरुद्ध होने के कारण द्वा-एक चीनी सम्राटों ने बहुत-से मठ जला दिये थे जहाँ बहुमूल्य पुस्तकें संभली थीं।

भारत के इन दो स्थानों, (1) चीन भवन, विश्वभारती, शांतिनिकेतन (2) मूल गंध कुटी बिहार, सारनाथ, में निम्नांकित चीनी-त्रिपिटकों के संस्करण देखे जा सकते हैं—
(क) सुंग शाखा का संस्करण (960-1276 ई०) जिसे बैगन एडीशन भी कहते हैं, (ख) चिंग-शाखा का संस्करण (1644-1911 ई०) और (ग) स'वाई संस्करण एक पूरक (Supplement) सहित। (क) में 1921, (ख) में 1666 और (ग) में 1916 रचनाओं का पता पूरक के साथ चलता है।

एक चीनी बौद्ध विद्वान लु-चेंग के मुताबिक चीनी-त्रिपिटक के 16 संस्करण हुए हैं—4 सुंग शाखा में 5 युनान-शाखा में, 1 मिंग शाखा में, 4 चिंग शाखा में और 2 वर्तमान प्रजातंत्र शाखा में।

भारतीय-संस्कृति का प्रभाव चीनवासियों के जीवन के हर अंगों पर समान रूप से पड़ा है—यह ध्यान में रखने योग्य है। साहित्य में गद्य एवं पद्य के क्षेत्र में, चिन-राज्य, (265-423 ई०) और थांग-राज्य (618-907 ई०) ने कमाल कर दिखाया है। आगे चलकर मिंग-शासन में (1368-1643 ई०) दार्शनिक रचनाओं का विकास हुआ।

थान-शासन काल में शोन-वेन नामक एक बौद्ध भिक्षु ने संस्कृत में वर्णित भारतीय लिपि शास्त्र के आधार पर चीनी लिपि को सुधार कर छोटा रूप (36 वर्णों का) दिया। पर खेद की बात है कि यह वर्णमाला जन साधारण के बीच पनप न सकी।

^{११} राधा कृष्णन्—इतिहास पेरब चाइना, पृष्ठ 26-29 तथा पृष्ठ 12-13.

आलमा कश्मीर—आल्ता चाइना पेरब 26-29, अर् 12-13.

ہوا دیا تھا لی کے طور ہے ۔ منگ سن 434-104ع' سونگ
بن سن 530ع' وانگ سو بن سو سن 634-647ع آدمی
کی ہجرت یا کرا ہی کم مہتر پورتر نہیں ہے ۔

عام طور پر چین میں بودھ دھرم گرنہوں کو لوگ 'تربٹک' کے نام سے جانتے ہیں جس میں کپل وینے'۔ 'ابھی دھرم' اور سوتر ہی ہیں۔ 'چینی تربٹک' سے ایسا بھاس ہوتا ہے کہ چینی بھاشا میں وین دھرم گرنہ سرکشت ہیں۔ ابھی حال میں جاپان سے تائی شاؤ نامک چینی تربٹک کا ایک نیا سلسرکون نکلا ہے جس میں 2184 سوتر ہیں۔ پہلے سلسرکون میں 2278 سوتروں کا پتا چلا ہے' پر کھو جانے کے کزن اب کپل 2184 سوتر ہی بچ رہے ہیں۔ انہاس ساکشی ہے کہ بودھ دھرم کے ورودھ ہونے کے کزن دو ایک چینی سمرائیں نے بہت سے مٹ چل دیئے تھے جہاں بھومولہ پستکیں سنگرھت تھیں ۔

بھارت کے ان دو استھانوں' (1) چین بھون وشو بھارتی شانتی نکیتن (2) مول گندھ کوئی دھار' سار ناتھ میں نمناکت چینی تربٹکوں کے سلسرکون دیکھے جا سکتے ہیں— (ک) سنگ شاخا کا سلسرکون (960-1276ع) جسے تربٹک ایڈیشن بھی کہتے ہیں' (م) چنگ شاخا کا سلسرکون (1644-1911ع) اور (گ) سنگھانی سلسرکون ایک پورک (Supplement) سپٹ ۔ (گ) میں 1921 (م) میں 1666 اور (ک) میں 1916 رچناؤں کا پتہ پورک کے ساتھ چلتا ہے ۔

ایک چینی بودھ ودوان لوچینگ کے مطابق چینی تربٹک کے 16 سلسرکون ہوئے ہیں ۔ 4 سنگ شاخا میں' 5 یونان شاخا میں' منگ شاخا میں' 4 چنگ شاخا میں اور 2 ورتمان پرجانتنر شاخا میں ۔

بھارتیہ سلسرکرتی کا پرہوا چین واسیوں کے جیوں کے ہر انکوں پر سمان روپ سے پڑا ہے—یہ دھیان میں رکھنے یوگیہ ہے۔ ساہتیہ میں گدیہ ایوام پدیہ کے چیتنر میں چن راجیہ (265-423ع) اور تھانگ راجیہ (618-907ع) نے کمال کر دکھایا ہے۔ آگے چلکر لنگ شاسن منی (1368-1643ع) دارشنگ رچناؤں کا وکس ہوا ۔

تھان شاسن کال میں شون وین نامک ایک بودھ بھکشو نے سلسرکرت میں ورنٹ بھارتیہ لپی شاستر کے آدھار پر چینی لپی کو سدھار کر چھوٹا روپ (36 ورنوں کا) دیا ۔ پر کھید کی بات ہے کہ یہ ورن مالا جن سادھان کے بیچ پلپ نہ سکی ۔

सहित बगलें—भूतिका, बासु कसा आदि पर जाय भी, चीन के पैगडा आदि को देखने पर * भारतीय बाहर साक साक दिखाई देता है.

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं. रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है. रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चीनानं परचीनारच तुखारान बर्बरानपि ।

कारुचनैः कमलैश्चैव कान्धोजानपि संवृतान् ॥३३॥

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है. उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने पलट सकते हैं. सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की बिजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

स किरातैश्च चीनश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काञ्चनैरिव संवृतम्.

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

बाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार हृणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमणारचीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की कौज में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था. वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे. परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है.

हस्त तल्लि-सिन्धुती आ, आसुत आ असी. प्र अज भी. चीन
पिकुता. असी को दिक्के प्र * भारते अत्र सव सव दिक्क
पिता है.

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं. रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है. रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चिन्तानि प्रची नान्धिज तुखारान बर्बरानपि !

कारुचनैः कमलैश्चैव कान्धोजानपि संवृतान् .

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है. उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने पलट सकते हैं. सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की बिजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

स किरातैश्च चीनश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काञ्चनैरिव संवृतम्.

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

बाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार हृणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमणारचीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की कौज में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था. वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे. परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है.

*—एस० सी० गुहा—इंडो-चाइनीज कौडिप्लिटी थ एक्सेज, पृष्ठ 22.

अस. सी. गुहा. अन्तर जातिव्यवस्था का अर्थ है. तैत्तिरीय ब्रह्म 22.

३—रामायण = सं० रत्नरत्न गौरीसिंह (पेरिस 1884) 55:44:14.

रामायण. सं०. कर्ण पर्व. सी० ओ० (पेरिस 1884) 55:44:14.

”لغت و ستر“ میں ہم چینی لکھ لکھوں کا اہم پاتے ہیں۔

برائمی کہرو شتم انگ لہیں، ہنگ لہیں، چین لہیں،
ہنگو لہیں... چور شقی سیوہیاں کت ماں تہن سیکھہش سہی؟

”کہا سرت ساگر‘ میں ’چہنِ بزم‘ کا درنِ آیا ہے جسے
سواہنِ ناری اپنے لالت پر کمکِ بلدو کے روپ میں لگتی ہیں ،
ہم چند کے ’ابھی دھار‘ چننامنی‘ میں آئے ہی ’سندرم‘ بھی
کہا تھا ہے۔

مندور ناگجن ناگر شرفکار بهوشم چین ہشتم ۔

آج یہی چھٹا سنہ عورتوں کے بیچ بہت پرچلتا ہے۔
 پالی ٹرسٹ سوسائٹی سے پرگشت—'آٹوشللی' میں اٹوکتا
 یا دھم سنگنی کے ہاشیہ میں ہم' یاساں واسین دسا بھاگا چین
 پتہ آدمی کا ورثہ پاتے ہیں۔ سوترنہات میں ایک شبد آیا ہے
 'چنیک' جس کا ارتھ ٹوکا میں ہے—ایک پرکڑ کا یان۔ وشنو
 پران میں بھی جٹوں کا تینوں اہلسی پربرگ ہوا
 ہے۔ اپنے 'ابھی دھان چنکامنی' میں ہم چند بھی 'چنیک'
 کو بیان ہی بتاتا ہے۔ ہمدادی کی 'چتورنگ چنکامنی' میں
 بھی وہی بات ہے۔ شاید شیت کال۔ مہن زوروں سے پانی
 جانے والی 'مزنک پھلی' کا مول استہان چین ہی ہے۔ چونکہ
 دوسرے شبدوں میں 'چنیا بادام' ہمارے ہالکوں کو بہت
 پرپہ ہے۔

’راج نہکنت‘ میں چین کی وہیں دستوں کا وزن آیا ہے
—چین، کھور، چین کرتی، چینج، چین ہنگ آئی۔

چین کرپور کا رنن یارڈ پرکاش میں بھی آیا ہے۔ 'شوشرت سنتھا' میں 'چین پٹ' کا رشیش اُلک ہے۔ 'کش کار چرت' میں چینی رستہ کا بھی وزن ہے۔

چیلما سوزاننان بیدهین پری مل دروینک رین منیر منیرچ
فیثی زیمه .

بڑھت سنہتا مہن چھن کا نام آیا ہے . شکتی سنگم تلتر
- مہن چھن کا یوں ورین آیا ہے -

مان سے شاج د کچھریں مان سے شاد کچھ پرورے چین دیشہ
دیو کی تھکے .

مہاچینا چار تندر ایوم چینا چار پریوگ ودھی نامک دو
دستکھن تندر پر لکھی گئی ہیں ۔

کالیداس کے امر نازک 'شکنت' میں چھپنا شوک کا
اولیٰ ہے۔

چیلان، شکامو، کلیر، پرنی و اتن نیپه مانسپه .

जनवरी '५६

’دوسرا سرگرمی‘ میں مئی—

چیناؤ کے: کلپت کتوہالام

جیسا ورنن آیا ہے۔ ’مالویکاگنمتر‘ میں بھی چھٹاشک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے یودھشتر کے راجہ تلک کے سے رتانی
تھروں کی سلیمیا میں اویہار سوروپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشٹر کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھہ اموکھ استر سے انیت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں ورشوں کے بعد آج پھر دونوں راشٹروں کو ایک
دوسرے کی مہانوبھوتی ماننے لگی ہے۔ سن 1924 میں گردیو
زولندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایکتا کی اس نئی دستک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیائے جرز دیا ہے۔ پرفیسرو تان یین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گردیو کی
باترا کا جو پڑھاؤ پڑا ہے وہ انیت میں سادھو سنتوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہانماجی کو آدھونک
بندہ مانتی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیشوں کے بیچ سانسرتک
ایکتا کا کتہ بندھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

کمار سمیہو میں بھی—

چینان شوکیہہ کلپت کتوہالام

جیسا ورنن آیا ہے۔ ’مالویکاگنمتر‘ میں بھی چھٹاشک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے یودھشتر کے راجہ تلک کے سے رتانی
تھروں کی سلیمیا میں اویہار سوروپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشٹر کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھی پڑیم جھہ اموکھ استر سے انیت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں ورشوں کے بعد آج پھر دونوں راشٹروں کو ایک
دوسرے کی مہانوبھوتی ماننے لگی ہے۔ سن 1924 میں گردیو
زولندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایکتا کی اس نئی دستک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیائے جرز دیا ہے۔ پرفیسرو تان یین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گردیو کی
باترا کا جو پڑھاؤ پڑا ہے وہ انیت میں سادھو سنتوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہانماجی کو آدھونک
بندہ مانتی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیشوں کے بیچ سانسرتک
ایکتا کا کتہ بندھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں دھننواہ،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ
بھوت ہی اہماگا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوری تھیت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت بااھی

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں دھننواہ،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ بہت ہی
اہماگا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوری تھیت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت وانی

کتابیں پڑھیں



ڈھارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارف آے. آئی. کومارپا، پرکاراک—ہورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلنگ، منبرہ—2؛ پننے—155؛
دام—آئین رپے.

آجکل ہمارے دہرا میں سرکاری حلقل میں ڈھارننگ یا
ہوجنا ہندی کا نام بہت لہا جاتا ہے. آگلی مارچ میں چالو
پلج سالہ ہوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے،
جس پر ان دنوں چرچا بھی چل رہی ہے. پر ہمارے ہوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ ہوجنا میں سرکار کو سہوگ نہیں دیتی. یہی
وجہ ہے کہ ہندستان میں ہوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے،
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہ میں یوروگرہی بڑھتی ہے.

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے، کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب میں ہمارے شاکس اوگ ہاتم مل کر رہ جاتے
ہیں. لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے. سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں.
اس دیہاتی جنتا کا آمدنوت کا آہار—یا اس کی سرکاری
کھیتی—بیل گڑی ہے. دوسرے شعبوں میں، بیل گڑی، ہندستان
کی راشتریہ سواری ہے. لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گڑی میں بیٹھ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشتریہ
ملے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار میں جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گڑی میں نہیں!!
بیل گڑی تو دور، تالکے تک کی اجازت نہیں ہے. ہماری
راجدھانی، نئی دلی کی سڑکوں پر بیل گڑی چلنے کی ممانیت
ہی ہے.

”بیل گڑی لیجانا منع ہے“—اس کا کڑا انویو آچارہ
ہے. سی. کامپار کو ہوا، چلتی گنتی دیہی کے
سچے اور تہہ ہونے سہوکیں میں ہتی ہے اور جن کا جہوں
تربانی اور تہاک کی ایک مشمل ہے. کامپار جی

ڈھارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارہ آے. سی. کامپار؛ پرکاراک—ہورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلنگ، منبرہ—2؛ پننے—155؛
دام—آئین رپے.

آجکل ہمارے دیہی میں سرکاری حلقل میں ڈھارننگ یا
ہوجنا ہندی کا نام بہت لہا جاتا ہے. آگلی مارچ میں چالو
پلج سالہ ہوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے،
جس پر ان دنوں چرچا بھی چل رہی ہے. پر ہمارے ہوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ ہوجنا میں سرکار کو سہوگ نہیں دیتی. یہی
وجہ ہے کہ ہندستان میں ہوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے،
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہ میں یوروگرہی بڑھتی ہے.

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے، کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب میں ہمارے شاکس اوگ ہاتم مل کر رہ جاتے
ہیں. لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے. سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں.
اس دیہاتی جنتا کا آمدنوت کا آہار—یا اس کی سرکاری
کھیتی—بیل گڑی ہے. دوسرے شعبوں میں، بیل گڑی، ہندستان
کی راشتریہ سواری ہے. لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گڑی میں بیٹھ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشتریہ
ملے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار میں جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گڑی میں نہیں!!
بیل گڑی تو دور، تالکے تک کی اجازت نہیں ہے. ہماری
راجدھانی، نئی دلی کی سڑکوں پر بیل گڑی چلنے کی ممانیت
ہی ہے.

دش کے سب سے بڑے گاندھی وادی آرٹ شاسٹری مانے جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا تو یہ چاہئے کی گاندھی وادی آرٹ نہتی کے پرتم شاسٹرکار ہی آپ ہیں۔ آرٹ شاسٹر سبندھی آپ کے کئی پرسدہ گرنتھ ہیں۔ اس وشئے پر آپ کے لیکم تو یٹروں مہں پرانیہ نکلتے ہی رتھتے ہیں، وشہش کر۔ آپ کے اپنے ایک چھوٹے سے ماسک ”گرام اڈیوگ پٹریکا“ مہں۔

اس پستک مہں آچاریہ کے چالیس لیکمں کا سمرھ ہے جو 1948 سے 1953 کے بیچ پرکاشت ہوئے تھ۔ پستک کو چھ ہاٹوں مہں بانٹا گیا ہے—پلچ۔ سالہ یوجنا، سرکار کے کلم، کہتی اور زمین، مزدوری اور اٹھان، اڈیوگ نہتی، اور آپسٹمار۔ لیکم پرانے ہوتے ہوئے بھی ساماچک اور مہتو پورن ہیں۔ اس سئمے تو اور بھی زیادہ، جب یوجنا پر دیہش مہں وچار چل رہا ہے۔ ہاں، زمین سبندھی والے حصہ سے کچھ لیکم نکالے جا سکتے تھ کیونکہ اب بھارت آناج کے لئے ودیشوں کا محتاج نہیں ہے۔

آچاریہ کماریا جی کے کچھ لیکم—جیسے یوجنا پر کچھ وچار، کرائتی کے آثار، بیل گاڑی منع ہے، آزادی کی آرٹ نہتی، محلت کرو، بے کاری—ایک روگ اور کموونٹی پروجیکٹ—تو بہت سندبر اور استھانی ساہتھ کے انگ ہیں۔ محلت کرو، والے لیکم کا ایک حصہ دیکھ بھڑ ہم سے نہیں رہا جاتا۔ آچاریہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ٹراونکور راجہ مہں سر سی۔ یی۔ راماسوامی اڈیر دیوان تھے، تو انہوں نے دھان کوٹنے کی ملیں بند کرا دی تھیں اور دھان کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے تھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھے اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت مہں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی ہٹ رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ اٹھان کہہئے یا جو ہے۔ اُس کو بھی برباد کرنا کہیں گے؟ جب سرکار ایسی نہتی برتی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

اس کے بعد آچاریہ جی کہتے ہیں:—

”رہن سہن کا درجہ اونچا اٹھانے کے معنے کیا ہیں؟ فرش پر بیٹھنے والوں کو کرسی اور میز دے دینا؟ اس درشتی سے امریکہ کا رھن سہن سنسار مہں سب سے اونچا ہے، لیکن کیا وہاں کے لوگ سکھی اور سنتوشٹ ہیں؟ اُن پر تیسری لڑائی کا تر سوار ہے۔ کیول بھوتک سہتی سے سچا سکھ اور سنتوش نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کی شخصیت کا درجہ اونچا اٹھے اور اُس کا وکس ہو۔ یہ چیز ملیں مہں اٹھان کرنے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیا

اس کے بعد آچاریہ جی کہتے ہیں:—

”رہن سہن کا درجہ اونچا اٹھانے کے معنے کیا ہیں؟ فرش پر بیٹھنے والوں کو کرسی اور میز دے دینا؟ اس درشتی سے امریکہ کا رھن سہن سنسار مہں سب سے اونچا ہے، لیکن کیا وہاں کے لوگ سکھی اور سنتوشٹ ہیں؟ اُن پر تیسری لڑائی کا تر سوار ہے۔ کیول بھوتک سہتی سے سچا سکھ اور سنتوش نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کی شخصیت کا درجہ اونچا اٹھے اور اُس کا وکس ہو۔ یہ چیز ملیں مہں اٹھان کرنے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیا

ہماری سرکار اس طرح کے کام کو بڑھاوا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے وکس کو موقع ملے؟ "آچارہ کاریا نے یہ قید 1950 میں کہہ دی۔ مگر یہ آج بھی اٹل ہے۔ اور اگر سرکار کو بوجھ کی سہلوتا کی دراصل کٹنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

ہم اس پستک کے لئے پراکاشک کو بھاڑ دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارے کی پاشاں میں بھی اس کے سلسلے میں ہندی میں تو جلد سے جلد انگریزی جاننے والے اور دیہ کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سمجھدار آدمی کے لئے کتاب بہت ضروری اور وچار پریک ہے۔

—دادو

سماجوا دی ارقہ نیتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لکھک—آری شریمن ناراین؛ پراکاشک—ہارنری راپری کانسرس، 7 جتر منتر روڈ، نئی دلی؛ پنے—184؛ دام—سوا روپے۔

سماجوا دی ڈنگ کی وکسٹھا

(انگریزی اور ہندی)

لکھک اور پراکاشک—بھی اور والے؛ پنے—12؛ دام—نہیں دیے۔

جنوری 1955 میں کانپرس نے اپنی آوازی اندھویشن کے موقع پر یہ پراکاشک پاس کیا کہ اس کا مقصد دیہ کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (سماج کا سماجوا دی ڈنگ) قائم کرنا ہے۔ تب سے کانپرس کی سہاؤں میں اور کانپرس جنوں یا ان کے ویکھیاؤں یا لیکھوں میں "سماجوا دی ڈنگ" کی نام آپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے "ویلنٹیر" (کھیاکاری راجیہ) کا نام آدرش کے طور پر لیا جاتا تھا، وہاں اب سماجوا دی ڈنگ کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی منسٹر کہیں دودھ کی ڈینری یا بسکٹ کا کارخانہ کھولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسوتی گھی کی دوکن کا آڈکائن کرتا ہو، چاہے پڑے لکھ بے کار پیدا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی اڈھار شلا رکھتا ہو، چاہے روکھوں کو پروتساہن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارڈ کھولتا ہو—چاہے کوئی کچھ ہی کرے پر کہتا بھی ہے کہ اس کی اس رائے سے ملک "سماجوا دی ڈنگ" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا منتر بولا جاتا ہے تو اس کے مطابق

کچھ بھی رکھنا پڑتا ہے اور پورانے موشوں اور مانیتاؤں کو چھوڑ کر نئے موشوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ کیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھہ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا ششم کانگریس سنگھن کے پردھان منتری شری شریمن ناراین اپنے 'کانگمک رہیو' (یا 'آرتھک سمیکشا') نام کے پاکشک پتر سے لکھتا رہا ہے۔ یہ دونوں کتابیں ان کے پھکر لیکھوں کا سنگھہ ہیں۔ پہلی پستک میں چونتیس لیکھ ہیں اور دوسری میں تین۔ کیونکہ یہ لیکھ ایک پاکشک کے لٹے اخباری ساچاروں کے آدھار پر لکھے گئے، اس لئے ان میں اکثر باتیں دوہرائی ہوئی ملتی ہیں۔ کہیں کہیں تو ایک ہی وشئے پر تین لیکھ ہیں—جیسے 'پھودان اور آرتھک کرانٹی'، 'بھومی دان یکیکہ کا آرتھ شاستر' اور 'بھومی دان کا آرتھ شاستر'، ان کو سبج ایک میں پرویا جاسکتا تھا۔ اسی طرح 'بھارت اور چھن' پر کے لیکھ ہیں۔ دوسرے پھکر لیکھ لکھتے سمے لیکھک کے سامنے وہ وشئے ہی سب سے خاص معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کتاب کے اندر ایک سلسلہ رہتا ہے اور جس چیز پر جتنا زور دیا جانا چاہئے اتنا دیا جاتا ہے۔ اب اس کتاب میں پلٹا 71 پر (انگریزی) بازہ والے لیکھ میں کہا گیا ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ بازہ روکنے کے لئے بدھ کے پیمالے پر کوشش کرے۔ ساتھ ہی ساتھ پلٹا 48 پر بیکاری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہمارا اول نمبر کا دشمن ہے اور اس کا نوراً سامنا کیا جائے۔ ہماری عرض ہے کہ اگلے سنسکرن میں ان لیکھوں کو لیکھک ایک بار دیکھ جائیں اور ٹھیک سے ان کا تال بٹھادیں۔

پر جن جن وشہوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے 'کرآمدوبوک'، 'شکشا'، 'بھومی سدھار'، 'بازہ'، 'شراب بندی'، 'بیکاری'، 'شامن ویوستھا'، 'سرکاری یوجنائیں'، 'عدالتی نیٹائے آدی'۔ ان کے سبھاؤں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہی بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرنا اور وشیشکر کانگریس جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہی کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پڑھنا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رچناؤں کے دیپک پرچار اور ملن کی سفارش کرتے ہیں۔

اٹھنسک سماج واد کی اُور

ایک مہانا گھنٹی؛ سہادک شری بہارتن کارپا؛
 ہندی انوارک شری رام نراین چودھری؛ پرکشک نوجیون
 پرکاشن ملٹر، احمد آباد؛ پہلی بار، ستمبر 1955؛ پٹنہ—204؛
 دام—دو روپے۔

مہاتما گاندھی کے ساعتیہ کی چٹان ہیں کر، اُس کو دیکھ کر
چھٹو اکڑ، ایک کے بعد ایک اچھی پستک نوجوہن پرکاشن مندر
کی طرف سے سماج کو ملتی جارہی ہے۔ اُن کے سہانہ کام
پرسودہ گاندھی وادی لیکچر شری یو رتن کمارپا کر رہے ہیں۔
اِس کتاب میں سماج واد سبندھی باپو کے لیکچروں کا آتم سنکرہ
ہے، انگریزی سے ہندی انوواد کا کام شری رام نرائن چوندری
نے کیا ہے جو اِس کا میں ماہر ہیں۔

اِس زوردار کتاب کے گیارہ بھاگ ہیں۔ دھیمے، نینک
 آوشیکتاؤں، سمان و ترن، اُدیوک دھندھے، نیونتم مزدوری،
 یونلجی اور شرم، ہرقائیں، چائے کے مزدور اور کسان، قرضگی کے
 روپ میں یونلجی پتی اور زمیندار، غریب لوگ اور — آخری ہے
 — سامعہواد۔ انت میں ہاپو کے سرنام سہوگی شری پہارے
 لال جی کا ایک چھوٹا سا لیکچر ہے۔ گاندھی جی کا سامعہواد۔
 اِس کے بعد آٹھ پنلوں میں کتاب کی سرچی ہے جس سے وہ
 بہت کارآمد اور قیمتی بن گئی ہے۔

اوتھ شاسٹر سمینڈھی باپو کے لکھوں کا یہ سنگڑہ بہت سامٹک
 اور سنگڑہ ہے۔ لرتھ شاسٹر کے بےسہوں پہلو پر باپو کے وچار اِس
 مہیں دیتے گتھ ہیں۔ سماج وادی قھانچہ قائم کرنا ہو یا
 سامت وادی، اُس کے لئے نیچ کے جیوں مہیں بدل کرنے کی
 ضرورت ہے۔ ہم اپنی جگہ اپنے اپنے پرانے قہروں پر چلتے (ہیں
 اور اُسا یہ کریں، یہ دیسی کا قھانچہ سماج وادی ہو جائیگا
 تو وہ بھول ہوکر اُم کھانے کے جیسی اُسا ہوگی۔

ہم اِس کتاب کے زیادہ سے زیادہ پرچار، آدھیں، چنکن اور منن کی اپیل کرتے ہیں۔ اُرتھ شاستر اور راج کالج میں دلچسپی رکھنے والے ہر ودیار تھی، شکشک، کلریہ کرنا، بھائی یا بہن کے لئے تو اِسے لازمی سمجھا جانا چاہئے۔ پھر اِس کے پڑھنے سے من کو بھی شانتی ملتی ہے، دماغ کے کونوں کو صاف دینے میں مدد ملتی ہے اور زندگی کے لئے روشنی ملتی ہے۔ آخر میں اِس کتاب کے بارے میں زیادہ کہنا سوج کو دیکھ دیکھ جائے گا۔

کھابوؤں کی کہانیاں

لکھک—مہاویر پرشاد پودار؛ پرکاشک—سستا
 साहित्य मंडल, नई दिल्ली; पहली बार 1955; पन्ने—168
 दाम—दो रुपये.

गोरखपुर के आरोग्य मंदिर के श्री महावीर प्रसाद पौदार हमारे देश के पुराने और अनुभवी लेखकों में हैं. पर शायद जाने वाली पीढ़ियाँ उन्हें एक सिद्धस्त लेखक के रूप में याद किया करेंगी. पौदार जी कम लिखते हैं, लेकिन जो भी लिखते हैं अपने खरे, चौकस और पक्के अनुभव की बिना पर लिखते हैं. फिर भाषा भी ऐसे कमाल की होती है कि घर के अंदर दादी या नानी या सड़क का रिकशा वाला या मेहतर भी उसे समझ जाये.

पौदार जी ने अब तक आरोग्य सम्बन्धी कई पुस्तकें लिखीं. बापू की 'आत्म कथा' का गुजराती से उल्था किया. लेकिन यह बात ज़ाहिर कम है कि पौदार जी कहानियाँ भी खूब लिख लेते हैं. कोई भी कहानीकार या उपन्यास लिखने वाला उनकी शैली या ज़बान पर ईर्ष्या किये बिना नहीं रह सकता.

इस किताब में पौदार जी की 115 कहानियाँ हैं, और हर कहानी का शीर्षक एक कहावत है. इस तरह यह किताब कहावतों की कहानियाँ बन गई है. इन कहानियों से उन उन कहावतों का रहस्य, उनकी खूबी और उनके इस्तेमाल का ढंग सामने आ जाता है. हमें शुब्हा है कि आजकल स्कूल-कालिज में पढ़ने वाले भाई बहनों को जो 'राष्ट्र भाषा' सिखाई जा रही है वह कुछ ऐसी बनावटी सी है कि उनको हमारे असली जीवन से जुदा करती जा रही है. बहुत से मुहावरे और कहावतें तो यह पढ़े-लिखे समझते ही नहीं. हमने ऐसे भी शिक्षित देखे हैं जाँ ऐसा कहावतें तक नहीं समझते—बिल्ली के भाग्य से छीका दूदा ! मैंस के आगे बीन बजाना ! उनके मानसिक दारिद्रता के बारे में किसे दुख नहीं होगा.

इसलिये हम इस किताब का बहुत स्वागत करते हैं. क्या लेखक, क्या प्रकाशक—दोनों बधाई के पात्र हैं. हम चाहेंगे कि यह हिन्दी भाषा-भाषी प्रान्तों में—उत्तर प्रदेश, बिहार, मध्य भारत, मध्यप्रदेश, विंध्यप्रदेश और राजस्थान में—कांस में शामिल की जाये और हिन्दी के हर पुस्तकालय में इसे रखा जाये. साथ ही साथ प्रकाशक महोदय से बिनती करेंगे कि इसका एक सस्ता संस्करण—सस्ते से सस्ता संस्करण—निकालें जिससे न केवल 'सस्ता साहित्य मंडल' का नाम सार्थक हो, बल्कि सस्ताहित्य की यह देन हर शहराती के घर पहुँच जाये.

کھاتوں کی کہانیاں

لیکھک—مہاویر پرشاد پودار؛ پرکاشک—سستا
 منزل، نئی دہلی؛ پہلی بار 1955؛ پنے—158؛ دام—دو
 روپے .

گورکھپور کے آرؤگہ مندر کے شری مہاویر پرشاد پودار ہمارے دیہی کے پرانے اور انورہوی سیرکس میں ہیں . پر شاید آنے والی پیڑھیاں انہیں ایک سدھست لیکھک کے روپ میں یاد کیا کریں گی . پودار جی کم لکھتے ہیں، لیکن جو بھی لکھتے ہیں اپنے گھرے، چوکس اور پکے انورہوی کی بنا پر لکھتے ہیں . ہر بھاشا بھی ایسے نمال کی ہوتی ہے کہ گھر کے اندر دادی یا نانی یا سڑک کا رکشہ والا یا مہتر بھی اُسے سمجھ جائے .

پودار جی نے اب تک آرؤگہ سمبندھی کئی پستکیں لکھیں . باپو کی 'آتم کھا' کا گجراتی سے اُلٹا کیا . لیکن یہ بات ظاہر کم ہے کہ پودار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے ہیں . کوئی بھی کہانی کار یا آپنیاس لکھنے والا اُن کی شہلی یا زبان پر ایرشیا کئے بنا نہیں رہ سکتا .

اس کتاب میں پودار جی کی 115 کہانیاں ہیں، اور ہر کہانی کا شہریشک ایک کھاتہ ہے . اس طرح یہ کتاب کھاتوں کی کہانیاں بن گئی ہے . ان کہانیوں سے اُن اُن کہاتوں کا دھسیہ، اُن کی خوبی اور اُن کے استعمال کا تھلگ سامنے آجاتا ہے . ہمیں شبہ ہے کہ آجکل اسکول کالج میں پڑھنے والے بھائی بہنوں کو جو 'راشٹر بھاشا' سکھائی جا رہی ہے وہ کچھ ایسی ہلارٹی سی ہے کہ اُن کو ہمارے اصلی جیہوں سے جدا کرتی جا رہی ہے . بہت سے متکارے اور کھاتوں تو یہ پڑھے لکھے سمجھتے ہی نہیں . ہم نے ایسے بھی شکست دیکھے ہیں جو ایسی کہانیاں نک نہیں سمجھتے—ہلی کے بھائی سے چھینکا ٹوٹا ! بیہنس کے آگے بین بچانا ! اُن کے مانسک داندرا کے بارے میں کسے دیکھ نہیں ہوگا .

اس لئے ہم اس کتاب کا بہت سواکت کرتے ہیں . کیا لیکھک، کیا پرکاشک—دونوں بدھائی کے پاتر ہیں . ہم چاہیں گے کہ یہ ہندی بھاشا بھاشی پرانتوں میں—اُترپردیش، بہار، مدھیہ بھارت، مدھیہ پردیش، رندھیہ پردیش، اور راجستھان میں—کورس میں شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ میں اُسے رکھا جائے . ساتھ ہی ساتھ پرکاشک مہودیش سے ہندی دریگے کہ اس کا ایک سستا سنسکرن—سستے سے سستا سنسکرن—نکالیں جس سے نہ کیول 'سستا ساغتیہ منزل' کا نام سارٹھک ہو، بلکہ ست ساغتیہ کی یہ دین ہو شہرائی کے گھر پہونچ جائے .

ہماری آواز

ہتھیاریوں کی پوجا

ہتھیاروں کی پوجا

ہتھیاروں میں ایک بڑی دھند خبر آئی ہے، وہ یہ کہ دسھرے کے دن بھارت سرکار کے ڈیفینس منسٹر نے ہتھیاروں کی باکایدا پوجا کی اور بہت تریدی پورک ہتھیاروں کی باقاعدہ پوجا کی اور بہت بدھی پورک دسھرے کا آنسو منایا۔ ظاہر بات ہے کہ اُس پوجن میں ڈیفینس منسٹر صاحب نے کسی بڑے پروہت کو بلاکر منتر پڑھوائے ہونگے، ہتھیاروں پر تلک کیا ہوگا اور پھر اُن پندت جی کو چڑھاوا دیگا اُن کے آشیراد لئے ہونگے۔ ہماری یاد میں آزاد بھارت میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب ہتھیاروں کی پوجا کسی منسٹر نے کی ہو۔ یہ گھٹنا ہے تو چھوٹی سی، پر ہم اسے بہت خطرناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ خاص دسھرے کے روز، کسی پندت کی لکرانی میں اس طرح پوجا کرنا ہمارے سیکولر اسٹیٹ (دھرم تریبیکھ راجیہ) کے آدرشوں کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کالجیو نے ہتھیار پوجا اس دسھرے پر صرف اسی وجہ سے کی کیونکہ وہ ڈیفینس منسٹر ہیں۔ پار سال جب وہ ہوم منسٹر تھے، یا اُس کے پہلے جب گورنر تھے تب تو وہ ایسا نہیں کرتے رہے ہونگے۔ اور پار سال یا اس کے پہلے جو سچن ڈیفینس منسٹر رہے انہوں نے بھی اس طرح پوجا نہیں کی، کیونکہ سرکار کی طرف سے یا ودھان کے اندر اس طرح کا کوئی حکم یا پابندی نہیں ہے۔ اس لئے اس پوجا کے اندر سے سامہور دیکھنا کی گندہ صاف صاف نکلتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈیفینس منسٹر دیوالی کے دن سرکاری بچت کے کانڈنوں کو لیکر پوجا کرنے لگ جائیں، ایجوکیشن منسٹر کسی موقع پر اپنے اسلامی تھلک سے کچھ جشن ملانے لگیں، ہلکم منسٹر اپنے عیسائی طریقے سے کچھ ساورہ کریں—ہر کوئی اپنے اپنے دھرم کی ہندیا میں جو چاہے پکالے لگے—تب ہمارے اٹیکن دعوے غلط ثابت ہونگے اور دنیا کے سامنے ہم جوئے قرار دیئے جائینگے۔ یہ ظاہر ہے کہ نجی حیثیت سے ہر ناگرک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس حق کی ہم قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ناگرک کو اُس سے بھی زیادہ

ہی کیلئے دہرائی اور فوجیں سب دھرموں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا، سب کی ایک ہی عزت کرنا، کسی کو چوٹ نہ پہنچانا، یعنی سرو دھرم سبھاؤ۔ اس طرح کے پوجن کرنے سے وہ سبھاؤ نشٹ ہوتا ہے اور ہمارے دیہی کی ایکتا کی بنیادیں پر چوٹ پہنچتی ہے۔

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھیس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوہائیں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ذرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی اٹھتا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لیکر شانتی اور امن کے راستے پر ”پنج شیل“ نام سے، دیہی دیہی سے سمجھوتے یا رافی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھیس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھارے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے منگڑوں میں کاٹور ہوجانے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اُس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار ویاپی اندھیرے کو چیرکر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا ”پنج شیل“ کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاتجو جیسے سچھدار اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے ”ہریجنی“ میں ایک لیکچر بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیچوں میں وہ اہنسا کی شکتی اور اُس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو مجبوراً اس کا بھی مطلب لگانا ہوگا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بھرتی اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا ہیئت کے وچار اس طرح بٹکا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کون وشواس کریگا؟

ہم وچاروں کی سکتھنوتا یا لکھن کی فقیر پٹیل کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے، اور اُنہی

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھیس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوہائیں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ذرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی اٹھتا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لیکر شانتی اور امن کے راستے پر ”پنج شیل“ نام سے، دیہی دیہی سے سمجھوتے یا رافی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھیس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھارے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے منگڑوں میں کاٹور ہوجانے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اُس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار ویاپی اندھیرے کو چیرکر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا ”پنج شیل“ کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاتجو جیسے سچھدار اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے ”ہریجنی“ میں ایک لیکچر بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیچوں میں وہ اہنسا کی شکتی اور اُس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو مجبوراً اس کا بھی مطلب لگانا ہوگا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بھرتی اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا ہیئت کے وچار اس طرح بٹکا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کون وشواس کریگا؟

ہم وچاروں کی سکتھنوتا یا لکھن کی فقیر پٹیل کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے، اور اُنہی

کھڑکی-پرسی ہے۔ اسلئے نئے نئے خیال سماج کے سامنے آئے رہیں گے اور انسانیت کے لئے نئے نئے خیال آئے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ دنیا جس دشا میں جس حد تک آگے آگے کی گئی ہے، اُس دشا میں پھر واپس نہیں جائیگی۔ ہتھیاروں کے بارے میں اُس نے سب سے لیا ہے کہ اُن کے استعمال سے اُس کی بربادی ہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے امریکہ، روس، انگلینڈ اور فرانس کی سرکاروں کے ساتھ ایک ساتھ بیٹھے، ملکر باتیں کیں، ایک دوسرے کے نزدیک آئے اور امن کی طرف دنیا کو آگے لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے کچھ عرصے بعد سب دنیا بھر کے دیکھناک جنہوں میں جمع ہوئے تو انہوں نے اِس بات پر دل کو لکر وچار کیا کہ ایتھ یا پرومانو کی شہتی کو کس طرح منشیہ کے ہت میں لارگو بنایا جائے۔ آئے والے زمانے میں ہتیار اور دیکھنا کی بجائے اہلسا اور دیکھنا ملکر چلنے والے ہیں۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

—سوریش رامپائی

14. 11. '55

بے لگام چال

دیش میں پیدار بڑھانے اور چلتا کی بہتری کی خاطر ہماری سرکاریں—کیا کینڈریہ اور کیا پروانٹیکہ—طرح طرح کی یوجنائیں ملک کے سامنے لا رہی ہیں۔ ان میں چلتا کا لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی ایسی سے نہیں ہتا سکتا کہ ان سے دیہی کو کیسا اور کتنا فائدہ پہونچے گا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ سرکار اِس خرچ پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی ہے اور بے لگام گھڑے کی طرح خرچ آندا دھند ہو رہا ہے۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا ہی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مدوں کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

کھڑکی-پرسی ہے۔ اسلئے نئے نئے خیال سماج کے سامنے آئے رہیں گے اور انسانیت کے لئے نئے نئے خیال آئے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ دنیا جس دشا میں جس حد تک آگے آگے کی گئی ہے، اُس دشا میں پھر واپس نہیں جائیگی۔ ہتھیاروں کے بارے میں اُس نے سب سے لیا ہے کہ اُن کے استعمال سے اُس کی بربادی ہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے امریکہ، روس، انگلینڈ اور فرانس کی سرکاروں کے ساتھ ایک ساتھ بیٹھے، ملکر باتیں کیں، ایک دوسرے کے نزدیک آئے اور امن کی طرف دنیا کو آگے لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے کچھ عرصے بعد سب دنیا بھر کے دیکھناک جنہوں میں جمع ہوئے تو انہوں نے اِس بات پر دل کو لکر وچار کیا کہ ایتھ یا پرومانو کی شہتی کو کس طرح منشیہ کے ہت میں لارگو بنایا جائے۔ آئے والے زمانے میں ہتیار اور دیکھنا کی بجائے اہلسا اور دیکھنا ملکر چلنے والے ہیں۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیکھتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہندو مہاساکر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

14. 11. '55

—سوریش رامپائی

بے-لگام چال

دیش میں پیدار بڑھانے اور जनता की بہتری کی خاطر ہماری سرکارے—کیا کینڈریہ اور کیا پروانٹیکہ—طرح طرح کی یوجنائیں ملک کے سامنے لا رہی ہیں۔ ان میں چلتا کا لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی ایسی سے نہیں ہتا سکتا کہ ان سے دیہی کو کیسا اور کتنا فائدہ پہونچے گا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ سرکار اِس خرچ پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی ہے اور بے لگام گھڑے کی طرح خرچ آندا دھند ہو رہا ہے۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا ہی ہوتی ہے۔ ان میں سے چند خاص مدوں کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کھانا دیکھنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے کونینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردھان منتری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'کونینس منسٹر نے بنایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پالنا ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بٹھانا چاہتی ہے۔ کونینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنکھن سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی 'سن 1955 میں' پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخر ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وزاکا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور بنگلور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہیں۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لے گی۔ امید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمیٹی کی مدد سے وزاکا پٹم میں

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کھانا دیکھنے والی پارلیامینٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیامینٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیامینٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہاتوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے کونینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیامینٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردھان منتری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'کونینس منسٹر نے بنایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پالنا ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بٹھانا چاہتی ہے۔ کونینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنکھن سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی 'سن 1955 میں' پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایک ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفٹ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کمیٹی کی آخر ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وزاکا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور بنگلور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہیں۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لے گی۔ امید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمیٹی کی مدد سے وزاکا پٹم میں

چہاز ہڈی کا سلسلہ قائم ہو جائیگا اور ہندستانی کرپکروں کو ایسی کرپنگ بھی اس میں مل جائیگی کہ سارا کم وہ اپنے آپ چلے جاتوں۔

لیکن ہوا کچھ اور ہی . ایسٹیمینٹ کمپنی کا کہنا ہے کہ کوئی بھی اُمداد پوری نہیں ہوئی . فرانسیسی کمپنی نے جو سامان بھیجے تھے وہ پورے نہیں اُترے . جہاز بنانے کی رفتار میں تاخیر آنے کے بجائے اور ملدی . آگئی . یہ نہیں کہ سرکار کے پلس جہازوں کی سپلائی کی مانگ نہیں تھی . مانگ تھی مگر مال ہی تیار نہیں تھا . اِس طرح شدول (Schedule) کے مطابق جہاز جو نہیں اُن سکے ، اُس سے کارخانے کو ہماری آرتھک نقصان اُٹھانا پڑا . اُس کی سائیکل کو دھکا لگا سو انگ . ایسٹیمینٹ کمپنی کی رائے ہے کہ اُن نقصانوں کے لئے سرکار کے فرانسیسی صلحکار ہی ذمہ دار ہیں جنہوں نے اپنے فرض کو اُٹھک سے نہیں نبھایا . ہمیں نہیں معلوم کہ بھارت سرکار فرانسیسی کمپنی سے یہ گھانا وصول کر سکیگی یا نہیں . لیکن بس طرح کے ایک طرفہ ٹھیکے ودیشی کمپنیوں کو دیکر سرکار لٹی بار دھوکھا کھا چکی ہے اور جتنا کا پیسہ پروا ہوا ہے . سب میں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہندوستانی کارپیکروں کی ٹریننگ کا کام بھی کسی حد تک اُنہیں نہیں پڑھا . ایسٹیمینٹ کمپنی نے کہا ہے کہ اُس معاملے پر فوراً دھیان دینا چاہئے اور جلد سے جلد اِس کا علاج کرنا چاہئے .

یہی حال ہنگامہ کی مشین ٹولس فیکٹری میں ہوا بتایا جاتا ہے جہاں ایک سوئٹزرلینڈ کی کمپنی کی نگرانی میں کام چل رہا تھا۔ اس فیکٹری کو سرکاری حلقوں میں بہت ہی نمایاں فیکٹری مانا جاتا ہے۔ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس کی مدد سے دیہات میں انیکوں چھوٹے بڑے کارخانوں کے چلنے میں مدد ملے گی۔ لیکن یہاں بھی گھونٹا ہوا۔ نہ مال تیار ہوا اور نہ انتظام ہی ٹھیک رہا۔ اسٹیٹسٹ کمپنی کی رپورٹ یہ ہے کہ سوز کمپنی کے ساتھ بھارت سرکار بہت لا پرواہی اور تھلائی سے پیش آئی اور دیہات کا پیسہ جو بچایا جا سکتا تھا—ناحق لٹا کر بہانہ کیا۔ کمپنی نے تجویز کی ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ اس فیکٹری کی یوجنا کی دوبارہ جانچ کرانہ اور نئے سرے سے اس کا بلڈوسٹ کرے۔

دیکھ کے دہن کی اِس تباہی پر مدارس کے ”ہندو“
 اہل کے سرنام اختیار نے بہت دُکھ ظاہر کیا ہے۔
 ”ہندو“ کوئی کرائٹیکاری یا سرکار ورنہی یا گرامودیہ کی اخبار
 نہیں ہے۔ اُس تک کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد
 ریڈیو فرسوں سے سرکار کے سینڈھ کا جو لپکا ہے

وہ بہت فاشک آرتھک سرگرمیوں کا لہکا ہے۔ اور اگر دیہی
کا زیادہ دوسے والے میں بہانا منظور نہیں ہے تو یہ دیکھ اٹھانے
فوراً ختم ہونا چاہئے۔

—सुरेश रामभाई

—سریش رام بھائی

15. 11. 55

ایک خطرناک سوچھاڑ

ہمارے پردھان منتری نے گت 14 نومبر کو اِس دنیا میں اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اِس موقع پر اپنے دیہی واسیوں کے ساتھ ہم یلڈت جواہر لال کا اُدر کے ساتھ اہیلندن کرتے ہیں۔ انٹر، اشریہ چکت میں اُنہوں نے بھارت کا مستک اُونچا اُٹھایا ہے۔ اِس سے بھی بڑھکر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں شانتی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل ہیں اور دیش دیش کے دکھی لوگ اِن کی طرف بڑے اطمینان اور اُمید پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے اُن کو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو—دادا دار
 آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اِس لئے بچوں پر پنڈت جی
 نہ غصہ کرتے ہیں اور نہ اُن کی زیادتیوں کا برا مانتے ہیں۔
 اُن کے ہاتھ سے پھل پھول لینا پسند کرتے ہیں۔ بچہ پہلے دو برس
 سے اُن کی سالگرہ کے موقع پر بچوں کے پردرشن شروع کئے گئے۔
 ”چاچا نمبر دو“ کہہ کر اُن کی جے منڈائی گئی۔ اِس مرتبہ اِس
 پردرشن نے ذرا زیادہ بڑی اور نمایاں شکل لی—کیونکہ اُس
 میں سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لی گئی۔
 لیکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردرہان منگرو کی

سوپٹری نے ایک جگہ کہا : ”اگلے سال سے 14 نومبر ایک ’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چھٹی) ہو اور اُس دن دیس مہں ’چلڈرنس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ اُن کے اِس سوچھل کے آدھار پر ”ہندستان ٹائمس“ کے پرسنل فلم نویس ”انصاف“ نے یہ تجویز دیس کی ہے کہ جہاں 14 نومبر ”چلڈرنس ڈے“ کے طور پر، وہاں گاندھی جینٹی یعنی 2 اکتوبر ”یڈرنٹس ڈے“ (مانا بقا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب ملتواری ہے۔ 'چلڈرینس ڈے'، 'الک'، 'پیریڈس ڈے'، 'الک'۔ آگے چلکر کوئی طبیعت والا سوچھاؤ بیوی کرے گا کہ شریعتی انداز گاندھی کی سالگرہ کو 'ڈاٹرس ڈے' (بیٹیوں کا دن) یا 'وائوز ڈے' (سدھواؤں کا دن) منایا جائے، پھر کسی اور کا 'سلس ڈے' (بیٹوں کا دن) یا 'ہزیٹس ڈے' (پتھوں کا دن) یا 'خاندنوں کا دن' منایا جائے !!

واہر ہے کہ شرمیلی اندرا گاندھی اور شری "انصاف" دونوں کے سوچاؤ بہت خطرناک اور نامناسب ہیں۔ اس طرح بچوں اور ان کے ماں باپ میں ہتھوڑا کرنا تو شاید بڑے بڑے مارکس وادی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ یہ ورگیکرن وچار کے اوجھڑپ اور دل کی تنگی کا نمونہ ہے۔ پھر، گاندھی جینتی کو 'پیرینٹس ڈے' قرار دینا اسے ایکدم نکما کر دینا ہے۔ گاندھی جی اسے خود ہی چرخہ جینتی نام دے گئے ہیں۔ اگر چرخہ جینتی کامیاب ہوتی ہے تو بچوں کو بھی روٹی نصیب ہوگی اور ان کے ماں باپ بھی اپنے پوروں پر کڑے رہ سکیں گے۔ اور اگر چرخہ جینتی کامیاب نہیں ہوتی تو بچے دانے دانے کو ترسینگے اور ماں باپ غلوں سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔ اس لئے سچی گاندھی جینتی میں 'چلنڈرینٹس ڈے' اور 'پیرینٹس ڈے' دونوں سما جاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج ہندو نہرو کے لئے جو بھکتی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نورے ایسے ہونگے جو ہندو جی کو 'پردھان منتری' کے نانے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لگیں گے اور ہندو جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھکتی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھکتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوبھا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاتموں سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آئنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خانہ کے بعد ہی اس کے دیکھنے کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیت سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی اٹھاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج ہندو نہرو کے لئے جو بھکتی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نورے ایسے ہونگے جو ہندو جی کو 'پردھان منتری' کے نانے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لگیں گے اور ہندو جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھکتی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھکتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج ہندو نہرو کے لئے جو بھکتی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نورے ایسے ہونگے جو ہندو جی کو 'پردھان منتری' کے نانے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لگیں گے اور ہندو جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھکتی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھکتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوبھا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاتموں سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آئنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خانہ کے بعد ہی اس کے دیکھنے کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیت سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی اٹھاتے ہیں۔

تیسرے یہ دیہی ہے ہندوستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھکتی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے بڑھ کر جس پردھان منتری

تیسرے، یہ دیہی ہے ہندوستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں—جن میں ایک ہے اندھ بھکتی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے بڑھ کر جس پردھان منتری

کے جنم-دین بھٹی نہ کی گئی تو اس کی کسرت شان سمجھی جائیگی، اور وہ اس سے کوئی اثر لے یہ نہ لے لیکن اس کے خوشامدی اسے جوں کہل لیمہ دینگے؟ پھر، اگر جواہر لال جی کی سالگرہ کو چھٹی بھی جاتی ہے تو منجھلے لوگ اس بات کے لئے زمین آسمان ایک کر دینگے کہ ڈاکٹر دھان چند رائے کی سالگرہ پر کم سے کم پچھم ہنگال میں تو چھٹی ہو، یا ڈاکٹر شری کرشن سنگھ کی سالگرہ پر بہار میں، ڈاکٹر سوہرناوند کی آتر پردیش میں، ڈاکٹر روی شکر شکل کی مدھیہ پردیش میں، ایندلی۔ یہ تو ہمیں اس بنا پر ہو رہا ہے کہ ہم نے اخباروں میں ان مکھیہ منتریوں پر گمبھیر لوگوں کے اس آئنے کے لیمہ دیکھے ہیں اور ایک بڑے چالو پتر لے تو ان میں سے ایک پر دیشیتفک (سپلیمنٹ) نک نکلا ہے ایک منسٹر نے اپنے چیف منسٹر کی تعریف کرتے ہوئے ایک بار کہا کہ آجکل کے زمانے کو ان کا (چیف منسٹر کا نام) یک کہا جائیگا! اس طرح کیندریہ اور پرانتیہ چھٹیوں کا دور چھ تو کوئی انتہا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس وبا کو روکنے کے لئے کہیں آرگنیزیشن کی ضرورت نہ پڑ جائے!

آخر میں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اپنے پتا، پتی، پتر یا پتری یا کسی کی درش گائے کو راشتریہ روپ میں منوالے کی ہمیں لاسا ہی کہیں ہو؟ ایک سے ایک بڑے رشی ملی، راجے مہاراجے، دیولن یا انسر آئے اور چلے گئے۔ ہندستان میں آج کون جانتا ہے منو یا وششٹ کو، جنک یا شکر اچاریہ کو، اشوک یا انیر کو؟ اور ان کو نہیں جانتے یا ان کی سالگرہ نہیں منانے سے ان کی شان میں کوئی ہتہ بھی تو نہیں آتا۔ ان کو خوشی اس نہیں ہوگی کہ لوگ ان کا جنم دن تو منائیں پر کلم جو بھی کریں سو ان کی زندگی کے عمل کے خلاف کریں، بلکہ اس سے ہوگی کہ لوگ انہیں اتنا بھول جائیں کہ ان کے اصولوں کو ہضم کر کے انہیں انہیں امتسات کر لیں۔ اور اس طرح انسانیت کی را، میں ایک سے ایک بڑھ کر منزل قدر ہو کر ہنسٹے کہلتے اور شان کے ساتھ طے کریں۔

20. 11. '55

—سوریش رام بھائی

—سوریش رام بھائی

20. 11. '55

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	قیمت	نمبر	نام کتاب	لکھک	قیمت	نمبر
1. شہر و شہری	شری ایرومیا پرساد گولہ	8 0 0	1	2. شہر و شہری	"	8 0 0	2
3. گھرے پانی پتہ	"	2 8 0	3	4. ہمارے آرٹھ	شری ہمارسی داس چٹرویدی	3 0 0	4
5. سنسکرت	"	3 0 0	5	6. دو ہزار ورہ پرانی کہانیاں	شری جگدیپ چندر جھن	3 0 0	6
7. ج्ञान गंगा	شری نارائن پرساد جھن	6 0 0	7	8. پتہ چلے	شری شانتی پریم دویدی	2 0 0	8
9. پنج پرديپ	شری شانتی ایم . اے	2 0 0	9	10. آکھ کے تارے دھرتی کے پھول	شری کلپال مسر پرہانر	2 0 0	10
11. مکتی دوت	شری ویرندر کمار جھن ایم . اے	0 0	11	12. ملن پامنی	شری یجن	4 0 0	12
13. رجت رشی	ڈاکٹر رام کمار ورما	2 8 0	13	14. مہرے ہاپو	شری نئے بھاریا	2 8 0	14
15. وشو سنگھ کی اور	پندت سندھو لال بھگوان داس کھلا	3 0 0	15	16. بھارتیہ آرٹھ شاستر	شری بھگوان داس کھلا	0 0	16
17. بھارتیہ شاستر	"	3 0 0	17	18. ناکرک شاستر	"	2 4 0	18
19. سامراج اور ان کا پتی	"	2 8 0	19	20. بھارتیہ سوادھینتا	"	1 4 0	20
21. سرورڈے آرٹھ دیوستھا	"	1 8 0	21	22. ہمارے آدم جاتھان	شری بھگوان داس کھلا اور شری اکل دے	3 8 0	22
23. آرٹھ شاستر شبداولی	شری دیا شکر دوپے ایم . اے . ایل ایل . بی . گچادھر پرساد 'امہشت'	2 0 0	23	24. ناکرک شاستر	شری بھگوان داس کھلا اور شری اکل دے	1 8 0	24
25. راجتر منقل شاستر	شری دیا شکر دوپے	1 8 0	25	26. جوانو	مہاتما بھگوان دین	3 0 0	26
27. مارے کی ہست !	"	1 0 0	27	28. ملونا سچ	"	0 8 0	28
29. مہرے ساتھی	"	1 0 0	29		"		

میلنے کا پتہ—

میلنگر 'نیا ہندی'

145، سٹیٹن، راجا رام پور۔

میلنگر 'نیا ہندی' 145، سٹیٹن، راجا رام پور۔

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हजरत मोहम्मद और इस्लाम

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندر لال، مولا—دو روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمندھ میں باروبہ، بیاضاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندر لال، مولا—ڈیڑ روپیہ

مہاتما زرتشت اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

سمیر، بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہور ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنکرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بیاضیورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—دائتر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ڈیڑ روپیہ

قرآن اور دھارمک متبھید

لیکھک—مولانا ابولھام آزاد، قیمت—ڈیڑ روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کویتاں کا سنکرہ)

لیکھک—رگھوپتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

ہندستانی کلچر سوسائٹی ہیندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مٹھی گنج، الہ آباد 14 مٹھی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

कलचर पर हर तरह की किताबें मिलने का एक बड़ी केन्द्र—पाठक हिन्दी, उर्दू, अंग्रेजी की अपनी मन-पसन्द किताबों के लिये हमें लिखें।

हमारी नई किताबें

महात्मा गान्धी की वसीयत

(हिन्दी और उर्दू में)

लेखक—गान्धीवाद के माने जाने

विद्वान : श्री मंजूर अली मोरुता

संके 225, क्रीमन्त दो रुपया

— : ० : —

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कृदमिया औदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

— : ० : —

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 संके, दाम दहा रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 संके, दाम बारह आने

महात्मा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमन्त बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमन्त चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमन्त दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھک—گاندھی واد کے مانے جانے

ویدوان: شری منظر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھک—کدسیہ زیدی

بہو کا—پندت جواہر لال نہرو

مونا گاندھی، مونا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دوم دو روپیہ

—:0:—

پندت سندرالال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دام دھائی روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، مٹی کنگ انہ آد

اس نمبر کے خاص لیکھ
 ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

—شہری لہ چہ - جن

ناتن (کہانی)

—شہری لہ چہ - جن

دہاتی دواخانہ (ایکایکی ناک)

—شہری لہ چہ - جن

ایم. اے. ایل. ایل. بی.

بھارتیہ یوگا ہندی میں

کرلودیوگ کا مہتو

—شہری لہ چہ - جن

اسکے علاوہ

دیس بیہس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سہادگی نوٹ

دیس بیہس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سہادگی نوٹ

کولچر سوسائٹی، ایلہاہا



کولچر سوسائٹی، ایلہاہا

1956

1956

1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)
Mahatma Bhagwan Din
Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law
Pandit Sundarlal
Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai
Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-
Foreign Rs. 10/-
Single Copy As. 10/- only

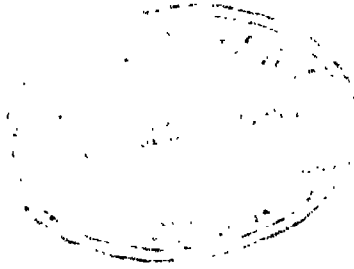
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

نمبر 2 نمبر جلد 21 جلد



فروری 1956

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

145 مودوگج، ایلاہاباد

145 ملی کتب خانہ

کتاب کیا ہے	صفحہ	سفر
1. دھرم اور راجنیتی
ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت	68	...
2. چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں
— شری لو چہ - چن	72	...
3. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں
— انورادک شری معصوب رضوی	77	...
4. روسی بچے
— انورادک شری محمد حیدر	80	...
5. نائن (نہائی)
— شری جیو وائی بوکیشو	83	...
6. دیہاتی دواخانہ (ایکائی نائک)
— شری ودیا بھوشن مصر	88	...
7. بھارتیہ یوجنا ہندی میں کرلم ادیوگ کا مہم
— شری سریش رام بھائی	93	...
8. ہماری رائے—	99	...
ایشیا کی ایکٹا کے لئے حیدرآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکٹا کے شیہ پریتن؛ بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نہایتی اور نرجیون؛ ایلویتی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نریندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—		
وشومہر ناتھ پانڈے .		

ایشیا کی ایکٹا کے لئے حیدرآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکٹا کے شیہ پریتن؛ بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نہایتی اور نرجیون؛ ایلویتی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نریندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—

وشومہر ناتھ پانڈے .

پہلے لے کر مہنگے جو مہنگے دی گئی ہیں ان سے ہمارے
میں آسکتا ہے کہ دھرم راجنیتی کے باہر کی چیز نہیں ہے۔
پورے زمانے اور پہلے زمانے میں لوگ دھرم کو راجنیتی کا
ایک آپاٹ سمجھ کر دیوار میں لٹے تھے۔ اسی لئے وجہاً لوگ
ہمارے ہوئی جانتوں کے دھرم استھان اور ان کی دھرمک کتابیں
برباد کر دیتے تھے۔ ہمارے ہوئی جانتوں کے دلیں سے پرانی
پادگروں کو مٹانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ
ان کا مذہب تبدیل کر دیا جائے۔ عربوں دوارا جیتی ہوئی
مسلمان دنیا اپنے پورے انتہاس کو بھول سی گئی۔ اسی طرح
اپنے مذہب کو چھوڑ کر بھارت کی ہندوستانی کچھ تو اینگلو
انڈین ہو گئیں اور کچھ پاکستانی بن گئیں۔ اسی طرح مذہب
یک میں شیلیندر سامراجیت کے اندر فلیپائن دیویپ سموتہ تھا
لیکن اب فلیپائن والے اپنا آئیت بھول کر یورپیہ سبھیٹا کے ساتھ
ہی اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔ قسمت کی بات کہ جن اسپینوں
نے فلیپائن کو جیتا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ—”اس استھان کے
لوگوں کا دھرم، اچار دیوار، آئین، لپی وغیرہ بھارتیہ تھی۔“
آجکل کے امریکن دواؤں نے اپنی کھوجوں سے یہ ثابت کیا ہے
کہ ایک زمانے میں یہ جگہ بھارتیہ سبھیٹا کے اثر کے اندر تھی۔
اس کے علاوہ منڈاناؤ (Mindanao) ٹاپو کے رہنے والے، جو
خون کے لحاظ سے شدہ بھارت و اسی ہیں، آج بھارت کے ساتھ
اپنے خون کے تعلقات بھولے ہوئے ہیں۔*

سلسلہ کے سبھی مذہبوں نے شروع میں anthropological
شکل میں جنم لیا۔ اینتھراپالوجیکل کا مطلب ہے کہ جائزیت
کے پیکش کے ساتھ ساتھ اس سے طرح طرح کے اعتقاد اور اثرات
اور پرتشہان پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اینڈو - یورپیہ زبان
بولنے والے یعنی آریہ ہاشا بولنے والے پہلے ایک ساتھ رہتے تھے، سب
کی ایک ہی کلچر اور ایکسہ اچار وچار تھے۔ اس
کے بعد وہ اپنی الگ الگ اینتھروپیکٹی کے لئے الگ الگ
ہو گئے۔ اسی سے الگ الگ قومیں بن گئیں اور ان

यूनीनों के अलग अलग सामाजिक आचार विचार बन गये। यूनानियों के महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गैर क्रीम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल स्थापित किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का। उपनिषद् में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृत्यों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पैट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिल्लस' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय ब्राह्मण' और 'आपस्तम्ब सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिक्क है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तैयार कर दी गई।

इन्तर्दाई युग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इनसानी समाज में तरक्की होती गई वैसे वैसे उनमें आपसी फरक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के जमाने या मौजूदा जमाने के रिवाजों को हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर जमाने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मजहबी एतकद या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रातिष्ठान जमाने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

नमों के अन्क अन्क सनाजक अचार वचार बन गये। यूनानियों के महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गैर क्रीम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।[†] इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल स्थापित किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का। उपनिषद् में इसकी नई व्याख्या दी गई है।[‡] इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृत्यों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पैट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिल्लस' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय ब्राह्मण' और 'आपस्तम्ब सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।[§] अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिक्क है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तैयार कर दी गई।

अद्वैतीय बग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इन्सानी समाज में तرقि होती गयी वैसे वैसे उन में आपसी फरक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के जमाने या मौजूदा जमाने के रिवाजों को हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर जमाने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मजहबी एतकद या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रातिष्ठान जमाने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

†—देखें यजुर्वेद.

‡—देखें छन्दोग्य उपनिषद् और शंकराचार्य की टीका.

§—देखें अश्वलायन का 'ग्रहय सूत्र.'

दिकों पर बहस .

दिकों पर चर्चा और शंकराचार्य की टीका .

दिकों पर चर्चा और शंकराचार्य की टीका .

भारतीय जनता के साथ किये हुये इस जल का पक्का. अनुष्ठान धर्म का अंग नहीं है. राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात झुझकेन हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्मशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अश्लील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मवादी बंगेश्वर बर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

महाराज के नाम के हुये इस जल को पक्का. धर्म का अंग नहीं है. राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात झुझकेन हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धनियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराज' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्मशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अश्लील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मवादी बंगेश्वर बर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

§—Digby's Prospero us British India.

*—इस सिलसिले में देखें 'छुल्ल यजुर्वेद' में पुनर्विवाह की तफसील.

इस सिले में देखें 'शक बजरुह' में पुरोहित की तस्विल.

(Democracy) की बुराईयों दिखाकर 'एक राटत्व' या 'राजतन्त्र' की सुविधायें दिखाईं, फिर गणतन्त्र की कमजोरी की मिसाल के तौर पर चर्चा की. 'कृष्ण-नारद-संवाद' अध्याय में गण परिषद में श्रीकृष्ण की जां दुर्वशा हुई वह उन्होंने नारद को सुनाया. 'बलभद्र अपने बल में चूर हैं, गद (श्रीकृष्ण का छोटा भाई) अपनी कोमलता में मजबूर हैं, प्रबुद्ध अपनी सुन्दरता पर मगरूर हैं और मैं लाचार हूँ. अक्षर और उद्धव की अपनी अलग-अलग पार्टियाँ और दल हैं. ये जिसके कन्धों पर लदते हैं उसका बस सर्वनाश समझो और मुझे सबकी गालियाँ खानी पड़ती हैं."

इस तरह राष्ट्र को खोकर हम अपने बहुत पुराने जमाने से जन्मूरियत यानी गणतंत्र के माइने भी भूल बैठे, स्वजाती एक राट तन्त्र के स्वरूप को चलाने के भी हम नाक्राबिल हैं, इसीलिये हम पुरोहितों और ठाकुरों की 'जमात' को ही अपने समाज और राष्ट्र का चलाने वाला समझ बैठे, लेकिन हम यह भूल जाते हैं कि बाद के निबन्ध लिखने वालों के बाद भी राजशक्ति मौजूद थी, शक्तिवान राजाओं का सहारा पाकर खुशामदी लोगों की स्मृतियाँ चलने लगती थीं, मुलतानों की हुकुमत के समय जो स्मृतियाँ लिखी गईं मुकामी राजा लोग उनको मान्यता देते थे, राजशक्ति के बिना ज़ाक समाज में कोई व्यवस्था नहीं चलती, बंगाल में हिन्दू शासन काल के अवसान के समय जो नई स्मृतियाँ चालू हुईं उन्हें बंगाल के कायस्थ राजाओं ने समर्थन दिया, पंडित हरप्रसाद शास्त्री ने यही लिखा है, इसीलिये रघुनन्दन की लिखी हुई नई स्मृति बंगाल में सब जातियों और सब स्थानों में मान्य नहीं है, श्रीहट्ट (सिलहट्ट) में पुरानी स्मृति अब भी चालू है, वहाँ बल्लाल की तथाकथित पृथा भी प्रचलित नहीं है, पूर्वी बंगाल और बिक्रमपुर में भी रघुनन्दन की स्मृति चालू नहीं है, गौड़ीय वैष्णवों के लिये चैतन्य देव, सनातन गोंस्वामी और गोपाल भट्ट ने अपने शिष्यों की अलहदा व्यवस्था की राज से नई स्मृति लिखाई, यह नई स्मृति है—“हरिभक्ति विलास”, बंगाला समाज में रघुनन्दन की “अष्टाविंशति तन्त्र” की प्रतिद्वन्दी यह नई स्मृति “हरिभक्ति विलास” है, वैष्णव गुरुओं और वैष्णव राजाओं ने इसे हिन्दू समाज में चलाया, बंगाल के ज्यादातर हिन्दू इसी स्मृति को मानकर चलते हैं,

मुसलिम काल में जो जहाँ का राजा होता था वही अपने यहाँ की स्मृति तैयार करता था. इसके लिये क्यादा दूर जाने की जरूरत नहीं. इसकी मिसालें पश्चिमी बंगाल में ही मिल जायेंगी. बाँकुवा जिले के राजपूत भद्रजनों ने (काँधेस नेता स्वर्गीय गोविन्दचन्द्र सिंह बगौरह) लेखक का एक बार कहा था:—“हम राजपूत हैं, माँस छोड़कर हमारा खाना नहीं चलता, हमारे बीच में गोस्वामी ठाकुर चैतन्य देव का अहिंसावादी मत जाने कैसे चालू हो गया ?” लेखक ने

(Dandak) کی پڑائیاں دکھا کر ایک رائٹر، یا 'راج تندر' کی سوجھ بوجھ پر ہاتھ پیر کرتے تھے۔ یہ گزرتے گزرتے کی سڑی کے طور پر چرچا کی۔ 'کوشا - نارو - سماد' اُدھیاتے مہن گزرتے پڑتے مہن شری کرشن کی جو دردناک ہوئی وہ انہوں نے نارو کو سنایا۔ "بھگوان! بھگوان! میں چور ہوں" گد (شری کرشن کا چھوٹا بھائی) اپنی کوتاہی میں "مہرور ہیں" پڑتے ہیں اپنی سلسلہ پر متور ہیں اور مہن چارہ ہیں۔ اگر اور آدھو کی اپنی انگ انگ پارتیاں اور دل ہیں۔ یہ جس کے کندھوں پر لگتے ہیں اُس کا پس سوزناش سمجھو اور مجھے سب کی گائیاں بھائی پڑتی ہیں۔"

اس طرح راشٹر کو کھوکھو کر ہم اپنے بہت بڑے زماں سے جمہوریت یعنی گنڈنٹر کے معنی بھی بھول بیٹھے۔ سوچانی ایک رات گنڈنٹر کے سرورپ کو چلانے کے بھی ہم ناقابل ہیں۔ اسی لئے ہم پڑھتوں اور لکھتوں کی 'جہانت' کو ہی اپنے سماج اور راشٹر کا چلنے والا سمجھ بیٹھے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ بعد کے تہندہ لکھنے والوں کے بعد بھی راج شکتی موجود تھی۔ شکتی وان راجاؤں کا سہارا پائے خوشامدی لوگوں کی اسمرتیاں چلنے لگتی تھیں۔ سلطانوں کی حکومت کے سمے جو اسمرتیاں لکھی گئیں مقامی راجا لوگ ان کو مانڈیتا دیتے تھے۔ راج شکتی کے بنا لوگ سماج میں کوئی دوسٹا نہیں چلتی۔ بنگال میں ہندو شاسن کال کے اوسان کے سمے جو نئی اسمرتیاں چالو ہوئیں انہیں بنگال کے کاسٹم راجاؤں نے سمرتھن دیا۔ پلڈت ہر پرساد شاستری نے بھی لکھا ہے۔ اسی لئے رکھو لندن کی لکھی ہوئی نئی اسمرتی بنگال میں سب جانڈوں اور سب استھانوں میں مانڈے نہیں ہے۔ شری ھٹ (ساہٹ) میں پرانی اسمرتی اب بھی چالو ہے۔ وہاں بلال کی قتاہ نکھت پڑھا بھی پوچلت نہیں ہے۔ یورپی بنگال اور وکرمپور میں بھی رکھو لندن کی اسمرتی چالو نہیں ہے۔ گورنہ ویشنوں کے لئے چیتھنہ دیو' سامن گرواسی اور گوپال ھٹ نے اپنے ششوں کی علیحدہ دوسٹا کی عرض سے نئی اسمرتی لکھائی۔ یہ نئی اسمرتی ہے—”نہری بھکتی واس۔“ بنگالہ سماج میں رکھو لندن کی ”اشٹا ونشتی قنڈ“ کی پرتی دوندی یہ نئی اسمرتی ”نہری بھکت واس“ ہے۔ ویشنو گروؤں اور ویشنو راجاؤں نے اسے ہندو سماج میں چلایا۔ بنگال کے زیادتر ہندو اسی اسمرتی کو مان کر چلتے ہیں۔

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے یہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دیر جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مثالیں پیشچی ہنگال میں ہی مل جاتھیں گی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت پتھر جنس نے (کاکریس) نہایت سرگرم گھونٹ چندر سنگ (غیرہ) لیکھک نو ایک بار کہنا تھا:—”ہم راجپوت ہیں“ مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا“ ہمارے بیچ میں گرسواں تھا کہ چینیہ دھو کا اعلیٰ درجے کا مٹ جانے کیسے چالو ہو گیا؟“ لیکھک نے

हलकं प्रकाश देने हुये कहा:—“आप लोग वैष्णव राजाओं की चाकरी करते आये और उनके राज में वास करने के फलस्वरूप आपके ऊपर ‘गोपालसिंह की बेगार’ थोप दी गई.” बनसिंघपुर के मुइयों राजा वीर हम्मीर भी निवास गोस्वामी के मंत्र रिच्य होने के बाद उनके राज में गौड़ीय वैष्णव धर्म की प्रचानता हुई. विष्णुपुर को “गुप्त वृन्दावन” कहकर पुकारा गया. पश्चिम से आये हुये राजपूत बंगाल के ‘झाय भाग’ आईन और ‘हरिभक्ति विलास’ विधान को क़बूल करने के लिये मजबूर हुये. विष्णुपुर राजवंश के पुरोहित गाँगुली महाशय ने लेखक से कहा था—“ब्राह्मणों और कायस्थों के जो आचार हैं वही आचार राज परिवार में भी प्रचलित हैं.” “यस्मिन् राजा तस्मिन् प्रजा” यानी प्रजा राजशक्ति की पैरोकार होती है. यही प्रथम सत्य है.

دھرم اور راجہ کی

گئی۔ "جواب دیتے ہوئے کہا: "آپ لوگ دیشو دھرم کی چالوں کرتے آئے اور ان کے راج میں باس کرتے کے پل سروپ آپ کے اڈپر "کیاں سنگ کی بھگڑ" تھوپ دی گئی۔" وشنوپور کے پوریاں راجا ویر ہمبر شوی نواس کوسواسی کے ملتر ششیہ ہونے کے بعد اُن کے راج میں گوریہ دیشو دھرم کی پردھانتا ہوئی۔ وشنوپور کو "گھت" ورنڈان" کہہ کر پکارا گیا۔ پھچم سے آئے ہوئے راجہوت ہنگال کے "دابہ بھاگ" آئیں اور "ہری بھگتی ولس" دھان کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ وشنوپور راج ونش کے پردھت گنگولی مہاشٹے نے لپٹھک سے کہا تھا: "ہر بھمن اور کایستھوں کے جو آچار ہیں وہی آچار راج پریوار میں بھی پرجلت ہیں۔" "بھمن راجا تسمن پرجا" یعنی پرجا راجشکئی کی پوروکر ہوتی ہے۔ یہی دھرم ستھ ہے۔

دیکھا کہ مہدھاتھی نے اس دیوتا کا اَلِیَم کہا ہے۔ لیکن نے جالچ پرنال کر کے دیکھا کہ منو کے وچنوں کا کہلتن کر کے مہدھاتھی نے کہا ہے۔ ”آچارینہ اتم“ کنتو کس آچارہ نے یہ کہا ہے اس کا کہیں اَلِیَم نہیں ہے۔ یہ ایک زبردستی کی بات ہے۔ اس طرح کے کئی وچن وگمانیشور نے کہہ دیے ہیں جو اصلی ہستک میں نہیں ہیں۔ اس طرح بہت سے اُدبھت شلوک جو لوگوں میں پرجلت تھے انہیں ویدواکھ اور اسمرتی واکھ کہہ کر چلایا گیا۔ آجکل کے ناستک کہوچ کرنے والوں نے بے سب جمل سازی پکڑ لی ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے یہ ویکھانگ کہوچوں کا نتیجہ ہے۔ شرکائیتہ نے منظور کیا ہے کہ گوتم سنگھیتا کا ایک پورا ادھیانے بعد میں جوڑا گیا۔

یورپ میں بھی ملجیلے زمانے میں اسی طرح کی حالت تھی۔ اُنہیں ’وگمان‘ ترک شاستر (مطلق)‘ درشن شاستر (فلسفہ) وغیرہ کو دھرم کے ساتھ نہی کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اِس کا پوتھواد کرتے تھے انہیں شہطان کہہ کر یا تو زندہ جلا دیا جاتا تھا (Auto da fa) یا دیہی نکالا دیا جاتا تھا۔ جرمن ادھیاپک مہاک (Mach) نے لکھا ہے اٹارہویں شتাবدی کے آخر میں وگمان دھرم وشواس کی گہرائیوں سے باہر آیا۔

یورپ میں بھی ملجیلے زمانے میں اسی طرح کی حالت تھی۔ اُنہیں ’وگمان‘ ترک شاستر (مطلق)‘ درشن شاستر (فلسفہ) وغیرہ کو دھرم کے ساتھ نہی کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اِس کا پوتھواد کرتے تھے انہیں شہطان کہہ کر یا تو زندہ جلا دیا جاتا تھا (Auto da fa) یا دیہی نکالا دیا جاتا تھا۔ جرمن ادھیاپک مہاک (Mach) نے لکھا ہے اٹارہویں شتাবدی کے آخر میں وگمان دھرم وشواس کی گہرائیوں سے باہر آیا۔

جب سماج میں صرف پروہت ورگ ہی تعلیم یافتہ ہو تب ہر جگہ یہی ہوتا آیا ہے کہ پروہت ورگ ویکلی اور سماج کو پوری طرح دھرم کے ساتھ جکڑ دیتا ہے۔ یورپ میں مدھہ نیک میں درشن شاستر دھرم کا الگ تھا لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ آج پچھلی دنیا میں درشن (Metaphysics) اور دھرم تئو (Theology) الگ الگ کہوچ کے وشہ ہیں۔ دوسرے دیشوں جیسے ہندستان میں، درشن شاستر اور ترک شاستر تک دھرم اور رائیج کونسکاروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ویدیشی درشن شاستر (فلسفہ) کی کونج ہی ہنگال کا ’نہا نہائے شاستر‘ ہے۔ * اُس میں بھی تلہذا سے کوئی ہوئی اشریری وستوؤں کو جیسے بھوت، پریت روپ آدمی کو ’ولئے وئے جیو‘ کہہ کر اَلِیَم کیا گیا ہے۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو نہائے (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلوپیٹھی، آپروید اور کوبراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آنا یا پران کو ترک شاستر (مکتو) یا آپروید شاستر کے انترکت شمار نہیں کرتے، چکٹسا کرنے کے سمے بھوت بھگائے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسٹیکر واناوی (hygiene) کی دیوستھا کرتے ہیں۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو نہائے (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلوپیٹھی، آپروید اور کوبراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آنا یا پران کو ترک شاستر (مکتو) یا آپروید شاستر کے انترکت شمار نہیں کرتے، چکٹسا کرنے کے سمے بھوت بھگائے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسٹیکر واناوی (hygiene) کی دیوستھا کرتے ہیں۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو نہائے (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلوپیٹھی، آپروید اور کوبراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آنا یا پران کو ترک شاستر (مکتو) یا آپروید شاستر کے انترکت شمار نہیں کرتے، چکٹسا کرنے کے سمے بھوت بھگائے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسٹیکر واناوی (hygiene) کی دیوستھا کرتے ہیں۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو نہائے (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلوپیٹھی، آپروید اور کوبراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آنا یا پران کو ترک شاستر (مکتو) یا آپروید شاستر کے انترکت شمار نہیں کرتے، چکٹسا کرنے کے سمے بھوت بھگائے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسٹیکر واناوی (hygiene) کی دیوستھا کرتے ہیں۔

♣—Mach: History of Physics

♣—See Bhagha Parichchhed.

कह अजीब मानना क्योंकि हमारे देश में आगई ?
ऊपर हमने कहा है कि मध्य युग में यह किस तरह मुमकिन हुआ ? इस जमाने में अंगरेजी से होकर लेने के लिये हमारे स्वदेशी प्रेमी देशभक्तों ने यत्न करना शुरू किया—
“हम लोग धर्म प्राय (मण्डही) जाति हैं, हमारी सभ्यता (वहणीय) धर्म की बुनियादों पर खड़ी है. भारतवासी संसार की एक विशिष्टता प्राप्त जाति है, उनकी चार मामूली आकृतियाँ हैं, बौद्ध. इस पर लेखक ने एक दूसरी जगह मुक्तचिनी की है.

सब तो यह है कि हम लोग मण्डही पागल (Religious maniac) नहीं हैं.* हमारी सभ्यता की वासीर धर्म के ऊपर नहीं है; हम लोग भगवान के सिरजे हुये कोई आसुलवास (वैशिष्ट्य प्राप्त) जीव नहीं हैं. हम लोग दुनिया की दूसरी जातियों की तरह हाक मांस और रक्त वाले इन्सान हैं. दीर्घ काल की पराधीनता से पैदा होने वाली राजनैतिक, समाजजिक और आर्थिक ग्लानि और बुराईयों को दूर करने की हमारी स्वाधीन राष्ट्रीय सरकार विलोपन से कोशिश कर रही है. जब पेट भर खाने को मिलेगा तभी चरित्र में उत्तमता आयेगी और बुद्धि खुलेगी. हमारा स्वाधीन राष्ट्र इसके लिये तत्पर है. इस समय दुनिया में जो तरक्की और प्रगति हो रही है उसके साथ काम मिलाने और कदम-कदम चलने के लिये और कौमी तरक्की के लिये सही वातावरण बनाने के लिये ही हमने अपने देश में ‘धर्म निरपेक्ष’ राज्य (Secular State) की स्थापना की है. अपने हज़ारों बरस के अनुभवों के आधार पर हमने सोच विचार कर यह सही कदम उठाया है.

इन्सान आपस में प्रेम सहित कैसे हिल मिलकर एक दूसरे के साथ जाति के रूप में रह सकते हैं—इसी का नाम सामाजिक विकास है और राष्ट्र के रूप में उनका विकास ही राजनैतिक विकास है. विविध जातियाँ एक ही देश में कैसे एक राष्ट्र का रूप लेती हैं, उनकी जो मिलन-पद्धति है, एक दूसरे में रल मिलकर जो एक राष्ट्र बनाने का उनका तरीका है वही राजनैतिक प्रतिष्ठान यानी राष्ट्र के दायरे में हर इन्सान का यह हक है कि वह अपनी जिन्दगी में विकास यानी तरक्की के पूरे पूरे मौके हासिल करे. और जाति को पूरी तरह तरक्की का अवसर मिले इसी के लिये राष्ट्र में शासन विभाग यानी हुकूमत की स्थापना होती है. इसीलिये राष्ट्र सबसे ऊपर और सर्व शक्तिमान होता है. किसी बात को इलहामी, ईश्वरीय व्यवस्था या वेदवाक्य समझकर पकड़कर बैठने के कोई मायने नहीं. मौजूदा हालातों में किसी पुरानी बात को पकड़कर बैठना मुनासिब

है. हमारे देश में अगली ? और हम
ने कहा है कि मण्डही पागल (Religious maniac) नहीं हैं. हमारी सभ्यता की वासीर धर्म के ऊपर नहीं है; हम लोग भगवान के सिरजे हुये कोई आसुलवास (वैशिष्ट्य प्राप्त) जीव नहीं हैं. हम लोग दुनिया की दूसरी जातियों की तरह हाक मांस और रक्त वाले इन्सान हैं. दीर्घ काल की पराधीनता से पैदा होने वाली राजनैतिक, समाजजिक और आर्थिक ग्लानि और बुराईयों को दूर करने की हमारी स्वाधीन राष्ट्रीय सरकार विलोपन से कोशिश कर रही है. जब पेट भर खाने को मिलेगा तभी चरित्र में उत्तमता आयेगी और बुद्धि खुलेगी. हमारा स्वाधीन राष्ट्र इसके लिये तत्पर है. इस समय दुनिया में जो तरक्की और प्रगति हो रही है उसके साथ काम मिलाने और कदम-कदम चलने के लिये और कौमी तरक्की के लिये सही वातावरण बनाने के लिये ही हमने अपने देश में ‘धर्म निरपेक्ष’ राज्य (Secular State) की स्थापना की है. अपने हज़ारों बरस के अनुभवों के आधार पर हमने सोच विचार कर यह सही कदम उठाया है.

सच तो यह है कि हम लोग मण्डही पागल (Religious maniac) नहीं हैं. हमारी सभ्यता की वासीर धर्म के ऊपर नहीं है; हम लोग भगवान के सिरजे हुये कोई आसुलवास (वैशिष्ट्य प्राप्त) जीव नहीं हैं. हम लोग दुनिया की दूसरी जातियों की तरह हाक मांस और रक्त वाले इन्सान हैं. दीर्घ काल की पराधीनता से पैदा होने वाली राजनैतिक, समाजजिक और आर्थिक ग्लानि और बुराईयों को दूर करने की हमारी स्वाधीन राष्ट्रीय सरकार विलोपन से कोशिश कर रही है. जब पेट भर खाने को मिलेगा तभी चरित्र में उत्तमता आयेगी और बुद्धि खुलेगी. हमारा स्वाधीन राष्ट्र इसके लिये तत्पर है. इस समय दुनिया में जो तरक्की और प्रगति हो रही है उसके साथ काम मिलाने और कदम-कदम चलने के लिये और कौमी तरक्की के लिये सही वातावरण बनाने के लिये ही हमने अपने देश में ‘धर्म निरपेक्ष’ राज्य (Secular State) की स्थापना की है. अपने हज़ारों बरस के अनुभवों के आधार पर हमने सोच विचार कर यह सही कदम उठाया है.

इन्सान आपस में प्रेम सहित कैसे हिल मिलकर एक दूसरे के साथ जाति के रूप में रह सकते हैं—इसी का नाम सामाजिक विकास है और राष्ट्र के रूप में उनका विकास ही राजनैतिक विकास है. विविध जातियाँ एक ही देश में कैसे एक राष्ट्र का रूप लेती हैं, उनकी जो मिलन-पद्धति है, एक दूसरे में रल मिलकर जो एक राष्ट्र बनाने का उनका तरीका है वही राजनैतिक प्रतिष्ठान यानी राष्ट्र के दायरे में हर इन्सान का यह हक है कि वह अपनी जिन्दगी में विकास यानी तरक्की के पूरे पूरे मौके हासिल करे. और जाति को पूरी तरह तरक्की का अवसर मिले इसी के लिये राष्ट्र में शासन विभाग यानी हुकूमत की स्थापना होती है. इसीलिये राष्ट्र सबसे ऊपर और सर्व शक्तिमान होता है. किसी बात को इलहामी, ईश्वरीय व्यवस्था या वेदवाक्य समझकर पकड़कर बैठने के कोई मायने नहीं. मौजूदा हालातों में किसी पुरानी बात को पकड़कर बैठना मुनासिब

नहीं है, कुछही व्यवस्था की ईश्वर प्रदत्त वा जगत्वाचक समझने की जड़हीनत स्थानीय राष्ट्र की उन्नति की कोशिशों के रास्ते में जड़गंगा बहाने के समान है, इससे समाज के शरीर में घुर नहींजे पैदा होते हैं,

نہیں ہے۔ پرانی دیوتا کو ایشور پرست یا خدائی سمجھنا
کی نوعیت سادہمیں، راشٹر کی آنتی کی کوششوں کے راستے
میں ان کا دھنکے کے سناں ہے۔ اس سے سماج کے شریر میں رہے
ختم ہوتے ہیں۔

"CHINA TODAY"

PRICE

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment. —National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs. —Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter... brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs. —Vigil, Delhi.

چینی دوا کا طریقہ اور دوائیں

چینی دوا کا طریقہ اور دوائیں

شی لی شیہ-تسٹن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

شری لو چہ - چن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

[راجکمار] امرت نگر نے چین سے لوٹ کر چینی دوا اور اس کی طرف نئی چینی سرکری بالیسی پر جو بیان دیا تھا اس پر ایک نوٹ اور ایک چینی دواؤں کا لیٹرم ہم اس سے پہلے ”نیا ہند“ میں پرکشت کرچکے ہیں۔ یہاں ہم اسی وشنے پر ایک اور چینی دواؤں کا لیٹرم پرکشت کر رہے ہیں جو چین کے سوسائٹی وہاگ کے ایک بہت بڑے انسٹر بھی ہیں۔ اس سے اور بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ راجکمار کا وہ بیان کتنا غلط تھا۔ سلسلہ لال۔]

کئی ہزار برس سے چین کے لوگوں کی ایک اپنی دوا (میڈیکل سائنس) چلی آ رہی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی تک یہ چینی دوا کوریا، جاپان، بھارت، برما اور انڈونیشیا تک پہنچ چکی تھی۔ صدیوں اُننتی کرنے کے بعد آج یہ دوا سارے چین میں چالو ہے اور اس کے پیچھے دواؤں اور علاج کا بڑا لمبا قیستی تجربہ ہے۔

چین کے شہزادوں میں سے بہت سے مشہور دواؤں یعنی اُس زمانے کے ڈاکٹروں اور اُن کے کاموں کا بیان ملتا ہے۔ عیسوی سے چار پانچ سو برس پہلے جب چین کی کئی الگ الگ ریاستیں میں گھریلو لڑائیاں جاری تھیں، پی این چو ایچ نام کا ایک بہت مشہور دوا تھا جس نے پہلی بار نبض (ناڑی) کی چال سے روگ کے پتہ لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس میں اُسے بڑی کامیابی ہوئی۔ بہت سے روگوں کے علاج کے لئے اُس نے باریک باریک سوئچوں سے نسوں (نررز) کی حالت اور اُن کی گتی کو ٹھیک کرنا (ایکویلائز) اور ہڈیوں کو گرم کرنے اُن سے شریک کے خاص خاص انگوٹوں کو سیکنا (موکسی بشچن) لین دو طریقوں سے بہت بڑا کام کیا۔ عیسوی کی پہلی اور دوسری صدیوں میں چانگ چونگ - چنگ نام کے ایک دوا نے طرح طرح کے بخاروں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ”شانگ ہان لین“ ہے اور دواؤں کے اصولوں اور ضروری باتوں پر ایک دوسری کتاب لکھی جس کا نام ”چنگ کوئے ہیان چنگ“ ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بخاروں اور دوسری بیماریوں کے علاج کے لئے بہت سے نسخے دیئے ہوئے ہیں۔ آج بھی چین میں ان کتابیں اور

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سہ کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونٹوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سینگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے بارے چلہیں آجکل انیسویں صدی کے عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو۔ ہو نام کے ایک دوا نے ناری پر پکشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی تکی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو۔ می نام کے ایک دوا نے سونٹوں والے علاج اور سینگ والے علاج پر "چینی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا نے بارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لانا جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہوت کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا ناؤ هنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان۔ فانگ نام کے ایک دوا نے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چونگ یوان ہو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی ویدک دوا نے ابھرتا ہوا آئندگی کی مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چنچنگ یاؤ فانگ" سے جس کے معنی ہیں "سہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جیسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ میگ شین نام کے ایک دوا نے "شم لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی نگاہ سے سب طرح کی کھانوں کی چیزوں کے گن دوا ہوا کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدک دوا نے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہونے لگے۔ آدمی کے پورے بدن کی نگاہ کی

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سہ کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیرینہ سرجیکل آپریشنس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونٹوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سینگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بیدار نہ ہونے بارے چلہیں آجکل انیسویں صدی کے عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو۔ ہو نام کے ایک دوا نے ناری پر پکشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی تکی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو۔ می نام کے ایک دوا نے سونٹوں والے علاج اور سینگ والے علاج پر "چینی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا نے بارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لانا جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹیں میں آج بھی بڑی مہوت کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا ناؤ هنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان۔ فانگ نام کے ایک دوا نے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چونگ یوان ہو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی ویدک دوا نے ابھرتا ہوا آئندگی کی مشہور دوا سن زہ میاؤ کی پستک "چنچنگ یاؤ فانگ" سے جس کے معنی ہیں "سہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جیسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ میگ شین نام کے ایک دوا نے "شم لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی نگاہ سے سب طرح کی کھانوں کی چیزوں کے گن دوا ہوا کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدک دوا نے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب ہوا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہونے لگے۔ آدمی کے پورے بدن کی نگاہ کی

سُرتیوں بنانے لگیں جن کے زریعے بایک کے بیماریوں کو شریک کے انگ، ان کے روگ اور ان پر دواؤں کے اثر سمجھائے جاتے تھے۔ ایک ایک روگ کے لئے نسخوں کی کتابیں ان دنوں سب سے ادھک بنتی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی بیماریوں اور چہرہ باز کی دوا کے اوپر بھی خاص طور سے کتابیں لکھی گئیں۔ چینی ویدیک دوا میں ایک نئی چیز اُس سے یہ ہوئی کہ ویدیک کی اُننتی اور ویدیوں کی سویدھا کے لئے راج کے قانون میں کیا گیا سدھار یا تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور ویدیوں کے کیا کیا قانونی فرض ہوئے چاہئیں ان باتوں پر وچار ہونے لگا اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔

بارہویں صدی سے انیسویں صدی تک بھی چینی ویدیک دوا، چینی دوائیں اور ان کی تہاری برابری ترکتی کرتی رہیں۔ لی شہ-چن نے سب سے پہلے کتاب ”یہن تسانو کاگ مو“ لکھ کر پوری کی۔ یو-یو-شنگ نے اپنی ایک کتاب میں کھوت کی یا لکھی بیماریوں اور مہماریوں کے اوپر اپنے خاص سدھارت دنیا کے سامنے رکھے۔ وانگ چنگ-چن نے شریک کے اندر کے ایک ایک انگ کے بارے میں پہلے کچھ غلط وچاروں کو سدھارا۔ لکھی بیماریوں کا علاج اُنہوں اور گئے کی بیماریوں کا علاج اور چہرہ باز کے ذریعے شریک کے انگوں کی کرپنا یا بے قدریوں کو ٹھیک کرنا ان تہوں میں چینی ویدیک نے خاص طور سے اُننتی کی اور ان کے خاص ایک ایک جانکار پیدا ہوئے۔

اگر ایک بیماریوں کے ایک ایک انگ لکھنے یا علاموں کو بیان کرنے میں پرانی چینی ویدیک کے جانکار جتنی ادھک تفصیل یعنی دستار میں جاتے ہیں آجکل کے یورپی دہانگ سے بڑھ ہوئے قائل اکثر اُننی تفصیل میں نہیں جاسکتے۔ اِس کے علاوہ پرانی چینی ویدیک کے نسخے ادھکتر جڑی بوٹیوں کے ہوتے ہیں اور اُن سے بعد میں اِس طرح کی ہائی یا برا ٹر نہیں ہوتا جیسا یورپی دواؤں سے ہوتا ہے۔ پرانے چینی علاج کے طریقہ میں دو باتوں کی طرف خاص دھیان دیا جاتا ہے سب سے پہلے اِس بات کی طرف کہ روگی کے شریک کا اور ایک ایک انگ کے کام کا جو سمجھ بکڑ گیا ہے اسے پھر سے ٹھیک کیا جائے اور دوسرے یہ کہ روگی کی عام نسوں (نروس سسٹم) کو پھر سے درست کیا جائے۔ نسخہ لکھنے میں ان دونوں باتوں کا پورا دھیان رکھا جاتا ہے۔ پرانی چینی ویدیک دوا کے اندر روگ کے کھڑوں کو مارنا (اینتی ہائیو ٹکس) اور دواؤں کے ذریعے مگن، کھڑوں وغیرہ کو بیماریوں کے اثر سے پاک کرنا (دس-انٹیکس) دونوں شامل ہیں۔

پورے چٹائی ویدیں نے تجربے سے یہ معلوم کرایا تھا کہ
 ہونٹ کے اندر کے روگ کے کھڑوں (bacteria) کو مارنے کے لئے
 اور کھال کے ارد کے کھڑوں کو مارنے کے لئے دونوں گاسوں کے لئے
 ہوائنگ لین (Coptis teeta) بہت ہی اچھری دوا ہے
 اور پورا اثر کرتی ہے، خونی پیچھی (Amoellic dysentry)
 کو اچھا کرنے کے لئے پانی توڑ وینگ (Anemone) بہت ہی
 گلاب اوشھی ہے، ملیریا کے بخار کو ٹھیک کرنے کے لئے چانگ
 شان (Orixia japonica) بڑھیا دوا ہے، کھانسی کے لئے
 سب سے اچھی دوا پائی مو (Fritillaria Verticillata)
 ہے، عورتوں کے خوں کو روکنے کے لئے بی مروتساؤ (Leonurus
 Sibricus) بہت اچھا ایک ہے، رات کے پسینہ کو روکنے کے لئے
 ہوائنگ چی (Astragalus Reflexistipulus) بہت
 اچھی چیز ہے، پست کے کھڑوں 'فودانوں' کو صاف کرنے کے لئے
 نوچمن بی (Melia Azedarath) لٹانی ہے، بخار کو کم
 کرنے کے لئے چائی ہو (Bupleurum Chinensis) بہت
 کام کی ہے اور خوں کے دباؤ یعنی بلڈ پریشر کے علاج کے لئے تو
 چونگ (Eucommia Ulmoides) بہت مفید ثابت
 ہوئی ہے۔

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورینین تھنگ کے پڑھے ہوئے ڈاکٹر گھبرا جاتے ہیں اور پرانی چینی ویدیک ودیا کے جاننے والے اُن کا علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے انگریزوں کی پرانی ریاحی سوچ (Chronic gastro-intestinal inflammation) گردے کی پرانی سوچ (Chronic inflammation of the kidneys) اندر کی کھانسی (Bronchitis) گھبرا کے کمر کی سوچ (Rheumatsia Arthritis) آنکھ کی بوہاری (Myositis) اور نسیں کی بوہاری (Neuritis) یہ سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر پرانے چینی طریقوں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ خاص کر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پرانے تھنگ کی سونوں سے نسیں کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔ یہ سونوں کا علاج بہت ہی آسان، سہل اور کمزور ہے۔ ایک اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خون جانا اور نسیں پڑ جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج پرانے چینی طریقوں سے حل میں بہت ہی کمپیاب ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں پرانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج کا تھنگ بھی بہت سہل سا ہے۔ اُس میں بہت

پہلیا ڈاکٹری औजारों और सामान की जरूरत नहीं
कभी और न रोगी के रोग के काम काज में कोई फरक
आता है.

लेकिन पुराने चीनी इलाज के तरीके में कुछ कमी भी
है. उसका विद्यादा पोर तजरबे पर है, उसमें बाकायदा
साइंसी सिद्धान्त की कमी है. अभी तक उसमें कीमियाई
ज्ञानचीन और परख के पक्के तरीके नहीं हैं. इसका एक
बास कारण है. चीन में कमिनिटांग शासन के दिनों में
उन दिनों की सरकार पुराने चीनी इलाज के तरीके को ही
रैर साइंसी और पिछड़ा हुआ समझती थी और उसे
हिक्कारत से देखती थी. पर चीन की कम्युनिस्ट पार्टी अपने
देश की पुरानी कलचरी विरासत की बड़ी कद्र करती है.
इसलिये वह पुरानी चीनी वैद्यक विद्या के अनुसार इलाज
करने वालों को, जिन की संख्या लगभग तीन लाख है, देश
के डाक्टरी मैदान में एक बहुत बड़ी शक्ति मानती है.
कम्युनिस्ट पार्टी ने पुराने चीनी ढंग के डाक्टरों और नए
पच्छिमी ढंग के डाक्टरों दोनों को यह हिदायत की कि वह
दोनो मिलकर काम करें, एक दूसरे की मदद करें और
मिलकर नई और पुरानी दवाओं आदि की खोज करें
जिससे रोगों के इलाज की शक्तियां और अधिक मजबूत हों
और सब मिलकर देश की और अधिक सेवा कर सकें.
जुलाई सन् 1954 में नई चीनी सरकार ने सब सरकारी
जन स्वास्थ्य महकमों को यह हिदायतें भेजीं कि पुराने
चीनी इलाज के तरीके के साथ यही नीति बरती जावे और
इस पर पूरा पूरा अमल किया जावे. इस समय पुराने चीनी
इलाज के तरीके के साइंसी स्तर को ऊँचा करने के लिये
और उसमें आवश्यक सुधार करने के लिये पहला कदम यह
छाया गया है कि एक चीनी मेडिकल रिसर्च अकादमी
खोली जा रही है. चीनी वैद्यक विद्या की जो दूसरी खोज
संस्थाएँ यानी रिसर्च इंस्टीट्यूट हैं उन्हें बढ़ाया जा रहा है.
शंघाई, कैन्टन, नानकिंग और चुंगकिंग में पुराने चीनी
इलाज के तरीके के अस्पताल खोल दिये गये हैं. पैकिंग के
बहुत से अस्पतालों में चीनी वैद्यक विद्या के जानकारों को
रखकर उनसे सलाहें ली जाती हैं. कुछ अस्पतालों में पुराने
ढंग से इलाज के अलग महकमे खोल दिये गए हैं. देश भर
के सब मेडिकल कालिजों में पुरानी चीनी दवाओं और उनके
बनाने के तरीकों में खोज की जा रही है और मेडिकल कालिजों
की पढ़ाई की पुस्तकों में चीनी वैद्यक और चीनी दवाएं
बनाने के तरीके शामिल किये जा रहे हैं. पुराने चीनी इलाज
की बहुत सी अधिक महत्व की किताबें फिर से प्रकाशित की
जा रही हैं और बहुत सी अभी की जायेंगी.

(News Bulletin of the Embassy of the Peoples Republic of China, New Delhi

Nov. 23, 1955.)

چینی ڈاکٹری औजारوں اور سامان کی ضرورت نہیں پڑتی
اور نہ ہی رोगی کے رोग کے کام کاج میں کوئی فرق آتا ہے.

لیکن پرانے چینی علاج کے طریقہ میں کچھ کمی بھی ہے.
اس کا وجہ زور تجربہ پر ہے، اس میں باقاعدہ سائنسی
مطالعہ کی کمی ہے. ابھی تک اس میں کیمیاوی چھان بین
اور پڑنے کے پکے طریقہ نہیں ہیں. اس کا ایک خاص کارن ہے.
چین میں کمیونٹنگ شاسن کے دنوں میں ان دنوں کی سرکار
پرانے چینی علاج کے طریقہ کو ہی غیر سائنسی اور پیچھا ہوا
سمجھتی تھی اور اُسے حقارت سے دیکھتی تھی. پر چین کی
کمونسٹ پارٹی اپنے دیہی کی پرانی المچری وراثت کی بڑی
قدر کرتی ہے. اس لئے وہ پرانی چینی ویدیک ویدیا کے انوسار
علاج کرنے والوں کو، جن کی سنگھیا لگ بھگ تین لاکھ ہے،
دیہی کے ڈاکٹری میدان میں ایک بہت بڑی شکتی مانتی ہے.
کمونسٹ پارٹی نے پرانے چینی تھنگ کے ڈاکٹروں اور نئے
پچھمی تھنگ کے ڈاکٹروں دونوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ
دونوں ملکر کام کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ملکر
نئی اور پرانی دواؤں ادوی کی کھوج کریں جس سے رگوں کے
علاج کی شکستیں اور ادھک مضبوط ہوں اور سب ملکر دیہی کی
اور ادھک سہا کر سکیں. جولائی سن 1954 میں نئی چینی
سرکار نے سب سرکاری جن سوائتھہ محکموں کو یہ ہدایتیں
بھجیں کہ پرانے چینی علاج کے طریقہ کے ساتھ یہی نہیں ہرنی
چارہ اور اس پر پورا پورا عمل کیا جاوے. اس سہ پرانے
چینی علاج کے طریقہ کے سائنسی اسٹر کو اونچا کرنے کے لئے اور
اس میں اوشیک سدھار کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ
ایک چینی میڈیکل ریسرچ اگڈمی کھولی جا رہی ہے. چینی
ویدیک ویدیا کی جو دوسری کھوج سنسٹھانیں یعنی ریسرچ
انسٹیٹیوٹ ہیں انہیں بڑھایا جا رہا ہے. شنکھائی، کینٹن،
نانکنگ اور چنگ لنگ میں پرانے چینی علاج کے طریقہ کے
اسپتال کھول دیئے گئے ہیں. پیکنگ کے بہت سے اسپتالوں
میں چینی ویدیک ویدیا کے جانکاروں کو رکھ کر ان سے ملاحص
لی جاتی ہیں. کچھ اسپتالوں میں پرانے ڈھنگ سے علاج کے
انگ محکمہ کھول دیئے گئے ہیں. دیہی ہر کے سب میڈیکل
کالجز میں پرانی چینی دواؤں اور ان کے بنانے کے طریقوں
میں کھوج کی جا رہی ہے اور میڈیکل کالجز کی پڑھائی کی
پستوں میں چینی ویدیک اور چینی دوائیں بنانے کے طریقہ
شامل کئے جا رہے ہیں. پرانے چینی علاج کی بہت سی ادھک
مہتر کی کتابیں ہر سے پرکاشت کی جا رہی ہیں اور بہت سی
ابھی کی جائیں گی.

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کہا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اِس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“ مگر وہ لوگوں میں سے جو بُرا خواہش حال تھے انہیں میں چھوٹ دے دیتا تھا کہ وہ اپنی سربدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کہا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اِس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“ مگر وہ لوگوں میں سے جو بُرا خواہش حال تھے انہیں میں چھوٹ دے دیتا تھا کہ وہ اپنی سربدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

—حضرت اور ’مسعود البدری‘ بخاری: مسلم۔

—حضرت اور ’مسعود البدری‘ بخاری: مسلم۔

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی: مسلم۔

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی: مسلم۔

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کہتا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو“ جنہیں تم جانتے ہو انہیں بھی اور جنہیں تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کہتا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو“ جنہیں تم جانتے ہو انہیں بھی اور جنہیں تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

—ابن عمرو بن اُمّاس، بخاری: مسلم: نسائی۔

—ابن عمرو بن اُمّاس، بخاری: مسلم: نسائی۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نیکو ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نیکو انکسار یعنی سرتاہی۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”ہر مصلح کی ایک خاص نیکو ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نیکو انکسار یعنی سرتاہی۔“

—زید بن طلحہ، مالک۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نیکو ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نیکو انکسار یعنی سرتاہی۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”ہر مصلح کی ایک خاص نیکو ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نیکو انکسار یعنی سرتاہی۔“

کے متعلق فیصلہ کر لیا۔“ محمد صاحب نے یہ
پوچھا: ”لیکن اگر تمہیں قرآن میں اُس طرح کی
کوئی بات نہ ملے؟“ اُس نے جواب دیا: ”تب
میں قرآن کی مثال کو سامنے رکھ کر اُس کے انوسار فیصلہ
کر لیا۔“ محمد صاحب نے یہ پوچھا: ”اور اگر تمہیں
رسول کی مثال میں بھی کوئی بات نہ ملے؟“ اُس نے جواب
دیا: ”تب میں خود اپنی سمجھ سے کام لوں گا اور میں غلطی
نہیں کروں گا۔“ اِس پر محمد صاحب نے شابشی دیتے ہوئے
معاذ کی کمر تھوکی۔

—ہاريس بين امراء، ابو داؤد : تيرمذي.

محمد صاحب نے کہا: ”جو کوئی لوگوں کے کسی
معاملے میں بھی اُن کا رشک یا ولی بنایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی
مسئلے کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ
زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اُس کی
معد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اُس سے
اُس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اُسے اللہ کی مدد
کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔“

—ابوالشمن ال اردی .

محمد صاحب نے ایک بار کہا: ”میں کبھی ایک
آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے جھکے ہوئے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا
ہے کہ جن دو آدمیوں کا جھکڑا ہوئے سامنے آتا ہے اُن میں سے
ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے
سکے اور دوسرا اپنی بات اُن کی اچھی طرح نہ سکے، اور
ایسی حالت میں میں جو کچھ سوں اُس کے انوسار فیصلہ
دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔
ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے
اُس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اِس لئے جو
دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اُسے چاہئے کہ
ہوئے فیصلہ کر دینے پر بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا
حق چھوڑ دے۔“

—اُم سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابو داؤد :
نسائی : مالک .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—
”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اُس نے کسی دوسرے آدمی سے
کچھ زمین خریدی۔ جب اُس نے زمین کو کھودا تو اُس میں ایک
دینگ نکلا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دینگ لیکر زمین
بیچنے والے کے پاس گیا اور اُس سے کہنے لگا: ”یہلو اپنا سونا، نہیں

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—
”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اُس نے کسی دوسرے آدمی سے
کچھ زمین خریدی۔ جب اُس نے زمین کو کھودا تو اُس میں ایک
دینگ نکلا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دینگ لیکر زمین
بیچنے والے کے پاس گیا اور اُس سے کہنے لگا: ”یہلو اپنا سونا، نہیں

فی میں نے ان سے کہنا کہ زمین خریدی ہے، تمہارا سونہا نہیں خریدتا۔ بیچنے والے نے جواب دیا،—میں نے تمہارے ہاتھ زمین بیچ دی ہے، اس میں جو کچھ ہے تمہارا ہے، میں اسے نہیں لے سکتا۔ اس پر وہ دونوں ایک تیسرے کے پاس آئے اور کہا،—اس تیسرے نے ان سے بیچ لیا۔ تمہارا کون سا فیصلہ ہے؟ ان میں سے ایک نے جواب دیا،—میرے ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا،—میرے ایک لڑکی ہے، اس پر فیصلہ کرنے والے نے کہا،—تو اس لڑکی کے ساتھ شادی کر دو اور یہ دھن ان دونوں پر خرچ کر دو اور انہیں کو دے دو۔

—ہمام بن منبہ، بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا:—”اللہ دیوان ہے اور دیا کرتے والوں کو بہار کرتا ہے۔“

—عائشہ، مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—”جس کے دل میں دیا نہیں اس میں کوئی گن نہیں۔“

—جریر، مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا:—”اللہ جس کسی گھر کے لوگوں کے دلوں میں دیا پیدا کر دیتا ہے، انہیں وہ اپنی برکتیں دیتا ہے اور جن لوگوں سے دیا کرنے کی توفیق اللہ لے لیتا ہے انہیں وہ اپنی برکتوں سے بھی محروم کر دیتا ہے۔“

—عائشہ اور بیہقی۔

ایک دن محمد صاحب مسجد میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے دو گروہ الگ الگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ محمد صاحب دونوں کے پاس سے نکلے۔ ان میں سے ایک گروہ بڑی لگن کے ساتھ آئے کو یاد کر رہا تھا اور دوسرے گروہ میں کچھ لوگ دوسروں کو پڑھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر محمد صاحب نے کہا:—”یہ دونوں گروہ اچھا کام کر رہے ہیں، لیکن ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ کر ہے۔ جو گروہ اتنی لگن کے ساتھ اللہ یاد کر رہا ہے انہیں اللہ چاہے تو اپنی برکتیں دے اور نہ چاہے تو نہ دے۔ اور دوسرا گروہ ایک دوسرے کے علم اور جانکاری کو پڑھا رہا ہے اور انہیں کو پڑھا رہا ہے۔ اس لئے یہ لوگ بڑھ کر ہیں۔ میں بھی کچھ ایک شک شک ہمارا بیچنا کیا ہے۔“

—عبداللہ بن عمرو، دارمی۔

انوارک—شرعی معنیٰ رموی۔

14. 12. '55

'تاس' پرنسپی نہ دیستلی سے نیکلانے والے "نچس پینڈ پچس فرام دی سوبیوت یونین" میں ہائی ڈیٹاویٹس کی کا ایک ڈیٹاویٹ سا سوندر لکھ رسی بچوں کی سب سے بڑی سلسلہ "کیرور لنیناڈس" (Young Leninites) کے بارے میں لکھا ہے۔

بچوں کی اس طرح کی سلسلہ آجکل دنیا کے تمام سب سے زیادہ دیہاتوں میں موجود ہیں۔ عام طور پر انہیں "ہنگ پائونڈس" کہتے ہیں۔ روس میں یہ سلسلہ سن 1922 میں قائم ہوئی تھی اور وہاں "ہنگ لنیناڈس" کہلاتی ہے۔

اس سلسلہ روس میں ہر کے اندر نو برس کی عمر سے لیکر چودہ برس کی عمر تک کے بچوں کو روڑ سے اوپر لڑکے اور لڑکیاں اس سلسلہ کے ممبر ہیں۔

سلسلہ کے اڈیشہ یہ ہیں:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے دیش کے لیے پرم پیدا کرنا؛

(2) انہیں سب دیشوں میں اپنے دیہے کے لئے پرم پیدا کرنا؛

(3) ان میں سب دیشوں کی جلتا کے لئے آدم پیدا کرنا؛

(4) ان میں ہاتھوں پتروں سے محنت مزدوری کے لئے ملن پیدا کرنا، اور

(4) ان میں گھان کی چاہ کو بڑھانا۔

سلسلہ کے سب ممبروں میں چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈسپلین)، (3) اچھے سہانت، اور (4) سب کے ساتھ ہائی چاہ کا ہوا۔

نوی برس سے اوپر عمر کا کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو چاہے سلسلہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آٹھ کی پرتکا کرنی پڑتی ہے:—

"میں جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول میں اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالن کروں گا، اپنے ادھیہاؤں اور بڑوں کا آدم کروں گا سب کے ساتھ ملنے اور نمرتا کا پرتکا کروں گا، محنت کروں گا دوسروں کی محنت کا آدم کروں گا، جلتا کے مال اور چٹروں کی رکھا کروں گا، ساج کے لئے لہناڈک لکھوں میں حصہ لوں گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بڑوں کو مدد دوں گا، ایمانداری اور سچا رہوں گا، اپنے ساتھیوں کے سدا کام کروں گا، اپنے سے چھوٹے بچوں کی مدد اور خبرگیری کروں گا اور کھل کود اور کسرت میں سب کے ساتھ شامل رہوں گا۔"

اس سلسلہ روس میں ہر کے اندر نو برس کی عمر سے لیکر چودہ برس کی عمر تک کے بچوں کو روڑ سے اوپر لڑکے اور لڑکیاں اس سلسلہ کے ممبر ہیں۔

سلسلہ کے اڈیشہ یہ ہیں:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے دیہے کے لئے پرم پیدا کرنا؛

(2) ان میں سب دیشوں کی جلتا کے لئے آدم پیدا کرنا؛

(3) ان میں ہاتھوں پتروں سے محنت مزدوری کے لئے ملن پیدا کرنا، اور

(4) ان میں گھان کی چاہ کو بڑھانا۔

سلسلہ کے سب ممبروں میں چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈسپلین)، (3) اچھے سہانت، اور (4) سب کے ساتھ ہائی چاہ کا ہوا۔

نوی برس سے اوپر عمر کا کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو چاہے سلسلہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آٹھ کی پرتکا کرنی پڑتی ہے:—

"میں جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول میں اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالن کروں گا، اپنے ادھیہاؤں اور بڑوں کا آدم کروں گا سب کے ساتھ ملنے اور نمرتا کا پرتکا کروں گا، محنت کروں گا دوسروں کی محنت کا آدم کروں گا، جلتا کے مال اور چٹروں کی رکھا کروں گا، ساج کے لئے لہناڈک لکھوں میں حصہ لوں گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بڑوں کو مدد دوں گا، ایمانداری اور سچا رہوں گا، اپنے ساتھیوں کے سدا کام کروں گا، اپنے سے چھوٹے بچوں کی مدد اور خبرگیری کروں گا اور کھل کود اور کسرت میں سب کے ساتھ شامل رہوں گا۔"

سلسلہ کے اڈیشہ یہ ہیں:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے دیہے کے لئے پرم پیدا کرنا؛

(2) ان میں سب دیشوں کی جلتا کے لئے آدم پیدا کرنا؛

(3) ان میں ہاتھوں پتروں سے محنت مزدوری کے لئے ملن پیدا کرنا، اور

(4) ان میں گھان کی چاہ کو بڑھانا۔

سلسلہ کے سب ممبروں میں چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈسپلین)، (3) اچھے سہانت، اور (4) سب کے ساتھ ہائی چاہ کا ہوا۔

نوی برس سے اوپر عمر کا کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو چاہے سلسلہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آٹھ کی پرتکا کرنی پڑتی ہے:—

"میں جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول میں اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالن کروں گا، اپنے ادھیہاؤں اور بڑوں کا آدم کروں گا سب کے ساتھ ملنے اور نمرتا کا پرتکا کروں گا، محنت کروں گا دوسروں کی محنت کا آدم کروں گا، جلتا کے مال اور چٹروں کی رکھا کروں گا، ساج کے لئے لہناڈک لکھوں میں حصہ لوں گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بڑوں کو مدد دوں گا، ایمانداری اور سچا رہوں گا، اپنے ساتھیوں کے سدا کام کروں گا، اپنے سے چھوٹے بچوں کی مدد اور خبرگیری کروں گا اور کھل کود اور کسرت میں سب کے ساتھ شامل رہوں گا۔"

سلسلہ کے اڈیشہ یہ ہیں:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے دیہے کے لئے پرم پیدا کرنا؛

(2) ان میں سب دیشوں کی جلتا کے لئے آدم پیدا کرنا؛

(3) ان میں ہاتھوں پتروں سے محنت مزدوری کے لئے ملن پیدا کرنا، اور

(4) ان میں گھان کی چاہ کو بڑھانا۔

سلسلہ کے سب ممبروں میں چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈسپلین)، (3) اچھے سہانت، اور (4) سب کے ساتھ ہائی چاہ کا ہوا۔

نوی برس سے اوپر عمر کا کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو چاہے سلسلہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آٹھ کی پرتکا کرنی پڑتی ہے:—

"میں جی لگا کر پڑھ لکھوں گا، اسکول میں اور اسکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالن کروں گا، اپنے ادھیہاؤں اور بڑوں کا آدم کروں گا سب کے ساتھ ملنے اور نمرتا کا پرتکا کروں گا، محنت کروں گا دوسروں کی محنت کا آدم کروں گا، جلتا کے مال اور چٹروں کی رکھا کروں گا، ساج کے لئے لہناڈک لکھوں میں حصہ لوں گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بڑوں کو مدد دوں گا، ایمانداری اور سچا رہوں گا، اپنے ساتھیوں کے سدا کام کروں گا، اپنے سے چھوٹے بچوں کی مدد اور خبرگیری کروں گا اور کھل کود اور کسرت میں سب کے ساتھ شامل رہوں گا۔"

سلسلہ کے اڈیشہ یہ ہیں:—

ہر ممبر کو مگر میں ایک لالہ لکھنا ہوتا ہے اور ایک بیج لگانا ہوتا ہے جس پر ایک لالہ بنا رہتا ہے اور ”ہمیشہ تیار“ یہ شہد لکھے ہوتے ہیں۔ یہی سنسٹا کا نمبر ہے۔

اس سنسٹا کا ممبر بننا ہر اسکول کے ہر بچے کے لیے ایک بہت بڑی گھنٹا سمجھی جاتی ہے۔ یہ پہلی سنسٹا ہے جس کا کوئی روسی لڑکا یا لڑکی ممبر بنتا ہے۔ ممبر ملکر خود اپنے اپنے دل کا نیتا اور اپنی چھوٹی بڑی کونسلوں کے ممبر چلتے ہیں۔

سنسٹا کی سب سے بڑی باتیں اور جملوں میں سب ممبر ہر وقت پر آمادگی کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں۔ خود اپنے سب معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی سنسٹا کے مان کا سب سے پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی برا کام کریگا تو اس کے ساتھی اسے برا کہیں گے۔ اس طرح سماجی وسعتی اور جلتا کی رائے کی قدر شروع سے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔

بچوں اور جملوں میں سب ممبر اپنے ساتھیوں کی یا کسی دوسرے کی پکار لکھائی اور دوسروں کے ساتھ دیوار کی چرچا کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا یا لڑکی اپنی پڑھائی میں پیچھے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے اس سے پوچھتے ہیں۔ ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ کٹینا ہے؟ یا تم سوخت ہو یا پرہا نہیں کرتے؟ کسی کیشور لہلائٹ؟ کو سست یا پرہا تو نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تمہیں کٹینائی معلوم ہوتی ہے تو ہم تمہیں مدد دیں گے۔“ ایک دوسرے کی مدد کرنا سنسٹا کا پوتر نم ہے۔ ہر ممبر اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی پڑھائی میں پیچھے ہوئی ساتھی کی مدد کرے اور جو کچھ خود جانتا ہے وہ دوسروں کو سکھائے۔

ہر بچے کو سنسٹا کا ممبر بننے کے دن سے ہی اس طرح کے چھوٹے چھوٹے کام سونپے جاتے ہیں، جیسے موسم سردی دیکھنا گرمی وغیرہ کو دیکھنا، سمجھنا اور نوٹ کرنا، پختہ اور غسل خانہ صاف کرنے والے کو یا کھانے کے کمرے میں پرسلہ والے کو اس کے کام میں مدد دینا، اسکول کی دیوار پر چھکاتے جانے والے سماچار پتر کے سپانڈن میں ہاتھ بٹانا، انیادی۔ گرمیوں میں اس سنسٹا کے ممبروں کے الگ الگ کیسپ لکھے ہیں۔ ان کیسپوں میں ممبروں کو پتوں کی کھاریاں بنانی ہوتی ہیں، کھلوں کے لئے میدان ٹھیک کرنے پڑتے ہیں، رسوئی کا سارا کام کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی بچے ملکر دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ ان سفر میں انہیں اپنا اپنا سب کام خود دیکھنا پڑتا ہے۔ انہیں خود اپنے ہاتھ لگاتے ہوتے ہیں، اپنے ہاتھ صاف کرنے پڑتے ہیں، اپنے

ہر ممبر کو مگر میں ایک لالہ لکھنا ہوتا ہے اور ایک بیج لگانا ہوتا ہے جس پر ایک لالہ بنا رہتا ہے اور ”ہمیشہ تیار“ یہ شہد لکھے ہوتے ہیں۔ یہی سنسٹا کا نمبر ہے۔

اس سنسٹا کا ممبر بننا ہر اسکول کے ہر بچے کے لیے ایک بہت بڑی گھنٹا سمجھی جاتی ہے۔ یہ پہلی سنسٹا ہے جس کا کوئی روسی لڑکا یا لڑکی ممبر بنتا ہے۔ ممبر ملکر خود اپنے اپنے دل کا نیتا اور اپنی چھوٹی بڑی کونسلوں کے ممبر چلتے ہیں۔

سنسٹا کی سب سے بڑی باتیں اور جملوں میں سب ممبر ہر وقت پر آمادگی کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں۔ خود اپنے سب معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی سنسٹا کے مان کا سب سے پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی برا کام کریگا تو اس کے ساتھی اسے برا کہیں گے۔ اس طرح سماجی وسعتی اور جلتا کی رائے کی قدر شروع سے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔

بچوں اور جملوں میں سب ممبر اپنے ساتھیوں کی یا کسی دوسرے کی پکار لکھائی اور دوسروں کے ساتھ دیوار کی چرچا کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا یا لڑکی اپنی پڑھائی میں پیچھے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے اس سے پوچھتے ہیں۔ ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ کٹینا ہے؟ یا تم سوخت ہو یا پرہا نہیں کرتے؟ کسی کیشور لہلائٹ؟ کو سست یا پرہا تو نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تمہیں کٹینائی معلوم ہوتی ہے تو ہم تمہیں مدد دیں گے۔“ ایک دوسرے کی مدد کرنا سنسٹا کا پوتر نم ہے۔ ہر ممبر اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی پڑھائی میں پیچھے ہوئی ساتھی کی مدد کرے اور جو کچھ خود جانتا ہے وہ دوسروں کو سکھائے۔

ہر بچے کو سنسٹا کا ممبر بننے کے دن سے ہی اس طرح کے چھوٹے چھوٹے کام سونپے جاتے ہیں، جیسے موسم سردی دیکھنا گرمی وغیرہ کو دیکھنا، سمجھنا اور نوٹ کرنا، پختہ اور غسل خانہ صاف کرنے والے کو یا کھانے کے کمرے میں پرسلہ والے کو اس کے کام میں مدد دینا، اسکول کی دیوار پر چھکاتے جانے والے سماچار پتر کے سپانڈن میں ہاتھ بٹانا، انیادی۔ گرمیوں میں اس سنسٹا کے ممبروں کے الگ الگ کیسپ لکھے ہیں۔ ان کیسپوں میں ممبروں کو پتوں کی کھاریاں بنانی ہوتی ہیں، کھلوں کے لئے میدان ٹھیک کرنے پڑتے ہیں، رسوئی کا سارا کام کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی بچے ملکر دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ ان سفر میں انہیں اپنا اپنا سب کام خود دیکھنا پڑتا ہے۔ انہیں خود اپنے ہاتھ لگاتے ہوتے ہیں، اپنے ہاتھ صاف کرنے پڑتے ہیں، اپنے

بیماریاں ٹیک کرنے ہوتے ہیں، संस्था में कोई लड़का या लڑکی آرام-پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سंस्था کے लगभग سب بچے لڑکے لڑکیاں اپنے سے छोटे लड़कों और लڑکیوں کی باجاء کتا سے بنا کر یا دل بنا کر उन्हें پڑاتے ہیں، छुट्टیوں में या स्कूल के समय के बाद उनके लिये खेल कूद का प्रबन्ध करते हैं، उन्हें कितائے پڑھ کر سناते ہیں، कहानियाں सुनाते हैं، और उन्हें स्कूल के पाठ समझने और याद करने में मदद देते हैं۔ इससे बचे लड़कों लڑکیوں का अपना लाभ भी होता है، छोटों में उनका मान बढ़ता है और उनका अपना ज्ञान भी अधिक पक्का होता है۔ संस्था में एक कहावत है—“हर ‘लेनिना-इट दूसरों के लिये आदर्श (नमूना) होता है۔”

ممبروں کی گگھ جگھ سभाएं होती हैं जिन्हें वह “مैं क्या करना जानता हूँ” कहते हैं۔ इन सभाओं में वह विद्वानों، साइन्स دانوں، लेखकों، मिलजुल कर खेती करने वाले किसानों، कारीगरों और आदर्श मजदूरों को बुलाते हैं، जो अपना अपना काम बच्चों को समझاتے हैं، जिससे बच्चों में उत्साह और जानकारी दोनों बढ़ते हैं۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی آدات طرح طرح سے بچوں में पैदा کی جاتی ہے۔ شुरु کی کتا سے کے بچے کاراج और गत्ते के नमूने، कशीदे, खिलौने और मशीनें बनाते हैं, लड़की की चीजें बनाना कशीदे काढ़ना, खुदाई का काम, जाली बनाना वगैरा सीखते हैं۔ बचे लड़के लڑکیاں काराज या लड़की के हवाई जहाज, रेडियो और टेलीविजन बनाते हैं۔ बच्चों के अच्छे अच्छे कामों की हर साल जगह जगह बड़ी बड़ी नुमाइشों की जाती हैं۔

रुस की कम्युनिस्ट पार्टी और सोवियत सरकार दोनों बच्चों की तरफ सب से अधिक ध्यान देते हैं۔ हर शहर, हर कसबे और लगभग हर बचे गांव में “किशोर लेनिनाइटों” के अलग मकान होते हैं जहां तजरबेकार अध्यापक या बचे लोग उन्हें तरह तरह की बातें सिखाते हैं, बच्चों की अपनी रेलें होती हैं, अपने थियेटर होते हैं, अपने पुस्तकालय होते हैं, अपने मैदान, पार्क और खेल-घर होते हैं۔ गरमियों की और जाड़े की छुट्टियों में देश भर में उन के अलग अलग खेल, टूरनामेंट और तरह तरह के जलसे होते हैं۔

सोवियत रुस भर में लाखों नर नारी बचे प्रेम और उत्साह के साथ उन दिनों का याद करते हैं जब वह स्वयं लाल रुमाल बांधकर और लाल तारे का बैज लगाकर फिर और काम किया करते थे۔

—अनुवादक श्री मुहम्मद हैदर

چھوٹے لڑکے کرتے ہوتے ہیں، سنسٹھا میں کوئی لڑکا یا لڑکی آرام پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سنسٹھا کے لڑکے سب بڑے لڑکے لڑکیاں اپنے سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کی باجاء کتا سے بنا کر یا دل بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، چھٹوں میں یا اسکول کے سم کے بعد ان کے لئے کھانے کا پر بند کرتے ہیں، انہیں کتا میں پڑھ کر سنااتے ہیں، کہانیاں سناتے ہیں، اور انہیں اسکول کے پائے سمجھ اور یاد کرنے میں مدد دیتے ہیں، اس سے بڑے لڑکوں لڑکیوں کا اپنا فائدہ بھی ہوتا ہے، چھٹوں میں ان کا مان بڑھتا ہے اور ان کا اپنا گیان بھی ادھک پکا ہوتا ہے۔ سنسٹھا میں ایک کہاوت ہے—“ہر لیلیناٹ دوسروں کے لئے آدرش (نمونہ) ہوتا ہے۔”

ممبروں کی جگھ جگھ سبھائوں ہوتی ہیں جہاں وہ انہیں کیا کرنا جانتا ہوں، کہتے ہیں۔ ان سبھائوں میں وہ دیوانوں، سائنسدانوں، لکھنوں، مل جل کر کھیتی کرنے والے کسانوں، کاریگروں اور آدرش مزدوروں کو بلاتے ہیں، جو اپنا اپنا کام بچوں کو سمجھاتے ہیں، جس سے بچوں میں افساء اور جانکاری دونوں بڑھتے ہیں۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی عادت طرح طرح سے بچوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ شروع کی کتا سے کے بچے کتذ اور گتے کے نمونہ، کھدے، کھلنے اور مشینوں بناتے ہیں، لکڑی کی چیزیں بنانا، کھدے کارہا، کھدائی کا کام، جالی بنانا وغیرہ سمجھتے ہیں۔ بڑے لڑکے لڑکیاں کتذ یا لکڑی کے ہوائی جہاز، ریتوں اور ٹیلوینز بناتے ہیں۔ بچوں کے اچھے اچھے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بڑی بڑی نمائشیں کی جاتی ہیں۔

روس کی کمیونسٹ پارٹی اور سوویت سرکار دونوں بچوں کی طرف سب سے ادھک دھیان دیتے ہیں۔ ہر شہر، ہر قصہ، اور لگ بھگ ہر بڑے گوں میں “کیشور لیننٹائٹوں” کے الگ مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیاپک یا بڑے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سمجھاتے ہیں، بچوں کی اپنی ریلیں ہوتی ہیں، اپنے تھیٹر ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور کھیل - گھر ہوتے ہیں۔ گرمیوں کی اور جازے کی چھٹوں میں دیہی بھر میں ان کے الگ الگ کھیل، ٹورنامنٹ اور طرح طرح کے جلسے ہوتے ہیں۔

سوویت روس ہر میں لاکھوں نوراری بڑے یریم اور اُس کے ساتھ ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب وہ سویم لال رومال باندھ کر اور لال تلے کا بیج لگا کر پھرا اور کام کیا کرتے تھے۔

—انوادک شری محمد حیدر

جیووانی بوکشیو

جیووانی بوکشیو

کئی شہر میں ناتن نام کا ایک بہت بڑا زمیندار رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار دھن دولت تھی۔ پورب پشچیم کے جانے والے اس کی زمینداری کے پاس سے ہی گزرتے تھے اور اس کے اپار زمین کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ دور دور کے نامی لوہیروں کو بلا کر اس نے اپنا ایک محل بنوایا تھا جسے دیکھ کر لوگ دانتوں تلے آنکلی دہاتے تھے۔ باغی سدرن کے طور پر اور آرائش کے ایسے سادھنوں سے اس نے اپنے محل کو سجایا تھا کہ دور دور تک اس کی مثال کا دوسرا محل نہیں ملتا تھا۔ سینکڑوں نوکر چاکر اس کے یہاں کم کرتے تھے۔ ہزاروں روپے مہمانوں کی آؤہمت میں خرچ کیلتے جاتے تھے۔ کپال کا مطلب یہ ہے کہ ایسی شان شوکت سے بولے آدمی می رہ سکتے ہیں۔

ناتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے چتر میں یک ایسی دھشتا بھی تھی جس سے اسے یہی اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئٹھلے پر ہی مشکل سے ہی ملتے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

ناتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے چتر میں یک ایسی دھشتا بھی تھی جس سے اسے یہی اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئٹھلے پر ہی مشکل سے ہی ملتے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

ناتن کے دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے چتر میں یک ایسی دھشتا بھی تھی جس سے اسے یہی اور ہردلیوزی ہی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے آدار آدمی تھوئٹھلے پر ہی مشکل سے ہی ملتے تھے۔ کوئی بھی کسی سے اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آدارنا سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

اس آدارنا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تھوڑی دور پر رہنے والے مٹھریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کم ہی بڑائی پہونچی تو اس کے من میں ناتن کی طرف خسد کا بھاؤ پیدا ہو گیا۔ مٹھریڈنس بھی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دھار آیا کہ کیا کیوں ناتن کو عی اتنا ہی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے ناتن کے جیسا ہی ایک محل تیار کروا لیا۔ اب اس کے یہاں بھی مہمان آتے تھے اور ان کا پرپر سوانت ستار ہونے لگا۔ ضرورت مندوں کو دان دکھنا بھی خوب ملتے لگی۔ مطلب یہ کہ وہ ہر پرکار کی آدارنا میں ناتن سے براہی کرتے کی کوشش کرتے تھے۔ محض براہی کرنے سے ہی اسے تسلی نہیں ہوئی، بلکہ اس سے بھی آگے

اس آدارنا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تھوڑی دور پر رہنے والے مٹھریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کم ہی بڑائی پہونچی تو اس کے من میں ناتن کی طرف خسد کا بھاؤ پیدا ہو گیا۔ مٹھریڈنس بھی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دھار آیا کہ کیا کیوں ناتن کو عی اتنا ہی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے ناتن کے جیسا ہی ایک محل تیار کروا لیا۔ اب اس کے یہاں بھی مہمان آتے تھے اور ان کا پرپر سوانت ستار ہونے لگا۔ ضرورت مندوں کو دان دکھنا بھی خوب ملتے لگی۔ مطلب یہ کہ وہ ہر پرکار کی آدارنا میں ناتن سے براہی کرتے کی کوشش کرتے تھے۔ محض براہی کرنے سے ہی اسے تسلی نہیں ہوئی، بلکہ اس سے بھی آگے

بڑھकर लोगों पर अपना खिन्का कायम करने के स्वप्न भी वह देखने लगा.

एक दिन ऐसा हुआ कि जब वह अपने महल के दरबार हाल में अकेला बैठा था तो एक बुढ़िया वहाँ आई और भीख माँगने लगी. उसे जो कुछ चाहिए था कौरन दे दिया गया. वहाँ से हटकर वही बुढ़िया दूसरे दरवाजे पर पहुँची और भीख माँगने लगी. वहाँ से भी उसे जो कुछ मिलना चाहिए था, मिल गया. इस प्रकार एक को छोड़कर दूसरे पर, दूसरे से हट कर तीसरे पर पहुँचती हुई वह बुढ़िया दरबार हाल के बारह दरवाजों पर पहुँची और हर दरवाजे से भीख में कुछ न कुछ हासिल करती रही. मिथरीडन्स उस बुढ़िया को ध्यान से देख रहा था. जब वह बारहवें दरवाजे से हटकर तेरहवें पर भीख माँगने आई तो मिथरीडन्स से कुछ कहे बिना न रहा गया. बोला—“ये, माई ! अब तो तुम संग करने लगीं.” लेकिन उसने इस बार भी इस भीख दे दी. बुढ़िया को मिथरीडन्स के ये लज्ज पसन्द नहीं आये और वह वहाँ बड़बड़ाने लगी—“नातन की तो त्त ही और है. वैसी उदारता है किस में ! हाँ उसके महल के चौसीस दरवाजों पर मैं गयी, लेकिन किसी भी दरवाजे पर किसी ने भी मुझे भीख देते बक्त एक शब्द भी नहीं कहा. लेकिन यहाँ तो बारहवें दरवाजे पर ही मुझे रोक दिया था.” और वह फिर कभी मिथरीडन्स के दरवाजे पर भीख माँगने नहीं आई.

इस घटना से मिथरीडन्स का मन खट्टा हो गया और वह सोचने लगा कि इतने किए-करने पर भी मेरी किस्मत नातन की सी लोक-प्रियता नहीं बढ़ी. फिर कुछ देर बाद उसके मन में नातन के प्रति इसद का भाव पैदा हो या और उसने तय किया कि जब तक मैं नातन को इस सार से बिदा न कर दूँगा, मुझे मेरे परिश्रम का पुरस्कार—रा और लोक प्रियता—प्राप्त नहीं हो सकती. वह बड़े जोश उठा और नातन को मौत के घाट उतार देने के मजबूत एव के साथ वह उसकी जमींदारी की ओर चल पड़ा. तन के महल के पास पहुँच कर उसने अपने एक दो बियों को, जो उसके साथ आए थे, बिदा कर दिया और नातन से मिलने के लिए उसके महल की ओर बढ़ा. ख के पास शाम के बक्त, बूढ़ा नातन बहुत साधारण बास में अकेला टहल रहा था. मिथरीडन्स ने उसे पहचान नहीं देखा था. इसलिए उसे महल का कोई नौकर रक कर उसने पूछा कि नातन का महल कहाँ है ? नातन यह जवाब देकर कि वह खुद ही नातन है, मिथरीडन्स स्वगत किआ और उससे कहा कि वह उसे, जहाँ वह ना चाहता है, खुसी से पहुँचा देगा. मिथरीडन्स ने उसके गहरी कुबडला अकड़ की और यह भी चाहा कि वह के लिए ऐसा इन्तजाम करवे की कृपा करे जिससे नातन

बहुत लगे पर अपना सके लाम करने के सपने भी वह देखने लगा.

एक दिन ऐसा हुआ कि जब वह अपने महल के दरबार हाल में अकेला बैठा था तो एक बुढ़िया वहाँ आई और भीख माँगने लगी. उसे जो कुछ चाहिए था कौरन दे दिया गया. वहाँ से हटकर वही बुढ़िया दूसरे दरवाजे पर पहुँची और भीख माँगने लगी. वहाँ से भी उसे जो कुछ मिलना चाहिए था, मिल गया. इस प्रकार एक को छोड़कर दूसरे पर, दूसरे से हट कर तीसरे पर पहुँचती हुई वह बुढ़िया दरबार हाल के बारह दरवाजों पर पहुँची और हर दरवाजे से भीख में कुछ न कुछ हासिल करती रही. मिथरीडन्स उस बुढ़िया को ध्यान से देख रहा था. जब वह बारहवें दरवाजे से हटकर तेरहवें पर भीख माँगने आई तो मिथरीडन्स से कुछ कहे बिना न रहा गया. बोला—“ये, माई ! अब तो तुम संग करने लगीं.” लेकिन उसने इस बार भी इस भीख दे दी. बुढ़िया को मिथरीडन्स के ये लज्ज पसन्द नहीं आये और वह वहाँ बड़बड़ाने लगी—“नातन की तो त्त ही और है. वैसी उदारता है किस में ! हाँ उसके महल के चौसीस दरवाजों पर मैं गयी, लेकिन किसी भी दरवाजे पर किसी ने भी मुझे भीख देते बक्त एक शब्द भी नहीं कहा. लेकिन यहाँ तो बारहवें दरवाजे पर ही मुझे रोक दिया था.” और वह फिर कभी मिथरीडन्स के दरवाजे पर भीख माँगने नहीं आई.

इस घटना से मिथरीडन्स का मन खट्टा हो गया और वह सोचने लगा कि इतने किए-करने पर भी मेरी किस्मत नातन की सी लोक-प्रियता नहीं बढ़ी. फिर कुछ देर बाद उसके मन में नातन के प्रति इसद का भाव पैदा हो या और उसने तय किया कि जब तक मैं नातन को इस सार से बिदा न कर दूँगा, मुझे मेरे परिश्रम का पुरस्कार—रा और लोक प्रियता—प्राप्त नहीं हो सकती. वह बड़े जोश उठा और नातन को मौत के घाट उतार देने के मजबूत एव के साथ वह उसकी जमींदारी की ओर चल पड़ा. तन के महल के पास पहुँच कर उसने अपने एक दो बियों को, जो उसके साथ आए थे, बिदा कर दिया और नातन से मिलने के लिए उसके महल की ओर बढ़ा. ख के पास शाम के बक्त, बूढ़ा नातन बहुत साधारण बास में अकेला टहल रहा था. मिथरीडन्स ने उसे पहचान नहीं देखा था. इसलिए उसे महल का कोई नौकर रक कर उसने पूछा कि नातन का महल कहाँ है ? नातन यह जवाब देकर कि वह खुद ही नातन है, मिथरीडन्स स्वगत किआ और उससे कहा कि वह उसे, जहाँ वह ना चाहता है, खुसी से पहुँचा देगा. मिथरीडन्स ने उसके गहरी कुबडला अकड़ की और यह भी चाहा कि वह के लिए ऐसा इन्तजाम करवे की कृपा करे जिससे नातन

وہ دیکھ نہیں سکے اور نہ اُس کے بارے میں کچھ جانی سکی۔ ناتن نے کوئی شکا اُٹھوا تعصب ظاہر کئے بنا اپنے سرل سرپہلو سے اسے رچن دے دیا کہ جیسا وہ چاہتا ہے، ویسا ہی انتظام کر دیا جائیگا۔ اُس کے بعد وہ اسے محل کے اندر لے گیا۔ محل میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے نوکر چاکروں سے لہدیا کہ کوئی اس اچھلی کو یہ نہ بتائے کہ ناتن کون ہے۔

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو گوم رکھ کر اسکی مہمائی نوازی میں لگا گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اسنے کہتا ہوا یہ کہ وہ ناتن کا ایک بہت پرانا نوکر ہے اور اُسی کی سہا کرتے کرتے وہ بڑھا ہو چلا ہے، لیکن ناتن نے اسکی سہاوتوں کے بدلے اسے اب تک ویشی ترقی نہیں دی۔ لوگ ہاگ بٹے ہی ناتن کے گنوں کا پہاں کریں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شردھا نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اس بات سے بے حد پر سن ہوا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اس ویکتی سے کافی سہاٹا ملے گی۔ ایک دو دن بعد جب اُن دونوں میں کافی گہشتتا ہو گئی تو ناتن نے یہی میٹھریڈنس سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اسے اعتبار کے لایق سمجھ اپنا پورا پرچہ دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہہ دیا کہ اِس بات کو وہ گہت رکھے اور پتھا شکتی اُس کی سہاٹا ہی کرے۔ ناتن اُس کے اُدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شیکرہ ہی سنہل کر ہولے۔ ”بیٹا میٹھریڈنس“ تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے اُسا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارت کو تم نے اپنا اُدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پرعشک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری ہی طرح، ادارت کی ادارت سے ہوز بدنا، شرع کو دیں تو اِس دکھی دنیا کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بھید کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمایت کرنے کی بات، سو وہ تو بڑھا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا مہل دور پر ایک بھچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خانہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے، جس راستے سے جاؤ اُسی سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سورکشست راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلیں تو کھسک جاتا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پر سن ہوا اور اسے دھندلوا دیکر اپنا پروگرام بنائے میں چھٹ گیا۔

دوسرے دن نر کے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سلسلے کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچا کے اُتوسار بھچے میں

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹھریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو گہت رکھ کر اُس کی مہمائی نوازی میں لگا گیا۔ میٹھریڈنس کے بہت پوچھنے پر اس نے کہتا ہوا یہ کہ وہ ناتن کا ایک بہت پرانا نوکر ہے اور اُسی کی سہا کرتے کرتے وہ بڑھا ہو چلا ہے، لیکن ناتن نے اس کے بدلے اسے اب تک ویشی ترقی نہیں دی۔ لوگ ہاگ بٹے ہی ناتن کے گنوں کا پہاں کریں، لیکن اُس کے پڑی اُس کی کوئی شردھا نہیں ہے۔ میٹھریڈنس اس بات سے بے حد پر سن ہوا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آیا ہے، اُس میں اس ویکتی سے کافی سہاٹا ملے گی۔ ایک دو دن بعد جب اُن دونوں میں کافی گہشتتا ہو گئی تو ناتن نے یہی میٹھریڈنس سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹھریڈنس نے اسے اعتبار کے لایق سمجھ اپنا پورا پرچہ دیکر اپنے آئے کا مقصد بتا دیا اور کہہ دیا کہ اِس بات کو وہ گہت رکھے اور پتھا شکتی اُس کی سہاٹا ہی کرے۔ ناتن اُس کے اُدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شیکرہ ہی سنہل کر ہولے۔ ”بیٹا میٹھریڈنس“ تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے اُسا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پڑی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارت کو تم نے اپنا اُدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پرعشک ہوں۔ بدی دوسرے لوگ بھی تمہاری ہی طرح، ادارت کی ادارت سے ہوز بدنا، شرع کو دیں تو اِس دکھی دنیا کو بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بھید کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمایت کرنے کی بات، سو وہ تو بڑھا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے آدھا مہل دور پر ایک بھچے میں وہ کھولے جاتا ہے۔ تم کسی دن وہاں چھکے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خانہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے، جس راستے سے جاؤ اُسی سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سورکشست راستہ ہے وہاں سے اپنے استہلیں تو کھسک جاتا۔“ میٹھریڈنس اُس کی بات سے بہت پر سن ہوا اور اسے دھندلوا دیکر اپنا پروگرام بنائے میں چھٹ گیا۔

دوسرے دن نر کے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سلسلے کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچا کے اُتوسار بھچے میں

دوسرے دن تھکے ناتن اُٹھا اور بیٹا کسی سرشای کے میٹھریڈنس کی دی ہوئی سوچا کے اُتوسار بھچے میں

بات سے ہے کہ آپ نے میرے پورے خیال کو جاننے دیا ہے،
کिस प्रकार اپنے آپ کو میرے ہاتھوں کھلنے کے لیے
سپرد کیا؟

نااتن نے کہا—”بھئی، اس میں آسائش کی کیا بات
ہے، جو کہیں بھی میرے پاس آتا ہے، میں یقیناً اس کا منور
مناورہ پورا کرنے کی چھٹا کرتا ہوں۔ جب تم میرے پاس آتے تو
میں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کبھی جانے دیتا۔ دوسرے
دوسرے کی پرسنٹا کے لئے مجھے اپنے پرانے ہی دہلے بڑے تو
پوچھ نہیں سکتا۔ اور پھر میں تو اب بڑھا ہوا۔ اسی سال
میں زندگی کی گڑی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم میرے پرانے لے لو
تو مجھے اس سے چھٹا ہی ملے گا۔ جو آیا ہے وہ جائیگا ہی۔
میں دو چار سال اور زندہ رہا تو کیا بلتا ہوگا۔ کد تو میرا
ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا کوئی سوا نہیں ہے۔ میں کہتا
ہوں تم میرے پرانے لے لو، اس میں تمہیں لایہ ہی ہوگا اور
مجھے پرسنٹا ہوگی اور سنترہیں رہیگا کہ اپنے پرانے دیکر بھی میں
دوسرے کی اچھا پورتنی کر سکا۔“

میٹھیڈنس لڑکا اور گلانی سے اور بھی گڑ گیا اور
بولتا—”نہیں، نہیں! اب یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ مٹھوان
پراپوں کو لینے کی ہمت میری نہیں! آپ کی جیون-تیل
سماپت کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-
یو تک جیون رہیں۔“

اس پر نااتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—
”میں چاہتا ہوں اب تم میرے محل میں ہی رہو اور نااتن کے
نام سے پرسنٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری
زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میٹھیڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی
تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میٹھیڈنس نے उत्तर دیا—”نہیں یہ بھی میرے بڑے کی
بات نہیں۔ آپ کی ادارت کی پرستار کو میں آپ کی ہی طرح
چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پرستار کو ہی فایم
رکھنے کی مجھے میں شک ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی
سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھٹا کر دیں۔“

نااتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میٹھیڈنس نے اس
کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل لوٹ آئے۔ میٹھیڈنس
نے نااتن کے ساتھ کچھ دن اور بٹائے اور اس کے انہیوں سے لایہ
آٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچی
ادارتا کسے کہتے ہیں۔

بات سے ہے کہ آپ نے میرے پورے خیال کو جاننے دیا ہے،
کیس प्रकार اپنے آپ کو میرے ہاتھوں کھلنے کے لیے
سپرد کیا؟

نااتن نے کہا—”بھئی، اس میں آسائش کی کیا بات
ہے، جو کہیں بھی میرے پاس آتا ہے، میں یقیناً اس کا منور
مناورہ پورا کرنے کی چھٹا کرتا ہوں۔ جب تم میرے پاس آتے تو
میں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کبھی جانے دیتا۔ دوسرے
دوسرے کی پرسنٹا کے لئے مجھے اپنے پرانے ہی دہلے بڑے تو
پوچھ نہیں سکتا۔ اور پھر میں تو اب بڑھا ہوا۔ اسی سال
میں زندگی کی گڑی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم میرے پرانے لے لو
تو مجھے اس سے چھٹا ہی ملے گا۔ جو آیا ہے وہ جائیگا ہی۔
میں دو چار سال اور زندہ رہا تو کیا بلتا ہوگا۔ کد تو میرا
ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا کوئی سوا نہیں ہے۔ میں کہتا
ہوں تم میرے پرانے لے لو، اس میں تمہیں لایہ ہی ہوگا اور
مجھے پرسنٹا ہوگی اور سنترہیں رہیگا کہ اپنے پرانے دیکر بھی میں
دوسرے کی اچھا پورتنی کر سکا۔“

میٹھیڈنس لڑکا اور گلانی سے اور بھی گڑ گیا اور
بولتا—”نہیں، نہیں! اب یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ مٹھوان
پراپوں کو لینے کی ہمت میری نہیں! آپ کی جیون-تیل
سماپت کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-
یو تک جیون رہیں۔“

اس پر نااتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—
”میں چاہتا ہوں اب تم میرے محل میں ہی رہو اور نااتن کے
نام سے پرسنٹا ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری
زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میٹھیڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی
تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میٹھیڈنس نے اُنر دیا—”نہیں یہ بھی میرے بڑے کی
بات نہیں۔ آپ کی ادارت کی پرستار کو میں آپ کی ہی طرح
چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور پرستار کو ہی فایم
رکھنے کی مجھے میں شک ہے۔ یہ کام مجھے جیسے ناچیز آدمی
سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو آپ چھٹا کر دیں۔“

نااتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میٹھیڈنس نے اس
کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل لوٹ آئے۔ میٹھیڈنس
نے نااتن کے ساتھ کچھ دن اور بٹائے اور اس کے انہیوں سے لایہ
آٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچی
ادارتا کسے کہتے ہیں۔

دہلائی دواخانہ

دہلائی دواخانہ

(एकांकी नाटक)

(ایک انکی ناک)

भी विद्याभूषण मिश्र, एम० ए०, एल-एल० बी०

شوہی ویدا بوشن مصر، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

[सुबह के बरफ गांव का सरकारी दवाखाना खुला है. कम्पाउन्डर आकर सब दरवाजे खोलता है और मेज पोंछकर शीशियां लगाता है. बाहर बरामदे में पहले से ही बहुत से रोगी आकर बैठे हैं और आपस में बातें कर रहे हैं.]

[صبح کے وقت گلوں کا سرکاری دواخانہ کھلا ہے۔ کھاؤنڈر آکر سب دروازے کھولتا ہے اور میز پونچھ کر شیشیاں لگانا ہے۔ باہر برآمدہ میں پہلے سے ہی بہت سے روگی آکر بیٹھے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔]

पहला रोगी—बह रे बाह! गांव-गांव में दवा-दारु का परबन्ध हो गया. क्या कहें भैया, पहले तो काले कोस चलकर सहर जाते थे, तब कहीं डाक्टर बाबू से भेंट होती थी.

पہلا روگی—واہ رے واہ! گلوں گلوں میں دوا دارو کا پر بندھ ہو گیا۔ کیا کہیں بیہا، پہلے تو کالہ کوس چلکر سہر جاتے تھے، تب کہیں ڈاکٹر بابو سے بھینٹ ہوتی تھی۔

दूसरा—हां भैया, ठीक कहते हो. हमें याद है, पांच बरस हुआ हमारे नाना जी बीमार पड़े थे. बस, इसी हरखू के इक्के पर बैठकर ले चले. चलते चलते संझा हां गई, पर सहर दिखाई न पड़ा. आखिर नाना जी ने इक्के पर ही सांस छोड़ी. अब तो भैया सरकार की किरपा से इस गांव में भी दवाई-खाना खुल गया है.

دوسرا—ہاں بیہا، ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یاد ہے، پانچ برس ہوا ہمارے نانا جی بیمار پڑے تھے۔ بس، اسی ہرکھو کے یکے پر بٹھا کر لے چلے۔ چلتے چلتے سنجھا ہو گئی، پر سہر دکھائی نہ پڑا۔ آکھر نانا جی لے یکے پر ہی سانس چھوڑی۔ اب تو بیہا سرکار کی کرپا سے اس گلوں میں بھی دوائی کھانہ کھل گیا ہے۔

तीसरा—यहाँ फायदा भी तो जल्दी होता है. देखो, मेरे पांव में फोड़ा हुआ था. हमने महीना भर दवा-दारु की, बराबर पान-पत्ते बांधते रहे, लेकिन रंचो फायदा न हुआ. यहाँ आकर डाक्टर को दिखाया, तो वह हंसकर कहने लगा कि इसको तुरन्त चिरवा डालो नहीं तो 'बलूड-पापनी' (Blood-poison) हो जाएगा. उसके मुसाक्या कर बोलने पर तो बड़ा गुस्सा लगा, लेकिन 'बलूड-पापनी' सुनकर डर गया. अभी चार दिन से यहाँ आ रहे हैं, लेकिन देखो, घाब भर गया है और दरद भी जाता रहा.

تیسرا—یہاں پھائدہ بھی تو جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو، میرے پاؤں میں پھوڑا ہوا تھا۔ ہم نے مہینہ بھر دوا دارو کی، برابر پان پتے باندھتے رہے، لیکن رنچو پھائدہ نہ ہوا۔ یہاں آکر ڈاکٹر کو دکھایا، تو وہ ہلکے کہنے لگا کہ اس کو ترنت چروا ڈالو نہیں تو 'ہلڈ - پاپنی' (Blood-poison) ہو جائیگا۔ اس کے مسکھا کر بولنے پر تو بڑا گسے لگا۔ لیکن 'ہلڈ - پاپنی' سنکر تر گیا۔ ابھی چار دن سے یہاں آ رہے ہیں، لیکن دیکھو، کھاؤ بھر گیا ہے اور درد بھی جاتا رہا۔

पहला—यहाँ की सफाई की बलिहारी. देखो कैसे करीने से पट्टी बांधी है.

پہلا—یہاں کی سہائی کی بلماری۔ دیکھو کیسے کرینے سے پٹی باندھی ہے۔

चौथा—भैया जुग बदल गया है. क्यों, नहीं कहोगे? अरे डाक्टर ससुर परमात्मा थोड़े ही हैं. अपनी सकती भर ही तो करेंगे. पांव कट जाय तो डाक्टर के पास जाआंगे, पर नजर लग जाय, सिर पर भूत आ जाय तब कहां सरन मिलेगी? तब डाक्टर क्या करेगा?

چوتھا—بیہا جگ بدل گیا ہے۔ کیوں، نہیں کہو گے؟ ارے ڈاکٹر سسور پر ماما تھوڑے ہی ہیں۔ اپنی سکتی بھر ہی تو کرینگے۔ پاؤں کٹ جائے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے، پر نجر لگ جائے، سر پر بھوت آجائے تب کہاں سرن ملے گی؟ تب ڈاکٹر کیا کرے گا؟

सब—हाँ भैया, यह बात तो सच्ची है, इसमें कोई شک नहीं है.

سب—ہاں بیہا، یہ بات تو سچی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

पांचवां—अरे भैया, हम तो सहर से आज ही आए हैं, एक बार हमें भी फोड़ा हुआ था और डाक्टर को

پانچواں—ارے بیہا، ہم تو سہر سے آج ہی آئے ہیں۔ ایک بار ہمیں بھی پھوڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کو

دیکھا کہ وہ ایک دوا لے کر آیا، جسے وہ اپنے جیب سے نکال کر دیا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

چوتھا—واہ! تم نے تو اتنا دیکھ سہو یہ کیا۔ ہم تو حال ہی میں ایک دوا لینے گئے اور ایک ہی گھر پر آئے ہیں۔ یہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

پانچواں—ہم تو ایسا دوا کے ایک بابو کی دوا کرتے ہیں۔ وہ ہوموپاٹی (Homeopathy) دوا دیتے ہیں۔ سستی بھی ہوتی ہے اور بھاری بابو پھنس بھی پھنس بھی لیتے ہیں۔ جو دوا دیتے ہیں، وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

چوتھا—اے! یہ تو اور ادھک بھیانک دیتے ہیں۔ ان سے تو اور بچو۔ یہ تو پانی ہی دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

پانچواں—ایسا نہ کہو، بابو! ہم کو تو بڑے گھنہ روگ میں مبتلا ہوا ہے۔

چوتھا—کسمت اچھی نہیں۔ بچ گئے۔ کاک پورا نہیں ہوا تھا۔ بنا جہاز بیونک سیکے دوا بیکار ہے۔ یہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

چوتھا—(ایک کونے سے) جلتی ملتر سب دھکوسا ہے۔

چوتھا—ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر کچھ بھی نہیں جانتے۔ جڑور جانتے ہیں، پر اُنہا ہی نا اپنی سکتی ہو۔

چوتھا—(کونے سے) تو جب تم ڈاکٹر بابو سے جیادہ جانتے ہو، تب یہی اُنہ کیا کرے؟ گھر بیٹھتے، اپنا کام کچھ دیکھتے اور جہاز بیونک کرتے۔

چوتھا—(ہاتھ سے سرتی ملنے ہونے) کون سسرا آیا ہے۔ (سرتی کی پھنکی لیکر بیک ہونے) تھکے اُنہ تھے سوچا یہیں چھن ہر بیٹھکر بسرام کر لیں۔ آکھر سرکاری جگہ ہے، کچھ کے باپ کا اجارا ہے!

چوتھا—یہ لو، کھوپ پوچھ لیتے، (ملے بنائے) تم اُنہ کس لیتے؟ جیسے تمہیں ڈاکٹر بابو کے باپ ہو نا!

دیکھا تھا۔ یہ ہم کیا نہیں جیسا اُس نے چونک کر دیکھا تھا۔ یہ ہم کیا نہیں جیسا اُس نے چونک کر دیکھا تھا۔ یہ ہم کیا نہیں جیسا اُس نے چونک کر دیکھا تھا۔

چوتھا—واہ! تم نے تو اتنا دیکھ سہو یہ کیا۔ ہم تو حال ہی میں ایک دوا لینے گئے اور ایک ہی گھر پر آئے ہیں۔ یہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

پانچواں—ہم تو ایسا دوا کے ایک بابو کی دوا کرتے ہیں۔ وہ ہوموپاٹی (Homeopathy) دوا دیتے ہیں۔ سستی بھی ہوتی ہے اور بھاری بابو پھنس بھی پھنس بھی لیتے ہیں۔ جو دوا دیتے ہیں، وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

چوتھا—اے! یہ تو اور ادھک بھیانک دیتے ہیں۔ ان سے تو اور بچو۔ یہ تو پانی ہی دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

پانچواں—ایسا نہ کہو، بابو! ہم کو تو بڑے گھنہ روگ میں مبتلا ہوا ہے۔

چوتھا—کسمت اچھی نہیں۔ بچ گئے۔ کاک پورا نہیں ہوا تھا۔ بنا جہاز بیونک سیکے دوا بیکار ہے۔ یہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دوا دیکھ کر حیران رہ گیا، یہ تو وہی دوا تھی جسے وہ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

چوتھا—(ایک کونے سے) جلتی ملتر سب دھکوسا ہے۔

چوتھا—ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر کچھ بھی نہیں جانتے۔ جڑور جانتے ہیں، پر اُنہا ہی نا اپنی سکتی ہو۔

چوتھا—(کونے سے) تو جب تم ڈاکٹر بابو سے جیادہ جانتے ہو، تب یہی اُنہ کیا کرے؟ گھر بیٹھتے، اپنا کام کچھ دیکھتے اور جہاز بیونک کرتے۔

چوتھا—(ہاتھ سے سرتی ملنے ہونے) کون سسرا آیا ہے۔ (سرتی کی پھنکی لیکر بیک ہونے) تھکے اُنہ تھے سوچا یہیں چھن ہر بیٹھکر بسرام کر لیں۔ آکھر سرکاری جگہ ہے، کچھ کے باپ کا اجارا ہے!

کامپارٹر—(भीतर से) —अरे ! यह क्या गुल-
झपाड़ा मचा रखा है. यह अस्पताल है या तरकारी की
सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर
कगदो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कगदा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
बोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफंद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर भस्म मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तां नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंजूसी
करते हैं.

चौथा—(सिर हिलते) : अरे ! ये क्या गल गल मचा रखा
है. ये अस्पताल है या तरकारी की सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो
बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर कगदो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कगदा कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
बोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
हुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफंद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर भस्म मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तां नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंजूसी
करते हैं.

چوتھا جہاں کلچرل ہیر کو دوا دینی چاہئے وہی سریہ
دو ہوند دوائی دیکھو۔ اندھیر ہے نا؟ سڑک مہاراج نے پر جا کے
سم کے لئے دوا کو نہ کہو! ان کے باپ کا کیا جاتا ہے؟ سہوی
منکی کو پیلے ہی ہوند ہیر دوائی دیں، پر ہروا میں کو اس سے
کیا پھانڈہ ہوتا؟

کہاوند، — (باہر آکر) دیکھو، تم سب لوگ ایک پنکٹ
میں بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ (سب نیچے ایک
پنکٹی پر بیٹھتے ہیں، کیول چوتھا نہیں بیٹھتا۔ اُسے لکھی فر
کے) کہیں دی، تم وہاں لیڈس کھڑے ہو؟ اندر چلو۔

چوتھا—کیوں چلیں ؟ ہم دوائی لینے تھوڑے ہی اُٹے ہیں ۔
تھکے تھے، چھایا دیکھی، تھکن مٹانے بیٹھ گئے ۔

کہا، فخر—یہ سرائے نہیں ہے کہ اُنے سستالے لگے !

(بہتر چلا جاتا ہے)

چوتھا—(دھیرے سے) ہمدی جاننے والے کو کیوں بیٹھانے دو گے ؟ روٹی ماری جانے کی نا ؟ بڑے سپہید پوس بنے ہیں !

(قاتل کا آگے سب کھڑے ہو کر اسے سزا دے دیں ۔
قاتل بھتر پر دھیں کر کے بیٹھتا ہے ۔ سر کی پہڑا سے آگرائٹ
روگی بھتر جا کر شیکھر ہاھر آتا ہے)

چوتھا—کہو، درانی لم آئے ؟

’رومکی—ہاں بھیا‘ یہی سہد سہد، چورن تو دیا ہے اور کہا ہے کہ اے پانی میں گھول کر رکھنا (سہسا) اے رلم ! یہ تو بوجھا ہی نہیں کہ اے دی جاتا ہے یا سر پر ملتا ہے ۔

چوتھا—راہ! اچھی دوا کہیں ہیں کھراب کی جانی ہے؟ اسے بھی جانا۔

ادگی۔ (سوچ کر) پھر بھی، پوچھ لہذا ٹھیک ہوگا۔

چوتھا—کچھ اپنا بھی دماغ لگاؤ۔ ہذا دماغ لگانے نہ اپنا
بھلا کر سو گم نہ دوسروں کا۔ ابھی دوسروں کی بات ہے۔ میرے
چچا کو گس آ گیا تھا۔ اب میرے قب مرے کی حالت ہو
گئی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ منتظر پڑے کر ایک گلاس پانی
جو منہ میں اُدیہ تو ایکم کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔ اب اس
وکت اگر ہم ڈانڈ کی تلاش میں جاتے تو چاچا صاحب سرگ
سداہار گئے ہوتے۔ ہم اپنی اکل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہم نے
کچھ پڑھا لکھا نہیں پر، سکل دیکھتے ہی روگ بتا دیتے ہیں۔

(انہی روحی دھیان پرورک اُس کی باتیں سنتے ہیں اور اپنے اپنے روگ کا ندیاں کراہے کے ابھیرا بہ سے اُس کے نکٹ پھرنچلے کے ہیتر پرستہ دکھا دیتے ہیں)

ایک—دھکا کہیں دیتے خرچی ؟ ہم پہلے آئے ہیں ۔

دوسرا—مچنی-مچنی باری سے چلو، کیر چمکا دینے کی سہولت ہی نہ آئے۔

بویا—تو ماہرے کیا ہوں؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھٹ نہیں، آگاہ نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کچھ دیا تو ٹھیک نہیں تو ہو گا!

دوسرا—نہیں مہیا، تو مجھے گونی ہو۔ کڑا کرو۔ ہماری آنکھ میں بیلنی ہوئی ہے، اس کے مارے بڑا درد ہے، ہٹاؤ کیا کریں؟

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ ہر کے سات پتہ لیکر ایک ہر کے کانتہ میں باندھ کر آنکھ سے چھوڑو اور دھوپ میں رکھ دو۔ جسے جسے پتہ سوکھنے دیکھ دیکھ بلی بھی سوکھتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہتر کپاٹنڈر سے) ان دہانتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جلتے آتے ہیں۔

بویا—(رہنمون سے) سنا تو مجھ لوگوں نے؟ سمجھتے چلو۔ تمہارا دوا پینا بھی انہیں کتنا کھلتا ہے! میں کہتا تھا نا کہ یہ لوگ من سے دوائی نہیں دیتے؟

(ایک رومی جو دوا لیکر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بولا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مہیا، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لکھ لکھ لگا ہے "باہر لگانے کے لئے"۔ چوتھا لیبل کو پوکھی میں دھماں پورک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

چوتھا—تمہارے اٹھ یہ دوائی بالکل ٹھیک ہے۔ اسے سہر ہر دودھ میں ملا کر گتک جاؤ۔ اب کل دوسرا کرنا بہن کر آنا، تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کپاٹنڈر نے تمہیں سربہ اڈھی کھراک دوا دی ہے۔

رومی—دوائی دینے میں بھی ان کے پران سوکھتے ہیں!

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب ٹکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے پر لال پلٹے ہوتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کوہ کرکھ دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ او، اسی کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

سب—ٹیک ہے۔ آگاہ، اس کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹاچوپ)

بویا—(بہتر کپاٹنڈر سے) ان دہانتوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہیں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جلتے آتے ہیں۔

بویا—(رہنمون سے) سنا تو مجھ لوگوں نے؟ سمجھتے چلو۔ تمہارا دوا پینا بھی انہیں کتنا کھلتا ہے! میں کہتا تھا نا کہ یہ لوگ من سے دوائی نہیں دیتے؟

(ایک رومی جو دوا لیکر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بولا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مہیا، یہ مالس کرنے کی دوائی ٹھیک ہے نا؟

(بوتل پر لکھ لکھ لگا ہے "باہر لگانے کے لئے"۔ چوتھا لیبل کو پوکھی میں دھماں پورک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

چوتھا—تمہارے اٹھ یہ دوائی بالکل ٹھیک ہے۔ اسے سہر ہر دودھ میں ملا کر گتک جاؤ۔ اب کل دوسرا کرنا بہن کر آنا، تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کپاٹنڈر نے تمہیں سربہ اڈھی کھراک دوا دی ہے۔

رومی—دوائی دینے میں بھی ان کے پران سوکھتے ہیں!

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب ٹکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے پر لال پلٹے ہوتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کوہ کرکھ دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ او، اسی کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹاچوپ)

چوتھا—تمہارے اٹھ یہ دوائی بالکل ٹھیک ہے۔ اسے سہر ہر دودھ میں ملا کر گتک جاؤ۔ اب کل دوسرا کرنا بہن کر آنا، تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کپاٹنڈر نے تمہیں سربہ اڈھی کھراک دوا دی ہے۔

رومی—دوائی دینے میں بھی ان کے پران سوکھتے ہیں!

بویا—میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ جب ٹکس لگا ہوتا ہے تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے پر لال پلٹے ہوتے ہیں۔ اور جب دوا دیتے ہیں تب من ہی من کوہ کرکھ دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کے ہاتھ میں جس نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ او، اسی کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

سب—ٹیک ہے۔ آگاہ، اس کپاٹنڈر کو نکال باہر کریں اور اسے اپنی نصیحت دیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

(کولہل—پٹاچوپ)

भारतीय योजनाबन्दी में प्रामोद्योग का महत्त्व

بھارتیہ یोजना بندی میں گراموادیوں کا महत्त्व

श्री सुरेश रामभाई

شری سریش رامभाई

नये सिरबान की योजना और कुटीर धंधे

نئے سرچن کی योजना اور کوٹیر دھندے

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब दो महीना पहले 'कर्वे कमेटी' की रिपोर्ट के शायो होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें है. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी चर्चा उसके प्रेष को बीच देने का कमी उठता है तो वह आग बगूला हो

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना जबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब दो महीना पहले 'कर्वे कमेटी' की रिपोर्ट के शायो होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें है. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी चर्चा उसके प्रेष को बीच देने का कमी उठता है तो वह आग बगूला हो

کہتا ہے اور جھوٹا کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ رونما ہو گا۔ اس سے نقصان پہنچے گا۔ عجیب مناشہ ہے۔ غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ سستا مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ سستا مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

اخباروں کی خبر ہے کہ واپاری ورگ کو کتنی جھوٹ دی جائے، اس پر ہمارے کینڈیہ منتری ملنل تک میں ایک مت نہیں ہے۔ اگر اودیوکیون کے بڑھنے سے دیہی میں بیکاری بھتی ہوئی تب تو کوئی سوال ہی نہیں کھڑا ہوئے والا تھا اور ہر کوئی اسے بدھائی دیتا۔ مگر آفت یہ ہو رہی ہے کہ اودیوکیون کے ساتھ ساتھ—پھر جب پینچ ورشیہ یوجنا بھی ویسٹہ تھک سے چل رہی ہو اور ودیشیوں کی کارگر صلاح و مدد بھی مل رہی ہو—بیکاری زیادہ وکراں سو روپ لیتی جارہی ہے۔ اور تو اور، ہمارے کینڈیہ منستر روزگار دلانے کے سہیلہ میں جو وعدے کرتے ہیں ان پر بھی قائم نہیں رہ پاتے۔ پچھلے دسمبر میں پارلیامینٹ کے کانگریسی سندھیوں کی ایک سہا میں پردھان منتری نے کہا کہ دیہی کے اندر پیروزگاری، وشمشکر اتنے بڑے پیمانے پر، برداشت نہیں کی جاسکتی اور روزگار دینا ایک فرض ہی نہیں سماجک ضرورت بھی ہے۔ اس وجہ سے سرکار ہاتھ کے دھندھوں کی طرف بھی جارہی ہے۔ لگ بھگ تین سال پہلے اس نے ایک اہل بھارت کھادی اور گر'مودیوگ بورڈ بنایا جس کی یوجنائیں کچھ چل رہی ہیں، کچھ شروع ہوئے جارہی ہیں۔ اب یہ تو بیوشیہ ہی بتائیگا کہ بڑے اودیوگ اور کھادی بورڈ کدھے سے کدھے ملاکر بیکاری دور کر سکتے ہیں یا بڑے اودیوگوں میں ہی اتنی زیادہ سکت ہے کہ پیروزگاری ختم کر دیں یا اگر حالت اور بھی بگڑ جاتی ہے تو پھر نئے سرے سے رچار کرنا ہوگا۔

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اودیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اودیوکیون، اتنا زیادہ شستریوں۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ودیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائینگے اور آج کے چوٹی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اودیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اودیوکیون، اتنا زیادہ شستریوں۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ودیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائینگے اور آج کے چوٹی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اودیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اودیوکیون، اتنا زیادہ شستریوں۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ودیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائینگے اور آج کے چوٹی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بہت ہی آشاوا دی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اودیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی بورڈ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ ان مشینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اودیوکیون، اتنا زیادہ شستریوں۔ ہمیں کیوں اتنا زیادہ سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ودیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—آرتھک اور فوجی دونوں درشتیوں سے۔ اس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائینگے اور آج کے چوٹی کے دیہیوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہوچکا ہے۔
 آسان نہیں ہے۔ پھر بھی چین ہر کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بیچم کے دیشوں جیسا ہوچکا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدرش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمیٹی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کیوں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، پھر یہی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما یا ہوا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُنم سادھن موجود ہیں، پھر بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، پھر بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور گھبراہٹ ہے۔ کیا سبب
 ہے کہ انہی سببوں ہونے پر بھی آج وہ انہی برباد کن ہتھیاروں کی
 تیاری میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہوجن کے مقصد سے ہے۔ جو بوجھ بھاری سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ بیچلے دو مہادیہوں سے اور تیسرے
 کے سنگت سے یہ صاف ہے کہ سلہوجن کی پیشگی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسپلٹا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہادیوں کے اَدعا پر وہ چٹا کھڑی ہے وہ مولاہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ 'نورودا' مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سنگتچھپ میں کہیں تو وہ مولاہ منٹانیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمیٹی اور اُتھانوں کے سادھنوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شاریک شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں وِرج-بھد اور وِرج-بھدھہ کی ستھاپنا۔

(5) جس کی لاٹھی اس کی بھینس—ہکھاوان کے مٹھے-
 سچھے ہیت میں وِرجاس کے ہیت کی بلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلنا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہوجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشیہ بہت ہی آندھکر مٹا ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے وائیں گے۔ پیشگی
 راشٹروں کے۔ بیچلے رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ "بیچلے" ہونے رہیں گے۔ نوجی
 چھپتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ ویکسی کے ایک ہی اُتم ہتھار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہوچکا ہے۔
 آسان نہیں ہے۔ پھر بھی چین ہر کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بیچم کے دیشوں جیسا ہوچکا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدرش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمیٹی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کیوں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، پھر یہی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما یا ہوا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُنم سادھن موجود ہیں، پھر بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، پھر بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور گھبراہٹ ہے۔ کیا سبب
 ہے کہ انہی سببوں ہونے پر بھی آج وہ انہی برباد کن ہتھیاروں کی
 تیاری میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہوجن کے مقصد سے ہے۔ جو بوجھ بھاری سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ بیچلے دو مہادیہوں سے اور تیسرے
 کے سنگت سے یہ صاف ہے کہ سلہوجن کی پیشگی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسپلٹا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہادیوں کے اَدعا پر وہ چٹا کھڑی ہے وہ مولاہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ 'نورودا' مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سنگتچھپ میں کہیں تو وہ مولاہ منٹانیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

- (1) سمیٹی اور اُتھانوں کے سادھنوں پر نجی یا سرکاری
مالکیت و ادھیکار۔
- (2) شاریک شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسان کا بھید کرنا۔
- (3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔
- (4) سماج میں وِرج-بھد اور وِرج-بھدھہ کی ستھاپنا۔
- (5) جس کی لاٹھی اس کی بھینس—ہکھاوان کے مٹھے-
سچھے ہیت میں وِرجاس کے ہیت کی بلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلنا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہوجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشیہ بہت ہی آندھکر مٹا ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے وائیں گے۔ پیشگی
 راشٹروں کے۔ بیچلے رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ "بیچلے" ہونے رہیں گے۔ نوجی
 چھپتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ ویکسی کے ایک ہی اُتم ہتھار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

پہلے—ہیک ایسی طرح جس طرح جرمنی کے آگے فرانس لٹ گیا یا امریکا کے آگے جرمنی و جاپان لٹ گئے۔ ایسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا نونرمان کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سم آگیا ہے کہ ہم اتھاس کی روشنی میں بہت کمال پر بھی پورزک و چار کریں اور آگے کا صاف نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دھس کرے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتیں لیتے کے ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی بچیں۔ یہ کسی دردناک بات ہے کہ آٹھ سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک شہد بھی ہم چلتا کو نہا نہیں دے سکے۔ کلن کیل بھی ہے کہ ہمارے چٹکن کی جڑیں ابھی تک ہمارے دیش میں ہیں ہی نہیں۔ ہمارے گن قلعہ کا دھان بھی انہیں پر دیشی جڑوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پورٹ کر یہ ہے کہ ویشی پودے کو کسی طرح اپنے دیش میں جمادیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری قنکے کی چوٹ پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ ویشی پودے یہاں کی دھرتی میں لگنے سے انکار کر رہا ہے۔ اس ویشی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استھان ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائیکاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسپشت کرنا چاہئے اور اُسی کے اتھسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیول اُنہاں پوہانا یا پونجی اُکھا کرنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے منہ موڑیں۔ پونجی اور بہوتایت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائر ہے، سادھیہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں اُسے اس پوکار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو رोजگار کی व्यवस्था یا نی بیکاری کا अस्तित्व ही न रहे।

(2) नई समाज रचना की स्थापना जिसकी आधारभूत वे मान्यतायें न हों (जो ऊपर दी जा चुकी हैं) जिनके कारण परिचम दुःखी है।

(3) शान्तिमय और अहिंसक उपायों का प्रतिष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

अगर हमारे मकसद यह हैं तब तो प्रामोद्योग के लिये स्थान है। भारत जैसे विशाल और दीन देश में प्रामोद्योग बिकारी दूर करने में कामयाब हो, यह कोई छोटी बात नहीं है। लेकिन हमारा निबेदन है कि बिकारी-निवारण ही प्रामोद्योग का लक्ष्य नहीं है। प्रामोद्योग एक जीवन-पद्धति का संकेत है। वह एक चिन्वगी का तरीका है, एक बिचार-अ्योति का

प्रकार—हیک ایسی طرح جس طرح جرمنی کے آگے فرانس لٹ گیا یا امریکا کے آگے جرمنی و جاپان لٹ گئے۔ ایسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا نونرمان کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سم آگیا ہے کہ ہم اتھاس کی روشنی میں بہت کمال پر بھی پورزک و چار کریں اور آگے کا صاف نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دھس کرے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتیں لیتے کے ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی بچیں۔ یہ کسی دردناک بات ہے کہ آٹھ سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک شہد بھی ہم چلتا کو نہا نہیں دے سکے۔ کلن کیل بھی ہے کہ ہمارے چٹکن کی جڑیں ابھی تک ہمارے دیش میں ہیں ہی نہیں۔ ہمارے گن قلعہ کا دھان بھی انہیں پر دیشی جڑوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پورٹ کر یہ ہے کہ ویشی پودے کو کسی طرح اپنے دیش میں جمادیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری قنکے کی چوٹ پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ ویشی پودے یہاں کی دھرتی میں لگنے سے انکار کر رہا ہے۔ اس ویشی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استھان ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائیکاری نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسپشت کرنا چاہئے اور اُسی کے اتھسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیول اُنہاں پوہانا یا پونجی اُکھا کرنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے منہ موڑیں۔ پونجی اور بہوتایت کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائر ہے، سادھیہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں اُسے اس پوکار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو رोजگار کی व्यवस्था یا نی بیکاری کا अस्तित्व ही न रहे।

(2) नई समाज रचना की स्थापना जिसकी आधारभूत वे मान्यतायें न हों (जो ऊपर दी जा चुकी हैं) जिनके कारण परिचम दुःखी है।

(3) शान्तिमय और अहिंसक उपायों का प्रतिष्ठापन जिससे कि हमारे सभी भगवें, राष्ट्रीय हों या अंतराष्ट्रीय, बिला मार-काट के तय हो जायें।

अगर हमारे मकसद यह हैं तब तो प्रामोद्योग के लिये स्थान है। भारत जैसे विशाल और दीन देश में प्रामोद्योग बिकारी दूर करने में कामयाब हो, यह कोई छोटी बात नहीं है। लेकिन हमारा निबेदन है कि बिकारी-निवारण ही प्रामोद्योग का लक्ष्य नहीं है। प्रामोद्योग एक जीवन-पद्धति का संकेत है। वह एक चिन्वगी का तरीका है, एक बिचार-अ्योति का

دیپک ہے، یہ بدھتی یا جہتی کوئی دنیاوی یا پرہیزگار یا ہل نہیں، بلکہ اہلک اور دیویک پورن ہے، اس کی کچھ معافی کی ضرورت ہے۔

پراموخیوگ کے مانے ماریوں کا بھیکار نہیں ہے، پراموخیوگ کا رخصت ہے اپنی بنیادی ضرورتوں—خانا، کپڑا اور مکان میں—سواصلیمن۔ ویجائن کی عوامی سوجھ بوجھ یہ کہ یہ بنیادی ضرورتیں تو انسان کو سدھنا چاہئیں۔ لیکن ہر آدمی ان تین باتوں میں پورا سواصلیمنی اکیلے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ پس پروس کا مہیوگ لے اور ہر گز، یا جن سلیکھا کی چھٹی سے چھٹی اگلی، بنیاد سواصلیمنی ہو۔ دونوں لڑائیوں لے دھکا دیا کہ بنیادی ضرورتوں میں پراموخیوگ خطرناک اور گھٹاک ہے، کھانا، کپڑا اور مکان کے معاملے میں، چھٹی سے چھٹی اگلی اپنے بل پر کڑی ہوئی چاہئیں۔ باقی کی نیاری نیاری اوشمکتاؤں میں ہم پرسوخیوگ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی سمجھو کہ جب سہتی پر سواصلیمنی دیکتی یا سرکار کا نہ ہو کر سماج کا ہو اور شاپرک شرم و مانسک شرم میں کوئی بھید بھاؤ نہ کیا جائے۔ یعنی، نئی سماج رچنا کی درکار ہے۔

آج ویجائن بھی نئی سماج رچنا کی مانگ کر رہا ہے۔ اگر عطادن کے ساधनों पर निजी स्वामित्व कायम रहता है तो जैसा आज हो रहा है, उत्पादक उनसे वंचित रहेगा और इन साधनों की प्राप्ति की लालसा के कारण समाज में ईर्ष्या, द्वेष, नफरत और खून-खराबी चलती रहेगी. हमारा विश्वास है कि अगर देश की विकास-योजना आज के स्वामित्व-सम्बन्धों पर चोट नहीं करती तो उसके द्वारा श्रीमान लोग दुःखी-धीन का मन चाहा शोषण करेंगे. अगर आज की समाज-रचना को ज्यों का त्यों बरकरार रखा गया तो आर्थिक विषमता तेजी से बढ़ेगी और संहारक-प्रवृत्तियों को प्राणदान मिलेगा. आधुनिक विज्ञान मानव को चेतावनी दे रहा है कि आज की चालू जीवन-धारा को बदल कर, बटोरने की जगह बांटने की प्रथा कायम करनी होगी, संचय के बजाये समर्पण की वृत्ति निर्माण करनी होगी और अतिहिंसा को छोड़कर अहिंसा के साधन अपनाने होंगे.

जो राष्ट्र प्रगतिशील माने जाते हैं उनके लिये अपना पुराना चोला छोड़कर कायाकल्प कर लेना जरूर मुश्किल होगा. लेकिन भारत को तो इसमें कोई दुखदारी नहीं होनी चाहिये जिसकी जबानी की पंखड़ी अभी खिलना शुरू हो रही है. फिर, हमने अपनी आजादी भी अनोखे ढङ्ग से प्राप्त की है. भारत में चर्खों की संडे के बीचोंबीच में स्थान दिया गया. यह चर्खा केवल उत्पादन का साधन नहीं, जीवन के नये मूल्यों का प्रतीक है, क्रान्ति की नई प्रक्रिया का संकेत है. यह चर्खा अतिहिंसा के सामने अहिंसा का दावेदार है.

दीपक है. ये بدहेती या जहेती کوئی دنیاوی یا پرہیزگار یا ہل نہیں، بلکہ اہلک اور دیویک پورن ہے. اس کی کچھ معافی کی ضرورت ہے.

گراموادیوگ کے مانے مشیمن ۲ بھیکار نہیں ہے. گراموادیوگ کا رخصت ہے اپنی بنیادی ضرورتوں—کھانا، کپڑا اور مکان میں—سواصلیمن. ویجائن کی ایتامک کھوجیں یہ کہہ رہی ہیں کہ یہ بنیادی سواصلیمن تو انسان کو سدھنا چاہئیں. لیکن ہر آدمی ان تین باتوں میں پورا سواصلیمنی اکیلے نہیں ہو سکتا. اس لئے وہ پس پروس کا مہیوگ لے اور ہر گز، یا جن سلیکھا کی چھٹی سے چھٹی اگلی، بنیاد سواصلیمنی ہو. دونوں لڑائیوں لے دھکا دیا کہ بنیادی ضرورتوں میں پراموخیوگ خطرناک اور گھٹاک ہے. کھانا، کپڑا اور مکان کے معاملے میں، چھٹی سے چھٹی اگلی اپنے بل پر کڑی ہوئی چاہئیں. باقی کی نیاری نیاری اوشمکتاؤں میں ہم پرسوخیوگ کر سکتے ہیں. لیکن یہ بھی سمجھو کہ جب سہتی پر سواصلیمنی دیکتی یا سرکار کا نہ ہو کر سماج کا ہو اور شاپرک شرم و مانسک شرم میں کوئی بھید بھاؤ نہ کیا جائے. یعنی، نئی سماج رچنا کی درکار ہے.

آج ویجائن بھی نئی سماج رچنا کی مانگ کر رہا ہے. اگر اُنہادن کے سادھنوں پر نجی سواصلیمن قائم رہتا ہے تو جیسا آج ہو رہا ہے، اُنہادن اُن سے ونچت رہیگا اور ان سادھنوں کی پراپتی کی لالسا کے کارن سماج میں ایشیہا، دویش، انفرت اور خون خرابی چلتی رہیگی. ہمارا وشواس ہے کہ اگر دیش کی وکاس بنیاد سواصلیمنی سبندھوں پر چوت نہیں کرتی تو اُس کے دورا شریمان لوگ دوکھی دین کا من چاہا شوشن کریں گے. اگر آج کی سماج رچنا کو جیوں کا نہیں برقرار رکھا گیا تو اُنہک وشمتا تیزی سے بڑھیگی اور سنگھارک پرورتوں کو پوراں دان ملیگا. آدھونک ویجائن مانو کو چیتاردنی دے رہا ہے کہ آج کی چالو جیوں دھارا کو بدل کر، بھولے کی جگہ بانٹنے کی پرتھا قائم کرنی ہوگی، سنجے کے بجائے صبرین کی ورنی نورمان کرنی ہوگی اور اُنی ہلسا کو چھوڑ کر اہلسا کے سادھن اپنانے ہونگے. جو راشٹر پرگتی شیل مانے جاتے ہیں اُن کے لئے اپنا پرانا چولا چھوڑ کر کپا کپ کر لینا ضرور مشکل ہوگا. لیکن بھارت کو تو اِس میں کوئی دشواری نہیں ہوئی چاہئے جس کی جوانی کی پنکھڑی ابھی کھلنا شروع ہی ہو رہا ہے. پھر، ہمارے اپنی آزادی بھی اُنکے تھنگ سے پراپت کی ہے. بھارت میں چرخے کو جھلنے کے بجائے بیچ میں اُسٹھان دیا گیا. یہ چرخہ کیول اُنہادن کا سادھن نہیں، جیوں کے لئے مولیوں کا پرتھک ہے، کرائی کی نئی پرکریا کا سنگھت ہے. یہ چرخہ اُنی ہلسا کے سامنے اہلسا کا دعویدار ہے.

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سونپتے ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکا ہوا آجل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردنا—تینوں کا یہی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تیرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گرامودیوک کو یہ شک چکے ہے۔ لیکن گرامودیوک کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک اڈھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گرامودیوک نئے یکے—شانتی، وہاں اور اہنسا کے یکے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گرامودیوک پہلے پہلے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گرامودیوک کو بھی چوبیس کریں۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آردیوگے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گرامودیوک ہنسک اور بد پرہ چہرچہایا میں پٹنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدھیں کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھ کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گرامودیوک کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہوہو سے ناندہ آٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکیانک بدھی سے، نئے ڈھنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلتھک ڈھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولیوں، نئے استھوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھتھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت ہون کی رچنا کی تیاری کے لئے کم کرنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کلم میں، گرامودیوک کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منڈل میں سورہ کا ہے۔

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سونپتے ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وہاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکا ہوا آجل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردنا—تینوں کا یہی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تیرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گرامودیوک کو یہ شک چکے ہے۔ لیکن گرامودیوک کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک اڈھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گرامودیوک نئے یکے—شانتی، وہاں اور اہنسا کے یکے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گرامودیوک پہلے پہلے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گرامودیوک کو بھی چوبیس کریں۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آردیوگے پرگتی کے اندر ہوتا آرہا ہے۔ گرامودیوک ہنسک اور بد پرہ چہرچہایا میں پٹنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدھیں کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھ کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گرامودیوک کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہوہو سے ناندہ آٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکیانک بدھی سے، نئے ڈھنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتنگاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلتھک ڈھانچے کو بنیاد سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولیوں، نئے استھوں، نئے ماتنگاؤں کو پرستھتھا دیکر ان کے آدھار پر بھارت ہون کی رچنا کی تیاری کے لئے کم کرنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کلم میں، گرامودیوک کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منڈل میں سورہ کا ہے۔

ہمارا مادی

ایشیا کی ایکتا کے لیے ہیدرآباد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے देश अभी असन्ध या अर्धसन्ध हालत में थे एशिया और अफ्रीका में बड़ी बड़ी सभ्यताएँ जन्म ले चुकी थीं. उस प्राचीन जमाने में चीन, भारत, ईरान, सुमेर, बाबुल, और मिस्र बड़ी बड़ी और ऊँची सभ्यताओं के गहवारे थे. अमरीका का उस समय की सभ्य दुनिया में कहीं नाम तक न था. इसके बाद यूनान और रोम की सभ्यताओं का समय आया. यूनान एक अर्ध एशियायी देश था और यूनानी सभ्यता अर्ध एशियाई सभ्यता थी. रोम के उभरने के साथ साथ पहली बार एक शुद्ध योरोपीय सभ्यता का आरम्भ हुआ. पर रोमन सभ्यता के अच्छे से अच्छे दिनों में भी आधे से अधिक योरप जिसमें इंग्लैंड, फ्रांस और जर्मनी सब शामिल थे सभ्यता की निगाह से बहुत पिछड़ा हुआ प्रदेश माना जाता था.

जमाने ने पलटा खाया. खासकर भाप और बिजली की ईजाद के साथ साथ योरप के देशों में नई चहल पहल शुरू हुई. योरपियन कोंमों की आर्थिक और राजनैतिक लालसाएँ बढ़ीं. एशिया और अफ्रीका की हजारों वर्ष पुरानी सभ्यताओं में कमजोरियाँ आई. उन कमजोरियों में यहाँ जाने की जरूरत नहीं है. एशिया और अफ्रीका के देशों पर योरप वालों के हमले शुरू हुए. यहाँ तक कि अनेक देशों पर योरप वालों का कम या अधिक कब्जा हो गया. लगभग दो सदी तक एशिया और अफ्रीका में योरप वालों का प्रभुत्व रहा.

जमाने ने फिर पलटा खाया. एशिया की बड़ी बड़ी कौमों जागीं. चीन और भारत जैसे बड़े बड़े देश योरप वालों के पजे से आजाद हुए. आजादी की लहर और देशों में भी फैली. आज एशिया और अफ्रीका में जगह जगह इस आजादी की कोशिशें जारी हैं और इसके खिलाफ जगह जगह ही पच्छिम की कौमों खासकर अमरीका, इंग्लैंड, फ्रांस, बेल्जियम, डीलैंड, स्पेन और पुर्तगाल की तरफ से

ایشیا کی ایکتا کے لئے ہیدرآباد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے دیہی اہلی اسبھہ یا اردہ سبھہ حالت میں تھے ایشیا اور افریقہ میں بڑی بڑی سبھتائیں جنم لے چکی تھیں۔ اُس پرانے زمانے میں چین، بھارت، ایران، سمیر، بابل اور مصر بڑی بڑی اور اونچی سبھتاؤں کے گہوارے تھے۔ امریکہ کا اُس سے کی سبھہ دنیا میں کہیں نام تک نہ تھا۔ اُس کے بعد یونان اور روم کی سبھتاؤں کا سہہ آیا۔ یونان ایک اردہ ایشیائی دیہی تھا اور یونانی سبھتا اردہ ایشیائی سبھتا تھی۔ روم کے اُپرنے کے ساتھ ساتھ پہلی بار ایک شدہ یورپیہ سبھتا کا اُرمیہ ہوا۔ پر رومن سبھتا کے اچھے سے اچھے دنوں میں بھی اُدھے سے ادھک یورپ جس میں انگریز، فرانس اور جرمنی سب شامل تھے سبھتا کی نگاہ سے بہت پچھڑا ہوا پردیہ مانا جاتا تھا۔

زمانے نے پلٹا کھایا۔ خاصکر ہاپ اور بجلی کی ایجاد کے ساتھ ساتھ یورپ کے دیہوں میں نئی چہل پہل شروع ہوئی۔ یورپین قوموں کی آرتھک اور راجتھک لاسائیں بڑھیں۔ ایشیا اور افریقہ کی ہزاروں ورش پرانی سبھتاؤں میں کمزوریاں آئیں۔ اُن کمزوریوں میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے دیہوں پر یورپ والوں کے حملے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ ادھک دیہوں پر یورپ والوں کا کم یا ادھک قبضہ ہو گیا۔ لگ بھگ دو صدی تک ایشیا اور افریقہ میں یورپ والوں کا پردیہ رہا۔

زمانے نے پھر پلٹا کھایا۔ ایشیا کی بڑی بڑی قومیں جاگیں۔ چین اور بھارت جیسے بڑے بڑے دیہی یورپ والوں کے پنجے سے آزاد ہوئے۔ آزادی کی لہر اور دیہوں میں بھی پھیلی۔ آج ایشیا اور افریقہ میں جگہ جگہ اِس آزادی کی کوششیں جاری ہیں اور اِس کے خلاف جگہ جگہ ہی پچھم کی قومیں خاصکر امریکہ، انگریز، فرانس، بیلجیم، ہالینڈ، اسپین اور پرتگال کی طرف سے

ایشیا اور افریقہ کے ایک دیکھوں پر اپنا پرہوتو جٹا رکھے اور دوسرے دیکھوں پر سے اپنے کھوئے ہوئے پرہوتو کو پیر سے قائم کرنے کی کوششیں ہی جاری ہیں۔ ٹھیک یہ اس سے کی حالت ہے۔

ایسی حالت میں "ایشیا کی یکتہ" کی آواز یا "ایشیا اور افریقہ کے سب دیکھوں کی ایکتہ" کی آواز اٹھنا ایک قدرتی بات ہے۔ خاص کر جبکہ "فٹ ڈالو اور شاسن کرو" کی اپنی پرانی چال کے انوسار پیچھے کی سامراجیہ پریمی قومیں ایشیا اور افریقہ کی قوموں کو ایک دوسرے سے لڑنے کی بھروسہ چالیں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ملکر کھڑے ہونے میں ہی ہم سب کا اور دنیا کا بہلا ہے۔

اسی لئے اپریل سن 1955 میں دہلی میں سب ایشیائی دیکھوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں ایک "انڈین کمیٹی فار ایشین سولڈیریٹی" (ایشیا کی ایکتہ کے لئے بھارتیہ کمیٹی) بنی۔ اس کمیٹی کی طرف سے اکتوبر سن 1955 میں ایشیائی ایکتہ کو اور مضبوط کرنے کے لئے حیدرآباد میں ایک آل انڈیا کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں یورپ سے لیکر پیچھے تک اور آئر سے لیکر دکن تک بھارت کے سب پرانتوں سے ہزارہ سو سے اوپر پرتیغدی شامل ہوئے۔

حیدرآباد کی کانفرنس ایک طرح سے جٹا اور سرکار دونوں کی ملی جلی کانفرنس تھی۔ دیکھ کی سب راجگاجی پارٹیوں کے لوگ اور ان سب پارٹیوں کی طرف سے چنے ہوئے پارلیمنٹ اور دھارا سبھاؤں کے ممبر، یہاں تک کہ دھارا سبھاؤں کے اسپیکر اور سرکاری بکسیر بھی اس میں شامل تھے۔ ان کے ریاستوں کے گورنروں، چیف منسٹروں، بھارت سرکار کے منسٹروں اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں نے کانفرنس کی سپہلتا کے لئے اپنے سلیبس بھیجے۔ دلی دھان سپہ کے لگ بھگ سب ممبروں نے اور آئر پر دیکھ کی دھارا سپہ کے اسی سے اوپر ممبروں نے اپنی سہانہوتی کے پتر اور تار بھیجے۔

کانفرنس میں جو پرتاب پاس ہوئے ان میں 'پنچ شیل' پر مبنی سب دیکھوں کے ملکر رہنے، ایک دوسرے کی بھانڈتہ اور آزادی کی کھڑ کرنے اور ایک دوسرے کے بھانڈے کے کھانڈوں میں بھانڈ ن ہونے پر زور دیا گیا، دنیا سے پراکھیننا اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے پرہوتو کو مٹانے کو ضروری بتایا گیا، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جیسے ہتھیاروں کی قطعی بادش کی مانگ کی گئی، فوجی گتہ بندیوں کے خلاف اور ایشیا کے ممالک میں یورپ اور امریکہ واپس کی مداخلت کے خلاف آواز اٹھائی گئی، نئے چین کے راشٹر سپہ میں لئے جانے کی بھگ کو دھارایا گیا، وغیرہ، یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

کانفرنس میں جو پرتاب پاس ہوئے ان میں 'پنچ شیل' پر مبنی سب دیکھوں کے ملکر رہنے، ایک دوسرے کی بھانڈتہ اور آزادی کی کھڑ کرنے اور ایک دوسرے کے بھانڈے کے کھانڈوں میں بھانڈ ن ہونے پر زور دیا گیا، دنیا سے پراکھیننا اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے پرہوتو کو مٹانے کو ضروری بتایا گیا، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جیسے ہتھیاروں کی قطعی بادش کی مانگ کی گئی، فوجی گتہ بندیوں کے خلاف اور ایشیا کے ممالک میں یورپ اور امریکہ واپس کی مداخلت کے خلاف آواز اٹھائی گئی، نئے چین کے راشٹر سپہ میں لئے جانے کی بھگ کو دھارایا گیا، وغیرہ، یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

ہندوستان کے لیے اور ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور
 بیرونی ممالک کے لیے ہیں۔ ہندوستان کی زبانوں میں ہندوستان
 اور پھر پھر ہندوستان کے لیے ہیں۔

کانگریس میں اس وقت پر بھی زور دیا گیا کہ
 ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

سماجی ممالکوں میں اور بھی اور بھی کی رکھا اور
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

سماجی ممالکوں میں اور بھی اور بھی کی رکھا اور
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

دوسرے بولنے والوں نے کچھ ایشیائی ممالک کے ساتھ امریکہ
 اور انگلینڈ کی فوجی مٹ بندیں کو ساری ایشیائی اور ساری دنیا
 کے لیے خطرناک بتاتے ہوئے اور کو ان سے آگاہ کیا۔ اس بات
 پر زور دیتے ہوئے کہ جنگ کو دنیا سے ہمیشہ کے لیے ختم کر
 دینا چاہیے اور دنیا کی سب فوجیں دھم دھم سے ختم ہو
 جائیں چاہیں۔ سوویت روس کی اس بات کے لیے سرانجام کی
 گئی کہ اس نے اپنی خوشی سے اپنی ساری فوج کو
 کر دی۔ پنج شہل کو ایشیائی قوموں کی ایکٹ کا اہتمام
 بتایا گیا۔ صاف صاف کہا گیا کہ دنیا کی جو قوم بھی
 جہاں بھی اپنی آزادی کے لیے کوشش کر رہی ہے ایشیائی
 کی سب قومیں اس کے ساتھ ہیں۔ ہانگ کانگ کی

ایشیائی ممالک کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

سماجی ممالکوں میں اور بھی اور بھی کی رکھا اور
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

سماجی ممالکوں میں اور بھی اور بھی کی رکھا اور
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

سماجی ممالکوں میں اور بھی اور بھی کی رکھا اور
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔
 ہندوستان کے لیے ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔

دوسرے بولنے والوں نے کچھ ایشیائی ممالک کے ساتھ امریکہ
 اور انگلینڈ کی فوجی مٹ بندیں کو ساری ایشیائی اور ساری دنیا
 کے لیے خطرناک بتاتے ہوئے اور کو ان سے آگاہ کیا۔ اس بات
 پر زور دیتے ہوئے کہ جنگ کو دنیا سے ہمیشہ کے لیے ختم کر
 دینا چاہیے اور دنیا کی سب فوجیں دھم دھم سے ختم ہو
 جائیں چاہیں۔ سوویت روس کی اس بات کے لیے سرانجام کی
 گئی کہ اس نے اپنی خوشی سے اپنی ساری فوج کو
 کر دی۔ پنج شہل کو ایشیائی قوموں کی ایکٹ کا اہتمام
 بتایا گیا۔ صاف صاف کہا گیا کہ دنیا کی جو قوم بھی
 جہاں بھی اپنی آزادی کے لیے کوشش کر رہی ہے ایشیائی
 کی سب قومیں اس کے ساتھ ہیں۔ ہانگ کانگ کی

کون کانفرنس کے کھیلوں کو سراہا گیا جس میں ایشیا اور افریقہ کے اکیس دیہوں کی سرگروں کے پرنسپلز نے مل کر ایشیا اور افریقہ کی ایکٹ کی آواز اٹھائی تھی۔ اگست سن 1955 میں جنیوا کے اندر سب دیہوں کے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں دنیا بھر کے سائنسدانوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ایٹم شکنی اور ہائیڈروجن شکنی کو انسانوں کی ہمت کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ دنیا سے غریبی کو مٹانے اور دنیا بھر کی عام جنت کے چھوٹ کو آدھک خوشحال بنانے کے لئے کام میں لیا جائے۔ دنیا کے سائنسدانوں کے اس فیصلے کی تعریف کی گئی۔ ہندوستان میں اور فارمسا میں پچھلی قوموں کی زبردستوں کی فدا کی گئی۔ جاپان کے ہر سے پوری طرح آزاد کیئے جانے پر زور دیا گیا۔ عرب دیہوں میں یورپ والوں کی سازشوں اور افریقہ میں کالے گورے کے بھد پر دم پرکت کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

سدر شریستی رامیشوری نہرو نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنت کی پوری آزادی کے لئے بڑے بڑے اڈیوگ دھندوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے اڈیوگ دھندوں اور گھریلو دستکاریوں کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوموں قوموں کے بیچ کی تجارت وہی ہونی چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو، وہ نہیں جس میں ایک دیہ دوسرے کو چوسے یا اس سے بیجا نائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

صدر شریستی رامیشوری نہرو نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنت کی پوری آزادی کے لئے بڑے بڑے اڈیوگ دھندوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے اڈیوگ دھندوں اور گھریلو دستکاریوں کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوموں قوموں کے بیچ کی تجارت وہی ہونی چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو، وہ نہیں جس میں ایک دیہ دوسرے کو چوسے یا اس سے بیجا نائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

کلچر یعنی سنسکرتی کے سوال پر الگ الگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سنسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

حیدرآباد کانفرنس کا شاید سب سے سندر پرسٹاؤ سماجی پرسٹاؤ تھاجس میں عورتوں اور بچوں کے سواستہ کی رکشا، عورتوں اور مردوں کے برابر کے حقوق، ویشادرتی کے دنیا سے متاثرہ جانے اور ایشیائی دیہوں میں سماجی میل جول کے بڑھانے پر زور دیا گیا۔ اس پرسٹاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی دیہوں کی ایکٹ کی مانگ کیوں ایک راجکاجی چیز ہی نہیں ہے بلکہ سچ مچ دنیا کی ایکٹ، دنیا کی خوشحالی اور دنیا کی شانتی میں ایک بہت بڑا حصہ لینے والی ہے۔

بھارت سے باہر چین، کو ریا اور ویت نام جیسے دیہوں سے جو سہلہوتی کے سندیہ آئے تھے انہوں نے کانفرنس کی ایکٹنگ اور اس کی شکنی کو اور بڑھا دیا۔

ہم ایشیائی ایکٹ کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی صدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بہنوں کو ہر دم سے بھائی دیتے ہیں۔

مانव एकता کے شوم پرچم

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہی کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ الگ الگ دیہوں میں آنا جانا بڑے اور الگ الگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیئے اور ایک دوسرے کے مہا پوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورہ اسپین کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایلٹاس ”ڈان کونزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورہ اسپین کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایلٹاس ”ڈان کونزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

پکنگ کے اس جلسہ میں چین کی سب سے بڑی سائنسدانوں کے اور جنگ کے تہذیب سے اوپر نمائندے موجود تھے۔ منجے کے اوپر والٹ وٹمین اور سرورینٹیز دونوں کی تصویروں سجی ہوئی تھیں۔ سب بولنے والوں نے مانو ایکتا کے اوپر زور دیا اور کہا کہ یہ دونوں مہا پورہ کھول امریکہ اور اسپین کے ہی نہیں ساری دنیا کے مہا پورہ تھے۔ دونوں کی کتابوں میں دنیا بھر کی جنگ کے لئے شانتی اور سکھ کی لالسا پرکٹ کی گئی ہے۔ دونوں ساری دنیا کے سب راشتروں کی آزادی چاہتے تھے۔ بولنے والوں نے امریکہ اور اسپین کی جنگ اور سب دیہوں کی جنگ کے ساتھ اپنا بھائی چارہ اور پریم پرکٹ کیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ان دونوں مہا پورہ کی اٹیک کرتیوں کا انواد چینی میں چھپ چکا ہے۔ چین کے مشہور نیتا اور کوی کوموجو نے والٹ وٹمین کو ”پریشانیت مہاساکر کی طرح مہان“ بتایا۔ والٹ وٹمین جنگ کا کوی تھا۔ اُس نے جنگ اور خاص کر محنت کرنے والی جنگ کی بھاشا میں لکھا۔ اسی طرح سرورینٹیز نے اپنے سہ سے اوپر اٹیکر سیکڑوں برس آگے کے مانو سماج کو چترت کرنے کی کوشش کی۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان ابراہم لیننکس بھی جو اُس سہ چین کا دورہ کر رہا تھا اُس جلسہ

مانو ایکتا کے شوم پرچم

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہی کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ الگ الگ دیہوں میں آنا جانا بڑے اور الگ الگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیئے اور ایک دوسرے کے مہا پوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہا پوروں کی یادگار بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہا پوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنٹ کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لووز آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے ساتھ ساتھ میں ارنجی سے ارنجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہا پورہ اسپین کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایلٹاس ”ڈان کونزو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گزرتوں میں گنا جاتا ہے۔

پکنگ کے اس جلسہ میں چین کی سب سے بڑی سائنسدانوں کے اور جنگ کے تہذیب سے اوپر نمائندے موجود تھے۔ منجے کے اوپر والٹ وٹمین اور سرورینٹیز دونوں کی تصویروں سجی ہوئی تھیں۔ سب بولنے والوں نے مانو ایکتا کے اوپر زور دیا اور کہا کہ یہ دونوں مہا پورہ کھول امریکہ اور اسپین کے ہی نہیں ساری دنیا کے مہا پورہ تھے۔ دونوں کی کتابوں میں دنیا بھر کی جنگ کے لئے شانتی اور سکھ کی لالسا پرکٹ کی گئی ہے۔ دونوں ساری دنیا کے سب راشتروں کی آزادی چاہتے تھے۔ بولنے والوں نے امریکہ اور اسپین کی جنگ اور سب دیہوں کی جنگ کے ساتھ اپنا بھائی چارہ اور پریم پرکٹ کیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ ان دونوں مہا پورہ کی اٹیک کرتیوں کا انواد چینی میں چھپ چکا ہے۔ چین کے مشہور نیتا اور کوی کوموجو نے والٹ وٹمین کو ”پریشانیت مہاساکر کی طرح مہان“ بتایا۔ والٹ وٹمین جنگ کا کوی تھا۔ اُس نے جنگ اور خاص کر محنت کرنے والی جنگ کی بھاشا میں لکھا۔ اسی طرح سرورینٹیز نے اپنے سہ سے اوپر اٹیکر سیکڑوں برس آگے کے مانو سماج کو چترت کرنے کی کوشش کی۔

امریکہ کا ایک مشہور فیکرو وڈوان ابراہم لیننکس بھی جو اُس سہ چین کا دورہ کر رہا تھا اُس جلسہ

میں سوجھتا تھا۔ اس نے کہا کہ ریڈیو کے بیچارے نے امریکا سے غلامی کی پرغا کو مٹانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

سرہندی کے نابیل "ڈان ڈیڈو" کا انুবاد دنیا کی اسی سے ہو چکا ہے۔

کئی دور دور کے دہشوں سے خاص خاص لوگوں کے سلیبس میں پڑے گئے۔

امریکہ کے دو دہشوں نے امریکہ سے آکر اس جلسے میں حصہ لینا چاہا تھا۔ پر امریکی سرکار سے انہیں پاسپورٹ نہیں مل سکے۔

چین میں دنیا کی اس کلچری عکاسی کو بڑانے کے لیے ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پکنگ لائبریری نے، جو چین کی سب سے بڑی لائبریری ہے، دنیا کے سترہویں دہائی کے ساتھ ساتھ شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے ہی مہینے کے اندر انہوں نے پینسٹ ہزار کتابیں دوسرے دہشوں کو بھیجیں اور ان کے بدلے میں پچیس ہزار کتابیں دوسرے دہشوں کی لائبریریوں کے لیے بھیجیں۔ ان کتابوں میں سے بارہ امریکہ کی ہیں اور گیارہ انگلینڈ کی۔ ان میں لندن کا برٹش میوزیم، نیویارک کی اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں، برانس کی نیشنل لائبریری اور پیرس یونیورسٹی کی لائبریری شامل ہیں۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو رہا ہے۔

روسی نیا شری بلانین نے 21 نومبر سن 1955 کو دہلی کی پارلیمنٹ کے سامنے کہا تھا کہ لگ بھگ پانچ سو برس ہوئے جب ایک روسی یاتری افاناسی نیکیتین نے ہندوستان میں رہے اور روس لوٹ کر انہوں نے ہندوستان پر اپنی یاترا پر 'تین سمندر پار کی یاترا' نام سے ایک بڑی سندر کتاب لکھی۔

سوویت روس کی سینٹرل ریکیو سربیس نے اب افاناسی نیکیتین کی یاترا پر ایک سینما فلم تیار کر لی ہے۔ اس فلم کے تیار کرنے میں کئی ہندوستانی فنکاروں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ فلم 15 دسمبر سن 1955 کو روس میں دکھائی جا چکی ہے۔

نومبر سن 1446 میں شروع ہوئی ہے۔ اس میں پہلے اس سہ کے روس کے خاص خاص شہر دکھائے گئے ہیں۔ افاناسی نیکیتین کا اپنے دیہے سے چلنا، اس زمانے کا روسی رہن سہن اور روسی گانے، کھانے، کھانے کا سارا سفر، پھر دوسرے دہشوں کے اندر سے جانا، راستہ میں طرح طرح کی ٹھیکانیاں، افاناسی نیکیتین کا اپنی پہونچنا اور وہاں سے ایک چوڑے سے چہار میں چلنے کو ہمارے آنا۔

چین میں دنیا کی اس کلچری عکاسی کو بڑانے کے لیے ایک اور کام ہو رہا ہے۔ پکنگ لائبریری نے، جو چین کی سب سے بڑی لائبریری ہے، دنیا کے سترہویں دہائی کے ساتھ ساتھ شروع کر دیا ہے۔ سن 1955 کے پہلے ہی مہینے کے اندر انہوں نے پینسٹ ہزار کتابیں دوسرے دہشوں کو بھیجیں اور ان کے بدلے میں پچیس ہزار کتابیں دوسرے دہشوں کی لائبریریوں کے لیے بھیجیں۔ ان کتابوں میں سے بارہ امریکہ کی ہیں اور گیارہ انگلینڈ کی۔ ان میں لندن کا برٹش میوزیم، نیویارک کی اسٹیٹ لائبریری، لندن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کی لائبریریاں، برانس کی نیشنل لائبریری اور پیرس یونیورسٹی کی لائبریری شامل ہیں۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو رہا ہے۔

روسی نیا شری بلانین نے 21 نومبر سن 1955 کو دہلی کی پارلیمنٹ کے سامنے کہا تھا کہ لگ بھگ پانچ سو برس ہوئے جب ایک روسی یاتری افاناسی نیکیتین نے ہندوستان میں رہے اور روس لوٹ کر انہوں نے ہندوستان پر اپنی یاترا پر 'تین سمندر پار کی یاترا' نام سے ایک بڑی سندر کتاب لکھی۔

سوویت روس کی سینٹرل ریکیو سربیس نے اب افاناسی نیکیتین کی یاترا پر ایک سینما فلم تیار کر لی ہے۔ اس فلم کے تیار کرنے میں کئی ہندوستانی فنکاروں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ فلم 15 دسمبر سن 1955 کو روس میں دکھائی جا چکی ہے۔

نومبر سن 1446 میں شروع ہوئی ہے۔ اس میں پہلے اس سہ کے روس کے خاص خاص شہر دکھائے گئے ہیں۔ افاناسی نیکیتین کا اپنے دیہے سے چلنا، اس زمانے کا روسی رہن سہن اور روسی گانے، کھانے، کھانے کا سارا سفر، پھر دوسرے دہشوں کے اندر سے جانا، راستہ میں طرح طرح کی ٹھیکانیاں، افاناسی نیکیتین کا اپنی پہونچنا اور وہاں سے ایک چوڑے سے چہار میں چلنے کو ہمارے آنا۔

سوویت روس میں بھی اس طرح کا بڑا سندر کام ہو رہا ہے۔

روسی نیا شری بلانین نے 21 نومبر سن 1955 کو دہلی کی پارلیمنٹ کے سامنے کہا تھا کہ لگ بھگ پانچ سو برس ہوئے جب ایک روسی یاتری افاناسی نیکیتین نے ہندوستان میں رہے اور روس لوٹ کر انہوں نے ہندوستان پر اپنی یاترا پر 'تین سمندر پار کی یاترا' نام سے ایک بڑی سندر کتاب لکھی۔

سوویت روس کی سینٹرل ریکیو سربیس نے اب افاناسی نیکیتین کی یاترا پر ایک سینما فلم تیار کر لی ہے۔ اس فلم کے تیار کرنے میں کئی ہندوستانی فنکاروں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ فلم 15 دسمبر سن 1955 کو روس میں دکھائی جا چکی ہے۔

نومبر سن 1446 میں شروع ہوئی ہے۔ اس میں پہلے اس سہ کے روس کے خاص خاص شہر دکھائے گئے ہیں۔ افاناسی نیکیتین کا اپنے دیہے سے چلنا، اس زمانے کا روسی رہن سہن اور روسی گانے، کھانے، کھانے کا سارا سفر، پھر دوسرے دہشوں کے اندر سے جانا، راستہ میں طرح طرح کی ٹھیکانیاں، افاناسی نیکیتین کا اپنی پہونچنا اور وہاں سے ایک چوڑے سے چہار میں چلنے کو ہمارے آنا۔

—सुन्दरलाल

21. 12. 55

فروری '56

میں فیر سے پککا کرنا ہے جینکا بکسر اس علاقے میں حال میں کچھ کم ہونے لگا تھا۔ اصل غرض یہ ہے کہ ایشیا کے ان دیہیوں کے ترقی پزیرانوں، خاص کر ان کے قیمتی تیل کے کنوں پر قبضہ رکھا جائے اور اس قبضہ کو مضبوط کیا جائے۔

تدنی طور پر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایشیا کے اس علاقے میں آزادی کی جو تحریکوں جنم لے رہی ہیں انہیں کسی طرح دبا کر رکھا جائے۔

پچھم ایشیا کے جو دیہی بغداد کے اس سمجھوتے کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں ان کے خلاف مالی اور تجارتی بائیکاٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یا ان کی سرکاروں کو یا ان کے راجگاہی نیٹاؤں کو ایک دینہ یا اٹھار پھینکنے کی سازشیں ہوتی لگتی ہیں۔

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ ”لندن ٹائمز“ نے لکھا ہے کہ—”یو۔ این۔ او۔ کی کڑی پچھم ایشیا میں مہجی جائے اور وہاں رکھی جائے۔“ ”انگلینڈ کے اخبار ”ٹیلی میل“ نے لکھا ہے کہ—”یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ نہر سوئٹزر پر پھر سے قبضہ کریگا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہے گا۔“

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ ”لندن ٹائمز“ نے لکھا ہے کہ—”یو۔ این۔ او۔ کی کڑی پچھم ایشیا میں مہجی جائے اور وہاں رکھی جائے۔“ ”انگلینڈ کے اخبار ”ٹیلی میل“ نے لکھا ہے کہ—”یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ نہر سوئٹزر پر پھر سے قبضہ کریگا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہے گا۔“

دنیا ابھی اس چیز کو بھی بھولی نہیں ہے کہ کچھ عرب دیہیوں کو مصیبت میں ڈالنے اور انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بھی یہودیوں کو دنیا بھر کے ملکوں سے لا کر اور جمع کر کے فلسطین میں ’اسرائیل‘ نام کا ایک نیا ملک بسایا گیا تھا اور آج انہیں عربوں کو ہرباد کرنے کے لئے عرب اسرائیل جھگڑے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس جھگڑے کے بہانے ان ملکوں کے اندرونی معاملوں میں زبردستی دخل دیا جا رہا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

یہ بھی دیکھنا رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی پابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز افسروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپنی کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں بھی تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

میں اس طرح کی فوجی گت بندی کے سخت خلاف ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر جمال عبدال ناصر نے حال میں کہا ہے:—”ہمارے اس ایشیائی علاقے کے ملکوں کی رکشا ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم اس معاملے میں کسی باہر والے کو اپنا رکشک بنانا منظور نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی ہی فوجوں کی مدد سے اپنی آزادی کی رکشا کر سکتے ہیں اور کرینگے۔“

مصر کے اسٹیت منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار ”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ—”ہندوستان کا سمجھوتہ ان ملکوں کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اس سے سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اس سے سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جنرل کے راجکاजी नेता, वहां की पालीमेंट के मेम्बर, प्रोफेसर और मजदूरी रहनुमा, सब शामिल थे, हाल में एक बयान निकाला था जिसमें कहा गया है कि—”हमारे यहां की जनता बरादाद के समझौते को एक इस तरह की फांजी गुट-बन्दी समझती है जिस की गरज दूसरों पर हमला करना है. यह समझौता जनीबा की इसपरिट के खिलाफ है.” सिरिया के अखबारों में भी इसी तरह के लेख निकल रहे हैं.

لبنان کی سرکار نے بھی براءاد کے समझौते का विरोध किया है. वहां के बड़े बज़ीर रशीद केरामी ने कहा है कि उनकी सरकार तय कर चुकी है कि वह किसी ऐसे समझौते में शामिल नहीं होगी जिससे अरब दुनिया के टुकड़े हो जाँय. لبنان के अखबार “अल बेरक” ने लिखा है—“हम उनकी फांजी गुट बन्दीयों में शामिल नहीं होंगे, क्योंकि हम अपनी आजादी कायम रखना चाहते हैं और अंगरेजों, तुर्कों या पाकिस्तानियों को कोई इसका मौका देना नहीं चाहते कि वह हमारे यहां के अन्दरूनी मामलों में कोई दखल दें. सन् 1930 में अंग्रेजों और इराक के बीच एक मुलाहनामा हुआ था जिसके अनुसार अंग्रेज जबर-दस्ती इराक के दूस्ती यानी बली बन बैठे थे. बरादाद के फांजी

مصر اس طرح کی فوجی گت بندی کے سخت خلاف ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر جمال عبدال ناصر نے حال میں کہا ہے:—”ہمارے اس ایشیائی علاقے کے ملکوں کی رکشا ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم اس معاملے میں کسی باہر والے کو اپنا رکشک بنانا منظور نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی ہی فوجوں کی مدد سے اپنی آزادی کی رکشا کر سکتے ہیں اور کرینگے۔“

مصر کے اسٹیت منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار ”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ—”ہندوستان کا سمجھوتہ ان ملکوں کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ—”پہلے ’مڈل ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس بہانے ایشیا کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اس سے سب عرب ملکوں نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ ہوا ہے وہ ایک دوسرے تھنگ سے اسی پرانی تجویز میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے سے ویدیشی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کی رکشا کے لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جنرل کے راجکاजी नेता, वहां की पालीमेंट के मेम्बर, प्रोफेसर और मजदूरी रहनुमा, सब शामिल थे, हाल में एक बयान निकाला था जिसमें कहा गया है कि—”हमारे यहां की जनता बरादाद के समझौते को एक इस तरह की फांजी गुट-बन्दी समझती है जिस की गरज दूसरों पर हमला करना है. यह समझौता जनीबा की इसपरिट के खिलाफ है.” सिरिया के अखबारों में भी इसी तरह के लेख निकल रहे हैं.

لبنان کی سرکار نے بھی براءاد کے समझौते का विरोध किया है. वहां के बड़े बज़ीर रशीद केरामी ने कहा है कि उनकी सरकार तय कर चुकी है कि वह किसी ऐसे समझौते में शामिल नहीं होगी जिससे अरब दुनिया के टुकड़े हो जाँय. لبنان के अखबार “अल बेरक” ने लिखा है—“हम उनकी फांजी गुट बन्दीयों में शामिल नहीं होंगे, क्योंकि हम अपनी आजादी कायम रखना चाहते हैं और अंगरेजों, तुर्कों या पाकिस्तानियों को कोई इसका मौका देना नहीं चाहते कि वह हमारे यहां के अन्दरूनी मामलों में कोई दखल दें. सन् 1930 में अंग्रेजों और इराक के बीच एक मुलाहनामा हुआ था जिसके अनुसार अंग्रेज जबर-दस्ती इराक के दूस्ती यानी बली बन बैठे थे. बरादाद के फांजी

سومکریٹے میں جب سے ہنگوینڈ شامل ہو گیا ہے بغداد کے سمجھوتے کا وہی مطلب ہے جو سن 1930 کے انگریز عراقی معاہدہ کا تھا۔ آج ہنگوینڈ کے سمجھوتے کے ایک ذریعہ ہونے کے ناطے تعلق اور نوجی مدد دینے کے بہانے انگلینڈ عراقی میں کھس رہا ہے۔ لیکن کبھی بھی دوسری حکومتوں کا پچھلا نہیں بلوگا۔“

ترکی کے پریزیڈنٹ بشار کے ساتھ وہاں کے کچھ नेता نومبر کے شروع میں جارتن گئے تھے۔ انہوں نے جارتن کی سرکار کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ بھی بغداد کے سمجھوتے میں شامل ہو جاوے۔ لیکن عرب اخباروں میں جو کچھ نکلتا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے نیٹاؤں کو وہاں بھی کامیابی نہیں ملی۔ وہاں کے اخبار ”الاکرم“ نے لکھا تھا کہ ترکی کے نیٹا جہاں جہاں جاتے تھے وہاں وہاں ان کے سامنے بڑے بڑے پردرشن ہوتے تھے جن میں اس طرح کے نعرے لگائے جاتے تھے—”ترکی عراقی سمجھوتہ ختم کرو۔“ 10 نومبر کو رائٹر اخبار ایجنسی نے وہاں سے خبر دی کہ جارتن کے نیٹا سعید المفتی اور وہاں کے دوسرے نیٹاؤں نے یہ کہا کہ جارتن سب گٹ بندیوں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے بغداد کے سمجھوتے میں شامل نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں ان دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

اور وہاں کے لوگوں کے لیے کسی طرح اور کسی معنی میں ہی مفید نہیں ہو سکتا۔

اٹھ سال پہلے کے ملے جلے ہندوستان کو جن گناہوں کے بدلے میں دیر سے برس سے اور غوروں کی غلامی میں رہنا پڑا ان میں سے ایک بڑا گناہ یہ تھا کہ ہماری ہندو مسلم اور سکھ یعنی ہندوستانی فرجوں نے غوروں کے نظموادار بن کر دوسرے ملکوں میں جا کر رہاں کے بے گناہ اوگوں پر گواہی برسانیں اور غوروں کو ان کی اس ناپاک کوششوں میں مدد دی کہ وہ دوسروں کو اپنا ظلم بنا سکیں۔ ہم سب کو اس گناہ سے یا اس کے امکان سے بھی اب کسوں دور رہنا چاہئے۔ تب سے اب تک دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارا اپنا عقیدہ ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ ان نازک حالات میں ہر ملک، ہر قوم اور ہر آدمی کا فرض ہے کہ دنیا کے حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرے اور کم سے کم یہ کہ جب کوئی قدم اٹھارے تو خود اپنے ہاتھ پیر پچھا کر اٹھارے۔

12-12-'56

—سुन्दरलाल

—ساندر لال

12. 12. 56

نئے چین میں زمین کی ویوستہا

نیا چین آج کل کے لیے ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔ کمیونیزم ایک درجے تک نیا چین کا آدھش بھی ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے انوسار چین آج کل بھی کمیونیزم سے کافی دور ہے۔ انکا کہنا ہے کہ کمیونیزم یانی سامیواد کی پہلی سوسھی سولازم یعنی سماجواد ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سماجواد کے آدھش تک پہونچے سکتا۔ اس کے بعد سماجواد سے سامیواد تک پہونچنے میں کتنا سہ لگتا ہے آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی اسٹیٹی کا خاصہ اچھا چتر وہاں کی زمین کی ویوستہا سے مل سکتا ہے۔ نئے چین میں خیتی کی अधिकतर زمین مالک ن سرکار ہے اور ن سماج، اور ن وہاں کمیونیزم کی ملکییت ہے۔ وہاں अधिकतर زمین کے مالک الگ الگ کسان ہیں جو اپنی اپنی زمین میں کھیتی کرتے ہیں۔ ونوہاجی کہا کرتے ہیں—”سہ بھومی گوپال کی“۔ سنسکرت کی ایک کہات ہے :—”کسان ہی زمین کا مالک ہے۔“ متحد صاحب کی ایک حدیث ہے :—”ساری زمین اللہ کی زمین ہے اور سب مطبق اللہ کے بندے ہیں : جو کوئی کسی بڑی ہوئی زمین کو چھوٹا اور ہوتا ہے اسی کا اس زمین پر سب سے

نیا چین عام طور پر ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔ کمیونیزم ایک درجے تک نئے چین کا آدھش بھی ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے انوسار چین ابھی کمیونیزم سے کافی دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونیزم یعنی سامیواد کی پہلی سوسھی سولازم یعنی سماجواد ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سماجواد کے آدھش تک پہونچے سکتا۔ اس کے بعد سماجواد سے سامیواد تک پہونچنے میں کتنا سہ لگتا ہے آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی اسٹیٹی کا خاصہ اچھا چتر وہاں کی زمین کی ویوستہا سے مل سکتا ہے۔ نئے چین میں کھیتی کی अधिकतर زمین مالک نہ سرکار ہے اور نہ سماج، اور نہ وہاں کمیونسٹ تھنگ کی ملکییت ہے۔ وہاں अधिकतर زمین کے مالک وہی الگ الگ کسان ہیں جو اپنی اپنی زمین میں کھیتی کرتے ہیں۔ ونوہاجی کہا کرتے ہیں—”سہ بھومی گوپال کی“۔ سنسکرت کی ایک کہات ہے :—”کسان ہی زمین کا مالک ہے۔“ متحد صاحب کی ایک حدیث ہے :—”ساری زمین اللہ کی زمین ہے اور سب مطبق اللہ کے بندے ہیں : جو کوئی کسی بڑی ہوئی زمین کو چھوٹا اور ہوتا ہے اسی کا اس زمین پر سب سے

کھانا ہرگز ہے، کسی دوسرے کو ہرگز نہیں ہے کہ اسے اس کامیابی سے نیکالے۔" (ابن خلدون، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت پر یہی کہاوتوں کے مطابق ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حال سے نکل کر پورے-پورے، بے شمار کر، اور سنبھل-سنبھل کر، سماج-वाद کی طرف قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی زمینوں اور کھیتی کے اپنے اپنے دوسرے سادھنوں کو ملا کر کوآپریٹو کی شکل میں یعنی ایک دوسرے کے سہوگ سے کھیتی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھادیں اور خوراک بھی اچھک کھاسکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا الگ الگ کام کرتے رہیں۔ اس طرح کے کوآپریٹو یا سہوگ سنگم، جو اس سے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی کمیونسٹ پارٹی یعنی اردھ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کوآپریٹو کو بڑھانے اور ان کا پرندہ تھیک کرنے کے لئے دیہی کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی ہر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکلوں کے اس بارے میں وجاہوں اور ان کے کام کرنے کے ذہن کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلز ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جسکی پراکھ سख्या एक करोड़ سے ऊपर है، इन नए क्रायदों की खास-खास बातें छपी हैं، जिनमें से कुछ हम नीचे देते हैं:—

"नए क्रायदों में सब से पहले किसानों को इस बात का पूरा भरोसा दिलाया गया है कि कोआपरेटिव में शामिल होने से उनके अपने-अपने अलग-अलग हित को कोई नुकसान नहीं पहुँचने पायेगा."

"इनमें वह बुनियादी असूल बयान किये गए हैं जिनके अनुसार अपने हाथ से मेहनत करने वाले किसान जो चाहें खुद अपनी मर्जी से मिलकर काम करना तय कर सकें और काम कर सकें."

"दो बातों को खास तौर से साफ़ कर दिया गया है. एक यह कि कोआपरेटिव में शामिल होना किसी के लिये लाजमी नहीं है, यह पूरी तरह हर एक की अपनी इच्छा पर है, दूसरे यह कि हर कोआपरेटिव में अहाँ पूरे कोआपरेटिव का मिलकर भला और लाभ देखा जावेगा वहाँ हर एक मेम्बर के अलग-अलग भले और लाभ का भी उत्तना ही जवाब देखा जावेगा."

زبان حق ہے کسی دوسرے کو حق نہیں ہے کہ اسے اس زمین سے نکالے۔" (ابن خلدون، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت پر یہی کہاوتوں کے अनुसार ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حالت سے نکل کر پورے-پورے، بے شمار کر، اور سنبھل-سنبھل کر، سماج-वाद کی طرف قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی زمینوں اور کھیتی کے اپنے اپنے دوسرے سادھنوں کو ملا کر کوآپریٹو کی شکل میں یعنی ایک دوسرے کے سہوگ سے کھیتی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھادیں اور خوراک بھی اچھک کھاسکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا الگ الگ کام کرتے رہیں۔ اس طرح کے کوآپریٹو یا سہوگ سنگم، جو اس سے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی کمیونسٹ پارٹی یعنی اردھ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کوآپریٹو کو بڑھانے اور ان کا پرندہ تھیک کرنے کے لئے دیہی کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی ہر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکلوں کے اس بارے میں وجاہوں اور ان کے کام کرنے کے ذہن کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلز ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جس کی گراہک سख्या ایک کروڑ سے اوپر ہے، ان نئے قاعدوں کی خاص خاص باتیں چھپی ہیں جن میں سے کچھ ہم نیچے دیتے ہیں:—

"نئے قاعدوں میں سب سے پہلے کسانوں کو اس بات کا پورا پورا دلا یا گیا ہے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے ان کے اپنے اپنے الگ الگ ہت کو کوئی نقصان نہیں پہونچنے پانگا۔"

"ان میں وہ بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے अनुसार اپنے ہاتھ سے محنت کرنے والے کسان جو چاہیں خود اپنی مرضی سے ملکر کام کرنا طے کر سکیں اور کام کر سکیں۔"

"دو باتوں کو خاص طور سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ کوآپریٹو میں شامل ہونا کسی کے لئے لڑی نہیں ہے، یہ پوری طرح ہر ایک کی اپنی اچھا پر ہے، دوسرے یہ کہ ہر کوآپریٹو میں جہاں پورے کوآپریٹو کا ملکر بھلا اور لایہ دیکھا جائیگا۔ وہاں ہر ایک میمبر کے الگ الگ بھلے اور لایہ کا بھی اٹنا ہی خیال رکھا جائیگا۔"

”اگر وہ ہے تو اس کے پاس کوئی اپنے پاس سے یا اپنی پڑی یا اپنی سڑک کے بل پر کسی دوسرے کی مہنت سے اپنے لیے بے جا کامیابی نہ بٹا سکے۔“

”ان کاموں میں سب سے زیادہ خیال داری کسانوں کی بھلائی کا رکھا گیا ہے۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریٹو میں شامل کرنا چاہے وہ قبول سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھاوے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح کا فائدہ ہے، ہائی نہیں ہے۔ کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریٹو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریٹو سے ہر ایک ہو جائیں۔“

”یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریٹو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریٹو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق برابر اسی کسان کا رہیگا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکوگ اس کوآپریٹو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے علاوہ) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریٹو کا ہر ممبر کوآپریٹو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کوآپریٹو کا ہر ممبر کوآپریٹو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریٹو میں شامل کرنا چاہے وہ قبول سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھاوے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح کا فائدہ ہے، ہائی نہیں ہے۔ کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریٹو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریٹو سے ہر ایک ہو جائیں۔“

”یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریٹو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس الگ ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریٹو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق برابر اسی کسان کا رہیگا، اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکوگ اس کوآپریٹو کے اندر بنا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے علاوہ) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریٹو کا ہر ممبر کوآپریٹو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریٹو کا ہر ممبر کوآپریٹو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کوآپریٹو کا ہر ممبر کوآپریٹو کے کام کے علاوہ اپنا نجی چھوٹا موٹا دھندہ بھی کر سکتا تاکہ غریب کسان اور بیچ کے درجے کے کسان دونوں برابر کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”جواب ہی جاسا ضرورتوں اور جاسا حالوں کا بھی جھگڑا رہا گیا ہے۔ کسی کسان کی अगर زمین अधिक है या अधिक अच्छी है और उसके यहां काम करने वालों की कमी है तो उसको जमीन के مالिक की हैसियत سے मुनाफے کا अधिक हिस्सा दिया जायेगा۔ ऐसे ही कहीं पर जमीन कम है और आदमी अधिक हैं۔ अलग अलग हालतों के अनुसार जमीन की मिलकीयत के लिये मुनाफे का हिस्सा कहीं मजदूरी से कम दिया जायेगा और कहीं मजदूरी के बराबर

”कोई बात ऐसी नहीं की जायगी जिससे किसी किसान की अपनी जमीन की मिलकीयत के हक में कोई फरक आसके۔

”मुनाफे की तकसीम जमीन के घटिया या बढ़िया होने के अनुसार और असल पैदावार के मुताबिक की जायेगी۔

”आम तौर पर शुरू में खेती के कोई जानवर या कोई औजार जिस किसान के होंगे उसी की मिलकीयत रहेंगे۔ वही अपने जानवरों को खिलाए पिलाएगा ताकि जानवर भी ठीक रह सकें और कोआपरेटिव पर भी कर्जा न लवे۔

”जब कभी कोआपरेटिव जानवरों को खिलाने पिलाने और ठीक तरह रखने के क्राबिल होगा तब असल مالिक की रजामन्दी से जानवरों को مالिक से खरीद कर अपना कर लेगा۔

”इस तरह हरेक की निजी मिलकीयत और सबका मिला जुला लाभ दोनों में एक ठीक ठीक समतोल बना रहेगा۔

”अपनी जितनी जमीन कोई किसान कोआपरेटिव को देगा उसी के अनुसार मुनाफे में उसका हिस्सा समझा जावेगा۔

”कुल जमीन और खेती के दूसरे साधनों को मिलाकर सब की रजामन्दी से उनका उपयोग किया जावेगा۔

”कोआपरेटिव के हर मेम्बर की कुछ न कुछ अपनी अलग निजी जमीन भी रह सकेगी जिसे वह जिस तरह चाहे काम में लावे۔

”फसलों के बोने में देश की और खासकर उस इलाके की जरूरतों का खास खयाल रखा जावेगा۔

”पैदावार में से पहले सरकार का हिस्सा अलग कर दिया जावेगा, और फिर खेती के खर्च और लागत के लिये पैदावार अलग कर दी जावेगी जिसमें मजदूरी भी शामिल होगी और फिर कुछ रिजर्व फंड रखा जावेगा और कुछ सब मेम्बरों और उनके बाल बच्चों के आराम और आسائयश के कामों में खर्च किया जावेगा۔

”मेम्बरों को मुनाफे का जो कुछ हिस्सा मिलना है उस की गारन्टी की जायेगी और उसमें से कुछ हिस्सा उन्हें वेशगी दे दिया जावेगा۔

”सामानی طور پر زمین اور خاص حالتوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ کسی کسان کی اگر زمین ادھک اچھی ہے اور اُس کے ہاں کم کاشت والوں کی کمی ہے تو اُس کو زمین کے مالک کی حیثیت سے ملنے کا ادھک حصہ دیا جائیگا۔ ایسے ہی کہیں پر زمین کم ہے اور آدمی ادھک ہیں۔ ایک ایک حالتوں کے انوسار زمین کی ملکیت کے لئے ملانے کا حصہ کہیں مزدوری سے کم دیا جائیگا اور کہیں مزدوری کے برابر۔

”کوئی بات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسان کی اپنی زمین کی ملکیت کے حق میں کوئی فرق آسکے۔

”ملانے کی تقسیم زمین کے گھٹیا یا بڑھیا ہونے کے انوسار اور اصل پیداوار کے مطابق کی جائیگی۔

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی جانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہوں گے۔ اُس کی ملکیت رہیگی۔ وہی اُنکے جانوروں کو کھانے پلائیکا تاکہ جانور بھی ٹھیک رہ سکیں اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔

”جب کبھی کوآپریٹو جانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے جانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لے گا۔

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکیت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سمبول بنا رہیگا۔

”اپنی جتنی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دے گا اُس کے انوسار ملانے میں اُس کا حصہ سمجھا جاویگا۔

”کل زمین اور کھیتی کے دوسرے سادھنوں کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپٹوگ کیا جاویگا۔

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی اگ نجی زمین رہ سکیگی جسے وہ جس طرح چاہے کم میں لے۔

”فصلوں کے ہونے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جاویگا۔

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جاویگا۔ پھر کھیتی کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جاویگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ رزرونگ رکھا جاویگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔

”ممبروں کو ملانے کا جو کچھ حصہ ملنا ہے اُس کی گرنٹی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی دے دیا جائیگا۔

“کوآپریٹو اپنے ممبروں کو اس بات میں مدد دے گی کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی چلتی پڑتی جائیگی ممبروں کے آرام اور آسائش کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی آدمی اپنے لئے دوسروں کی مصالحت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائیگی کہ دیہی میں پنہنی زاد گتہ اور سچا واد بڑھے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی چلتا کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہیگا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”نوآپریٹو میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھیکاری اپنے ادھیکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھیکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھیکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے چمن کے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چمن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55.

—سندھ لال

21. 12. 55

—سندھ لال

دہلی کی نمائش اور ”نوجیون“

دہلی کی اس بڑی نمائش میں، جسے دیکھنے کو لاکھوں آدمی بھارت کے دور دور کے بھاگوں سے آ رہے ہیں، ہمیں دو بار جانے کا موقع ملا۔ دونوں بار ہم نے سامنے کھستے ہی ایک اونچی دیوار پر ناگزی انشورنس میں ”نوجیون“ شبد لکھ دیکھے۔ ”نوجیون“ شبد بھارت بھر میں پڑسدا ہے۔ پردریشی کی اُس دیوار پر انہیں لکھا دیکھ کر ہم یہ سمجھے کہ وہاں نوجیون پروکشن کی پستکیں رکھی ہوئی ہوں گی۔ ہمیں کچھ خوشی ہوئی کہ وہاں پر سوچکر کہ سرکار نے اور اُس نمائش کے ادھیکاریوں نے مہاتما گاندھی کے وچاروں کے خاص پرچارک ”نوجیون“ کو وہاں جگہ دی ہے

دہلی کی اس بڑی نمائش میں، جسے دیکھنے کو لاکھوں آدمی بھارت کے دور دور کے بھاگوں سے آ رہے ہیں، ہمیں دو بار جانے کا موقع ملا۔ دونوں بار ہم نے سامنے کھستے ہی ایک اونچی دیوار پر ناگزی انشورنس میں ”نوجیون“ شبد لکھ دیکھے۔ ”نوجیون“ شبد بھارت بھر میں پڑسدا ہے۔ پردریشی کی اُس دیوار پر انہیں لکھا دیکھ کر ہم یہ سمجھے کہ وہاں نوجیون پروکشن کی پستکیں رکھی ہوئی ہوں گی۔ ہمیں کچھ خوشی ہوئی کہ وہاں پر سوچکر کہ سرکار نے اور اُس نمائش کے ادھیکاریوں نے مہاتما گاندھی کے وچاروں کے خاص پرچارک ”نوجیون“ کو وہاں جگہ دی ہے

بہار ہوتی ہے۔ دوسری بار جب ہم گئے اور انہیں دیکھا تو اس شخص کے پاس سے نکلے تو ہم نے ایک اور کی دیوار پر 'نوجوانوں' کا انگریزی انشورڈ The New Life لکھا ہوا دیکھا۔ ہم کچھ چکرائے، کیونکہ عام طور پر اس طرح کے انشورڈ نہیں کیا جاتا۔ ہم نے ایک درشک سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہیں کے اُس بھائی کا 'نوجوانوں' پرکاشن کے ساتھ کوئی سہیلہ ہی نہیں ہے۔ ہم نے اندر جا کر دیکھا تو دیکھا۔ اُس گھر کے اندر تھوڑے سے میں بھارت کی اس رسم کی پچھڑی ہوئی حالت کو دکھایا گیا ہے اور اُس کے ساتھ سدھار کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ سدھار کے معاملہ میں ایک ایک رائے تو ہیں ہی۔ وہاں ہمیں کچھ چیزیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور کچھ ناٹھیک بھی۔ سرکاری یوچناؤں کا پورا پرچار تھا۔ ساری پردرشنی کا ہی یہ خاص پہلو صاف چمکتا ہے۔ بھارت کے بڑے بڑے مشہور پونجی بٹوں کے فوٹو بھی اُس 'نوجوانوں' گھر میں خاص طور سے دکھائے گئے ہیں۔ ان کی طرف لوگوں کا رشیک دھیان آکھشت کیا گیا ہے۔ جو 'ہو' اچھا برا یا ملا جلا' پردرشنی کا وہ بھائی نہ کوئی گاندھی وادی چمڑ ہے نہ کوئی کمپوننس چیز ہے، وہ ہے شدہ پونجی وادی۔ گاندھی جی کے وچاروں یا نوجوانوں کے وچاروں سے اُس کا کوئی سہیلہ نہیں ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملاکر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیس سدھار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہوں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھدے — "گاندھی جی کے وچار" اور اُس پر یہی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی یوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چلتا ہے۔ پر نمائش کے ادھیکاریوں کا 'نوجوانوں' نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے، جو سمجھو ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کٹمی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے پرچار کا اور اپنے کام کے وکھاپن کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آؤ لہنا اُس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور، جالے یا اٹھالے، جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نمایش میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نمائش گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیک تمریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چمن کی اودھونک اُنٹی اور چمن کی نئی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہلہ پردرشن ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملاکر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیس سدھار کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہوں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھدے — "گاندھی جی کے وچار" اور اُس پر یہی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی یوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چلتا ہے۔ پر نمائش کے ادھیکاریوں کا 'نوجوانوں' نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے، جو سمجھو ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کٹمی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے پرچار کا اور اپنے کام کے وکھاپن کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آؤ لہنا اُس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور، جالے یا اٹھالے، جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نمایش میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نمائش گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیک تمریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چمن کی اودھونک اُنٹی اور چمن کی نئی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہلہ پردرشن ہے۔

نمایش میں بہت سے دیکھوں کے اپنے اپنے الگ الگ نمائش گھر ہیں۔ ویدیشی نمائش گھروں میں ادھیکار پاتری سب سے ادھیک تمریف چینی نمائش گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا، چینی کہتوں کی بدادار، چینی دستکاریوں، نئے چمن کی اودھونک اُنٹی اور چمن کی نئی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سہلہ پردرشن ہے۔

کچھ عرصے کی گزرتی تھی کہ وہ بھی بڑھ چکے تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کے دو سال سے ہاتھ پیر ختم ہو چکے تھے اور ہاتھ بالکل بے جان ہو گئے تھے۔ ایک چار برس کا لڑکا جس کی تھالی سال سے ہونٹوں لٹکنیں ماری جا چکی تھیں اس علاج کی بدولت فوراً سے سہارے کے ساتھ دو دو تک چلنے پرنے لگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اسے اس سہارے کی بھی ضرورت نہ رہ گئی۔

ایلاچ کا یہ پورا تاریک چین میں ایک یونپنچر (Acupuncture) کہلاتا ہے۔ اس میں باریک باریک سوزیوں کے ذریعے بدن کی نسیوں کو فیر سے جگایا اور جیلا یا جاتا ہے، لیکن روتی کو کسی طرح کی پڑا اوتھو نہیں ہوتی۔

ہمیں بڑے دھڑکے کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے سرکار کا صاस्थ्य ویاہا عیلاچ کے تریکے پر ہونا اہیک لڑھ ہے کہ یھاں کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

ایلاچ کے ویدیک، یونانی، ہومیو-پتھی اور نایچروپتھی جیسے دوسرے ایلاچ کے تریکوں کو اکرکار سے جیسی مدد اور جیسا بڑا با ملنا چاہیے نہیں مل رہا ہے، یھاں تک کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں راجکمارت اورت کور نے چین سے لوٹ کر پرائے چینی ایلاچ کے طریقے کی طرف نئی چینی سرکار کے رخ کو بھی غلط بیان کیا اور سرکار ابھی تک بھی ایلاچ کے دوسرے طریقوں کو جو کچھ تھوڑی بہت مدد دے رہی ہے اُس پر بھی افسوس ظاہر کیا !

अंशुवत दवायें - अचार आदिमाई गईं. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बड़ेरा सिंघाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बड़ेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें सूरप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. बेद महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें शरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और दलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

लोगों को अपनी आँखों पर आँखें कल्लों. एलज में ली का दस हजार से अधिक रुपये खर्च हो. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बड़ेरा सिंघाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बड़ेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें सूरप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. बेद महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें शरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और दलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

पिछली 19 फरवरी को आचार्य नरेन्द्र देव की लम्बी बीमारी के बाद इरोड (दक्खिन भारत) में अचानक मौत हो गई। उनका शव लखनऊ लाया गया जहाँ हज़ारों रामगीन दोस्त अह्बाबों के आँसुओं के बीच उसे ठीक वही जगह आग की लपटों के सुपुर्द कर दिया गया जहाँ कुछ बरस पहले भीमती सरोजिनी नायडु और डाक्टर बीरबल साहनी के पार्श्व जित्म आग के सुपुर्द किये गये थे।

यूँ तो मौत के वक्त आचार्य जी 65 बरस के थे फिर भी उनका इस तरह आचानक चला जाना न सिर्फ उनके आत्मीयों, दोस्तों और प्रजा सोशलिस्ट पार्टी वालों को अप्सरा बल्कि हिन्दुस्तान के हर समझदार नागरिक को इससे सख्त सदमा पहुँचा. आचार्य जी की शरसीयत में कुछ ऐसी बात थी जिसने उन्हें सबका प्रिय पात्र बना दिया था. वे हम राजनीति में रहते हुये भी राजनीति के तंग नजरिये से ऊपर थे. सीधा-सादा, मधुर, प्रेम से भरा हुआ उनका व्यक्तित्व था जो हर एक को उनका प्रशंसक बना देता था. उनकी नेकनीयती, ईमानदारी, कर्तव्य निष्ठा, सचाई और साफगोई सब पर असर डालती थी इसीलिये उनके चले जाने का देश के हर गिरोह, हर पार्टी और हर व्यक्ति को रंज है.

भारतीय कल्चर, भारतीय सभ्यता और भारतीय दर्शन के ने बहुत बड़े विद्वान थे. बौध धर्म पर उनके ग्रंथ विद्वत्ता, खोज और सरलता से भरे हुये हैं. आचार्य जी की हिन्दु-स्तान के राजनैतिक और सांस्कृतिक जीवन में एक खास जगह थी जिसे जल्द भर सकना नामुमकिन मालूम होता है. हम भी अपने इस राम में देशवासियों के साथ शरीक हैं.

क्राप्ती मोहम्मद अब्दुल गफ्फार

कुल हिन्दू अंजुमन तरक्की-ए-उर्दू के जनरल सेक्रेटरी काजी अब्दुल गफ्फार का पिछले दिसम्बर में लम्बी बीमारी के बाद अलीगढ़ में इन्तकाल हो गया। काजी साहब एक खामोश, सीधे-सादे लेकिन बहुत ऊँचे दर्जे के आलिम, उर्दू ज़बान के सेवक और हिन्दुस्तान की मिली जुली कल्चर के पारदर्शक हामी थे। उनमें आला दर्जे की संगठन की शक्ति थी और उसूलों के लिये तकलीफ़ बरदाश्त करने की शक्ति।

वे हिन्दुस्तानी कल्चर सोसायटी की 'गवर्निंग बाडी' के मेम्बर और 'नया हिन्दू' के डूम वर्दी में थे. उनकी मौत से जो जगह खाली हुई है उससे आसानी से नहीं भरा जा सकता. डूम 'नया हिन्दू' की तरफ से उनके खानदान के लोगों के साथ दिली इमजर्दी का इस्तेमाल करते हैं.

25. 2. '56

—विश्वम्भरनाथ पांडे

أجارية نوین در دیو

بچہ 19 فروری کو آجاریہ ٹریڈنگ دیو کی لمبی بیماری کے بعد لاہور (دکن بھارت) میں اچانک موت ہو گئی۔ اُن کا شو بھائی لیا گیا جہاں ہزاروں غمکین دوست احبابوں کے آنسوؤں کے بیچ اُسے ٹھیک اُسی جگہ آگ کی لہٹوں کے سپرد کر دیا گیا جہاں کچھ برس پہلے شریستی سرجنلی فائٹو اور ڈاکٹر بیربل ساہلی کے پارتھو جسم آگ کے سپرد کئے گئے تھے۔

یوں تو موت کے وقت اچاریہ جی 65 برس کے تھے پھر بھی اُن کا اِس طرح اچانک چل جانا نہ صرف اُن کے اُنہوں دوستوں اور پرجا سوشلسٹ پارٹی والوں کو اٹھرا بلکہ ہندستان کے ہر مسجیددار ناگڑک کو اِس سے سخت صدمہ پہونچا۔ اچاریہ جی کی شخصیت میں کچھ ایسی بات تھی جس نے اُنہیں سب کا پرہ پاتر بنا دیا تھا۔ وہ اگر راجنیتی میں رہتے ہوئے بھی راجنیتی کے تنگ نظریہ سے آویز تھے۔ سیدھا - سادہ، مدھر، پریم سے بھرا ہوا اُن کا دیکھو تھا جو ہر ایک کو اُن کا پرشلسک بنا دیتا تھا۔ اُن کی ٹھیک نیتی، ایمانداری، کر تو یہ نشہا، سچائی اور صاف گوئی سب پر اثر ڈالتی تھی اِسی لئے اُن کے چلے جانے کا دیہی کے ہر گروہ، ہر پارٹی اور ہر دیکتی کو رنج ہے۔

بھارتیہ کلچر، بھارتیہ سٹیٹا اور بھارتیہ نیشن کے دس بہت بڑے ودوان تھے۔ ہندو دھرم پر اُن کے گہرے ودوتتا، کھوج اور سولتا سے پھرے ہوئے ہیں۔ اُچاریہ جی کی ہندستان کے راجاؤں تک اور سائنسز تک جیون میں ایک خاص جگہ تھی جسے جلد پھر سکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنے اِس غم میں دیس واسیوں کے ساتھ شریک ہیں۔

قاضی محمد عبدالغفار

کل ہمد انجمن ترقی اردو کے جنرل سکرٹری قاضی عبدالغفار کا پچھلے دسمبر میں لمبی بیماری کے بعد علیحدہ میں انتقال ہو گیا۔ قاضی صاحب ایک خاموش، سیدھے سادے لیکن بہت اُرنچے درجہ کے عالم، اردو زبان کے سیوک اور ہندستان کی مٹی جلی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ اُن میں عالی درجہ کی سنگٹھن کی شکلی تھی اور اصولوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقات۔

وہ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کی گورنگ ہائی کے ممبر اور
نہاہل کے ہمدردوں میں تھے۔ اُن کی موت سے جو چمکے خالی
ہوئی ہے اُسے آسانی سے نہیں بھرا جا سکتا۔ ہم 'نہاہل' کی
طرف سے اُن کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا
اظہار کرتے ہیں۔

— وشنهه ناته بالته .

25. 2. 56

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिद्धत सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिद्धत सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर वाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय फिराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पेठ

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्ठीगंज, इलाहाबाद

14 मंथी कंज, अलाहाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
عیسائی دھرم کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

مہاتما زر تھستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

سمیر، بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی،
قیمت—دو روپیہ

اگ اور انسو

(بھاؤدورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

قرآن اور دھارمک متبھید

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

جھنگار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہائے فراق،
قیمت—تین روپیہ

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی مرکز—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھکر—گاندھیवाद کے ماننے جاننے

بیڈوان : श्री मंजरा अली मारुता

सफे 225, क्रीमत दो रुपया

गान्धी वाचा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कुदुमिया जैदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

—:0:—

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 सफे, दाम ढाई रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सफे, दाम बारह आने

महاتमा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमत बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमत चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमत दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھکر—گاندھیवाद کے ماننے جاننے

بیڈوان : شری منجرا علی ماروٹا

صفحة 225 قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھکر—کدومیا جیدی

بھومیکا—پندت جواہر لال نہرو

موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دوم دو روپیہ

—:0:—

پندت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دوم ڈھائی روپیہ

ہندو مسالم ایکتا

100 صفحہ دوم بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145 مٹی گنج اٹھ آباد

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

1956

ہندستان

نمبر 3 نمبر جلد 21 جلد

مارچ 1956

ہندستانی کلچر سوسائٹی ہندوستان کولچر

145 مڈیگن، کولچر

145 مڈیگن، کولچر

کس سے	صفحہ	کس سے
1. ہند اور ایران کا کلچری میل جول	...	119 ...
—ویربمبھرناتھ پاٹھ
2. چینی ادب (ساہتیہ) پر ایک سرسری نظر	...	181 ...
—ڈاکٹر لالوکرپتاری ام. اے. ڈی. فیل (آکسن)
3. نیا مکان (کہانی)	...	140 ...
—پروفیسر محمد مجیب
4. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں	...	147 ...
—انوارک : شری مجیب رضوی
5. بلذیربشر کا مرض	...	150 ...
—شری لیونارڈ رلیس
6. سنگم (ایک جہانگی)	...	156 ...
—سورگیہ پرونیسر سودھیلندر
7. نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی योजना	...	159 ...
—شری جے. سی. کارپا
8. ہماری رائے—	...	170 ...
شانلی کا بھٹ اور جنگ کا بھٹ
—سندر لال؛ آئزن ہاور کے نام
ہنگلین کا پتر—سندر لال؛ علی کا
دہی طریقہ—موہن لال نہرو۔

हिन्द और ईरान का कल्चरी मेल जोल

विश्वम्भरनाथ पांडे

ईरान में भारत के राजदूत माननीय डाक्टर ताराचन्द ने भारत और ईरान के कलचरी मेल जोल पर तक्ररीर करते हुये कहा था—

“हिन्दुस्तान और ईरान एशिया के ऐसे दो देश हैं जिन्हें क़दरत ने एक दूसरे से पास पास बसाया है। बीच के पहाड़ी के खिलसिले और फैला हुआ समन्दर कभी भी दोनों तरफ से लोगों के मेल जोल को नहीं रोक सके। इन बीच की क़ाबटों की वजह से दोनों तरफ से साहसी और प्रेमी लोग और भी ज़्यादा एक दूसरे की तरफ खिंचते रहे हैं। जब से इन्सान की तारीख़ या इतिहास शुरू होता है उसके पहले से आज तक लगातार क़ाकिले के क़ाकिले ज़मीन के और पानी के रास्ते पहाड़ों, जंगलों, रेगिस्तानों और समन्दर को पार करते हुए इधर से उधर और उधर से इधर आते जाते रहे हैं।

“मालूम पड़ता है कि इन दो मुल्कों के लोगों ने लगभग एक साथ एक ही वक्त्र इनसानी तहजीब की उन्नति की मंखिलें तय करनी शुरू कीं. यह दोनों मुल्क अरब सागर के दो सिरों पर हैं. पच्छिम के सिरे पर क़ारू नदी दक्खिनी जागरूस में से बहती हुई और उन मैदानों में से होती हुई जहां ईरान की सबसे पहली सभ्यताओं ने जन्म लिया था, ईरान की खाड़ी में जाकर गिरती है. पूर्व में सिन्ध नदी, जिसका निकास हिमालय की बरफ़ानी चाँटियों से है, पंजाब और सिन्ध के मैदानों को सैलाब करती हुई किसी ज़माने में कच्छ की खाड़ी में जाकर गिरती थी. क़ारू और सिन्ध दोनों पहाड़ी के पथरों और तरह तरह की उपजाऊ मिट्टी को अपने साथ ढकेलती, हमेशा अपना रास्ता बदलती और इन मुल्कों के अलग अलग हिस्सों को उपजाऊ बनाती रहीं हैं.

“अरब सागर के इन दोनों सिरों पर इनसानी तहजीब साथ-साथ शुरू हुई. दोनों जगह साथ-साथ शहर आबाद हुए, खेती बढ़ी, पशु पालन और धातु की चीजों के बनने के साथ-साथ दोनों जगह इनसान एक बहुत बड़े दूरी तक क़दरत की गुलामी से एक साथ आज़ाद हुआ, दौलत और विचारत, सामाजिक संस्थाएं, राज सरकार, इस्लम और इनर दोनों जगह फले फूले और दोनों जगह की सभ्यताओं को तरफ़ाज़ी देने लगे. पच्छिम में तरुते जमशीद (परसी पोलिस) शुरू, आसान और निहाबन्द, बसर में अस्तुराबाद और अफ़ग़ानिस्तान के भारत आसीन ईरानी राज्यों की आबाद से

ہند اور ایران کا کلچری میل جول

و شد بهر ناله پائیده

ایران میں بھارت کے راجدوت ماننے والے تارکے چند نے
بھارت اور ایران کے 'اچھری میل جول پر تقریر کرتے ہوئے کہا

”ہندستان اور ایرانِ ایشیا کے ایسے دو دیہے ہیں جنہیں قدرت نے ایک دوسرے سے پاس پاس بسایا ہے۔ بیچ کے پہاڑی کے سلسلے اور بڑا ہوا سمندر کہی بھی دونوں طرف سے لوگوں کے میل جول کو نہیں روک سکے۔ ان بیچ کی رکاوٹوں کی وجہ سے دونوں طرف سے سادھی اور پریسی لوگ اور بھی زیادہ ایک دوسرے کی طرف کھینچتے رہے ہیں۔ جب سے انسان کی تاریخ یا انہاس شروع ہوتا ہے اُس کے پہلے سے آج تک لگاناؤں، قافلے کے قافلے، زمیوں کے اور پانی کے (راستہ پہاڑوں، جنگلوں، ریگستانوں اور سمندر کو پار کرتے ہوئے) ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے ہیں۔

”معام پڑتا ہے کہ ان دو ملکوں کے لوگوں نے لگ بھگ ایک ساتھ ایک ہی وقتِ انسانی تہذیب کی اُفتنی کی منزلوں طے کرنی شروع کیں۔ یہ دونوں ملک عرب ساگر کے دو سرور پر ہیں۔ پچھم کے سرے پر قارون ندی دکھنی راگروس میں سے بہتی ہوئی اور اُن میدانون میں سے ہوتی ہوئی جہاں ایران کی سب سے پہلی سیہنٹاؤں نے جنم لیا تھا، ایران کی کھاری میں جا کر گرتی ہے، یورو میں سندھ ندی، جس کا نکاس ہمالیہ کی ہر فانی چوٹیوں سے ہے، پنجاب اور سندھ کے میدانون کو سیلاب لٹتی ہوئی کسی زمانے میں کچھ کی کھاری میں جا کر گرتی تھی۔ قارون اور سندھ دونوں پہاڑی کے پتھروں اور طرح طرح کی اُبچاؤ متی کو اپنے ساتھ دھکولتی، ہمیشہ اپنا راستہ بدلتی اور ان ملکوں کے الگ الگ حصوں کو اُپچاؤ بناتی رہی ہیں۔

”عرب ساگر کے این دونوں سروں پر انسانی تہذیب ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ دونوں جگہ ساتھ ساتھ شہر آباد ہوئے، ٹھیکتی باوی، پشو پانی اور دھاتوں کی چیزوں کے بٹنے کے ساتھ ساتھ دونوں جگہ انسانی ایک بہت بڑے درجے تک قدرت کی غلامی سے ایک ساتھ آزاد ہوا، دولت اور تجارت، سماجک سلسلہائیں، راج سرکار، علم اور ہنر دونوں جگہ پٹے پٹولے اور دونوں جگہ کی سہولتوں کو ترقی دینے لگے۔ پتھرم میں تخت جسد (پرسی پولس) شہر، کاشان اور تہاند، ان میں استوانہ

تاریخ، پیش، گزشتہ، سوشل، جماعتات اور ملی کے وہ ہرقہ ملے
ہیں جن سے اُس زمانے کی اپوائٹی تہذیب اور اُس کی ترقی
کی منزلوں کا پتہ چلتا ہے۔ ٹھیک اُسی زمانے کی اِس طرح کی
چیزیں مہرہ، جودارو، ہڑپا اور سندھ ندی کے اُس پاس کے
اور مقاموں کی کھدائی میں ملی ہیں۔ دونوں طرف کی اُن
چیزوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں سہیقتائیں کتنی ملتی
جلتی تھیں۔

اِس کے بعد دونوں دیشوں پر آریہ حملہ آوروں نے جو گھوڑوں پر سوار اور لوہے کے ہتھیار لٹے ہوئے تھے، دھاوا بول دیا۔ انہوں نے اُن دونوں ملکوں کو اپنے ادھین کر لیا۔ دھیرے دھیرے پرانے باشندے اور نئے حملہ آور دونوں کی نسلیں ایک دوسرے سے مل کر ایک ہو گئیں۔ یہی آجکل کے ایرانیوں اور ہندوستانیوں کے پرکھے تھے۔ اُن کی نسل ایک تھی، بولی ایک تھی، دھرم ایک تھا اور کلچر ایک تھی۔

ان آریہ لوگوں کے ایران میں بس جانے کے بعد ان پر وہاں کے چاروں طرف کی حالتوں کا پورا اثر پڑا۔ ایران میں طرح طرح کے بھو بھاگ ہیں،—کہیں پہاڑ اور کہیں ریگستان، کہیں دریاؤں کی گھاٹیاں اور بیچ کے میدان جو آدمیوں، جانوروں اور ہویالی سے بھرے ہوئے ہیں، اور کہیں ریتیلے صحرا میدان، جن میں دور دور تک نہ کوئی جاندار دکھائی پڑتا ہے اور نہ کوئی گھاس کا تنکا، جہاں سوائے ہوا کی ساٹھیں ساٹھیں کے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اُجالہ اور اندھیرے، نہکی اور بدی کی شکستیاں، وہاں صاف الگ الگ کام کرتی دکھائی دیتی تھیں۔

ہندوستان میں اِس کے خلف پر کرتی زیادہ نرم، میٹھی،
 وہیم اور رحمدل معلوم ہوتی تھی، ایک دوسرے کے بعد کھلتے
 ہوئے بڑے میدان تھے جنہیں بہت سے بڑے بڑے دریا سینچتے تھے
 اور ہر سال موسمی بارش جنہیں پور سے شاداب کر دیتی تھی۔
 ہر سال فنی بہار دھار آدمی کے دماغ میں یہ خیال ہی پیدا
 ہونے لگتا کہ پر کرتی کی فضا کی کہیں حدیں بھی
 ہیں یا آبادی کے مقابلے میں کہیں ویرانہ بھی ہے۔

قدوت کی این رفتارنگیوں نے ایران اور ہندستان، دونوں ملکوں میں انسان کے جذباتوں کو نئی آرائشیں اور نئی کلیانائیں دیں، جو نہ صرف موجودہ زندگی سے انہیں نجات کا اطمینان دلاتی تھیں بلکہ جنم چنہ'تر کے لئے انہیں امیدوں سے بھر دیتی تھیں۔ اس آراگمن یعنی تناسخ کے بارے میں آپ ایران کے مہان صوفی مولانا جلال الدین رومی کا قلم

همچو سبزه بارها روئیده ام،
هفت صد هفتاد قالب دیده ام.

[illegible]

यानी—“मैं सब्जे यानी पाच की तरह बार बार पैदा हुआ हूँ. मैंने सात सौ सत्तर जिस्म देखे हैं”. मैं पहले जमादात यानी मिट्टी, पत्थर वगैरा की हालत में था. उसके बाद नबातात यानी बनस्पति बना. नबातात से निकलकर मैं पशु योनि में आया. पशु योनि से निकलकर मैं आदमी बना. आदमी के बाद फुरिश्ता बनेगा और फुरिश्ते के बाद जिस ऊँची हालत को पहुँचूंगा वह इस बच्चे, गुमान से बाहर है।”

दोनों देशों की मज़हबी एकता

ईरान के पैगम्बरों में सबसे चमकता हुआ नाम ज़रतुश्त का है। ज़रतुश्त की पैदायश के वक्त ईरान बहुत गिरी हुई हालत में था। अग्निपूजा ने निराकार ईश्वर की जगह ले ली थी। ज़रतुश्त की एकेश्वर की पूजा का पुरोहितों ने प्रचंड विरोध किया। लेकिन उन्हें अपने मिशन पर अखंड विश्वास था। अन्त में उन्हें कामयाबी हासिल हुई। उन्होंने ईरान को क़बीलों के भगाड़ों से उठाकर एक विश्वात्मा, सर्व शक्तिमान अहुरमज़्द की उपासना का उपदेश दिया। रबीन्द्रनाथ ठाकुर के मुताबिक ज़रतुश्त पहले पैगम्बर थे जिन्होंने धर्म को क़बीले के देवता के पद से ऊपर उठाकर उसे मानवता की वस्तु बताया।

जब तुष्ट ने ईरानी मजहब को जो नया रूप दिया वह अपने हर पहलू में साफ़ साफ़ यह बता रहा है कि ईरानी और वैदिक धर्म दोनों एक ही खानदान से हैं। ऋग्वेद में लिखा है कि “ईश्वर एक है, विद्वान लोग उसे तरह तरह से बयान करते हैं.” ईरानी धर्म-पुस्तक अवस्ता के मुताबिक “अहुरमज्द ही इस सारी दुनिया का बनाने वाला और सारी जिन्दगी का मालिक है.”

तीन हजार बरसों पहले के ईरानी और हिन्दुस्तानी वरुण (इन्द्र), अग्नि, वायु, सोम और मित्र जैसे देवताओं की उपासना करते थे, नामों में बेशक थोड़ा बहुत फर्क हो चला था, जैसे अब्स्ता में 'वरुण' का नाम 'वरण' है, अब्स्ता और ऋग्वेद दोनों में वरुण को इस सारी दुनिया का बनाने वाला, क़ायम रखने वाला और रक्षा करने वाला बताया गया है, वही सर्वज्ञ यानी अलीम है, वही ख़मीन और आसमान का बनाने वाला है,

از جانی مردم و نفسی خشم
 روز نمایی مردم به حیوان سرزدم
 مردم از حیوانی آدم شدم
 پس چه ترسم که ز مردم کم شوم
 حاصل دیگر بمردم از بشر
 تا بوارم از ملایک بال و پر
 بار دیگر از ملک پدراں شوم
 آنچه اندر دهم آید آن شوم

یعنی۔ ”میں سبزے یعنی گھاس کی طرح بار بار پیدا ہوا ہوں۔ میں نے سات سوستر جسم دیکھے ہیں۔ میں پہلے جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ اُس کے بعد نباتات یعنی ونسہنی بنا۔ نباتات سے نکل کر میں پشویو نی میں آیا۔ پھو یونی سے نکل کر میں آدمی بنا۔ آدمی کے بعد فرشتہ ہونگا اور فرشتہ کے بعد جس اونچی حالت کو پہونچونگا وہ اِس وقت گمان سے باہر ہے۔“

دولوں دیشوں کی مذہبی ایکتا

ایران کے پھمبوروں میں سب سے چمکتا ہوا نام زرتشت کا ہے۔ زرتشت کی پیدائش کے وقت ایران بہت گری ہوئی حالت میں تھا۔ اگنی پوجا نے نراکو ایشور کی جگہ لے لی تھی۔ زرتشت کی ایکشور کی پوجا کا پروہتوں نے پرچند ورونہ کیا۔ لیکن انہیں اپنے مشن پر اگنڈ وشولس تھا۔ انت میں انہیں کھدابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے ایران کو قبیلوں کے چھڑوں سے اٹھاکر ایک وشوانما، سرو شکیمان اومزد کی آپاسنا کا اپدیہ دیا۔ رویندرنامہ تھاگر کے مطابق زرتشت پہلے پھمبر تھ جنہوں نے دھرم کو قبیلے کے دیوتا کے بد سے اڈپر اٹھاکر اے مانوا کی رستہ بتایا۔

زرنشت نے ایرانی مذہب کو جو نہا روپ دیا وہ اپنے ہر پہلو میں صاف صاف یہ بتا رہا ہے کہ ایرانی اور ویدک دھرم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ ”ایشر ایک ہے، ودوان لوگ اُسے طرح طرح سے بیان کرتے ہیں۔“ ایرانی دھرم بستیگ اوستا کے مطابق ”اھرمزد ہی اِہس ساری دنیا کا بنائے والا اور ساری زندگی کا مالک ہے۔“

تین ہزار برس پہلے کے ایرانی اور ہندستانی ورنقر
(زیند) اگنی، وایو، سوم اور متری جیسے دیوتاؤں کی اپاسنا
کرتے تھے، فاسوں میں بے شک تھوڑا بہت فرق ہو چلا تھا،
جیسے اوستا میں 'ورنقر' کا نام 'ورنقر' ہے۔ اوستا اور
رگہد دونوں میں ورنقر کو اِس ساری دنیا کا بنانے والا
قائم رکھنے والا اور رکشا کرنے والا بتایا گیا ہے۔ وہی
سورگھ یعنی عظیم ہے، وہی زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے

اس نے کسی نے اس سے نہیں اور ان ہی کی کو قائم کیا اور
جل اور ہی کو یہ کہہ کر کہیں پر انہیں کہ ہمایا ہے وہی سب
کوہ چاند بہ اور سب کا حاکم ہے ۔

ویدوں میں اسی ورونتر کو 'اسور وشو دیوس' یا اسور مہدھا' کہا گیا ہے۔ اوستا میں اُسے 'اھور مزد' کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اوستا کا 'اھور' ویدوں کا 'اسور' ہے۔ رگوید کی شروع کی رچاؤں میں 'اسور' ایشور کے ارتھ میں ہی آیا ہے۔ ایرانی 'مزدہ' کے وہی معنی ہیں جو سنسکرت 'مہدھا' کے۔ رگوید کے مطابق ویدک کال میں 'دیوگنز' اور 'پتر گنز' سبھی 'مہدھا' کی آپاسنا کرتے تھے۔

’متر‘ کا نام اوستا میں ’متھر‘ ہے سنسکرت میں متر کا ارتھ سوربہ بھی ہے، ایرانی بھی سوربہ کے روپ میں متر کی ہوجا کرتے تھے۔ ویدک واپو ایرانی وپو، ویدک اگنی اوستا کا ’آترہ‘ ہے، جو بعد میں فارسی میں آتھس ہو گیا۔ درنوں میں اگنی دیوتا کی پیداہی بادلوں کے اندر کی بجلی سے ہٹائی گئی ہے۔ اندر کا نام چھنوں کا تھوں اوستا میں موجود ہے۔ ویدوں میں ’اندر‘ کا نام ’ورترھن‘ ہے اور اوستا میں ’ورترھدن‘ ہے۔ یم اوستا کا ’اُم‘ ہے، اپسرا ایرانی میں ’پیڑیکا‘ ہو گئی۔ درنوں کا کام تھسریں کو یوگ بھرشٹ کرنا ہے۔

ایرانی اور ہندوستانی دونوں ایسے لوگوں میں سے ہیں جو جہیں کو خوشی اور اُمنگ کے ساتھ دیکھتے تھے، دونوں اونچی زندگی اور نیکی کے اصولوں کے سچے کھوجی تھے۔ دونوں نے اِس اصول کو پا لیا تھا کہ سب کا خدا یعنی ایشور ایک ہے۔ دونوں یہ مانتے تھے کہ دنیا ایک ایسے اچھے قانون کے ہمارے چل رہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

اِسی خیال کو ایران کے مشہور صوفی حافظ نے کس خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

خرم آن روز گزین منزل ویران بروم
 راحت جان طالبم روز پیم جانان بروم
 به هواداریم او ز رصفت رقص کنم
 به لب چشمنه خورشید دخیلش بروم
 فانی می گویم و از گفته خود دل شادم
 بنده مشقم و از هر دو جهان آزادم
 نهست در لوح دلم جز انب قاسم یار
 چه کنم حرف دیگر یاد ندان اسقام

یعنی "مبارک وہ کہی ہوئی جب میں دنیا کی اس آجڑی
سرائے سے جدا ہوں گا۔ اُس دن میں روحانی سک کی کوچ میں
لے رہا ہوں گا۔"

ही नहीं।”

फ़ारसी खजान के सबसे पहले रूप देने वाले इंसल-
मादकीसी थे, रोदकी को सुल्तान-बस-शोरा कहा जाता है-

فارسی زبان کے سب سے پہلے روپ دینے والے حنظل
بنافسسی ہے۔ رندکی کو ”سلطان احمد“ کہا جاتا ہے۔

دیوار کے اندر سے جس نام نہادی، غصہ، لہجہ،
برچھری اور غصہ کے وہیں، اُس زمانے کا سب سے بڑا فارسی
زبان، قزوینی تھا، جس نے پراچین ایران کی شان کو پیر سے چمکا
اور اُس کو دیا۔

پراچین ایرانی کلچر کی یہ بیداری محض شعرو شاعری تک
 ہی محدود نہیں رہی۔ فارابی، ابن سینا، ابراہیمکان، ابیہرانی
 جیسے بڑے بڑے فلاسفہ بھی اسی زمانے کے تھے۔ تصوف کے
 پہلے سب سے پہلے ایران میں ہی کھلے۔ شروع کے صوفیوں میں
 ابراہیم اعظم، احمد خروزمی، ابو علی شافعی بھٹائی بن مہدی، قاضی
 بن ایاز، معروف کرخی، عبدالکسین نوروی، اور ہایزید ہسطامی
 کے نام عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

روزہوں اور نرم کاندے بندھنوں سے مکت! ان صدیوں کی
ازان خیالی کی ہانسی دیکھئے :

دل بدست آورد که حج اکبر است
از هزاران کعبه یک دل بهتر است

کعبہ بنگاہ خلیل اذہست
دل گدگاہ جلیل اکبرست !

دلا طواف دلائل کن کہ کعبہ مفتوحہ ہے
کہ اُس خلیل بنا کردہ اہیں خدا خود ساخت

یعنی — ”کسی کے دل کو ہاتھ میں لے،
 کھونٹہ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔“

”کعبہ تو آنر کے بیٹے خلل کا قایم کیا ہوا ہے
ہزاروں کعبوں سے ایک دل بڑھکر ہے۔“

”اے میرے دل دُش کی پوزیکما کر؛ اُن میں ہی کعبہ چھپا ہوا ہے، وہ پتھر کا کعبہ تو خلیل کا بنایا ہوا ہے اور یہ دل کے اندر کا کعبہ خود خدا کا بنایا ہوا ہے۔“

تصوف اور ویدانت

آئفہ اِس تصوف یا ویدانت کے نئے دور پر ذرا ہم غور کریں۔
یہ دور گیان کی کھوج کا دور تھا۔ بھارت کے چھ ویدک درشنوں
میں سے آخری درشن اُتر مہمانسا یعنی ویدانت ہے۔ ویدانت
کے مطابق یہ سارا رُشو مایا سے پیدا ہوا۔ یہ سب ایک دھوکا
ہے۔ پرماتما یعنی پرہم ہی اصل حقیقت ہے۔ شروع میں وہی
وہ تھا اور اپنی ہی جوت یعنی اپنے ہی نور سے روشن تھا۔ اُسی
سے یہ قدرت وجود میں آئی اور لاکھوں کروڑوں روپ بنے۔ پھر
یہ سب ملیا۔ یعنی فریب، اور اُصل وجود یعنی اصلیت ایک

ہندوستان کی بدانت کیساتھ یہی اصول سے شروع ہوتی ہے کہ آدمی کی آتما ہی سب ہے۔ وہی وہ ہے، وہی وہی تو ہے، وہی وہی ہوں، وہی سب کچھ ہے۔ مایا میں ہمیں کہہ دیا گیا ہے کہ آدمی کو بھول جانی ہے اور بھولنے کو پہچانتی ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔ تصوف کے مطابق خدا ایک اور سائن ہے۔ اُس کا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ اُس کا کوئی پیدا ہونا ہے۔ وہ غنی ہے۔ یعنی اُس کو نہ کوئی مدد دینا ہے اور نہ وہ کسی کی مدد چاہتا ہے۔ وہ اُنکے ہے نہ پہچانتے ہے۔ نہ نیچے ہے نہ اُپر، وہ نزدیک سے نزدیک ہے اور دور سے دور۔ پھر بھی نہ اُس کی کوئی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے اور نہ وہ قیاس میں آسکتا ہے۔

اُس پر مائتا میں فنا ہو جاتا ہے۔ اُس کا ایک ہی راستہ ہے جسے یوگ یعنی سلوک کہتے ہیں۔ جس یوگ کے راستے میں بہت سے مقام ہیں۔ ویدانت میں بن مقاموں کو ہم 'نہم'، 'نپ'، 'چت'، 'پراسام'، 'چت پر نکرم'، 'اُس'، 'پرتاپام'، 'پرتاپام'، 'دھیان'، 'دھارنا'، 'نروکپ' اور 'سمادھی' کہتے ہیں۔ ہمیں کو تصوف کی اصطلاحوں میں تہذیبِ اَلنفر، 'نصفی دل'، 'نفس کشی'، 'ریاضت'، 'منقہہ قلب'، 'ذکر'، 'نکر'، 'مجاہدہ'، 'اشغال'، 'حسب دم'، 'مراتبہ'، 'مکاشفہ'، 'مشاہدہ'، 'حال'، 'دیدار' اور 'وجد' کہتے ہیں۔ تصوف کہتا ہے—اپنے ہونٹوں کو بند کرو، اپنی آنکھوں کو بند کرو، اپنے کانوں کو بند کرو اور تب تمہیں اپنے اندر حق کی مہرت دکھائی دے گی۔ ویدانت کہتا ہے—جب آدمی کی سب بندیاں یعنی اُس کے سب حواس باہر کی تمام چیزوں سے اپنے سے کھینچ کر اپنے اندر کی طرف مڑے ہیں اور من پوری طرح ثبات اور تسخیر ہو جاتا ہے تب آدمی کو دیکھ پاتی ہے کہ وہ دیکھتی ہے کہ سب کچھ وہی وہ ہے اور کچھ ہے ہی نہیں، تب آدمی کی آتما پرمانا یا روح کل کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتی ہے، تب کوئی غیر نہیں رہ جاتا۔

جب ایرانی تصوف اور ہراتیہ ویدانت ہندستان کی سرزمین پر ملے تو ہندو اور مسلمان دونوں میں تلاشِ حق کے لئے ایک نیا جوہر پیدا ہوا۔ دونوں میں اتنی صاف سمانتا یعنی مشابہت تھی کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ تصوف کے دائرے میں کفر اور اسلام کے فرق مٹ گئے۔ اِس مہل کو پرم صوفی نوید الدین عطار نے اِن پہاڑوں میں ادا کیا ہے :

”کفر و اسلام در رھت یوہاں
وحدہ لائیک لاگوہاں
کفر کافر را و دین دیندار را
فرق و در دل عطار را۔“

”کفر اور اسلام دونوں اُسی ایک اللہ کی راہ میں دور رہے ہیں۔ دونوں میں کفر وہ ہیں کہ وہ اللہ ایک ہے، اُس سا کوئی

جس ایرانی تصوف اور भारतीय वेदान्त हिन्दुस्तान की सरजमीन पर मिले तो हिन्दू और मुसलमान दोनों में तलाशे हक के लिये एक नया जोश पैदा हुआ। दोनों में इतनी साफ समानता यानी मुशाबहत थी कि दोनों ने एक दूसरे को पहचान लिया। तसव्वुफ के दायरे में कफ़ और इसलाम के फ़क़ मिट गये। इस मेल को परम सूफी फ़रीदुद्दीन अचार ने इन भावों में अदा किया है :

”कुछो इस्लाम दर रहत पोर्षो
बहवहूआशरीक सा - गोर्षो
कुक क़ाफ़िर रा ब दी दीवार रा
ज़ेरु बर्दे दिख अचार रा।“

”कुछ और इस्लाम दोनों उन्ही एक अस्ताद की राह में दीव रहे हैं। दोनों बहुत अहम रहे हैं कि वह अस्ताद एक है, उस सा कोई

میں نے کہا: "مگر کیا یہ وہ حقیقی ہے جو کہ دین دیندار کو۔
 دیندار کے دین کے لیے دین دیندار کا ایک بڑا کافی ہے۔"

مجاہدہ ہرک اور پرم دھرم

آپس کے ایسی ملاپ سے وہ گہری دھارا بہہ نکلتی
 جس سے دنیا مچا ہے ہرک یا پرم دھرم کے نام سے
 پکارا جاتا ہے اور یہ مچا ہے ہرک یا پرم دھرم ہے کیا؟
 دنیا کی خواہشوں سے دل کو ہٹانا، جو مل گیا اس
 پر سنبھال کرنا، آدمی آدمی سے سنبھال کرنا،
 ہرک یا پرم دھرم سے لے لگانا، جنہوں نے دنیا کو
 دیا ہے ان کا سب سے سنگ کرنا، کرو یا پھر کی عزت کرنا
 کرنا، یہی پرم دھرم کا نچوڑ تھا۔

ان پرم دھرمی صوفیوں کے سرور مصلوہ تھے، جو ایک
 ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ کہہ سکتے: "انالہی
 یعنی میں ہی ہرک ہوں۔" ایسی مقام پر پہنچ کر ہرک یا پرم دھرم
 نے کہا تھا: "سبکدوشی ما اعظم شانی۔" ایران کے مشہور صوفیوں میں
 نیریزادین عطار، ابولمؤد صافی اور سب میں بزرگ اور پرم
 دھرم کے سرتاج مولانا جلال الدین رومی ہنسی تھے۔ ہندستان
 میں کبیر، نانک، دادو، تکارام، معین الدین چشتی، بابا فرید
 رجب، سرمد اور داراشکوہ نے اور ہمارے آٹھ شمس تہریز نے
 اس پرم دھرم کو پہنچایا۔ اس سے سقیم، شوم، سندرم کے وہ
 پلے تیار ہوئے جن کو دیکھ کر آج بھی ہماری رگوں میں خون
 نیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔ ایسی دل سے وہ جذبے، وہ دھار
 (وہ ہواؤں میں پیدا ہوئیں جنہوں نے کچھ دنوں کے لئے کروڑوں
 ہندستانوں کے دلوں سے دہری کو مٹا دیا۔

دیندار نہیں ہے، بلکہ وہ دیندار ہے اور دیندار کو
 دیندار کے دین کے لیے دین دیندار کا ایک بڑا کافی ہے۔"

مذہب عشق اور پرم دھرم

اپس کے ایسی ملاپ سے وہ گہری دھارا بہہ نکلتی
 دنیا مذہب عشق یعنی پرم دھرم کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ
 مذہب عشق یا پرم دھرم ہے کیا؟ دنیا کی خواہشوں سے دل
 کو ہٹانا، جو مل گیا اس پر سنبھال کرنا، آدمی آدمی سے
 سنبھال کرنا، ہرک یا پرم دھرم سے لے لگانا، جنہوں نے دنیا کو
 دیا ہے ان کا سب سے سنگ کرنا، کرو یا پھر کی عزت کرنا
 کرنا، یہی پرم دھرم کا نچوڑ تھا۔

پرم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے
 ہیں :

"موسم آداب داناں دیکر اند

عاشقان سوز درونان دیکر اند

"ہلداں را امتلاہ دادہ اند

سلاہیاں را امتلاہ دیکر اند

"نو ہوائے وصل کردن آمدی

نے ہوائے فصلی کردن آمدی

"مذہب عشق ازہمہ ملتجد است

عاشقان و مذہب و مات خداست"

"اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا کلمہ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پرمی، جن کے اندر ہرک کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔"

"ہم نے ہندستان کے ریلوے والوں کو دوسری طرح کا کرم کلمہ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے ریلوے والوں کو دوسری طرح کا کرم کلمہ
 بتا دیا ہے۔"

پرم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم
 فرماتے ہیں :

"موسیٰ آداب داناں دیکر اند

عاشقان سوز درونان دیکر اند

ہلداں را امتلاہ دادہ اند

سلاہیاں را امتلاہ دیکر اند

"نو ہوائے وصل کردن آمدی

نے ہوائے فصلی کردن آمدی

"مذہب عشق ازہمہ ملتجد است

عاشقان و مذہب و مات خداست"

"اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا کلمہ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پرمی، جن کے اندر ہرک کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔"

"ہم نے ہندستان کے ریلوے والوں کو دوسری طرح کا کرم کلمہ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے ریلوے والوں کو دوسری طرح کا کرم کلمہ
 بتا دیا ہے۔"

हुके का जो धर्म है कि प्रेम का धर्म है।

एक को दुसरे से कलने के लिए नहीं बेजा गया था।

प्रेम धर्म सब धर्मों से अलग है।

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है।"

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के लिए प्रोत्साहन दिया। प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर क्रूरवान हो गया।

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"आशिको इश्क बुतो बुतगरो अरथारे कीस्त काबजो दैरो मसजिद हमजा तारीकीस्त !

गर दरवाई व चमने बहदते यकरंगी बी

गौर कुन आशिको माशको गुलोज़ार बकीस्त !

तर्क कादम चाराहाए जुमला अज माबाए खेश

नूरे इकरा दीवाअम अज जेर ता बाझाए खेश !

गर तू भी इबाही खुनी हमशाँ जुदा अज जाए खुद

ता बबीनी मजदरे हक जुम्ला सर ता पाए खेश !"

"आशिक और इश्क, मूर्ति और मूर्तिकार कौन है ?

काबा, बुतखाना और मसजिद सब जगह अंधेरा है।

अगर तू बहदत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशक, फूल और कटि सब एक है'.

मैं रुबियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सवाई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो रुबियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सवाई के ज़हर को देख सके."

न्द-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया। सबसे ले मशहूर ईरानी शाहशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं। चन्द्रगुप्त मौर्य का ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए। ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है। सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें से ईरानी शब्द आते हैं। पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों के खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

सब को मारने के लिए भेजा गया था।

एक को दुसरे से बहारने के लिए नहीं भेजा गया था।

"प्रेम धर्म सब धर्मों से अलग है।

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है।"

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के लिए प्रोत्साहन दिया। प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर क्रूरवान हो गया।

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था :—

"عاشقو عشق بت و يتگرو عیاره کیست

کعبه و دیر و مسجد همه جا تاریکیست !

گر در آئی به چمن وحدت یکرنگی بین

غور کن عاشق و معشوق و گل و خار یکیست !

"ترک کردم چاردهائے جمله از ماوائے خویش

نور حق را دیده ام از زیر نا بالائے خویش !

گر تو می خواهی چنین همه شان جدا از جائے خون

قابه بینی مظهر حق جمله سر تا پائے خویش !"

"عاشق اور عشق, मूर्ती और मूर्तिकार कौन है ?

कعبे, بت خانه और مسجد सब जगह अंधेरा है।

अगर तू وحدत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशक, फूल और कटि सब एक है'.

मैं रुबियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सवाई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो रुबियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सवाई के ज़हर को देख सके."

हंद-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया। सबसे ले मशहूर ईरानी शाहशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं। चन्द्रगुप्त मौर्य का ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए। ईरान अक्षर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है। सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें से ईरानी शब्द आते हैं। पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों के खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

سلسلہ۔ भारत کی مूर्तिकلا پر بھی ایرانی असर साफ़ दिखाई देता है, भारत में सर्वे की जो सब से पुरानी मूर्ति मिलती है वह पहली सदी ईस्वी की बनी हुई है, उसके शरीर पर ईरानी कुरता, चूड़ीदार पाजामा, पांव में ऊंचे पशियाई जूते, सिर पर इरानी टोपी और कमर से इस्फहानी खंजर लटकता हुआ दिखाया गया है, उससे पहले किसी भी हिन्दुस्तानी देवता का यह लिबास नहीं पाया जाता, हिन्दुस्तान की सरजमीन पर सदियों के बिछड़े ईरानी और हिन्दुस्तानी भाई फिर एक साथ प्रेम और मुहब्बत से गले मिले.

सुरालों के जमाने में ईरानी कलाकारों ने हिन्दुस्तान की कौमी चिन्द्गी के सब अंगों को अपनी कला के तोहफे में दे दिए, इस ईरानी और हिन्दुस्तानी कला के संगम के शानदार नतीजे हमें हिन्दुस्तान की फूने तामीर (निर्माण कला) तस्वीर साजी, (चित्र कला), साहित्य और संगीत में देखने को मिलते हैं, ईरानी और भारतीय निर्माण कला ने मिलकर दुनिया की सब से खूबसूरत इमारत ताजमहल को तामीर किया, भारतीय इमारतों में सरो के पेड़, फूलों के गमले, फल, मधु के प्याले, गुलाबजल की सुरहियां सब ईरान की देन हैं, अंगूरी बेल का डिजाइन भी ईरानी है, राजपूत चित्रकला पर हमें बहुत साफ़ ईरानी असर दिखाई देता है, हिन्दी और फ़ारसी के मेल से एक नई ज़बान उर्दू पैदा हुई, हिन्दुओं और मुसलमानों ने मिलकर इसके साहित्य का चमकाया, सुरालों के जमाने में ईरानी संगीत भी भारत आया, दोनों संगीतों के मिलन से नई नई राग रागनियां पैदा हुई, ईरानी और भारतीय कलाकारों ने मिलकर रागों का तरतीब और स्थान मुकर्रर किया—मैरां, परब, सोहनी, सिन्धी, पीलू और भैरवी आदि राग धार्मिक भजनों के लिए और दरबारी, मालकोष, मल्हार और दुर्गा राज दरबारों में गाए जाने के लिए तय हुए, अकबरी दरबार में नृत्य और गान विद्या के अनेकों ईरानी कलाकार थे, भारतीय सप्तक में—सा, रे, ग, म, प, ध, नी हैं तो ईरानी सप्तक में—यक, दो, से, चहार, पंच, शष, हफ्त हैं, गायन में ईरानी स्वर माधुर्य पर जोर देते थे तो भारतीय लय पर, दोनों की मिलाबट से भारत के संगीत में लय और स्वर माधुर्य दोनों चमक उठे.

संगीत के इस आपसी मेलजोल ने ईरानी संगीत पर भी काफ़ी असर डाला.

ईरान का राजकाजी सिलसिला

जिस तरह आध्यात्मिक, सांस्कृतिक, साहित्यिक और दार्शनिक क्षेत्रों में बड़ी से बड़ी हस्तियाँ ईरानी आकाश में चमकी, उसी तरह राजकाजी क्षेत्र में भी अशोक, हर्ष और अकबर की तरह ईरान में कुब, दारा और अबुलसीद्द

ह, भारत की मूर्तिकला पर भी ایرانی असر واضح دکھائی دیتا ہے, भारत میں سب سے پورانی مورتی ملتی ہے وہ پہلی صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہے, اس کے شہر پر ایرانی کورتا, چوڑیدار پاجامہ, پاؤں میں اونچے پشیائی جوتے, سر پر ایرانی ٹوپی اور کمر سے اسفہانی خنجر لٹکتا ہوا دکھایا گیا ہے, اس سے پہلے کسی بھی ہندستانی دیوتا کا یہ لباس نہیں پایا جاتا, ہندستان کی سرزمین پر صدیوں کے بچھے ایرانی اور ہندستانی بھائی یہ ایک ساتھ پریم اور محبت سے گلے ملے.

منہوں کے زمانے میں ایرانی کلاؤں نے ہندستان کی قومی زندگی کے سب اکنوں کو اپنی کلا کے تحت ہیئت کئے, اس ایرانی اور ہندستانی کلا کے سنگم کے شاندار نتیجے ہمیں ہندستان کی فن تعمیر (نرمان کلا) تصویر سازی (چتر کلا) سائیت اور سنگیت میں دیکھنے کو ملتے ہیں, ایرانی اور ہارتیہ نرمان کلا نے ملکر دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت تاج محل کو تعمیر کیا, ہارتیہ عمارتوں میں سروں کے پتے, پھولوں کے گلے, پل, مچھو کے پیالے, گلاب جل کی صراحیاں سب ایران کی دیں ہیں, انگریزی پیل کا ڈیزائن بھی ایرانی ہے, راجپوت چتر کلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے, ہندی اور فارسی کے مہل سے ایک نئی زبان اردو پیدا ہوئی, ہندوں اور مسلمانوں نے ملکر اس کے ساتھ کو چمکایا, منہوں کے زمانے میں ایرانی سنگیت بھی بھارت آیا, دونوں سنگیتوں کے ملن سے نئی نئی راگ راگنیاں پیدا ہوئیں, ایرانی اور ہارتیہ کلاؤں نے ملکر راگوں کی ترتیب اور استھان مقرر کیا—پھروں, پرج, سروہنی, سندھی, پیلو اور بھدروی اسی راگ دھارمک بھجنتوں کے لئے اور درباری, مالکوہ, ملہار اور درگا راج درباروں میں گائے جانے کے لئے طے ہوئے, اکبری دربار میں نرتیہ اور گن ودیا کے انیکوں ایرانی کلاکار تھے, ہارتیہ سہتک میں—سا, رے, گا, ما, پا, دھا, نی, ہیں تو ایرانی سہتک میں—یک, دو, سہ, چہار, پنچ, شش, ہفت ہیں, گین میں ایرانی سر مادھوریہ پر زور دیتے تھے تو ہارتیہ لے پر, دونوں کی ملوت سے بھارت کے سنگیت میں لہ اور سر مادھوریہ دونوں چمک اٹھے.

سنگیت کے اس آپسی مہل جول نے ایرانی سنگیت پر بھی کافی اثر ڈالا.

ایران کا راجکاجی سلسلہ

جس طرح آدھباتک, سانسکرتک, سائیتک اور دارشنگ چیتروں میں بڑی سے بڑی ہستیاں ایرانی آکاش میں چمکیں, اسی طرح راجکاجی چیتروں میں بھی اشوک, ہرہ اور اکبر کی طرح ایران میں کرد, دارا اور انوشیروان

نام اپنے سامنے رکھ کر، राजकाज की दृष्टि से، न्याय का और सत्यनिष्ठा के लिए इतिहास में हमेशा याद किये जायेंगे। कुछ ईसा से छः सौ बरस पहले पैदा हुआ। यूनानी के साइरस कहते हैं, उसने उदारता और प्रेम की बुनियादों पर अपनी हुकूमत कायम की। वह खूद अग्नि पूजक था। उसने जेरुसलम में यहूदियों के मन्दिर और बाबुल में तबूक के मन्दिर फिर से बनवाए। खूद जीते हुए देशों के तबूक का बर्ताव इतने रहम और मोहब्बत का होता कि जिसकी मिसाल उससे पहले के किसी बादशाह की हुमत में नहीं मिलती।

ईसा से 522 बरस पहले दारा ईरान के तख्त पर बैठा। नानी उसे डेरियस कहते हैं। वह दयावान और रहमदिल दशाह था। राजकाज में वह बहुत होशियार था। रिआया वह सच्चा हितचिन्तक था। उसने बड़ी बड़ी इमारतें और नहरें बनवाईं। स्वेच की नहर सब से पहले दारा ने तैयार कराई। कला का वह खबरदस्त पोषक था। उसकी हुमत में सबको पूरी पूरी आजादी थी। प्रेम की वह मूर्ति था। रतुश का वह सच्चा अनुयायी था।

ईसा की छठी सदी, सन् 531 ई० में सासानी खानदान मशहूर बादशाह अनुशीरवां, जिसे नौशेरवां भी कहते, तख्त पर बैठा। अनुशीरवां एक होशियार सिपेहसालार, हमदिल हाकिम, चतुर राजनीतिज्ञ और इन्साफ पसन्द दशाह था। यूनान और हिन्दुस्तान के बड़े बड़े आलिम उसके दरबार में रहते थे। हर मजहब वालों के साथ वह ही उदारता से पेश आता था। क्लीमेंट हार्ट के मुताबिक अनुशीरवां का दरबार जरतुशी, बौद्ध और ईसाई धर्मों का रुमुन्दर मिलाप-घर था। इस्लाम के पैगम्बर हजरत इब्न अब्दुल-क़दर अनुशीरवां की शहनशाहियत के जमाने में पैदा प्राहुँ।

632 ई० में ईरान पर अरबों की हुकूमत कायम हुई। यासी तौर पर ईरान की आजादी चली गई मगर इस्मी और कलचरी निगाह से ईरान अपने हमलावरों के ऊपर छाया। ईरान के आलिमों ने इस्लाम को अपनी उदारता, अपने लसके और प्रेम धर्म से चार चांद लगाए। साइंस, हिकमत, गीत, अदब, धर्मशास्त्र, गणित, व्याकरण सब में ईरानी खान थोड़े ही दिनों में अरबों से बढ़ गए। अबुसीना, परखैयाम, फिरदौसी, शेख सादी, हाफिज, सुह्रावरदी, रूमी और कसी जैसे महापुरुष इसी जमाने में पैदा हुए। सन् 1500 में सफ़वी खानदान के ऊँठे के नीचे ईरान में एनियों की आजाद हुकूमत कायम हुई। सन 1907 में एन में जनतंत्र हुकूमत के मातहत एक पार्लिमेंट बनी। सन् 1921 में रजाशाह पहलवी ने ईरान में अपनी आजाद

के तख्त पर बैठा। राजकाज की दृष्टि से, न्याय का और सत्यनिष्ठा के लिए इतिहास में हमेशा याद किये जायेंगे। कुछ ईसा से छः सौ बरस पहले पैदा हुआ। यूनानी के साइरस कहते हैं, उसने उदारता और प्रेम की बुनियादों पर अपनी हुकूमत कायम की। वह खूद अग्नि पूजक था। उसने जेरुसलम में यहूदियों के मन्दिर और बाबुल में तबूक के मन्दिर फिर से बनवाए। खूद जीते हुए देशों के तबूक का बर्ताव इतने रहम और मोहब्बत का होता कि जिसकी मिसाल उससे पहले के किसी बादशाह की हुमत में नहीं मिलती।

ईसा से 522 बरस पहले दारा ईरान के तख्त पर बैठा। नानी उसे डेरियस कहते हैं। वह दयावान और रहमदिल दशाह था। राजकाज में वह बहुत होशियार था। रिआया वह सच्चा हितचिन्तक था। उसने बड़ी बड़ी इमारतें और नहरें बनवाईं। स्वेच की नहर सब से पहले दारा ने तैयार कराई। कला का वह खबरदस्त पोषक था। उसकी हुमत में सबको पूरी पूरी आजादी थी। प्रेम की वह मूर्ति था। रतुश का वह सच्चा अनुयायी था।

ईसा की छठी सदी, सन् 531 ई० में सासानी खानदान मशहूर बादशाह अनुशीरवां, जिसे नौशेरवां भी कहते, तख्त पर बैठा। अनुशीरवां एक होशियार सिपेहसालार, हमदिल हाकिम, चतुर राजनीतिज्ञ और इन्साफ पसन्द दशाह था। यूनान और हिन्दुस्तान के बड़े बड़े आलिम उसके दरबार में रहते थे। हर मजहब वालों के साथ वह ही उदारता से पेश आता था। क्लीमेंट हार्ट के मुताबिक अनुशीरवां का दरबार जरतुशी, बौद्ध और ईसाई धर्मों का रुमुन्दर मिलाप-घर था। इस्लाम के पैगम्बर हजरत इब्न अब्दुल-क़दर अनुशीरवां की शहनशाहियत के जमाने में पैदा प्राहुँ।

632 ई० में ईरान पर अरबों की हुकूमत कायम हुई। यासी तौर पर ईरान की आजादी चली गई मगर इस्मी और कलचरी निगाह से ईरान अपने हमलावरों के ऊपर छाया। ईरान के आलिमों ने इस्लाम को अपनी उदारता, अपने लसके और प्रेम धर्म से चार चांद लगाए। साइंस, हिकमत, गीत, अदब, धर्मशास्त्र, गणित, व्याकरण सब में ईरानी खान थोड़े ही दिनों में अरबों से बढ़ गए। अबुसीना, परखैयाम, फिरदौसी, शेख सादी, हाफिज, सुह्रावरदी, रूमी और कसी जैसे महापुरुष इसी जमाने में पैदा हुए। सन् 1500 में सफ़वी खानदान के ऊँठे के नीचे ईरान में एनियों की आजाद हुकूमत कायम हुई। सन 1907 में एन में जनतंत्र हुकूमत के मातहत एक पार्लिमेंट बनी। सन् 1921 में रजाशाह पहलवी ने ईरान में अपनी आजाद

ہندوستان کا نام کی۔ ایران کے شاہنشاہ شاہنشاہ محمد رضا شاہ پہلی انہیں کے ہاتھ میں۔ دو کروڑ بیس لاکھ آبادی والا یہ پراچین ایشیائی دیہی اپنی 80 فیصدی کسانوں کی آبادی کو ترقی کے راستے پر آگے بڑھا رہا ہے۔ اُس کے ریگستانی علاقوں میں تیل کانے، زخمیرہ ہے۔ ہندستان کی طرح یورپ کی سامراجواہی طاقتوں نے اسے جہان اور پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن ہزاروں ورہ کی شاندار زندگی کے قیمتی تجربے اُس کے پاس ہیں، جنکی روشنی میں وہ اپنے لئے صحیح اور مناسب راستہ نکال رہا ہے، اور ضرور نیکالے گا۔ ایران اور ہندستان دونوں کو اپنی قدیم محبت اور دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ کرنا ہے۔ شاہ ایران کی آمد کے موقع پر ایران کے مشہور عالم اور آجکل ہندستان میں ایران کے راجہ دوت ہز ایکسلیٹنسی ڈاکٹر علی اسمر حکمت کے پیغام کا ایک جز ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

”پچھلی صدیوں میں اگرچہ ہندستان میں ایرانی کلا اور سائنس کی آواز بدقسمتی سے خاموش ہو کر کسی درجہ یاد سے باہر ہو گئی تھی، خدا کا شکر ہے کہ ہندستان کے اکرانوں کی کوششوں سے اُس میں پھر سے ایک جان دہائی دے رہی ہے۔ ہندستان آج پھر سے ایک آزاد اور طاقتور دیہ ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر وہ پھر سے اپنی پرانی پرہیزاؤں، اپنے پراچین ایشوریہ اور اپنی پڑائی متروکا کو نئے سرے سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

ایران کے ماننیہ راجہ دوت ڈاکٹر علی اسمر حکمت کے اس بیان سے ہم پوری طرح سہمت ہیں۔ شاہنشاہ ایران کی اس ملک میں مہتری پاترا کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔ ہم اُس دن کے انتظار میں ہیں جب ہماری پرانی دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ ہوگی اور بھارت اور ایران کی محبت کے توالے ایران کی 19 ہزار فٹ اونچی دیہاند کی چوٹیوں اور ہماہ کے گنن چڑھئی شہروں پر گونجیں گے اور اُس فی دھونی پرانی دھونی ساری دنیا کو سنائی دیگی۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دلی کے سرجلیہ سے)

شاہنشاہ ایران کی آمد کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی سہتری-پاترا کے موقع پر 15 فروری کو دلی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشنوں سے پرمات۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دلی کے سرجلیہ سے)

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

ڈاکٹر لطف دفتری ایم۔ اے۔ ڈی۔ فیل۔ (آکسن)

ڈاکٹر لطف دفتری ایم۔ اے۔ ڈی۔ فیل۔ (آکسن)

پچھلے 15 برس سے ایشیائی ملکوں کے لوگ چین کی سیاحتی (سیاحتی) دھندل-پھول کو 'ہمدردی' کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں۔ چینی آزادی کی جنگ کے ساتھ ہم یورپ والوں نے ہمیشہ سے ایک اپنا محسوس کیا ہے۔ سن 1857 میں چین کی ٹیپو سٹریٹ کی جنگ، ہندوستان کی انقلابی بغاوت اور ایران میں ناپیادہ کی سازشیں سامراجی و زنجیر کی مختلف کڑیوں میں باندھ لیا گیا۔ یہ تینوں ہی ملک ہزاروں برس پرانی تہذیب کے دعویدار ہیں۔ تینوں نے ہی ہزاروں برس تک ایک دوسرے کے ساتھ کلچرل لین دین کیا ہے۔ اس لیے وہیں میں چینی کلچر، چینی ادب (ساختہ) چینی جنتا اور چینی علم کے بھندار پر ایک وسیع (وسعت) نظر ڈالنا چاہیے۔ ایشیائی ممالک کے ساتھ یہ اعتقاد (وہوش) ہے کہ ہندوستان، چین اور ایران کی ایک ایشیائی کلچر کی وہ ترویج ہے کہ جس کی دھارا میں نہ صرف ایشیا کو بلکہ جہلی ہوئی دنیا کو راحت ملے گی۔ آج دنیا کی کلچرل (سائنس) ہاگڈور پچھم کے خود غرض سامراجی دیشوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ یہ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ہزاروں برس تک ہندوستان، چین اور ایران دنیا کے اربوں لاکھوں آدمیوں کو راستہ دکھاتے رہے ہیں۔ یہ جو راستہ ایقہم کا نہیں بلکہ انما کو شانتی دینے والا روحانی راستہ تھا۔ چین کے ساتھ آج ہمیں ٹوٹی ہوئی کلچرل کڑی کو پھر سے جوڑنا ہے اور اس کی تہذیب کی وسعت آمیز شکل (روایت) کے درشن کرنے ہوں۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہر جگہ ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بنتی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی ہوتی ہوئی اپنے آپ الگ پوری بولی نہیں ہے بلکہ کئی صوبوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان سبھی بولوں کا لکنا ایک ہی سوتے سے ہوا ہے۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہر جگہ ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بنتی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی ہوتی ہوئی اپنے آپ الگ پوری بولی نہیں ہے بلکہ کئی صوبوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان سبھی بولوں کا لکنا ایک ہی سوتے سے ہوا ہے۔

دیکھنا چین میں کھانا پکانے کے سحر سے 'کھانپنی' بولی جاتی ہے۔ اس کے پڑوسی سحر میں لوگ 'کھان' بولی جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ہم اتر کی طرف بڑھتے ہیں عین 'کھانپ'، 'کھانچو' اور 'کھانپو' بولنے والے لوگ ملتے ہیں۔ اور زیادہ اتر میں 80 فیصدی چینی 'مندان' زبان بولتے ہیں۔ مندان کی دو خاصیتیں ہیں—(1) یہ کہ 15 ویں صدی سے یہ چینی راجدھانی کی زبان رہی ہے اور (2) سرکاری خط و کتابت میں یہ زبان استعمال کی جاتی رہی ہے۔

اپنے پڑائے میں کے لحاظ سے کھانپنی زبان بہت اہم ہے۔ لیکن سرکاری زبان رہنے کی وجہ سے مندان نے بے حد ترقی کر لی ہے۔ یہ بات غور کرنے لائق ہے کہ کھانپنی زبان اُس بہت شروع کی 'بابا آدم' کے زمانے کی 'چینی زبان' سے نکلی ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی بول چال کی اور لکھی جانے والی چینی کو جنم دیا۔ چینی زبان میں پہلے ہر خیال کو ظاہر کرنے کے لئے الگ الگ حروف تھے۔ کلفیسیس کے زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ لکھاوت (لی) کی ایک چھوٹے دائرے میں حد بندی کی جائے۔ اُسی زمانے میں کتابی زبان کے پیچ ہوئے گئے۔ لیکن اِس سے اصل مقصد دور نہیں ہوا۔ اِس کوشش سے ایک ایسی بھاری بھرکم لکھاوت نکلی کہ جس میں بچے گئے دھرم گرفتہ پوتے کے پوتے بن گئے۔ مگر پھر بھی چینی ادب (ساتھ) کی ترقی میں کلفیسیس کے زمانے کی یہ کوشش بڑے کام کی ثابت ہوئی۔

لکھاوت کی اِس ترقی کے بعد اور چین میں چھائی کے لئے لکھائی کی چھاپوں کی ایجاد کے بعد ادب (ساتھ) ہمسکاردہ ہو گیا، اُس میں ایک پھیلاؤ اور چستی آگئی مگر اُس کے ساتھ ہی ساتھ دھرم گرفتہوں کی طرف لوگوں کی عزت (شردھا) اِس قدر بڑھی کہ ساتھ اور معمولی بول چال کی زبان میں کوئی واسطہ ہی نہیں رہ گیا۔

اسب (وزن مالا)

اسپ (وزن مالا)

چینی لکھاوت ہاوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا سہار کے ایک تصویری لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حروف کے ٹھیک محلہ نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ویدیشوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (اچار) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ موئے طور پر چینی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خیالوں کو ظاہر کرنے والے (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے (3) جنس

اپنے پڑائے میں کے لحاظ سے کھانپنی زبان بہت اہم ہے۔ لیکن سرکاری زبان رہنے کی وجہ سے مندان نے بے حد ترقی کر لی ہے۔ یہ بات غور کرنے لائق ہے کہ کھانپنی زبان اُس بہت شروع کی 'بابا آدم' کے زمانے کی 'چینی زبان' سے نکلی ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی بول چال کی اور لکھی جانے والی چینی کو جنم دیا۔ چینی زبان میں پہلے ہر خیال کو ظاہر کرنے کے لئے الگ الگ حروف تھے۔ کلفیسیس کے زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ لکھاوت (لی) کی ایک چھوٹے دائرے میں حد بندی کی جائے۔ اُسی زمانے میں کتابی زبان کے پیچ ہوئے گئے۔ لیکن اِس سے اصل مقصد دور نہیں ہوا۔ اِس کوشش سے ایک ایسی بھاری بھرکم لکھاوت نکلی کہ جس میں بچے گئے دھرم گرفتہ پوتے کے پوتے بن گئے۔ مگر پھر بھی چینی ادب (ساتھ) کی ترقی میں کلفیسیس کے زمانے کی یہ کوشش بڑے کام کی ثابت ہوئی۔

शुद्ध आक्सीजन का निर्यात हो, (4) यकृत की रीढ़ वाले हृत्पत्र, (5) ऐसे हृत्पत्र जो यकृत शुनिवाया के दूसरे तलपत्रों से अलग हों।

क़रीब 25 बरस पहले इन हथारों चीनी हथूकों के जंगल को हटाकर उनकी जगह धुनियों के हिसाब की नयी सुली बना माला जारी करने की औरदार कोशिश शुरू हुई, मगर वह इस बजह से कामयाब न हो सकी क्योंकि चीनी लफ्फों की आवाज की बिना पर जो हथूफ बनाये जाते उनकी ताबाद बजाय कम होने के थीर भी बेशुमार हो जाती. चीन के फैले हुये हर हिस्से के निशान इन हथूकों में शामिल हैं जिनकी बजह से उन हिस्सों में आपसी एका है. यही बजह है कि जापानियों ने भी चीनी लिखाबट छोड़कर रोमन लिखाबट को नहीं अपनाया.

चीनी अक्षर (साहित्य)

और दूसरे पूरबी अक्ष (साहित्य) की तरह चीन के अपने साहित्य की भी कोई तारीख (इतिहास) नहीं है। लेकिन अक्षी तारीख और तनक्रीद (आलोचना) को छोड़कर चीनी साहित्य ने हर जानिब (दिशा) तरफ़की की है। चीनी साहित्य को हम छै हिस्सों में बांट सकते हैं। मसलन शायरी (कबिता) जिसमें रिव्यू (समालोचना) फलसफा (दर्शन) और मजहबी चीजें शामिल हैं, इतिहास जिसमें हर तरह का इतिहास सरकारी और गैर सरकारी, सबाने उमरी (आत्म कथा) और भूगोल शामिल हैं, आर्ट (कला) और साइन्स (विज्ञान) तथा जवान का इल्म (भाषा शास्त्र) जिसमें इनसाइक्लोपीडिया (विश्वकोष) और लुगात (शब्द संग्रह) आदि शामिल हैं। अब हमें इस पर एक सरसरी निगाह डालकर यह देखना है कि चीनी आलिम और साहित्यिकों ने इस मैदान में किस दर्जे तरफ़की की।

شاعری (کوہتا)

دوسری پڑائی زبانوں کی طرح چینی سادگی میں بھی گہمت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پڑائی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گہمتوں کا پوتھا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گہمتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظمیں (کوہکاتوں) بھی، چائیں ہم مثلاً (گہمت کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظاروں کی تصویر کشی والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آئسو دھنوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق رکھنے والی شاعری میں بھی اُس میں کہیں بےادب دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ بے تکی شاعری (آپوکالیپٹک) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چائیں

کے کاموں کو توڑ کر جو شاعری لکھی جاتی تھی وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی تھی۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 ای۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلہوسیس نے (551 ای۔ یو۔—479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت اکٹھا کئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانٹ کر 811 گیتوں کا ایک سندھ مجموعہ (سنگو) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب میں مشہور شاعر ای۔ تائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور تو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ تائی۔ یو۔ کو لوگ اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹن فرشتہ' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شیلے لیکھوں) پر اُتاری گئیں۔

سوجھ بوجھ میں راہوں کا باڈاوا پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تھلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (مواکتا) کی کمی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سونگ۔ تونگ۔ یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پریم) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ۔ لیکھ) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں کنگ۔ ہی اور چئین۔ لونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

افسانوں (اپنیاں)

شاہستگی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (اپنیاں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واسٹالین) اپنی لڑکی شکل میں درج (چترت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانی (اپنیاں) کا لہجہ جانا تو نہیں سکتا۔

کے کاموں کو توڑ کر جو شاعری لکھی جاتی تھی وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی تھی۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 ای۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلہوسیس نے (551 ای۔ یو۔—479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت اکٹھا کئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانٹ کر 811 گیتوں کا ایک سندھ مجموعہ (سنگو) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب میں مشہور شاعر ای۔ تائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور تو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ تائی۔ یو۔ کو لوگ اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹن فرشتہ' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شیلے لیکھوں) پر اُتاری گئیں۔

قدردانوں کے لحاظ سے سونگ۔ تونگ۔ یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پریم) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ۔ لیکھ) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں کنگ۔ ہی اور چئین۔ لونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

قدردانوں کے لحاظ سے سونگ۔ تونگ۔ یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پریم) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلفریب (اکرشک) مضموں نگار (نہندہ۔ لیکھ) تھا۔ منکر اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں کنگ۔ ہی اور چئین۔ لونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

شاہستگی چینی سادگی کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (اپنیاں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واسٹالین) اپنی لڑکی شکل میں درج (چترت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانی (اپنیاں) کا لہجہ جانا تو نہیں سکتا۔

شروع ہوتا ہے۔ 17 ویں صدی میں انسانی نوعیت کی پہلی چینی پر پورنچی جب 'ہونگسین' اور 'لہاو چل' جیسے مشہور انسانے لکھے گئے۔ ان میں سے پہلے آپنیاس کے لکھنے والے کا پتہ نہیں چلتا مگر وہ کلا کے لحاظ سے اچھا سمجھا گیا ہے۔ پریم اور شریمنتر، دولت اور غربت، سادگی اور کھلمبہن آدمی مختلف کیفیتوں کی اننی خوبصورتی کے ساتھ کہانی میں جھلک دکھائی گئی ہے کہ پڑھکر لیکھک کی قلم چومنے کی طبیعت ہوتی ہے۔ آپنیاس میں قریب 400 پاتر ہیں جن کے چتر کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پھر کیا گیا ہے۔ آپنیاس میں جگہ جگہ سطحی گنڈھٹ (گرامینٹا) ضرور دکھائی دیتی ہے پر آجکل کے آپنیاس میں جو ایک جان لہوا سمجھاؤ (کھانک وینجنا) ہوتا ہے وہ ان میں نہ ملے گا۔ 'لہاو چل' کا لیکھک پو سن لن ہے جس نے اے سن 1679ع میں لکھا۔ سائیک 'وگ' اسے سائیک اسٹائل کے لئے ایک عقلی چیز (وچار کرتی) سمجھتے ہیں۔ اس میں دیہاتی پاتروں کی گہری زندگی کا سندر اور صحیح (واسٹوک) خاکہ ہے۔

ناटक

چین میں اپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ناٹکوں کا لکھا جانا بھی شروع ہوا۔ ناٹکوں کا دور منگولوں کا وقت (1368-1260ء) سمجھا جاتا ہے حالانکہ مامولی روم میں ناٹک پورالے ادب (پراچین ساہتیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی ساہتیہ میں منگول بادشاہوں نے ناٹکوں کا رواج ڈالا اور اس لئے چینی ناٹکوں کی مدھیہ ایشیائی بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت چینی، چنگا ناٹکوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شائد دنیا میں چینی چنگا کے برابر دوسری چنگا ناٹکوں کو اتنا پسند نہیں کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لئے ہوئے قریب 100 ناٹکوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا بڑا (ورہت) سنکرہ سن 1845 میں نکلا جس میں ناٹکوں کو ترتیب وار (ورگیکرن) کر کے انہیں شائع کیا گیا۔

ناٹک

چین میں آپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ناٹکوں کا لکھا جانا بھی شروع ہوا۔ ناٹکوں کا دور منگولوں کا وقت (1368-1260ع) سمجھا جاتا ہے حالانکہ معمولی روپ میں ناٹک پورالے ادب (پراچین ساہتیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی ساہتیہ میں منگول بادشاہوں نے ناٹکوں کا رواج ڈالا اور اس لئے چینی ناٹکوں کی مدھیہ ایشیائی بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت چینی، چنگا ناٹکوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شائد دنیا میں چینی چنگا کے برابر دوسری چنگا ناٹکوں کو اتنا پسند نہیں کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لئے ہوئے قریب 100 ناٹکوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا بڑا (ورہت) سنکرہ سن 1845 میں نکلا جس میں ناٹکوں کو ترتیب وار (ورگیکرن) کر کے انہیں شائع کیا گیا۔

تاریخ (انہاس)

تاریخ (ہتہاس)

قدیم (پراچین) زمانے کے لئے ہوئے چینی انہاسوں میں سب سے خاص کنفرمیس کا لکھا ہوا انہاس ہے۔ وہ پورانک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ 1357 ای۔ پو۔) سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اُس وقت ہی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکیشور واد) کو مانتے تھے۔ یاؤ کے اٹھ برس بعد عمارت بنانے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست ہارہ آلے کے کون راجہ ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی بھر گیا تھا اسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا۔ پچھلی لیکھک اس قصہ کو ہائل کے Deluge (پولہ) کی کہانی سے ملاتے ہیں۔

قدیم (پراچین) زمانے کے لئے ہوئے چینی انہاسوں میں سب سے خاص کنفرمیس کا لکھا ہوا انہاس ہے۔ وہ پورانک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ 1357 ای۔ پو۔) سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اُس وقت ہی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکیشور واد) کو مانتے تھے۔ یاؤ کے اٹھ برس بعد عمارت بنانے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست ہارہ آلے کے کون راجہ ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی بھر گیا تھا اسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا۔ پچھلی لیکھک اس قصہ کو ہائل کے Deluge (پولہ) کی کہانی سے ملاتے ہیں۔

دوسری عمری (جیوانی)

دوسری زبانوں سے मिलتی जुलती जीबनियां चीनी में भी लिखी गई हैं. सरकारी और गैर सरकारी लोगों ने जीबनियों पर बड़े बड़े पोथे लिखे हैं. चीनी जीबनियों में पैदायश की तारीख और सन का भ्रमसर चिह्न नहीं होता. मौत की तारीख से पैदायश का वक्त निकालना पड़ता है. चीनी जीबनियों की खासियत यह है कि इसमें अपने बुजुर्गों और सरकारी चिन्दागी का मुकदिसल बयान होता है.

जुगराफिया (भूगोल)

जुगराफिया पर चीनी में बहुत सी किताबें हैं लेकिन बाहरी मुल्कों का बयान बहुत कम पाया जाता है. 16वीं सदी में पहली बार जुगराफिया पर चीनी में ऐसी किताब लिखी गई जिसमें दुनिया के मुल्कों की सरहदों का बयान है. सन् 1745 में भूगोल पर एक बहुत बड़ी किताब लिखी गई जिसमें कैलाब (विस्तार) के साथ दुनिया का बयान मिलता है. इसके बाद सन् 1794 में एक दूसरी किताब लिखी गई जिसमें मौसम, समुद्री रास्ते, आबोहवा बरौरा का चिह्न है.

यात्रा बुचान्त

मुल्की हैसियत से चीनी हमेशा से यात्रा के शौकीन रहे हैं. इस क्रौमी खादिश को सबमें क्यादा बढ़ावा उस वक्त मिला जब कुछ बौद्ध भिक्षुओं के मन में अपना मजहबी बतन देखने की उमंग उठी. इस उमंग को पूरा करने की राख से सन् 399 ई० में फाहियान गोबी के रेगिस्तान को पार करता, मध्य एशिया के सुनसान बियाबान से गुजरता, हिन्दुकुश पहाड़ को लांघता हुआ हिन्दुस्तान के खास खास शहरों में ठहरता, एक दो बरस लड्डा में रुककर चीन के लिये रबाना हुआ और बहुत सी किताबें, तसवीरें और मूर्तियां लिये हुये सन् 414 ई० में जहाजी रास्ते से चीन वापस पहुँचा.

हिन्दुस्तानियों के नुक्ते नजर से हुएनत्सांग की यात्रा कहीं क्यादा पुरअसर थी. वह चीन से सन् 629 ई० में रबाना हुआ और 15 बरस के बाद सन 645 ई० में चीन वापस पहुँचा. अपने साथ वह यहाँ से 700 बौद्ध ग्रन्थ, मूर्तियां, तसवीरें और यादगारें ले गया. वापस पहुँचकर वह उन तमाम बौद्ध ग्रंथों का चीनी में तर्जुमा करने में लग गया और अपनी दिलचस्प यात्रा को उसन 'पच्छिमी मुल्कों का बयान' के नाम से शाये (प्रकाशित) किया.

सांख्यिक अर्थशास्त्र

सन् 700 ई० पू० में बि राज्य के बचीरे आखम कुचान बुंग का ध्यान देश के इकतसादी (आर्थिक) सबालों की

दुसरी पहलियों से मिली जुली जेहनियां चینی में भी लکھی گئی ہیں. سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جیوانیوں پر بڑے بڑے پوتھے لکھے ہیں. چینی جیوانیوں میں پیدايش کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا. موت کی تاریخ سے پیدايش کا وقت نکالنا پڑتا ہے. چینی جیوانیوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے.

جغرافیہ (بھوگول)

جغرافیہ پر چینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے. 16 ویں صدی میں پہلی بار جغرافیہ پر چینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے. سن 1745 میں بھوگول پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں بھوگول (مستار) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے. اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے.

ياترا ورتانت

ملکی حیثیت سے چینی ہمیشہ سے ياترا کے شوقین رہے ہیں. اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھگتوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی اُمنگ آئی. اس اُمنگ کو پورا کرنے کی غرض سے سن 399 ع میں فاهیان گوہی کے ریکستان کو پار کرتا، مدمیہ ایشیا کے سنسان بیابان سے گذرتا، هندوکش پہاڑ کو لانکھتا ہوا هندستان کے خاص خاص شہروں میں تھرتا، ایک دو برس لکا میں رک کر چین کے لئے روانہ ہوا اور بہت سی کتابیں، تصویروں اور مورتیاں لئے ہوئے سن 414 ع میں جہازی راستے سے چین واپس پہونچا.

هندستانیوں کے نقطہ نظر سے ہونین تسانگ کی ياترا نہیں زیادہ پر اثر تھی. وہ چین میں سن 629 ع میں روانہ ہوا اور 15 برس کے بعد سن 645 ع میں چین واپس پہونچا. اپنے ساتھ وہ یہاں سے 700 بڑے گرتے، مورتیاں، تصویروں اور یادگاریں لے گیا. واپس پہونچکر وہ ان تمام بڑے گرتوں کا چینی میں ترجمہ کرنے میں لگ گیا اور اپنی دلچسپ ياترا کو اس نے 'پچھلی ملکوں کا بیان' کے نام سے شائع (پرکشت) کیا.

راجنیک ارتہ شاستر

سن 700 ق. یو میں چی راجہ نے وزیر اعظم کو ان چونگ کا پہلی دیہی کے اخصادی (آرتھک) سوالوں کی

چینی ادب میں طب کے بارے میں بہت سی کتابیں ہیں۔ لیکن تمام کتابیں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سن شین' کے نام سے سن 2698-2598 ع. ق. کے بیچ میں کیا گیا۔ چینی میں نیپھی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بلغم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنگ) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی آپریشن شاسٹر 'سہوہوہا مڈیکا'، 'انٹا پوانا' ہے کہ لوگ اُسے تاریخ سے ہی پوانا (پراک ایتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درشوں کی کتاب 'انٹیک مکتب' کے بعد اُس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578 ع. ق. میں 'یون تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور ہات ہے کہ چینی میں تساو میں اصل (مولک) دواؤں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سبڈسٹ) ہے۔ ان میں 120 وشنائی (سنگھیا، کچلا آدمی، زہریلی دواؤں) ہیں، 120 سورن آدمی (سونا، چاندی، نائبا، موتی، مرنکا، لسی کی ہسم) اور 12 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

خیتی

حالانکہ راجنیتیک اثر شاخ کے اصولوں پر چین میں حضرت عیسیٰ کی پیداوار سے صدیوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر خیتی کے اوپر چینی ادب میں کوئی مستند (پرامانک) کتاب 1200 ع. ق. سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200 ع. ق. میں فر نے پہلی بار خیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے کپڑوں کے اوپر ایک بڑی سی کتاب لکھی۔ پر خیتی پر سائنس اور سٹینڈرڈ کتاب 'میکسٹو-سٹراٹ' (1562-1634) نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام 'چین-چوان-شو' ہے اور یہ چھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

چیتراکلا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چیتراکلا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراقتی (شوبنلےکھن) کی بھی چیتراکلا کے ساتھ ہی ساتھ ترکتی ہوئی۔ چیتراکلا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانے ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع. ق. کے بیچ چینی سٹراٹ نے چیتراکلا کے اوپر ایک 'ہوآن ہو' نامک پر لکھا ہے۔ اس کے بعد (لےکھ) کے نام کا پتا نہیں چلتا لیکن اس میں 236 چینی چیتراکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چیتروں کا اس میں سمبھ ہے۔

چیتراکلا

چینی ادب میں طبی تاریخ نے یہ ضروری کر دیا، 'ہوآن' (الیک) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا 'شوکی' کی رچنا کی جائے۔ 'تائی بن یو' کی

چینی ادب میں طبی تاریخ نے یہ ضروری کر دیا، 'ہوآن' (الیک) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا 'شوکی' کی رچنا کی جائے۔ 'تائی بن یو' کی

چیتراکلا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چیتراکلا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراقتی (شوبنلےکھن) کی بھی چیتراکلا کے ساتھ ہی ساتھ ترکتی ہوئی۔ چیتراکلا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانے ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع. ق. کے بیچ چینی سٹراٹ نے چیتراکلا کے اوپر ایک 'ہوآن ہو' نامک پر لکھا ہے۔ اس کے بعد (لےکھ) کے نام کا پتا نہیں چلتا لیکن اس میں 236 چینی چیتراکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چیتروں کا اس میں سمبھ ہے۔

چیتراکلا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چیتراکلا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوراقتی (شوبنلےکھن) کی بھی چیتراکلا کے ساتھ ہی ساتھ ترکتی ہوئی۔ چیتراکلا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانے ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع. ق. کے بیچ چینی سٹراٹ نے چیتراکلا کے اوپر ایک 'ہوآن ہو' نامک پر لکھا ہے۔ اس کے بعد (لےکھ) کے نام کا پتا نہیں چلتا لیکن اس میں 236 چینی چیتراکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چیتروں کا اس میں سمبھ ہے۔

شوکی

چینی ادب میں طبی تاریخ نے یہ ضروری کر دیا، 'ہوآن' (الیک) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا 'شوکی' کی رچنا کی جائے۔ 'تائی بن یو' کی

एक इसी समय का विवरण है (राजनीति पत्रिका नं०) और वह 1000 ई० में लिखा गया, करीब चार सौ बरस के बाद एक दूसरा विश्वकोष 'यु ज्ञान को वा सिपेन' सन 1408 ई० में शाही हुकुम से लिखा गया। इसमें कन्नड़-सिन्ध के उपदेशों, इतिहास, दर्शन और आम साहित्य पर मुकुत्तिल (विस्तृत) हवाले मिलते हैं। तीसरा बड़ा विश्व-कोष 'तु सि पि चाक' सम्राट काक हि ने तैयार कराया पर उसके बारिस (उत्तराधिकारी) सम्राट युक्त चैक (1723-1736 ई०) ने उसे शायी (प्रकाशित) किया। इसमें हर तरह के इस्लामी हवाले देने की कोशिश की गई है, जैसे—तारा मन्जल, पृथ्वी, मनुष्य, कला, विज्ञान, फलसफा (दर्शन), सियासत (राजनीति) वगैरा।

चीनी साहित्य पर एक सरसरी नज़र डालने से ही चार बातें खास तौर पर दिखाई देंगी (1) उसकी क्रदामंत (प्राचीनता), (2) इत्तलाफ़ (विभन्नता), (3) मुस्तनद होना (प्रामाणिकता) और (4) ऊँचे उसूल (उच्च सिद्धांत-बादिता). चीन में साहित्य की हज़ारों बरस के दौर में जो लगातार तरक्की हुई है, मुस्तलिफ़ विषयों पर जिस वैज्ञानिक तरीक़े से किताबें लिखी गई हैं, ऐतिहासिक वाक्यात का जिस सही सही तरीक़े से बयान किया गया है और हर तरह के साहित्य को भेपन से जिस तरह बचाया गया है—ये सब ऐसी बातें हैं जिनकी मिसाल दूसरे देशों की अद्वयी तारीख़ (साहित्यिक इतिहास) में नहीं मिलती.

لیکن ایسی طرح کا رشوکوش ہے (حکومت ہندوستان)
 اور وہ 1000 ع میں لکھا گیا۔ قریب چار سو برس کے
 بعد ایک دوسرا رشوکوش 'یوان لونگ تھن' سن 1408 ع
 میں شاہی حکم سے لکھا گیا۔ اس میں کتبہ ہندوستان کے
 'پتھان' درشن اور عام سامعہ پر مفصل (وہارت) حوالہ
 ملتا ہے۔ تیسرا بڑا رشوکوش نوشی چی چان' سمرات گن
 ہی نے تیار کرایا پر اس کے وارث (آزادہ کاری) سمرات بین
 چین (1736-1723 ع) نے اُسے شائع (پرکاشت) کیا۔ اس
 میں ہر طرح کے علمی حوالے دیئے کی کوشش کی گئی ہے
 جیسے—'تاراسنڈل' پرتھوی' ملہیہ' کا' وگیان' فلسفہ (درشن)
 سیاست (راجنیتی وغیرہ)

چھلی سہتہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی چار باتیں خاص طور پر دکھائی دینگی (1) اُس کی قدامت (پراچینتا)؛ (2) اختلاف (وبھتا) (3) مستند ہونا (پرامانکتا) اور (4) اُردچھ اصول (اُچ سہانتوادیتا)۔ چن چن میں سہتہ کی ہزاروں برس کے دور میں جو لگاتار ترقی ہوئی ہے، مختلف دشمنوں پر جس ویگانک طریقہ سے کتابیں لکھی گئی ہیں، اہتمامک و انفات کو جس صحیح صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے سہتہ کو ہندسہ پن سے جس طرح بچایا گیا ہے۔ سب ایسی باتیں ہیں جنکی مثال دوسرے دیشوں کی لکھی تاریخ (سہتہک اُتھاس) میں نہیں ملتی۔

پروفیسر محمد محبوب

پروفیسر محمد محبوب

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی اُنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پیر اُسے کئی برس سے سمجھا رہے تھے، لیکن اُس نے اپنی زندگی کا تھنگ بدلنے کا ارادہ اُسی وقت کیا جب اُس کی جوان لڑکی اور دس برس کا بڑا ایک ہی ہفتے کے زہر انتقال کر گئے اور اُسے اپنی داہی میں سفید بال نظر آنے لگے۔

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی اُنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پیر اُسے کئی برس سے سمجھا رہے تھے، لیکن اُس نے اپنی زندگی کا تھنگ بدلنے کا ارادہ اُسی وقت کیا جب اُس کی جوان لڑکی اور دس برس کا بڑا ایک ہی ہفتے کے زہر انتقال کر گئے اور اُسے اپنی داہی میں سفید بال نظر آنے لگے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اُس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اُس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اُس نے رات گزاریا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایے پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورتِ شکل پر اِنفا بیروسے نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اُس پر راضی ہو گئی اور مچھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اُس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اُسے معلوم ہوتا کہ جیسے اُس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اُس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اُس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اُسے اکثر تعجب ہوتا تھا؛ لیکن وہ اُسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

پرانے مکان میں اُس نے رات گزاریا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایے پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورتِ شکل پر اِنفا بیروسے نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اُس پر راضی ہو گئی اور مچھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اُس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اُسے معلوم ہوتا کہ جیسے اُس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اُس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اُس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اُسے اکثر تعجب ہوتا تھا؛ لیکن وہ اُسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اُس نے اپنے مختار مومند میاں کے سپرد کیا اور وہ روزِ چاکر اُس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کروادو۔

مکان کا بنوانا اُس نے اپنے مختار مومند میاں کے سپرد کیا اور وہ روزِ چاکر اُس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کروادو۔

’مومند میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اُس پر لگادو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہوں۔ میرا ارادہ اب سیدھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومند میاں، تم پرتی سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

’مومند میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اُس پر لگادو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہوں۔ میرا ارادہ اب سیدھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومند میاں، تم پرتی سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

ہر کام کو جلدی اور جلدی میں ہی بڑی سہولت سے انجام دیا کرتے تھے۔

ہر کام کو جلدی اور جلدی میں ہی بڑی سہولت سے انجام دیا کرتے تھے۔

‘ہاں! کیسی...’

‘ہجڑ! یہ... یہ... یہ...’

‘پیر ہیپاری کی خلیہ-یوت؟’

‘میں ہیپاری، کرا جاتی کرنا۔ آپ تو ہر روز وہی یہ روز کا قصہ سناتے ہیں۔’

‘ہاں ہاں، ہجڑ!..... اب تو کچھ دیر نہیں ہوگی۔’

یہ اسکاٹ ب بجاہب مسکراتہ کی کوٹری کے سامنے ہوا کرتے، ابھی وہاں روز بے خبری میں ایک لکڑی سے ایک خاص لکڑی کے ٹکڑے کی کوشش کرتا اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر مقرر کی طرف چلا جاتا۔

ایک دن جب ابوب خاں دیکھ بھال کے لئے آیا تو مسکراتہ نے کہا: ‘حضور! اب نواب گنج کی فنی کوئی تیار ہوگئی۔ وہاں کے چند مستریوں اور مزدوروں کو میں نے رکھ لیا ہے۔ مستری اچھے ہیں اور اب کام بھی اچھا ہوگا۔’

‘اچھا!’

دونوں مکان کا چکر لگاتے گئے، کل اور آج کا فرق مسکراتہ بڑھائے بنا رہا تھا۔

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘مستری اچھے اور چھک کر سلم کیا۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘ہاں!’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘ہاں! کیسی...’

‘ہجڑ! یہ... یہ... یہ...’

‘پیر ہیپاری کی خلیہ-یوت؟’

‘میں ہیپاری، کرا جاتی کرنا۔ آپ تو ہر روز وہی یہ روز کا قصہ سناتے ہیں۔’

‘ہاں ہاں، ہجڑ!..... اب تو کچھ دیر نہیں ہوگی۔’

یہ سوال و جواب مسکراتہ کی کوٹری کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ ابوب خاں روز بے خبری میں ایک لکڑی سے ایک خاص لکڑی کے ٹکڑے کی کوشش کرتا اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر مقرر کی طرف چلا جاتا۔

ایک دن جب ابوب خاں دیکھ بھال کے لئے آیا تو مسکراتہ نے کہا: ‘حضور! اب نواب گنج کی فنی کوئی تیار ہوگئی۔ وہاں کے چند مستریوں اور مزدوروں کو میں نے رکھ لیا ہے۔ مستری اچھے ہیں اور اب کام بھی اچھا ہوگا۔’

‘اچھا!’

دونوں مکان کا چکر لگاتے گئے، کل اور آج کا فرق مسکراتہ بڑھائے بنا رہا تھا۔

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘مستری اچھے اور چھک کر سلم کیا۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

‘حضور! یہ نئے مستری ہیں۔’

میں نے اس کو دیکھا تھا۔ کیا اسی شہطان نے ایک نیا روپ لیکر اسی پر حملہ کیا تھا؟ نہیں، یہ عشق نہیں تھا، یہاں نہ حسن تھا، نہ طلب۔ گھر پہنچتے پہنچتے ایوب خاں کو بالکل یقین ہو گیا تھا کہ وہ عاشق نہیں ہوا ہے؛ مگر پھر یہ گھبرائے کسی؟ یہ لچاری کیوں؟

گھر پہنچتے ہی ایوب خاں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ خدا کی یاد میں وہ کہی اِللا نہ قویا تھا جتنا اس نماز میں؛ اور یہ عجیب بات تھی کہ ہر دم اس نوجوان مزدور کی روح انہیں اُسے ناکھی دھیں، اُس کا دل دھونڈتا رہا، طبیعت کچھ پریشان رہی؛ لیکن عبادت میں کوئی فرق نہ آیا، خدا خفا نہ ہوا، دھیمے کے بیچ بیچ میں وہ خوشی کی آہیں بہتا جاتا تھا، اُس کی آنکھوں میں آنسو آگے تھے، اُس مریض کی طرح جو کسی لمبی بیماری سے اچھا ہو کر اپنی عافیت کی خوشی مہا رہا ہو۔

عجیب بات ہے۔۔۔۔۔ عجیب بات ہے۔ اس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔

سویرے جب سوکر اٹھا تو اپنے آپ کو اُس نے ایک بالکل دوسرا آدمی پایا، وہ سادہ لباس جسے وہ روزہ نماز اور وظیفہ کی زنجیروں کی کڑی اور اپنے لئے ایک سزا سمجھتا تھا، اُسے بہت پسند آیا۔ نوکر جب ناشتہ لایا تو اُس سے وہ بہت پیار سے بولا، اس طرح کہ نوکر گھبرا گیا؛ کیونکہ وہ ایک سوکھا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھنے کا عادی تھا۔ دو چار لوگ ملنے آئے، وہ بھی خوش ہوئے اور یہ رائے واپس لیکر گئے کہ تعلقہ دار صاحب واقعی اللہ والے ہو گئے ہیں۔ ایوب خاں جب مکان دیکھنے گیا، تو اُس نے بچائے مختار کے ساتھ گھومنے کے مزدوروں سے باتیں چھوڑیں، بالکل اِس طرح کرنا وہ خرد مزدور ہے۔ ایک بدھا مستری، جسے اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اُسے اُس دن بہت پسند آیا، یہاں تک کہ وہ اُس کے پاس بیٹھ گیا اور یہ نکلنے سے باتیں کر لے لگا۔

’بھئی کیا تم آج سے کلم کر رہے ہو؟‘
’ناہیں ہجیر، ہم تو بہت دنوں سے یہاں ہیں۔‘
’مستری نے جواب دیا۔‘ ہجیر گریب آدمی کا کون دیکھتے ہیں۔ دھکی کا نچرواٹ ہیں؟‘
’مستری نے مسکرا کر کہا۔‘
’ہاں بھائی، ٹھیک کہتے ہو۔‘ ایوب خاں بچائے اِس طعمہ پر ناراض ہونے کے اور خوش ہوا۔ اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے اور مستری کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ کم ہو جائے، جو قیوار ہے وہ گر جائے۔ پہلے اگر وہ اُس کی کوشش کرتا تو اُس کی سمجھ کام نہ دیتی۔ آج اُسے سب صاف دکھائی دے رہا تھا۔

’ہاں بھائی، ٹھیک کہتے ہو۔‘ اُس نے تھنڈی سانس بھر کر کہا۔ ’تم یہاں کوئی ایک مہینہ سے کلم کر رہے ہو اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ہو بھی یا نہیں۔۔۔۔۔ لیکن اب دھیرے دھیرے میری طبیعت بدل رہی ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے رسول نے اپنی فرمائش کے لئے جنت میں جان اُٹا ہی مشکل

’جذیبہ بات ہے۔۔۔۔۔‘
’اُس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔‘

’جذیبہ بات ہے۔۔۔۔۔‘
’اُس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔‘

’جذیبہ بات ہے۔۔۔۔۔‘
’اُس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔‘

’جذیبہ بات ہے۔۔۔۔۔‘
’اُس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔‘

’جذیبہ بات ہے۔۔۔۔۔‘
’اُس کے سوا ایوب خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔‘

ایوب خان مسکرایا اور کچھ جواب نہ دیا، اُس کی بیوی کا دیہانت کرنی پانچ سال پہلے ہو چکا تھا؛ لیکن اُس زمانے میں وہ عیاشی میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ اُسے دوسری شادی کا خیال کبھی نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسا باپ ملا جو اُسے بیوی دینے پر راضی تھا۔ مستری کے سوال کو اُس وقت تو ٹال گیا، مگر دل میں یہ بات ٹھہر گئی۔ کمرے کا آخری مرتبہ گشت لگانے ہوئے اُس نے سوچا—'کہتا تو دراصل ٹھیک ہے' مکان خالی خالی سا رہیگا اور پھر دوسری شادی میں گناہ کیا ہے؟ عیاشی تو میں نے چھوڑ دی ہے۔۔۔ پہلی بیوی کو میں نے جو تکلیف دی ہے، اُس کے بدلہ ایک دوسری عورت کو اگر خواہش کروں تو...'

اُسے اپنے کارنامے کی طرف سے اب وہ اس قدر ہل گئی تھی کہ دونوں میں خوب باتوں ہوا کرتی تھیں لیکن اُس کی پہلی نگاہ کا جو اثر پڑا تھا اُسے وہ کبھی نہیں بھولا، اور دل میں اُس معمولی مزدور کی کی بہت عزت کرتا رہا۔ آج شادی کی فکر نے اُس کے تعلقات کا رنگ بدل دیا، اُس نے اپنے آپ کو بہت یقین دلانے کی کوشش کی کہ ایسا نہیں ہے؛ لیکن اُس کے پھر اُسے بے اختیار اُسی کمرے کی طرف لے چلے جہاں وہ مزدور کی کلم کر رہی تھی۔ نئے ارادوں کے ساتھ، تازہ دیدار کا شوق پیدا ہوا اور ایوب خان کی آنکھیں یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ مزدور کی اگر اُس کی بیوی ہوتی تو کیسی معلوم ہوگی؟ کمرے میں پہنچ کر اُس نے مستریوں سے باتیں شروع کر دیں، کچھ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے، کچھ اُس قدر سے کہ کہیں کسی کو خیال نہ ہو جائے کہ وہ مزدور کی کے لئے آیا ہے؛ لیکن ان ترکیبوں نے زیادہ دیر تک کام نہیں دیا اور چلد چملوں کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے ایک نئے مکان اور نئی زندگی کی تصویر تھی۔ کبھی وہ دیکھتا کہ خود عبادت میں مشغول ہے اور اُس کی بیوی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اُس کے کمرے میں ایک نظر ڈال جاتی ہے اور ایوب خان مزدور کی طرف دیکھ کر سوچتا کہ یہ نظر کیسی ہوگی؟ کبھی اُسے دونوں کھانے پر بیٹھے دکھائی دیتے، وہ مختلف چیزیں اُس کے سامنے پیش کرتی ہوتی اور ایوب خان اُس مزدور کی طرف دیکھتا کہ یہ تواضع کیسی ہوگی؟ کبھی تھیں یہ ملحقہ رہے، کھانا کھاتے، شام کے وقت سوئے، کوئی بات نہ کہی، اُس کا

इस सबके बाद भी वह अपने को न समझता है। फिर मजदूरों की तरफ से कहा कि वह बायोली केनी होनी। मजदूरों की लक्ष्मी, लक्ष्मी भीलापन, इसकी सुदृढता की निगाहें। घर के सजाने और जिन्दगी के सुख करने के लिए इससे क्यादा किस कोश की कुरुरत थी। फिर देखा से वह कहानी लगाव, गरीबों से वह दोस्ती, जिसका उसने कुछ दिन पहले ही इस्तेमाल किया था, उन सबके क्लायम रखने की और कौन-सी तरकीब हो सकती थी। अय्यबख्शों का जी बाढ़ने लगा कि किसी तरह वह कूद-फाँदकर अपनी मौजूदा हालत से उस जिन्दगी तक पहुँच जाय जिसकी एक फलक अभी उसे नज़र आई थी, अपनी उम्मीदें पूरी करे और दिल की बेचैनी दूर करे; लेकिन जब वह घर पहुँचा और खाने के बाद आराम करके नमाज़ पढ़ना चाहा, तो उसे एक अजीब सुस्ती-सी महसूस हुई। जहाँ वह सौक से जाता था वहाँ आज मादूम होता था कि कोई ज़बरदस्ती लिये जा रहा है। नमाज़ तो उसने किसी तरह से खत्म कर ली, मगर उसे इस तब्दीली पर हैरत हुई।

میں نے اس کے پاس پر گئے اور دونوں حضرات سے یہ کہہ کر چلے
پڑوسری کی طرف دیکھا کہ وہ خطبشی کیسی ہوگی؟ مژدھاری کی
ساتھی، اُس کا بیٹا بن، اُس کی صحبت پوری نکالیں؟ کچھ بے
جانے اور زندگی کے خوش کرنے کے لئے اِس سے زیادہ کس چیز کی
ضرورت تھی؟ پھر دیہے سے وہ روحانی لگاؤ، غریبوں سے وہ
پرستی جس کا اُس نے کچھ دن پہلے ہی اِقرار کیا تھا، ان سب
کے قایم رکھنے کی اور کون سی ترکیب ہو سکتی تھی؟ ایوب
خاں کا جی چاہنے لگا کہ کسی طرح سے وہ کوئی پیمانہ کر اپنی
موجودہ حالت سے اُس زندگی تک پہنچ جائے جس کی ایک
جھانک ابھی اُسے نظر آئی تھی، اپنی آمدین پوری کرے اور دل
کی بے چینی دور کرے؛ لیکن جب وہ کھر بہر نچا اور کھانے کے
بعد آرام کر کے نماز پڑھنا چاہا، تو اُسے ایک عجیب سستی سی
مجسوس ہوئی۔ جہاں وہ شوق سے جاتا تھا وہاں آج معلوم
ہوتا تھا کہ کوئی زبردستی لگے جا رہا ہے۔ نماز تو اُس نے کسی
طرح سے ختم کر لی، مگر اُسے اِس تبدیلی پر حیرت ہوئی۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”پہلی بیوی جس سے کسی سے کو فائدہ نہ پہونچے اُس حزالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”پہلی بیوی جس سے کسی سے کو فائدہ نہ پہونچے اُس حزالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابو ہریرہ، احمد: دارمی۔

— ابو ہریرہ، احمد: دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”بُورے سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دُلوں ہوتے ہوئے بھی برائی کرتے ہیں اور اُس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”بُورے سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دُلوں ہوتے ہوئے بھی برائی کرتے ہیں اور اُس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جارہے۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب مومن کرامت کے دن رات کے لیے اللہ کی نظر میں ہیں سب سے بُرے آدمی وہ ہونگے جو دُلوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لاپرواہی نہیں اُٹھایا۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب مومن کرامت کے دن رات کے لیے اللہ کی نظر میں ہیں سب سے بُرے آدمی وہ ہونگے جو دُلوں میں اور جنہوں نے اپنی دنیا سے لاپرواہی نہیں اُٹھایا۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی اس لیے اللہ کی نظر میں نہیں آتا کہ اس نے دنیا سے لاپرواہی نہیں اُٹھائی۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی اس لیے اللہ کی نظر میں نہیں آتا کہ اس نے دنیا سے لاپرواہی نہیں اُٹھائی۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جس کسی آدمی سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے جان پہچان دوسروں سے چھپا کر دے تو اُس کے منہ میں آگ لگی ہوگی۔“

محمّد صاحب نے کہا: — ”جس کسی آدمی سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے جان پہچان دوسروں سے چھپا کر دے تو اُس کے منہ میں آگ لگی ہوگی۔“

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے ہاتھ سے زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "ساری زمین اللہ کی زمین ہے اور سب مخلوق اللہ کی مخلوق ہے: جو کسی کو زمین پر کسی چیز کو پیدا کرتا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عروہ، ابو داؤد.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے ہاتھ سے زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عروہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عروہ، ابو داؤد.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عروہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

— عاتشہ، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ.

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی نے زمین کو آباد کیا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

ہے، لوگوں کے دلوں کے پاس رہتا ہے، اور ہوشیار کی آماج سے دور رہتا ہے، اور کچھس آبادی سے دور رہتا ہے، جنت سے دور رہتا ہے، لوگوں کے دلوں سے دور رہتا ہے اور ہوشیار کی آماج کے پاس رہتا ہے، ابلاہادیت یا نی پڑا کرنے والے کچھس آبادی کے مکرانہلے میں جاہل دان دینے والے آبادی کو پیارا پیار کرتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہوگے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"کچھ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں جسے کرنے سے تم ایک دوسرے سے پیار کرنے لگو؟ وہ چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اللہ کہتا ہے کہ جو لوگ میرے (ابلاہاد کے) لیے ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں، کرامت کے دن انہیں نور کے تخت بیٹھنے کے لئے ملینگے یہاں تک کہ یہی (پیشوا) کریں گے۔"

—معاذ بن جبل، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"ابلاہاد کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو نہ پیغمبر ہوں اور نہ شہید، لیکن قیامت کے دن ابلاہاد جو انہیں جگہ دینا آئے دیکھ کر پیغمبر اور شہید بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں جو دوسروں سے پیار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ کریں گے، انہیں کوئی قدر نہ ہوگی اور جب کہ اور لوگ دیں گے، انہیں کوئی دھرم نہ ہوگا۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہوگے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہوگے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"کچھ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں جسے کرنے سے تم ایک دوسرے سے پیار کرنے لگو؟ وہ چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اللہ کہتا ہے کہ جو لوگ میرے (ابلاہاد کے) لیے ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں، کرامت کے دن انہیں نور کے تخت بیٹھنے کے لئے ملینگے یہاں تک کہ یہی (پیشوا) کریں گے۔"

—معاذ بن جبل، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا:—"ابلاہاد کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو نہ پیغمبر ہوں اور نہ شہید، لیکن قیامت کے دن ابلاہاد جو انہیں جگہ دینا آئے دیکھ کر پیغمبر اور شہید بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں جو دوسروں سے پیار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ دیں گے، انہیں کوئی قدر نہ ہوگی اور جب کہ اور لوگ دیں گے، انہیں کوئی دھرم نہ ہوگا۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

محمد صاحب نے کہا:—"ابلاہاد کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو نہ پیغمبر ہوں اور نہ شہید، لیکن قیامت کے دن ابلاہاد جو انہیں جگہ دینا آئے دیکھ کر پیغمبر اور شہید بھی ان سے رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں جو دوسروں سے پیار کرتے ہیں، کدول اپنے رشتہ داروں سے ہی نہیں بلکہ سب سے۔ ایسے لوگ اللہ سے رحم کی امید کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور سے چمکیں گے اور وہ خود اللہ کے نور میں دکھائی دیں گے۔ جب کہ اور لوگ دیں گے، انہیں کوئی قدر نہ ہوگی اور جب کہ اور لوگ دیں گے، انہیں کوئی دھرم نہ ہوگا۔"

—عمر بن الخطاب، ابو داؤد۔

آئی لیونارڈ ویلیامس

شری لیونارڈ ویلیامس

مہاتما گاندھی دُنیا کے ان بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خرچ کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا 'خون کا دباؤ' کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لیکچر میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

مہاتما گاندھی دُنیا کے اُن بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خرچ کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا 'خون کا دباؤ' کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لیکچر میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

❖

❖

❖

❖

❖

❖

بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کی شایانہ آجکل ایک فیشن بن چکی ہے۔ یہ فیشن خاص طور پر اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شمار ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سنئے سنئے تھک جائیں گے کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلنے میں سہولت اور ڈانٹر نے اُن سے کہا کیا کہا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں بچہ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بچہ کہیں نہ ہوں۔ کسی ایکسپریس یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیاں رہتا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گھبراہٹ کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے دے پر کچھ جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گھبراہٹ کے ہمارے ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گھبراہٹ کا ہمت ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھوں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چاہیے ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کے ساتھ میں خون کا اُن ناکھوں کی

بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کی شایانہ آجکل ایک فیشن بن چکی ہے۔ یہ فیشن خاص طور پر اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شمار ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک بھروسہ کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سنئے سنئے تھک جائیں گے کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلنے میں سہولت اور ڈانٹر نے اُن سے کہا کیا کہا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کریں اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں بچہ کہیں گے۔ اس سے کہیں ہی بچہ کہیں نہ ہوں۔ کسی ایکسپریس یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھروسہ یا نیاں رہتا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ اور اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گھبراہٹ کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے دے پر کچھ جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گھبراہٹ کے ہمارے ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گھبراہٹ کا ہمت ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہیں گے کہ 'مجھے بلاڈ پریشر ہے' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھوں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چاہیے ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا 'خون کا دباؤ' کے ساتھ میں خون کا اُن ناکھوں کی

ہیڈروں پر دباؤ ڈالنا جن میں سے ہونے والی خون کی سرے سرے میں چکر لگانا ہے۔ یہ شہر کا ایک ایسا کام ہے جس میں کوئی بھید کی بات نہیں ہے۔ بھید کی بات اگر ہو بھی تو تب ہو سکتی ہے جب ہم اس دباؤ کے پتہ بڑھانے اور اس کے کاربوں کی جانچ کرنے لگیں۔

بلاڈ پریشر کا ناپنا

بلاڈ پریشر کے ٹوک ٹوک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کلائی کے زپور کی ناڈی میں خون کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتا لگایا کرتے تھے اور مامولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی ان کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنٹلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے پینٹر ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکالا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی مانپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ پینٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلہ اسی طرح ہمارے پینٹر کے بلت پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

بلت پریشر کا ناپنا

بلت پریشر کے ٹھیک ٹھیک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کتنی ہی نازی کی نازی میں خون کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتہ لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی ان کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنٹلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خون کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانپ سکتیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خون کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے پینٹر ایجاد کئے گئے جن سے خون کا بالکل صحیح دباؤ نکالا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خون کی کسی بھی نازی کی مانپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ پینٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمامیٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلہ اسی طرح ہمارے پینٹر کے بلت پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

پہلا تجربہ

پہلا تجربہ

بلاڈ پریشر کو ٹوک ٹوک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے تاجرے کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کئے تھے، بلکہ ایک اینگلیکن پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوڑ پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوڑی پر نیچے لٹھا تاجرہ کیا—

چوڑی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا ہلکا ہلکا سے ہاتھ سے پکڑ دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی باتوں پر کی خون کی نازی میں گھسیڑ دیا گیا۔ فوراً نالی میں خون 8 فٹ 3 انچ کی اونچائی تک چڑھ گیا اور جب تک خون جم نہیں گیا تب تک برابر

بلت پریشر کو ٹھیک ٹھیک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کئے تھے، بلکہ ایک اینگلیکن پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوڑ پھاڑ کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوڑی پر نیچے لٹھا تاجرہ کیا—

چوڑی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا ہلکا ہلکا سے ہاتھ سے پکڑ دیا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی باتوں پر کی خون کی نازی میں گھسیڑ دیا گیا۔ فوراً نالی میں خون 8 فٹ 3 انچ کی اونچائی تک چڑھ گیا اور جب تک خون جم نہیں گیا تب تک برابر

خون کے بہانے اور دھوکے کے ساتھ ساتھ نلی میں کمر بڑھاتا اور بڑھتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک خون نلی میں اُپر چڑھا تھا وہی اس جانور کے خون کا دباؤ تھا۔

بلاڈ پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تब سے اب تک बहुत तरक्की हो चुकी है और अब हमारे पास ऐसे यन्त्र हैं जिनकी मदद से हम किसी भी आदमी का ब्लड प्रेशर बिल्कुल ठीक ठीक बता सकते हैं चाहे वह आदमी किसी भी हालत में क्यों न हो। शायद सबसे दिलचस्पी की बात जो लोगों के ब्लड प्रेशर नापने के दौरान में मालूम हुई है वह यह है कि किसी भी तरह का खरा सा भी जोश ब्लड प्रेशर को बढ़ा देता है। यह बात ध्यान देने के काबिल है। क्योंकि अगर किसी भी जल्दी से बबड़ानेवाले आदमी का खून का दबाव मालूम किया जा रहा हो तो आप देखेंगे कि उस आदमी का ब्लड प्रेशर महज उसके इस खयाल से बढ़ जायगा कि 'मेरा ब्लड प्रेशर नापा जा रहा है' और यन्त्र में उसका ब्लड प्रेशर जो बढ़ जायगा वह उसके असली ब्लड प्रेशर से कहीं ज्यादा होगा। सर क्रिफोर्ड आलबर्ट एक मरीज का क्रिस्सा बतलाते हैं जिसका ब्लड प्रेशर मामूली से बहुत ही ज्यादा निकला क्योंकि वह आदमी ब्लड प्रेशर नापनेवाले यन्त्र को बिजली की बैटरी समझ बैठा था और उसे यह डर हो गया था कि 'मुझे एक जोर का धक्का लगाने वाला है'। उसे समझा दिया गया कि डर गलत है और जब उसकी समझ में पक्की तौर से आ गया कि वह बिजली की बैटरी नहीं है तब उसका ब्लड प्रेशर लिया गया और मामूली निकला। आम तौर पर ब्लड प्रेशर के थोड़े से बढ़ जाने पर आदमी को बहुत ही अच्छा मालूम होने लगता है। खाना खाने के बाद मामूली तौर पर ब्लड प्रेशर बढ़ता है और इसलिए भरे पेट आदमी के दिमाग में जो मस्ती और खुशी होती है उसकी एक वजह प्रेशर का बढ़ना भी है। आँख, नाक, कान किसी भी इन्द्रिय के जोश में आने से भी प्रेशर बढ़ता है। जोर की बढ़वू या खुशबू से खून का दबाव बढ़ जायगा। इसी तरह रौरमामूली नजारों, चाहे अच्छे हों या बुरों, प्रेशर को बढ़ा देंगे। कहा जाता है कि सबक पर किसी भी दुर्घटना को देखने के लिए आदमी जो झुकता हा जाता है वह लोगों की एक कमजोरी या बीमारी है। एक दर्जे तक यह बात ठीक हो सकती है लेकिन ज्यादातर लोगों के बारे में होता यह है कि कोई रौर मामूली बाव देखने से, खासकर जब वह डरावनी भी हो, लोगों का ब्लड प्रेशर बढ़ जाता है। उसे रोमांच कहते हैं और रोमांच आम तौर पर लोगों को अच्छा लगता है, जिसके लिए लोग हमेशा उत्सुक रहते हैं। इसीलिए ज्यादातर लोग किसी भी दुर्घटना को देखने के लिए बड़े शौक से जमा हो जाते हैं।

اس کے چلتے اور دل کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ نلی میں خون اُپر اُپر چڑھتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک نلی میں اُپر چڑھا تھا وہی اس جانور کے خون کا تھا۔

پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے بلٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک ٹھیک بتا سکتے ہیں چاہے وہ آدمی بھی حالت میں کیوں نہ ہو۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔ اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم کیا جا رہا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ اُس آدمی کا پریشر محض اُس کے اس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور بلٹر میں اُس کا بلڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔

یفرورڈ آلبرٹ ایک مریض کا قصہ بتاتے ہیں جس کا بلڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلڈ پریشر والے بلٹر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ڈر تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے'، اُسے سمجھا گیا کہ تر غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلڈ پریشر کے تھوڑے سے بڑھ پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلڈ پریشر بڑھتا ہے اور اس لئے ہمارے آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی اندریہ کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اسی طرح غیر لی نظارے، چاہے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہوجاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں ہمارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، کو جب وہ قزاونی بھی ہو، لوگوں کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہوجاتے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بلڈ پریشر ہے، ان کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا بلڈ پریشر معمولی سے زیادہ ہے۔ یہ سچ سچ اچھی چیز نہیں ہے۔ کوئی پتلی چیز نلوں میں ہو کر رہی ہو اور ان نلوں پر بیجا دباؤ ڈال رہی ہو تو نلی کے ٹوٹ جانے یا پھٹ جانے کا تر رہتا ہے اور اگر نلی کی دیوار میں کہیں پر کوئی کمزور جگہ ہو تو وہیں پر پھٹنے کا تر رہتا ہے۔ آدمی کی نالیوں میں ایسی ایک کمزور جگہ ہے اور دریا کی صورت جگہ دماغ میں ہے۔ اونچے بلڈ پریشر والے آدمی کے کسی بھی جگہ سے خون گرنا شروع ہو سکتا ہے، لیکن سب سے زیادہ تر دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کا ہوتا ہے۔ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کے پہلے ایک دو دمہ شاید آدمی کی ناک سے خون گره۔ اس لئے ذرا سے بھی چہرے سے کسی اندھڑ آدمی کی ناک سے یوں خون گرنا شروع ہو جاتا تو اس آدمی کو ڈاکٹر سے صلاح لینا چاہئے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ عام طور سے اسے لقمہ کا دورہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے اسٹروک یعنی یکایک چوٹ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ہاتھیں یکایک ہوتی ہیں، بالکل جیسے کسی چہرے پر آدمی نے پدچھنے سے زور کا کھرسہ مار کر گرا دیا ہو۔ اگر مریض بچ جاوے تو اس کا اثر بعد میں ہوشیہ بہ ہوتا ہے کہ ایک طرف کے بدن کے حصے میں لقمہ مار جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کا پرلہ بالکل بند ہو جائے۔ یہ سب چیزیں آدمی کو بے حد کمزور بنا دیتی ہیں اور مریض کو زیادہ دن تک نہیں چلنے دیتیں۔ روگی کی نالیوں میں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ وہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کو برداشت نہیں کر پاتیں اور آدمی کی زندگی کو بہت جلد ختم کر دیتی ہیں۔ اس طرح آدمی بہت سی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بلڈ پریشر کا اونچا جانا شیطانی کا ایک بہانا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ جب بلڈ پریشر کچھ اونچا جاتا ہے تو ندرستی اچھی لگتی ہے اور 'کچھ نہ کچھ کرے یا سوچے' کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے اونچے بلڈ پریشر والا آدمی ضرورت سے زیادہ خوش معلوم ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی ایسی آپری حالت نہ پیدا ہو یا نہ دکھائی دے جس سے اسے اپنے خطرے کا پتہ آسانی سے لگ جاوے۔ یہ ایک اور زبردست وجہ ہے کہ ہر سال ہمیں اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا کر اسے درست رکھنا چاہئے۔ اس چیز کے لئے ہمیں جانتا رہنا چاہئے۔ اس کا تعلق ہے کہی نہیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بلڈ پریشر ہے، ان کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا بلڈ پریشر معمولی سے زیادہ ہے۔ یہ سچ سچ اچھی چیز نہیں ہے۔ کوئی پتلی چیز نلوں میں ہو کر رہی ہو اور ان نلوں پر بیجا دباؤ ڈال رہی ہو تو نلی کے ٹوٹ جانے یا پھٹ جانے کا تر رہتا ہے اور اگر نلی کی دیوار میں کہیں پر کوئی کمزور جگہ ہو تو وہیں پر پھٹنے کا تر رہتا ہے۔ آدمی کی نالیوں میں ایسی ایک کمزور جگہ ہے اور دریا کی صورت جگہ دماغ میں ہے۔ اونچے بلڈ پریشر والے آدمی کے کسی بھی جگہ سے خون گرنا شروع ہو سکتا ہے، لیکن سب سے زیادہ تر دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کا ہوتا ہے۔ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کے پہلے ایک دو دمہ شاید آدمی کی ناک سے خون گره۔ اس لئے ذرا سے بھی چہرے سے کسی اندھڑ آدمی کی ناک سے یوں خون گرنا شروع ہو جاتا تو اس آدمی کو ڈاکٹر سے صلاح لینا چاہئے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ عام طور سے اسے لقمہ کا دورہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے اسٹروک یعنی یکایک چوٹ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ہاتھیں یکایک ہوتی ہیں، بالکل جیسے کسی چہرے پر آدمی نے پدچھنے سے زور کا کھرسہ مار کر گرا دیا ہو۔ اگر مریض بچ جاوے تو اس کا اثر بعد میں ہوشیہ بہ ہوتا ہے کہ ایک طرف کے بدن کے حصے میں لقمہ مار جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کا پرلہ بالکل بند ہو جائے۔ یہ سب چیزیں آدمی کو بے حد کمزور بنا دیتی ہیں اور مریض کو زیادہ دن تک نہیں چلنے دیتیں۔ روگی کی نالیوں میں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ وہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کو برداشت نہیں کر پاتیں اور آدمی کی زندگی کو بہت جلد ختم کر دیتی ہیں۔ اس طرح آدمی بہت سی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بلڈ پریشر کا اونچا جانا شیطانی کا ایک بہانا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ جب بلڈ پریشر کچھ اونچا جاتا ہے تو ندرستی اچھی لگتی ہے اور 'کچھ نہ کچھ کرے یا سوچے' کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے اونچے بلڈ پریشر والا آدمی ضرورت سے زیادہ خوش معلوم ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی ایسی آپری حالت نہ پیدا ہو یا نہ دکھائی دے جس سے اسے اپنے خطرے کا پتہ آسانی سے لگ جاوے۔ یہ ایک اور زبردست وجہ ہے کہ ہر سال ہمیں اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا کر اسے درست رکھنا چاہئے۔ اس چیز کے لئے ہمیں جانتا رہنا چاہئے۔ اس کا تعلق ہے کہی نہیں

اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا لینا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ یہ مقابلہ اپنے دانتوں کی جانچ کرانے کے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے دانت کے ڈاکٹر کے پاس سال ہر میں کم سے کم ایک بار ضرور جاتے ہیں لیکن بہت سے کم لوگ ایسے ملہائے جو ڈاکٹر سے اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرانے کے آئے درست دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پچاس برس کے خوب تندرست آدمی کے لئے جسے اس بات کا گمان ہے کہ وہ زندگی میں کبھی بھی اتنا اچھا نہیں رہا، اس کا بہت بڑا فرق ہے کہ کہیں وہ اس روگ کے نزدیک نہ ہو۔

پریسٹ بلیڈ پریشر

جس یانتر سے بلیڈ پریشر ماپا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یانتر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومانیومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یانتر سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا بلیڈ پریشر اس یانتر سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہئے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھیک یعنی تندرست آدمی کا بلیڈ پریشر نہیں ہے۔ ازیں جو تجربے بتائے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بوس برس کے جوان آدمی کا بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ انکڑہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی ویسے بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومانیومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے सहमत نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑا ہوتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جیسے جیسے ناریاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس حالت میں اسے بڑھانے نہیں دینا چاہئے۔

اوسط بلیڈ پریشر

جس یانتر سے بلیڈ پریشر معلوم کیا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یانتر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومانیومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یانتر سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہئے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھیک یعنی تندرست آدمی کا بلیڈ پریشر نہیں ہے۔ ازیں جو تجربے بتائے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بوس برس کے جوان آدمی کا بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ انکڑہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی ویسے بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومانیومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے सहमत نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑا ہوتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جیسے جیسے ناریاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس حالت میں اسے بڑھانے نہیں دینا چاہئے۔

स्वर्गीय प्रो० सुधीन्द्र

سرگیتھ پرورنيسر سونديندر

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

(भक्त कबीर, धन्ना जाट, रैदास चमार, वैष्णव धर्माचार्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बिसर गई सब तात पराई जब से साधू संगत पाई !
ना कोई बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !

[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द:—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—शंकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास:—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फूस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सब भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके सब में अटक है सोई अटक रहा ?

(भक्त कबीर, धन्ना जाट, रैदास चमार, वैष्णव धर्माचार्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बस कौन सब तात पराई जब से साधु संगत पाई !
ना कौन बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !
[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—शंकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फूस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द—राम ! राम !! राम ! राम !!

सब भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके सब में अटक है सोई अटक रहा ?

कबीर—धन्य है प्रभु ! सभी तो गागरौन गढ़ के राजा प्रतापसिंह आज उस राम-नाम के राज्य में अपने राज को मिलाने के लिए यहाँ आये हैं, इससे बढ़कर भगवान्, आपकी विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज ! राजा प्रतापसिंह को भी-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजा प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राजमुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजा प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

नीचे से प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

कबीर—देखते हो प्रभु ! अभी तो काजरी गंध के राजे प्रतापसिंह आज 'राम' नाम के राजे में अपने राज को मिलाएँगे. लगे हैं यहाँ 'राम' नाम के राजे में 'राम' नाम की वजह से और क्या ?

रैदास—महाराज ! राजे प्रतापसिंह को शरी चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजा प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राजमुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजा प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

नीचे से प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

कबीर—बमड़े के टुकड़ों को राम नाम के बागों से जोड़कर जिस पर पहनने लायक तो बनावे हो तुम रैदास !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दरबार तो सबके लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई !

हरि को भजै सौ हरि का होई !

आज तो धन्ना चाहे जाट हों तो भी भगत हैं, सेना मारि हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत हैं, रैदास बमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हैं तो भी भगत हैं. यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं. कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुरुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

कबीर—चरणों के फेरों को राम नाम के दहागों से जोड़ कर
जम पर पहनने लायक तो बनावे हो तुम रैदास !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दरबार तो सब के लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई !

हरि को भजै सौ हरि का होई !

आज तो देना चाहे जात हो तो भी भगत हैं, सिनानाई हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत हैं, रैदास चमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हैं तो भी भगत हैं. यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं. कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुरुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

नये हिन्दू की दूसरी पांच बरसी योजना

نتیجہ ہند کی دوسری پانچ پرسی یوجنا

श्री जे. सी. कुमारप्पा

شری جے . سی . کماریہا

दूसरी पांच बरसी योजना का मसौदा देश के सामने है, उसके मतलब को पूरी तरह समझने के लिये उसे ध्यान से पढ़ने की जरूरत है.

हमारा देश एक गरीब खेतिहर देश है इसलिये हम यह उम्मीद कर रहे थे कि इस योजना में सबसे ज्यादा खयाल किसानों की जरूरतों और उनकी भलाई का किया गया होगा, बाकी सब बातों को इसी लिहाज से देखा गया होगा कि उनसे किसानों की तरक्की में मदद मिले, यदि ऐसा किया जाता तभी हम इसे अपने देश की योजना कह सकते थे, लेकिन हम देखते हैं कि इसके खिलाफ यह सारा मसौदा बड़े बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कल कारखाने वालों की जरूरतों से ही रेंगा पड़ा है, देश के बाकी लोगों की जरूरतों का भी वहाँ तक ही खयाल रखा गया है जहाँ तक कि वह इस पूँजीवादी व्यवस्था को फलने-फूलने में मदद दे सकें, इस तरह के मसौदे को हम एक 'तरकीब' या 'तदबीर' कह सकते हैं, देश की योजना नहीं कह सकते, इस सारे मसौदे में इसी बात की तदबीरों की गई हैं कि किस तरह देश का अधिक से अधिक माल बाहर के देशों में बेचा जा सके, बाहर के देशों से अधिक से अधिक धन मिल सके जिससे देश के कारखानों के मालिकों की जरूरतें पूरी हों और किस तरह देश में अधिक बड़े से बड़े कारखाने खुल सकें.

कम्यूनिटी प्रोजेक्ट्स यानी सहकार योजनाओं, कम्यूनिटी डेवलपमेंट यानी सहकार उन्नति या नैशनल एक्शन प्लान यानी कौमी फैलाव के रूप में जो कुछ थोड़ा बहुत पेश किया गया है वह सब दिल बहलाने की बीज है, बच्चा जब दूध माँगता है तो रबर की चुसनी उसके मुँह में दे दी जाती है, बच्चा उसे चूसता रहता है लेकिन उससे बच्चे का पेट नहीं भरता, हमारा देश बिछा बिछा कर यह माँग रहा है कि हमारे देहातों का फिर से संगठन किया जावे, इस गांव के जवाब में कुछ थोड़े से चुने हुये इलाकों में यह रहेगी "कल्याणकारी" योजनायें पेश की जाती हैं जिनसे कोई अच्छा नतीजा नहीं निकल सकता, इस तरह की योजनाओं को बुनियादी तौर पर खेती के काम के साथ और खेती-किसानी के दूसरे उद्योग-वन्धों के साथ इस तरह जोड़ना चाहिये कि जिससे गांव बाज़ारों की कत पैदा करने

دوسری باتچ ہرسی یوجنا کا مسودہ دیہی کے سامنے ہے ۔
 اُس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اُسے دیہان سے
 پوچھنے کی ضرورت ہے ۔

ہمارا دیہی ایک غریب تھپتھر دیہی ہے اُس لئے ہم یہ اُمید کر رہے تھے کہ اِس یوجنا میں سب سے زیادہ خیال کسانوں کی ضرورتوں اور اُن کی پھلاں کا کیا گیا ہوگا۔ باقی سب باتوں کو اِسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ اُن سے کسانوں کی ترقی میں مدد ملے۔ یہی ایسا کیا جاتا تھی ہم اِسے اپنے دیہی کی یوجنا کہہ سکتے تھے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اِس کے خلاف یہ سارا مسودہ بڑے بڑے یونجی پتھوں اور بڑے بڑے کل کارخانے والوں کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے۔ دیہی کے باقی لوگوں کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک کہ وہ اِس یونجی وادی ریوستہا کو پھلنے پھولنے میں مدد نہ سکیں اِس طرح کے مسودے کو ہم ایک 'توکب' یا 'تدبیر' کہہ سکتے ہیں، دیہی کہ یوجنا نہیں کہہ سکتے۔ اِس سارے مسودے میں اِسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دیہی کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیہوں میں بیچا جاسکے، باہر کے دیہوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے دیہی کے کارخانوں کے مالکوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس طرح دیہی میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں۔

کیونٹی پروجیکٹس یعنی سہار یوجنائوں کیونٹی ڈیولپمنٹ یعنی سہار اُنٹی یا نیشنل ایکسٹینشن یعنی قومی پیٹرو کے روپ میں جو کچھ تھوڑا بہت دیہاتوں میں گیا ہے وہ سب دل بہلانے کی چیز ہے۔ بچے جب دودھ مانگتا ہے تو رہبر کی چوسنی اُس کے منہ میں دے دی جاتی ہے۔ بچے اُسے چوستا رہتا ہے لیکن اُس سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ہمارا دیہات چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا پھر سے سنگتون کیا جائے۔ اس مانگ کے جواب میں کچھ تھوڑے سے چلے ہوئے علاقوں میں یہ مہنتی ”کلینڈاکی“ یوجنائیں دیہاتوں کی جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس طرح کی یوجنائوں کو بنیادی طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور کھیتی کسانوں کے دوسرے ادھوگ دھندوں کے ساتھ اِس طرح چھوڑنا چاہئے کہ جس سے لوگوں کی دھنیں پیدا کرنے

کی شکتی بڑھے۔ ہمارے اس مسودے میں یہ نہیں کیا گیا۔ دیہی ضرورت اس بات کی ہے کہ دیہات کی ترقی کا ایک جال ہر طرف پور دیا جاوے جس میں گلوں کے اچھی طرح بکھڑے ہوئے کھ کونے والے ہوں اور ان کی مدد کے لئے ایک بڑے ادھیکار والی سرکاری کمیٹی ہو جس کے اوپر ایک بوجھنا ملے ہو۔ آجکل کی یہ بوجھنائیں قبول راجکاجی بوجھنائیں ہیں۔ ان کی غرض راجکاجی پر دیکھنا ہے۔ ان میں گلوں کی ہٹی کے لئے جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ کھول آنسو بوجھنے والی چیز ہے۔ چلتا کا دھیرچ اور چلتا کا صبر دھیرے دھیرے اس سے ٹوٹ سکتا ہے۔

ہم پہلے ہی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ ہمارے دیہات کا بڑی بڑی نالیوں کے بہاؤ کے حساب سے، پھر سے بتوارہ ہونا چاہئے اور ان نالیوں سے ایسی نہریں نکالنی چاہئیں جو ہمالیہ کے ہرنانی اسی کو سونپے ہوئے کہنتوں میں سے لے جاتی ہوئی کنیا کماوی تک پہنچا دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی بھی پارٹی ورنسٹ یا ان کے مددگاروں اور نیتاؤں کے مقابلے میں کسانوں کی مالی ضرورتوں کا کہیں ادھک خیال رکھا جاوے۔ راجکاجی ہمارے لئے اب ایک دوسرے درجے کی چیز ہوئی چاہئے۔ پہلے درجہ ہمیں چلتا کی مالی ضرورتوں کو دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے ملاری منڈاؤں کو بھی اسی طرح نئے سرے سے بدلنا چاہئے جس سے عام چلتا کی مالی حالت کو ہم سمجھ بوجھ کے ساتھ اوپر لے سکیں اور سارے راشٹر کا نئے سرے سے سنگتیں کر سکیں۔

ہم اب بھی آشا کرتے ہیں کہ اس دوسری پانچ برس کی وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا کہ اس مسودے کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عام منٹا کی ضرورتوں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا جاسکے۔

نئی بوجھنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اکائی مانا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اکائی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ ایک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گلوں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقے میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے مہل چول رکھ سکتا ہے۔ ان والوں کے ہلے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے بکھڑے ہوئے گرام سہوکیوں کی ضرورت ہوگی۔ پر بدی میں ہارت کی دروزھا چلتا کو اوپر اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوگا۔

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرضائیں کو پوچھایا جاوے تو ہمیں پر یعنی کمیٹی کے اوپر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پوچھنا کا تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے انہیں چھوٹے چھوٹے کونے والے پیرنگ

ہم اب بھی آشا کرتے ہیں کہ اس دوسری پانچ برس کی وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا کہ اس مسودے کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عام منٹا کی ضرورتوں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا جاسکے۔

نئی بوجھنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اکائی مانا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اکائی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ ایک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گلوں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقے میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے مہل چول رکھ سکتا ہے۔ ان والوں کے ہلے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے بکھڑے ہوئے گرام سہوکیوں کی ضرورت ہوگی۔ پر بدی میں ہارت کی دروزھا چلتا کو اوپر اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوگا۔

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرضائیں کو پوچھایا جاوے تو ہمیں پر یعنی کمیٹی کے اوپر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پوچھنا کا تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے انہیں چھوٹے چھوٹے کونے والے پیرنگ

اس بوجھنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر بڑے بڑے ادیوکیں اور بڑے بڑے گرضائیں کو پوچھایا جاوے تو ہمیں پر یعنی کمیٹی کے اوپر جو کروڑوں آدمیوں کا بوجھ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔ اس کے خلاف ہم سب کا پوچھنا کا تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے بڑے ادیوکیں کے بوجھ سے انہیں چھوٹے چھوٹے کونے والے پیرنگ

جائے۔
 اس کا مطلب ہے کہ اس میں ایک بڑا اور بڑا حصہ ہے کہ گاؤں
 کے چھوٹے-چھوٹے گھرانے بڑھانے جائیں اور انہیں سرکاری دی جائے۔
 اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو مان لیا گیا ہے کہ
 اس لیے کے بنانے والے اس مسئلہ پر عمل کرنے کے لیے
 اس لیے تیار نہیں ہیں کہ اس سے آگے دین کی ضرورت کی
 چیزوں کو پیدا کرنے والے بڑے بڑے کارخانوں کے رُپ میں
 اس سے بڑے بڑے اور بڑے پُوجی پتیلیوں کا کام کم ہو
 جائے گا۔

ہم اپنے دیش کی समस्याؤں کو بڑا کرنا
 ان سے بڑا کرنا نہیں کر سکتے۔ ہمیں دیش سے
 بیکاری مٹانی ہے تو
 ہمیں لوگوں کے دھندوں اور لوگوں کے کاموں کو بڑے پونجی
 پتیلیوں اور بڑے بڑے کارخانوں کی گھانٹے ہوئے سے بچانا ہی ہوگا۔

اس یوجنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ آگے دین
 کی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے بڑی بڑی پُوجی
 لگا کر جو کارخانے بنائے جائیں گے ان سے جو بہت سا
 مال پیدا ہوگا اس مال سے لوگوں کے رہن سہن کا ڈنگ
 اور اُچھا ہو جائے گا۔ رہن سہن کا ڈنگ جن کا تعلق
 اُچھا ہوتا ہے جب وہ مزدور یا وہ کاریگر جو مہینہ
 مزدوری کرتا ہے کچھ مال خرید سکے۔ بڑی پُوجی والے
 کارخانے سے دھن کا کھانا بن کر آگے دین میں جاتا ہے اور وہ
 پُوجی بن کر تھوڑے سے ہاتھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس سے
 کروڑوں جن کا رہن سہن کا ڈنگ اور نوجھ جاتا ہے۔ کچرا
 تیل، چمچے کا سامان، شکر وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کی
 پیداوار میں زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو کام ملنا چاہئے اور جن سے
 پیدا ہوا دھن زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جانا چاہئے۔ ہم
 اپنے دھندوں کو اس طرح چلاویں تو کارخانے کے مال کی ہمیں
 ضرورت ہی نہیں رہے گی، نہ کارخانوں میں پونجی لگانے کی ضرورت
 رہے گی اور جن کا رہن سہن کا ڈنگ اپنے آپ اُرنچا چلا
 جائے گا۔ سب کے پاس پیسہ ہوگا اور سب اس سے اپنے کام
 سامان خرید سکیں گے۔

اس یوجنا میں ان پونجی پتیلیوں کو مدد دینے کے لیے جو
 اپنے نجی کارخانے چلا رہے ہیں یا چلانا چاہتے ہیں 560 کروڑ
 روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں لوگوں کے دھندوں کو
 مدد دینے کے لیے جن کا تعلق کروڑوں جن کا ہے، صرف 200
 کروڑ رکھا گیا ہے، یعنی اس کے آدھے سے بھی کم۔ لگ بھگ
 تین چوتھائی میں کچھ ہزار پونجی پتیلی اور ایک چوتھائی میں
 کروڑوں چھوٹے دھندے والے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمیوں اور
 غریبوں، پیسہ والوں اور ناداروں کے بیچ کی کھائی اور بڑھتی
 چلی جاتی ہے۔

اس یوجنا میں ان پونجی پتیلیوں کو مدد دینے کے لیے جو
 اپنے نجی کارخانے چلا رہے ہیں یا چلانا چاہتے ہیں 560 کروڑ
 روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں لوگوں کے دھندوں کو
 مدد دینے کے لیے جن کا تعلق کروڑوں جن کا ہے، صرف 200
 کروڑ رکھا گیا ہے، یعنی اس کے آدھے سے بھی کم۔ لگ بھگ
 تین چوتھائی میں کچھ ہزار پونجی پتیلی اور ایک چوتھائی میں
 کروڑوں چھوٹے دھندے والے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمیوں اور
 غریبوں، پیسہ والوں اور ناداروں کے بیچ کی کھائی اور بڑھتی
 چلی جاتی ہے۔

اس یوجنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ آگے دین کی ضرورت
 کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے بڑی بڑی پونجی لگا کر جو
 کارخانے بنائے جائیں گے ان سے جو بہت سا مال پیدا ہوگا اس
 مال سے لوگوں کے رہن سہن کا ڈنگ اور اُچھا ہو جائے گا۔

اس یوجنا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ آگے دین کی ضرورت
 کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لیے بڑی بڑی پونجی لگا کر جو
 کارخانے بنائے جائیں گے ان سے جو بہت سا مال پیدا ہوگا اس
 مال سے لوگوں کے رہن سہن کا ڈنگ اور اُچھا ہو جائے گا۔

اس یوجنا میں ان پونجی پتیلیوں کو مدد دینے کے لیے جو
 اپنے نجی کارخانے چلا رہے ہیں یا چلانا چاہتے ہیں 560 کروڑ
 روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں لوگوں کے دھندوں کو
 مدد دینے کے لیے جن کا تعلق کروڑوں جن کا ہے، صرف 200
 کروڑ رکھا گیا ہے، یعنی اس کے آدھے سے بھی کم۔ لگ بھگ
 تین چوتھائی میں کچھ ہزار پونجی پتیلی اور ایک چوتھائی میں
 کروڑوں چھوٹے دھندے والے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمیوں اور
 غریبوں، پیسہ والوں اور ناداروں کے بیچ کی کھائی اور بڑھتی
 چلی جاتی ہے۔

اس योजना میں اس بات کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہمارے دیہی علاقے میں بہت سا مال دوسرے دیہوں کو بیچا جاوے گا۔ اس طرح کے واپار سے زیادہ تر فائدہ پونجیوں کو ملے گا اور بڑے کارخانے والوں کو ہی ملے گا۔ انہیں کو اپنے کارخانوں کی ضرورت کا مال اور اپنے عیش آرام کا مال دیشوں سے خریدنے کے لئے دیشی سکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے واپار سے کسی دیہی میں اپنے پیسوں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں آسکتی۔ دنیا میں شانتی نہیں قائم ہو سکتی ہے اور کروڑوں چلتا نہیں خوشحال ہو سکتی ہے جب ہر دیہی کم سے کم اپنی آٹے دن کی ضرورتوں کی چیزیں خود بناوے اور اس معاملے میں اپنے پیسوں پر کھڑا ہو۔ ہم اپنے دیہی علاقے سے ادھکتر کچا مال باہر بھیجتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے یہاں سے پے درپے دور کرنے کے تو ہمیں اس طرح کے سب کچھ مال کو اپنے یہاں روک کر خود اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں تیار کرنی چاہئیں۔ جب تک ہم کچا مال باہر بھیجتے رہیں گے اور ہلی ہوتی چیزیں باہر سے منگاتے رہیں گے تب تک دیہی میں پے درپے دور بنی رہیں گی۔ اس سلسلے کو ہماری یہ حالت ہے کہ دیہیوں میں بنی چیزیں اور دیہی پونجیوں سے ہلی چیزیں سے ہمارے بازار پر لے آئے ہوتے ہیں۔ "لکس" جیسے دیہی صاحب ہمارے دور دور کے گاؤں میں تک پہنچ گئے ہیں۔ کیا پاکستان کے کسی گاؤں میں ہندستان کا ہلکا ساپن آپ دیکھ سکتا ہے؟ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کے چیلوں کو پھر سے اوجھلے جانیں، اسے سولہوی بنائیں اور اپنے پیسوں پر کھڑا ہونے کا موقع دیں تو ہمیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔ دیہی کی جنتا کو دوسرے دیہوں کے سکوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی گروہی محنت کی پیداوار کا ہمیں اس طرح کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے پونجیوں کو دیہی مال خریدنے کے لئے دیہی سکے مل سکیں۔

دہلی

خوبی

یہ ٹیک ہے کہ کبھی ہمارے یہاں اتارہ فیصدی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ پیداوار ان چیزوں کی بڑھی ہے جنہیں دیہیوں میں بیچ کر دھن کمایا جا سکتا ہے۔ ناچ یا ان چیزوں کی پیداوار جن سے پیٹ پورا جا سکتا ہے بڑھی نہیں بلکہ اور کتنی ہے۔ یہ ہم اگلی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں لوگوں کو شادی بیاہ کے لئے جیسا چاہیئے ہو جن نہیں ملتا۔ بہترے لک بیک ہوئے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں ناچ کی پیداوار پر سارا زور دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ ہمارے کھانے کے لئے ناچ

बाहर کے علاقے۔ ہمارے देश کے ساتھ اس طرح کی تجارت
 جس میں ہمیں بہت سے مسائل ہیں اور ان کی بہت سی
 ضروریات ہیں جو اور زیادہ غریب کر دیتی ہے۔ ہمیں ناچ کی
 پیداوار بڑھانی چاہیے۔ ہمارے دیہات کے اندر کی تجارت کا
 تعلق بھی اسی طرح کا ہوگا۔ گاؤں والے کھیتی کی
 پیداوار جیسے دھان، تھن، روئی اور چمڑا شہروں کو پہنچانے
 میں اور تیار مل جیسے مل کے کوٹہ چارل، مل کا تیل مل کا
 سوپ، مل کے کھڑے، جوتے وغیرہ شہروں سے خریدتے ہیں۔ اگر
 گاؤں والوں کی مالی حالت کو سدھارنا ہے تو اس پہاڑ کو روکنا ہوگا۔

اگر ہم آبپاشی کے چھوٹے چھوٹے ذریعوں کو ٹھیک رکھنے کی
 طرف دھیان دیں تو آبپاشی کی زمین کی پیداوار آسانی سے
 چوگنی ہو سکتی ہے۔ بیسیوں برس سے ہم نے گاؤں کے تالابوں
 کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ان میں سے بہت سوں میں مٹی
 اوپر تک بھر گئی ہے۔ اکثر میں تو بارش ہونے پر بھی مشکل
 سے ایک نم پانی نکلتا ہے۔ دیہات میں جگہ جگہ بڑے بڑے
 تالاب موجود ہیں، پر ان میں ایک فصل کے لائق بھی پانی
 نہیں رہتا۔ اگر ہم ان کی مٹی نکالوا کر انہیں چار پانچ فٹ
 گہرا کر دیں، تو وہ مٹی کھیتوں میں سندر عباد کا کام دے سکتی
 ہے، تالابوں میں دو دو اور تین تین فصل کے لائق پانی دے سکتا ہے
 اور آبپاشی کی کھیتی اچھے سے دوگنی ہو سکتی ہے۔ ہم گاؤں والوں
 کے ساتھ اس طرح کا پروگرام رکھیں تو وہ ہر طرح سے کام لے سکتے ہوں۔
 کھیتی کی آبپاشی کے لئے نہروں میں پانی پہنچانے کے واسطے
 ہم پہلی کے پھوں سے بھی کام لے سکتے ہوں۔

بارش کی روک تھام

تالابوں کی مٹی نکال دیلے سے ہم ایک درجہ تک ندیوں
 کی بازوؤں اور ان بازوؤں سے اچھی مٹی اور مٹی کے ٹکڑوں کے بہ
 جانے کو بھی روک سکتے ہیں۔ ندیوں کا بہت سے فالتو پانی، جو
 انہیں ہزاروں جاتیں لیتا ہوا اور گاؤں کے گاؤں پر ہوا ہوا سندر
 میں جا کرتا ہے، تب گہرے تالابوں میں بھر جائیگا اور گاؤں والوں
 کے کام آئیگا۔

ہر جگہ یہ بھی کوشش ہونی چاہیے کہ گاؤں کا سب گندا
 پانی ایسے گندھوں میں پہنچ جائے جہاں اس سے اچھی
 کمپوسٹ تیار ہو سکے۔ اس سے بھی دھرتی کی پیداوار
 بڑھتی، اور ہمیں اسٹک ناچ اور ہمارے جانوروں کو ادھک
 چارہ مل سکتا۔

کھیتی میں سب سے کم لہجہ کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس
 بات کی طرف دھیان دیں کہ کس پہاڑ سے کتنی

باد کی روک تھام

تالابوں کی مٹی، نیکال دینے سے ہم ایک درجہ تک
 ندیوں کی بادوں اور ان بادوں سے اچھی مٹی کے کٹاؤں
 کے بہ جانے کو بھی روک سکتے ہیں۔ ندیوں کا بہت سا فالتو
 پانی، جو اب ہزاروں جاتیں لیتا ہوا اور گاؤں کے گاؤں
 پر ہوا ہوا سندر میں جا گرتا ہے، تب گہرے تالابوں میں
 بھر جائیگا اور گاؤں والوں کے کام آئیگا۔

ہر جگہ یہ بھی کوشش ہونی چاہیے کہ گاؤں کا
 سب گندا پانی ایسے گندھوں میں پہنچ جائے جہاں اس سے
 اچھی کمپوسٹ تیار ہو سکے۔ اس سے بھی دھرتی کی
 پیداوار بڑھتی، اور ہمیں اسٹک ناچ اور ہمارے جان-
 وروں کو ادھک چارہ مل سکتا۔

کھیتی میں سب سے کم لہجہ کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس
 بات کی طرف دھیان دیں کہ کس پہاڑ سے کتنی

56

शराब बन्दी

शराब बन्दी अगर हम समझदारी के साथ करें तो उस से हमें बजट में घाटा नहीं होना चाहिये, बिंदु (1) सैलानियों या खास सरकारी मुलाजिमों वगैरह के लिये छूट की शकल में भी कोई कमजोरी हमारे शराब बन्दी के प्रोग्राम में नहीं होनी चाहिये, शराब सब किसी के लिये कानून बन्द होनी चाहिये और उसके साथ समाज में हर तरह की शराब के पीने को बुरा समझा जाना चाहिये, चाहे कोई कम पिये और चाहे अधिक, डरते किम्हकते शराब बन्दी करने से हमारी कठिनाइयां बढ़ जायंगी, जैसा कि आजकल कहीं कहीं देखने में आ रहा है.

विदेशी सिक्के

1950

میں نے کہا کہ وہ سب سے پہلے دیکھ لیں کہ میں کیا کرتا ہوں ۔
 میں نے کہا کہ اگر ہم باہر کی مدد کے سہارے رکھیں اور
 ان کے اندر چیزوں کی کھپت کو سمجھاری کے ساتھ
 انہیں نہیں رکھیں تو اس دیکھ میں جہاں لوگوں کے
 رہنے کا تھک اب بھی معمولی آدمی کی ضرورت ہے
 انہیں گواہ ہوا ہے اور ہم مہنگی اور بڑھا دینے اور پوسہ کے دام
 پرکھتے ہیں ۔

ہر آپ بیتی

شراب بھلی کے ساتھ ساتھ ہمیں خاصہ کو تازی تیار کرنے والیں کر
 تم دینے کا بھی پورا پروبندہ کر دینا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں
 اپنا کو اور چینی تاز کے رس سے تیار کرنی چاہئے۔ تاز سے
 ہمیں اپنی ضرورت کا پیرا کو اور پوری چینی مل سکتی ہے۔
 لگا بولے میں بھی ہم کھیتی کے سادھنوں کا غلط آپدھگ کرتے
 ہیں۔ شکر یا چینی ادھنتر ہوا اور پانی سے ہلتی ہے، زمین سے
 کوئی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے گنے کی زمین کو ہمیں دوسری
 فصلوں پیدا کرنے کے کام میں لانا چاہئے۔ جو لوگ گنے کی
 چینی کی ملاں سے لاکھوں روپے کھاتے ہیں وہ اس کے لئے
 خوشی سے راضی نہ ہونگے کہ ہم اسی زمین کا آپدھگ ادھک
 سمجھداری کے ساتھ دوسرے کاموں کے لئے کریں۔ چینی کی
 ملاں کی پیداوار پر اگر ہم حد باندھ دیں کہ وہ ایلے سے زیادہ
 چینی پیدا نہ کریں تو اس سے بھی ہمارے سمسما حل نہ
 ہوگی۔

شراب بندی اگر ہم مسجداری کے ساتھ کریں تو اُس سے ہمیں بچت میں گھانا نہیں ہونا چاہئے۔ ویدیشی سوانتیوں یا خاص سرکاری ملازموں وغیرہ کے لئے چھوٹ کی شکل میں بھی کوئی کمزوری ہمارے شراب بندی کے پروگرام میں نہیں ہونی چاہئے۔ شراب سب کسی کے لئے قانوناً بند ہونی چاہئے اور اُس کے ساتھ سماج میں ہر طرح کی شراب کے پینے کو برا سمجھا جاتا چاہئے، چاہے کوئی کم پینے اور چاہے ابھک۔ قدرے چھپکنے شراب بندی کرنے سے ہماری کلہاڑیاں بڑے جانہکی جیسا کہ آجکل کہیں کہیں دیکھنے میں آ رہا ہے۔

بہشتی اسکے

ویدھی سکوں کے لوہے میں ہی ہم دیکھیں میں ویدھیوں
کی خاطر داری ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ انگریزی محاورہ
ہے کہ خواتین گھر سے شروع ہوتی چلتی ہیں کہتا ہوں کہ
خاطر داری بھی گھر سے شروع ہوتی چلتی ہے۔ ہم جو
دیکھیں کی خاطر داری کرتے ہیں اُس کی چیز میں ہمارا
دیکھی سکوں کا لوہہ ہے اور ویدھی مکہ میں کپڑوں کی
بالوں کی ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے چلتی ہیں۔
سڑک پر ہم گھر پر سے سونپا وغیرہ ہماری دہلی کی پورٹ

گاہیکوں، ہمارے سب سے زیادہ اہم اس لیے سمجھا کر رہے جاتے ہیں کہ بیرونی یاत्री अधिक आवें۔ یہ بات کوئی بڑی بات نہیں ہے، بجز ہم پہلے اپنے لوگوں کو کاکی آرام پہنچا سکتے ہوتے۔ پر یہاں تیسرے درجے میں سفر کرنا آسان کی لیک لائن جیسی بہت سی جگہوں میں ایسا ہی ہے جیسا جانوروں کا ڈرکوں میں لڑ کر جانا۔ ایسی صورت میں ہمیں 'ایئر کنڈیشنڈ' گاڑیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ریل کے یاत्रीوں کو معمولی انسانوں کا سا آرام بھی نہیں ملتا۔ ہم ان باتوں پر اپنے سادہ دلوں کو فائل کریں جن سے ویدیشی یاत्री یہاں ادھک کہنچیں؟ اگر ہم ویدیشی یاत्रीوں کو وہ سب آرام پہنچاتا چاہیں گے جو انہیں اپنے اپنے دیہوں میں حاصل ہیں تو ہمیں ویدیشوں سے عیشی آرام کے سامان منگائے۔ پڑینگے اور ویدیشی یاत्री بھی ہمارے یہاں کے اصولی رہن سہن کو ٹھیک ٹھیک نہ سمجھ پادینگے۔

ہمیں بجز گاؤں کی زندگی کو بڑھانا ہے تو گاؤں کے باشندوں میں अधिकतर गांव की खेती का पैदावार और गांव के उद्योग धंदों की बनी चीजें ही बिकनी चाहिये۔ इसके लिये जरूरी है कि गांव की जरूरत की चीजें अधिकतर गांव के कच्चे माल से गांव के कारीगर ही तैयार करें और मिलों के उस माल का, जो गांव में सस्ता बिककर गांव के धंदों को बरपाव कर सकता है, गांव में जाना बन्द कर दिया जावे۔ बिदेशी साँडों और बिदेशी मुगों का गांव में पहुँचाना कुछ देर के लिये लाभदायक हो सकता है, पर यह गांव वालों की समस्याओं और कठिनाइयों का टिकाऊ हल नहीं है। टिकाऊ हल यह है कि हम साइन्सी खोजें करके और तजरबे करके खुद अपने यहां की नसलों को बढावें और सुधारें۔

मिलों की बनी जितनी चीजें गांव के धंदों से टककर लेती हैं और उन्हें तुकसान पहुँचाती हैं वह केवल तब ही तक गांव में जानी चाहियें जब तक कि गांव के उसी तरह के धंदों में फिर से जान न पड़ जावे। उसके बाद किसी पूंजीपति को कारखाना खोलकर गांव के इस तरह के धंदों को मिटाने का मौका नहीं दिया जाना चाहिये। सरकारी योजना का मसौदा तैयार करने वालों ने जो अपनी नीति बताई है वह हमारी इस बात के खिलाफ है। उनकी नीति है—“आजकल के ढंग की एक ऐसी आर्थिक व्यवस्था कायम करना जिसमें बहुत सी पूंजी के तरह तरह की चीजें तैयार की जा सकें।” इस तरह की नीति से ही साम्राज्यवाद पैदा होता है, इससे सामाजवादी प्रेरणा (सोशलिस्ट पैरन) तैयार नहीं हो सकता। हम में से जो लोग 'सर्वोदय' के असल के अनुसार मानव समाज का एक आर्थिक ढांचा और आधुनिक आधुनिक की बराबरी

हوں، ہمارے سب سے زیادہ اہم اس لیے سمجھا کر رہے جاتے ہیں کہ بیرونی یاत्री अधिक आवें۔ یہ بات کوئی بڑی بات نہیں ہے، بجز ہم پہلے اپنے لوگوں کو کاکی آرام پہنچا سکتے ہوتے۔ پر یہاں تیسرے درجے میں سفر کرنا آسان کی لیک لائن جیسی بہت سی جگہوں میں ایسا ہی ہے جیسا جانوروں کا ڈرکوں میں لڑ کر جانا۔ ایسی صورت میں ہمیں 'ایئر کنڈیشنڈ' گاڑیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ریل کے یاत्रीوں کو معمولی انسانوں کا سا آرام بھی نہیں ملتا۔ ہم ان باتوں پر اپنے سادہ دلوں کو فائل کریں جن سے ویدیشی یاत्री یہاں ادھک کہنچیں؟ اگر ہم ویدیشی یاत्रीوں کو وہ سب آرام پہنچاتا چاہیں گے جو انہیں اپنے اپنے دیہوں میں حاصل ہیں تو ہمیں ویدیشوں سے عیشی آرام کے سامان منگائے۔ پڑینگے اور ویدیشی یاत्री بھی ہمارے یہاں کے اصولی رہن سہن کو ٹھیک ٹھیک نہ سمجھ پادینگے۔

ہمیں اگر گاؤں کی زندگی کو بڑھانا ہے تو گاؤں کے بازاروں میں ادھکتر گاؤں کی کھیتی کی پیداوار اور گاؤں کے ادھکتر دھندوں کی بنی چیزیں ہی بکنی چاہئیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ گاؤں کی ضرورت کی چیزیں ادھکتر گاؤں کے کچے مال سے گاؤں کے کاریگر ہی تیار کریں اور مالوں کے اس مال کا جو گاؤں میں سستا بکے گاؤں کے دھندوں کو برباد کر سکتا ہے گاؤں میں جاتا بند کر دیا جائے۔ ویدیشی سائندوں اور ویدیشی مرغوں کا گاؤں میں پہنچانا کچھ دیر کے لئے لاپرواہی ہو سکتا ہے، پر یہ گاؤں والوں کی سسپائز اور کٹھنڈوں کا ٹکڑا حل نہیں ہے۔ ٹکڑا حل یہ ہے کہ ہم سائنسی کھوجیں کر کے اور تجربے کر کے خود اپنے یہاں کی نسلوں کو بڑھاویں اور سدھاریں۔

مالوں کی بنی جتنی چیزیں گاؤں کے دھندوں سے نکال لی ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتی ہیں وہ کپڑے تب ہی تک گاؤں میں جانی چاہئیں جب تک کہ گاؤں کے اسی طرح کے دھندوں میں پھر سے جان نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد کسی پونجی پتی کو اپنا کارخانہ کھول کر گاؤں کے اس طرح کے دھندوں کو ملانے کا موقع نہیں دیا جانا چاہئے۔ سرکاری بوجھا کا مسودہ تیار کرنے والوں نے جو اپنی نہیں بتائی ہے وہ ہماری اس بات کے خلاف ہے۔ ان کی نیتی ہے—“آجکل کے تھنگ کی ایک ایسی آرٹیکل ویسٹیا قائم کرنا جس میں بہت سی پونجی سے طرح طرح کی چیزیں تیار کی جاسکیں۔” اس طرح کی نیتی سے ہی سامراجیاد پیدا ہوتا ہے، اس سے سماج وادی تھانڈہ (سوشلسٹ پائرن) تیار نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے جو لوگ 'سروودھ' کے اصول کے انوسار مائو سماج کا ایک آئینہ تھانڈہ اور آدمی آدمی کی برابری

ہر ہونی چاہیے، چاہے مالیات سرکار ہو اور چاہے کوئی پرائیویٹ ہو۔ مزدوروں اور ان کے بچوں کی تندرستی، ان کی تعلیم، ان کی بہبودی کا سب خرچ اسی ادیوگ یا اسی ادارے پر ہونا چاہئے۔ جو مزدور کسی گھر خانے میں کام کرتا ہے پورا حق ہے کہ اس کی اور اس کے بچوں کی تعلیم اور ان کی حفاظت کا اس سے کام لیا جائے پورا پورا کریں۔

تالییم

چودھ سال کی عمر تک یونیورسٹی تالییم کی پیمائشی سرکار کو اپنے ذمہ لینی چاہیے۔ یونیورسٹی کی تالییم کے لیے بھی سب کو سب سہولیات سرکار سے ملانی چاہیے۔ اہلکار اہلکار پڑھنے کی تالییم اور تالییم کا پیمانہ لوگوں کو سہولیات کے ذریعے یا نجی ذریعے سے کرنا چاہئے۔

مذاکرات

کھیتی کے کام کو، اس طرح بڑھانا چاہیے کہ اس سے گاؤں والوں کو جتنا چاہیے اتنا، اچھا اور شہری شہری کے لیے بھی سب کو سب سہولیات سرکار سے ملنی چاہیے۔ الگ الگ پیمائشی تعلیم اور تعلیمی ڈھنگ کی تعلیم کا پیمانہ لوگوں کو چنگ سہولیات دینا یا نجی ڈھنگ سے کرنا چاہئے۔

نہ

کھیتی کے کام کو اس طرح بڑھانا چاہئے کہ اس سے گاؤں والوں کو جتنا چاہئے اتنا، اچھا اور شہری شہری کے لیے بھی سب کو سب سہولیات سرکار سے ملنی چاہیے۔ الگ الگ پیمائشی تعلیم اور تعلیمی ڈھنگ کی تعلیم کا پیمانہ لوگوں کو چنگ سہولیات دینا یا نجی ڈھنگ سے کرنا چاہئے۔

سنگٹن اور व्यवस्था

کمرے کمپنی نے یہ سہولیات دیا کہ گاؤں کے ادیوگ دھندوں کے لیے ایک ایک سہولتی ہونی چاہئے جو اسی کام کے لیے ہمارے گاؤں اور گاؤں والوں کی مالی حالت کو دیکھ کر لیا جائے۔ یہ سہولتیں اور ضروری سہولتیں اپنی سہولتیں میں ہم نے اس ضروری کام کی طرف سے

نہ اور ویسٹ

کمرے کمپنی نے یہ سہولیات دیا کہ گاؤں کے ادیوگ دھندوں کے لیے ایک ایک سہولتی ہونی چاہئے جو اسی کام کے لیے ہمارے گاؤں اور گاؤں والوں کی مالی حالت کو دیکھ کر لیا جائے۔ یہ سہولتیں اور ضروری سہولتیں اپنی سہولتیں میں ہم نے اس ضروری کام کی طرف سے

वेचपाई को है, सब खासीर में आकर सहकार
नाभों (कन्सुमिटी डिपेंडेंस) और राष्ट्रीय कैलाश
नल एक्सपेंशन) के रूप में, विदेशी एजेन्टों की
मद के सहारे कुछ अचूरी और ककती ककती कांशियों
देरा के सामने रखी जा रही हैं। इस तरह की कांशियों
अधिकतर खास खास चुने हुए इलाकों या केन्द्रों में की
जा रही हैं। इन कांशियों और योजनाओं से समय की
अवसर पूरी नहीं हो सकती, एक तो सीखे हुए काम करने
वालों की कमी है और दूसरे धन की भी बेहद कमी रहती
है, इस काम में अगर खेती को और खेती से और गांव
से सम्बन्ध रखने वाले सब उद्योग धन्धों को बढ़ाने और
तरक्की देने का पूरा पूरा खयाल रखा जावे और इतने
बड़े काम के लिये काफ़ी धन लगाया जाय और काम
करने वालों को ठीक ठीक अधिकार मिले हुए हों तो कुछ
ठीक काम हो सकता है.

سینا پر پڑا ہی کی ہے۔ اب آخر میں اگر سپار یوجنٹوں (کمپنٹی ڈیولپمنٹ) اور راشنریہ پیلاؤ (نیشنل ایسٹیشن) کے درجہ میں، ودیشی ایجنٹوں کی مدد کے سہارے کچھ اندھیری اور رکتی رکتی کوششیں دیکھ کے سامنے رکھی جا رہی ہیں۔ اس طرح کی کوششیں اندھکتے خاص خاص چلے ہوئے عقلموں یا کینڈروں میں کی جا رہی ہیں۔ ان کوششوں اور یوجنٹوں سے سہ کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ ایک تو سیکھے ہوئے کام کرنے والوں کی کمی ہے اور دوسرے دھن کی بھی یہ حد کمی رہتی ہے۔ اس کام میں اگر کھیتی کو اور کھیتی سے اور گلوں سے سببندہ رکھنے والے سب آدمیوں دھندوں کو بڑھائے اور دنہ ترقی کا پورا پورا خیال رکھا جاوے اور اتنے بڑے کام کے لئے کافی دھن لگایا جائے اور کام کرنے والوں کو تھیک تھیک ادائیگار ہوئے ملے ہوں تو کچھ تھیک کام ہو سکتا ہے۔

ہماری رائے

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس সময় دنیا میں دو तरह کی کوششوں साथ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر विश्वास बढ़ाने और दुनिया के साधनों को करोड़ों जनता की भलाई के कामों में लगानے की کوششوں में ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، अवিশ्वास और नफرتوں को बढ़ानے और جنگ की तैयاریوں में अربों खर्च करने में लगे हैं। सोवियत रूस में और अमरीका में सन् 1956-57 के जो नए सालाना बजट तैयार हुए हैं उन से यह बात अच्छी तरह चमक उठती है कि कौन किस कौशिश में है।

सोवियत रूस में जो नए साल का बजट बना है उसे उस देश में "शान्तिमय तामीरी बजट" कहा जा रहा है और बहुत से दूसरे देशों के लोग भी उसे ऐसा ही समझते हैं। बजट में अगले साल का कुल खर्च 56,960 करोड़ रूबल रखा गया है। एक रूबल मोटे तौर पर एक रुपये के बराबर होता है। इस कुल रकम में से 10,250 करोड़ रूबल यानी कुल बजट का अठारह फीसदी से कुछ कम फौज और हथियारों पर खर्च होगा। पिछले साल रूस में फौज के ऊपर जो खर्च हुआ था अगले साल उस से 1,000 करोड़ रूबल कम खर्च किया जायगा। बजट की बाकी रकम ऐसे तामीरी कामों में खर्च की जायगी जिन से जनता का सुख और उनकी खुशहाली बढ़े इसमें लोगों की समाजी और कलचरी जरूरतों का खास खयाल रखा गया है। खेती की तरक्की पर माल को लाने सेजाने की अधिक सुविधाओं पर, उद्योग धन्दों पर, नए मकानों पर और रोशनी के अधिक प्रबन्ध पर 23,730 करोड़ खर्च किया जावेगा। इसके अलावा 10,970 करोड़ नई आर्थिक योजनाओं में लगाया जावेगा। तालीम पर, साइंस के तजरबों पर, पुस्तकालयों, किताबों, अखबारों, असाधकों, जनता की तन्दुरुस्ती के दूसरे कामों और नई और अराक लोगों की पेशानों पर साल में 16,180 करोड़ खर्च होगा।

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس سمہ دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر دشواریں بڑھانے اور دنیا کے سادھنوں کو کروڑوں چنٹا کی پھلتی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشوایں اور نفرتوں کو بڑھانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریلین خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہوئے ہیں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اُٹتی ہے کہ کون کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اُس دیس میں "شانیت سے تعمیری بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دیسوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتھیاروں پر خرچ ہوگا۔ پچھلے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم ایسے تعمیری کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چلتا کا سک اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلجوری ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویدہ ڈس پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جاویگا۔ اس کے علاوہ 10,970 کروڑ نئی آرٹھک پوجناؤں میں لگایا جاویگا۔ تعلیم پر، سائنس کے تجربوں پر، پسنکالوں، کتابوں، اخباروں، کسرت ٹھروں، چلتا کی تندرستی کے دوسرے تجربوں اور بڑھنے اور لشت لوگوں کی پینسلوں پر سال میں 16,180 کروڑ خرچ ہوگا۔

سفر 1955-56 کے دوران میں نے امریکی فوج کی مالیاتی کمپنی پر 2,000 کروڑ روپے شیشا اور کھنڈوں کے کاموں پر 1,490 کروڑ روپے خرچ کیا جاتے-
 گا۔ کئی کے خर्چ سے جی 1,000 کروڑ روپے بچاوا
 گیا ہے۔ یہ سب जनता के भले के इन्ही कामों में खर्च
 होगा.

फौजी खर्च को घटाने और तामीरी कामों के खर्च को
 बढ़ाने से सोवियत रूस का रुख साफ दिखता है.
 पिछले साल के मुकाबले में सोवियत रूस ने अपनी फौज
 में भी 6,40,000 आदमी कम कर دیये हैं. यह सब मानव
 शक्ति उस ओर से हटाकर तामीरी कामों में लगा दी गई
 है. इससे पहले अपने देश से बाहर रूस का केवल एक
 फौजी अड्डा था और वह फिनलैन्ड के पास पोर्क कलाउड
 नाम का जल सेना का अड्डा था. सोवियत रूस ने अब
 अपना सब कारबार वहां से उठा लिया और वह जगह
 फिनलैन्ड को वापिस दे दी.

दूसरी तरफ अब हम 1956-57 के अमरीकी बजट
 पर एक सरसरी नजर डालें. प्रेजीडेन्ट आइजनहावर ने
 अमरीकी कांग्रेस के सामने अपने इस बजट को खुद
 "ठंडी जंग और हथियारों की दौड़ का बजट" कहा है.
 दुनिया के दूसरे लोग भी इस बजट का इसी तरह देखते हैं.
 कुल साल का खर्च 6,590 करोड़ डालर रखा गया है.
 एक डालर बराबर लगभग चार रुपये के है. इसमें से
 4,240 करोड़ यानी कुल बजट के चौंसठ फीसदी से कुछ
 ज़्यादा हथियारों और फौज पर खर्च किया जावेगा.
 फौजी खर्च कम करने के बजाय पिछले साल के मुकाबले
 में 100 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है.

प्रेजीडेन्ट आइजनहावर ने अपने भाषण में कहा है
 कि अगले साल अमरीकी फौज की तादाद बढ़ाई जायगी
 और पेटम बम और हाइड्रोजन बम जैसे हथियारों की
 तैयारी पर और ज़्यादा रकम खर्च की जायगी. अमरीकी
 फौज में क़िलाहाल 24,000 आदमी बढ़ाए जायंगे जिससे
 अमरीकी फौज की संख्या 28,38,000 तक पहुँच जायगी.
 630 करोड़ डालर इस तरह के नए हवाई जहाज़ों के
 बनावे पर खर्च किये जावेंगे जो आजकल के हवाई जहाज़ों
 के मुकाबले में अधिक भारी भारी बम लेकर चल सकें.
 490 करोड़ डालर दक्खिन कोरिया, पाकिस्तान और टर्की
 जैसे देशों और क्वांग कांग शेक जैसे लोगों को हथियारों
 की मदद देने पर खर्च किये जावेंगे. यह रकम भी पिछले
 साल की इसी तरह की रकम से 10 करोड़ डालर
 अधिक है.

इस बजट से अमरीकी सरकार की नीयत और उसकी
 निर्देश नीति का साफ पता चलता है. हथियारों और फौज

में 1955-56 के साल में अमेरिकी फौज की
 2,000 करोड़ और शिफा और क्लोज़ के 1,490
 करोड़ अमेरिकी खर्च किया जा रहा है. फौज के खर्च से जो
 1,000 करोड़ रोक रखा गया है वह सब जंग के भले के इन्हीं कामों में खर्च
 होगा.

फौजी खर्च को कम करने और تعمیری कामों के खर्च को बढ़ाने
 से सोवियत रूस का रुख साफ दिखता है. पिछले साल के
 साल में सोवियत रूस ने अपनी फौज में भी 6,40,000
 आदमी कम कर دیये हैं. यह सब मानव शक्ति उस ओर से
 हटाकर तामीरी कामों में लगा दी गई है. इससे पहले अपने देश से
 बाहर रूस का केवल एक फौजी अड्डा था और वह फिनलैन्ड के पास
 पोर्क कलाउड नाम का जल सेना का अड्डा था. सोवियत रूस ने अब
 अपना सब कारबार वहां से उठा लिया और वह जगह फिनलैन्ड को
 वापिस दे दी.

दूसरी तरफ अब हम 1956-57 के अमरीकी बजट
 पर एक सरसरी नजर डालें. प्रेजीडेन्ट आइजनहावर ने
 अमरीकी कांग्रेस के सामने अपने इस बजट को खुद
 "ठंडी जंग और हथियारों की दौड़ का बजट" कहा है.
 दुनिया के दूसरे लोग भी इस बजट का इसी तरह देखते हैं.
 कुल साल का खर्च 6,590 करोड़ डालर रखा गया है.
 एक डालर बराबर लगभग चार रुपये के है. इसमें से
 4,240 करोड़ यानी कुल बजट के चौंसठ फीसदी से कुछ
 ज़्यादा हथियारों और फौज पर खर्च किया जावेगा.
 फौजी खर्च कम करने के बजाय पिछले साल के मुकाबले
 में 100 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है.

प्रेजीडेन्ट आइजनहावर ने अपने भाषण में कहा है
 कि अगले साल अमरीकी फौज की तादाद बढ़ाई जायगी
 और पेटम बम और हाइड्रोजन बम जैसे हथियारों की
 तैयारी पर और ज़्यादा रकम खर्च की जायगी. अमरीकी
 फौज में क़िलाहाल 24,000 आदमी बढ़ाए जायंगे जिससे
 अमरीकी फौज की संख्या 28,38,000 तक पहुँच जायगी.
 630 करोड़ डालर इस तरह के नए हवाई जहाज़ों के
 बनावे पर खर्च किये जावेंगे जो आजकल के हवाई जहाज़ों
 के मुकाबले में अधिक भारी भारी बम लेकर चल सकें.
 490 करोड़ डालर दक्खिन कोरिया, पाकिस्तान और टर्की
 जैसे देशों और क्वांग कांग शेक जैसे लोगों को हथियारों
 की मदद देने पर खर्च किये जावेंगे. यह रकम भी पिछले
 साल की इसी तरह की रकम से 10 करोड़ डालर
 अधिक है.

इस बजट से अमरीकी सरकार की नीयत और उसकी
 निर्देश नीति का साफ पता चलता है. हथियारों और फौज

یہ ایک بڑے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیے ایک طرف سے ایک طرف سے، کلاں، کلاں کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

दोनों देशों के बजट की यह कुछ मोटी मोटी बातें हैं. इनसे बाहर है कि जहां तक दुनिया के अमन का सम्बन्ध है दोनों देशों की निगाहें दो तरफ़ हैं. रूस जहां तक बन पड़े दुनिया को जंग से बचाना चाहता है, देशों देशों के बीच शान्ति चाहता है और अपने यहां की आम जनता को अधिक सुखी और अधिक खुशहाल बनाने में अपनी सारी शक्ति खर्च करना चाहता है. दूसरी तरफ़ अमरीका की आजकल की सरकार अपनी कौजी शक्ति को अधिक से अधिक बढ़ाकर, दूसरे देशों में ताड़ फोड़ करके, कुछ को धन और हथियारों का लालच देकर और कुछ को जंग की धमकी देकर, और अगर जरूरत पड़े और मौका मिल सके तो एक को दूसरे से लड़ाकर अपने असर और अपनी शक्ति को बढ़ाना चाहती है. पहला रास्ता दुनिया भर के लिये अमन और सलामती का रास्ता है. दूसरा रास्ता दुनिया के लिये जंग और बरबादी का रास्ता है.

—सुन्दरलाल

आइज़नहावर के नाम बुलगानिन का पत्र

23 जनवरी सन् 1956 को सोवियत रूस के प्रधान मंत्री बुलगानिन ने अमरीका के प्रेजीडेंट आइज़नहावर को एक पत्र लिखा जिसमें उन्होंने अमरीका के प्रेजीडेंट को सुझाया कि कम से कम बीस बरस के लिये अमरीका और रूस की सरकारों में दोस्ती और मिलके काम करने का सम्झौता हो जाय ताकि एक दूसरे पर विश्वास पैदा हो, आमों को मेल मिलाप की राहें खुलें और विश्व शान्ति की नींव पक्की हो सके.

इस सुन्दर और लम्बे पत्र में प्रधान मंत्री बुलगानिन ने लिखा है कि दुनिया के अमन को कायम रखने की सब से बड़ी जिम्मेदारी इस समय अमरीका और रूस पर है. और अगर वह दोनों आपस में अमन से रहने का फैसला कर लें तो सारी दुनिया जंग के खतरे से बच सकती है.

یہ اس بڑے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیے ایک طرف سے ایک طرف سے، کلاں، کلاں کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

دونوں دیشوں کے بچٹ کی یہ کچھ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ جہاں تک دنیا کے امن کا سمبندھ ہے دونوں دیشوں کی نگاہیں دو طرف ہیں۔ روس جہاں تک بن پڑے دنیا کو جنگ سے بچانا چاہتا ہے، دونوں دیشوں کے بیچ شانتی چاہتا ہے اور اپنے یہاں کی عام جلنا کو ادھک سکھی اور ادھک خوشحال بنانے میں اپنی ساری شکتی خرچ کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف امریکہ کی آجکل کی سرکار اپنی نوچی شکتی کو ادھک سے ادھک بڑھا کر، دوسرے دیشوں میں توڑ پھڑ کر کے، کچھ کو دھن اور ہتھیاروں کا لالچ دیکر اور کچھ کو جنگ کی دھمکی دیکر، اور اگر ضرورت پڑے اور موقع مل سکے تو ایک کو دوسرے سے لڑا کر اپنے اثر اور اپنی دھاک کو بڑھانا چاہتی ہے۔ پہلا راستہ دنیا بھر کے لئے امن اور سلامتی کا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ دنیا کے لئے جنگ اور بربادی کا راستہ ہے۔

—سندر لال

آئزن ہاور کے نام بلگانین کا پتر

23 جنوری سن 1956 کو سوویت روس کے پردھان منتری بلگانین نے امریکہ کے پریزیڈنٹ آئزن ہاور کو ایک خط لکھا جس میں انھوں نے امریکہ کے پریزیڈنٹ کو سچایا کہ کم سے کم بیس برس کے لئے امریکہ اور روس کی سرکروں میں دوستی اور مل کے کام کرنے کا سمجھوتہ ہو جائے تاکہ ایک دوسرے پر دشواری پیدا ہو، آگے کو میل ملاپ کی راہیں کھلن اور دشمنائی کی نہیں پکی ہو سکیں۔

اسی سندر اور لمبے پتر میں پردھان منتری بلگانین نے لکھا ہے کہ دنیا کے امن کو قائم رکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری اس جمے امریکہ اور روس پر ہے۔ اور اگر یہ دونوں آپس میں امن سے رہنے کا فیصلہ کر لیں تو ساری دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ ویسے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لہذا کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کوئی خاص مگنا نہیں ہے، نہ کبھی دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ کسی علاقے کو امریکا اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگانین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—”امریکا کے لوگ، سوویت روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں، دونوں देशوں کے لوگوں میں کوئی بددلتی فرار نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا مگنا ہے، نہ کوئی تجارتی لاگات ہے۔ پچھلے عرصے میں ہمارے देशوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔“

شری بلگانین نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں مہادیوؤں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکا کے نوجوانوں کی آزادی کی رکشا کے لئے ایک ہی میدانوں میں ساتھ ساتھ بھاگے۔

انہوں نے اس بات پر دھمکی دی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکا اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پیرم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو لاف ہو۔

انہوں نے سوچا کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوالوں پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر یہی ایک بار امریکا اور روس میں ملج سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہوا تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگانین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائڈروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے ہرچاہا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ ویسے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لہذا کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کوئی خاص مگنا نہیں ہے، نہ کبھی دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ کسی علاقے کو امریکا اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگانین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—”امریکا کے لوگ، سوویت روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں دیشوں کے لوگوں میں کوئی قدرتی فرق نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا جھگڑا ہے، نہ کوئی تجارتی وگ ذات ہے۔ پچھلے لہاس میں ہمارے دونوں دیشوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔“

شری بلگانین نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں مہادیوؤں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکا کے نوجوانوں کی آزادی کی رکشا کے لئے ایک ہی میدانوں میں ساتھ ساتھ بھاگے۔

انہوں نے اس بات پر دھمکی دی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تناؤ پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکا اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں کہ دونوں ملکر پیرم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو لاف ہو۔

انہوں نے سوچا کیا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوالوں پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پر یہی ایک بار امریکا اور روس میں ملج سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہوا تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگانین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائڈروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے ہرچاہا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

اور پھر آپس کے کچھ معاملوں کا جماعتی تنظیم کے تحت سے
کے اصولوں کے مطابق صلح سے اور آپسی بات چیت سے ہی
کیا جائے۔

انہوں نے اس خط میں دیکھا ہے کہ ہتھیاروں کی دہڑ
میں دونوں کا کتنا نقصان ہے اور اس دہڑ کو بند کر
دینے سے دونوں دہڑوں کی جنیت کا کتنا کام ہے۔ جو
بے شمار شہداء اس وقت لڑائی کی تیاریوں میں کھڑے ہو
چکے ہیں اس لیے کہ دنیا کی جنیت کی خرابی کے بدنامی
میں کھڑے کیا جا سکتا ہے۔

شی بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکا اور روس میں
دوستی کا سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی
ضرورت ہے، اور یہ بے شمار شہداء کی بے شمار
موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس
بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے
میں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شی بولگانی نے لکھا ہے کہ دونوں دہڑوں میں مالتی،
تجارتی، کھیتی باڑی اور سائیلی لین دین بھی بڑھنا چاہیے
میں سے دونوں کو کام ہو۔

شی بولگانی نے اس خط کے ساتھ ایک عارضی صلحنامہ کا
مسودہ پیش کیا ہے جس میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ برابری
اور دونوں کے فائدے کے اصول پر دونوں میں کھیتی باڑی اور
تجارتی میل جول بڑھایا جائے اور کم سے کم بیس برس کے
لئے دونوں یہ ملے کر لیں کہ ایک دوسرے سے لڑنے نہیں اور
جو بھی آپسی جھگڑے رہ گئے ہیں وہ صلح اور بات چیت سے
ہی ملے کر پائے۔

اس میں سندھ نہیں کہ بدھان منتری بولگانی کا پتر
سندھ اور صاف ہے۔ پر شاید امریکہ کے جو پونجی پتی آریں
اور کہیں سالانہ ہتھیاروں کی تیاری سے کم رہے ہیں، یا جن کے
بڑے بڑے گڑھے دوسرے دیشوں کے کچھ مال اور دور دور کی
منڈیوں کے سپارے ہی چل رہے ہیں، ان کے کئے سے دنیا کے بے
کی یہ بات آسانی سے نہیں آتی رہی ہے۔ پھر بھی میں دشواری
ہے کہ امریکہ کی جنگ اور امریکہ کے شاکس جنگ کے خطروں
کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ کسی دیش کی جنگ جنگ
نہیں چاہتی۔ میں دشواری ہے کہ تھوڑی بہت دیر بے ملے ہی
لے، امریکہ کو، روس کو اور ساری دنیا کو جنگ کو ہمیشہ کے
لئے دنیا سے ختم کر دینے کا پکا فیصلہ کرنا ہی ہوگا۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

شہداء اور بولگانی نے لکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں دوستی کا
سمجھوتہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور یہ
بے شمار شہداء کی بے شمار موتوں اور ایک دوسرے کی عزت اور ایک دوسرے کے
اندرونی معاملوں میں دخل نہ دینے کے اصول پر اور اس بات پر ہی ہو سکتا ہے کہ جنگی
انتہا پسندی جھگڑے رہ گئے ہیں انہیں جنگ سے ملے کر کے کی کوشش نہ کر کے سلیمت
راستہ کے چارٹر کے اصول صلح سے ہی ملے کہا جائے۔

भाई सुन्दरलाल जी !

आपका पत्राचार राजकुमारी अमृतकौर के देहली वाले व्याख्यान पर पढ़ने में आया. यह तो मानना ही पड़ेगा कि हर सिसटम में कुछ न कुछ अच्छाइयाँ हैं. मगर किसी मिनिस्टर से यह आशा नहीं की जा सकती कि हरेक की हर समय अच्छाइयाँ ही दिखाया करे.

यों तो मैं अपना ही एक केस बताता हूँ. मैं कोई 12 साल का था जब मुझे लमवैगो और बुखार आया. कई महीने यह दर्द और बुखार चला. रोज़ सिविल सरजन ओब्रायन और कई देसी डाक्टर आते थे और उस सस्ते जमाने में बाइस रुपये रोज़ फीस उन्हें दी जाती थी. कोई फायदा न हुआ. हमारे घर के एक मित्र ने मेरी माता से कहा कि सदारा मियाँ जर्राह के पास कोई दवा है जो फायदा करेगी. मेरे चाचा की आज्ञा लेकर जर्राह को बुलाया गया. उसने कहा 6 दिन में अच्छा हो जावेगा. उसे इजाजत मिलने पर उसने अपनी मैली थैली से दवा निकाल कर मेरी जाँघ पर मली. बाकई सातवें दिन न बुखार था, न दर्द. उसे 10) इनाम देकर रुखसत किया गया और वह खुश होगया.

मिनिस्ट्रों को कहां इतनी फुरसत कि इन छुटभयों की करामात को देखें और उसका बखान करें. यही क्या कम है कि उनपर रोक न लगाई जावे.

—मोहन लाल नेहरू.

भाई सुन्दरलाल जी !

आप का اعتراف राजकुमारी अमृत कौर के देहली वाले व्याख्यान पर पढ़ने में आया. यह तो मानना ही पड़ेगा कि हर सिसटम में कुछ न कुछ अच्छाइयाँ हैं. मगर किसी मिनिस्टर से यह आशा नहीं की जा सकती कि हर एक की हर समय अच्छाइयाँ ही दिखाया करे.

यों तो मैं अपना ही एक केस बताता हूँ. मैं कोई 12 साल का था जब मुझे लमवैगो और बुखार आया. कई महीने यह दर्द और बुखार चला. रोज़ सिविल सरजन ओब्रायन और कई देसी डाक्टर आते थे और उस सस्ते जमाने में बाइस रुपये रोज़ फीस उन्हें दी जाती थी. कोई फायदा न हुआ. हमारे घर के एक मित्र ने मेरी माता से कहा कि सदारा मियाँ जर्राह के पास कोई दवा है जो फायदा करेगी. मेरे चाचा की आज्ञा लेकर जर्राह को बुलाया गया. उसने कहा 6 दिन में अच्छा हो जावेगा. उसे इजाजत मिलने पर उसने अपनी मैली थैली से दवा निकाल कर मेरी जाँघ पर मली. बाकई सातवें दिन न बुखार था, न दर्द. उसे 10) इनाम देकर रुखसत किया गया और वह खुश होगया.

मिनिस्ट्रों को कहां इतनी फुरसत कि इन छुटभयों की करामात को देखें और उसका बखान करें. यही क्या कम है कि उनपर रोक न लगाई जावे.

—मोहन लाल नेहरू.

ہندوستان کی تاریخ اور تہذیب

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھیک	قیمت	تعداد	نمبر	نام کتاب
1. شہر و شہری	شری ابودھیا پرساد گنڈاپہ	8 0 0	8 0 0	1	شہر و شہری
2. شہر و شہری	"	8 0 0	8 0 0	2	شہر و شہری
3. گھرے پانی پتہ	"	2 8 0	2 8 0	3	گھرے پانی پتہ
4. ہمارے آراध्य	شری بلارسی داس چترودی	3 0 0	3 0 0	4	ہمارے آراध्य
5. سنسکرت	"	3 0 0	3 0 0	5	سنسکرت
6. دو ہزار روہی پرانی کہانیاں	شری جگدیش چندر جھن	3 0 0	3 0 0	6	دو ہزار روہی پرانی کہانیاں
7. ج्ञान गंगा	شری نارائن پرساد جھن	6 0 0	6 0 0	7	ज्ञान गंगा
8. पंच चिन्ह	شری شانتی پریم دوی	2 0 0	2 0 0	8	पंच चिन्ह
9. पंच प्रदीप	شانتی ایم . اے	2 0 0	2 0 0	9	پنج پرندپ
10. आकाश के तारे धरती के फूल	شری کنہلال مشر پرہار	2 0 0	2 0 0	10	آکاش کے تارے دھرتی کے پھول
11. मुक्ति दूत	شری ویرندر کمار جھن ایم . اے	0 0 0	0 0 0	11	مکتی دوت
12. मिलन यामिनी	شری بچن	4 0 0	4 0 0	12	ملن یامینی
13. रजत रश्मि	ڈاکٹر رامکمار वर्मा	2 8 0	2 8 0	13	رجت رشمی
14. मेरे बापू	شری तन्मय बुलारिया	2 8 0	2 8 0	14	میرے باپو
15. विश्व संघ की ओर	پंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	3 0 0	15	وہو سنگھ کی اور
16. भारतीय अर्थशास्त्र	شری भगवानदास केला	0 0 0	0 0 0	16	بھارتیہ ارتھ شاستر
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	3 0 0	17	بھارتیہ شاسن
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	2 4 0	18	ناگرک شاستر
19. साम्राज्य और वनका पत्तन	"	2 8 0	2 8 0	19	سامراج اور ان کا
20. भारतीय स्वाधीनता अन्दोलन	"	1 4 0	1 4 0	20	بھارتیہ سوادھیتا
21. सर्वोद्यय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	1 8 0	21	آندولن
22. हमारी आदिम जातियाँ	شری भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	3 8 0	22	سرووڈے ارتھ ویستھا
23. अर्थशास्त्र सम्भावली	شری दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अम्बुष्ट, श्री भगवानदास केला	2 0 0	2 0 0	23	ہماری آدم جاتیاں
24. नागरिक शिक्षा	شری भगवानदास केला	1 8 0	1 8 0	24	ارتھ شاستر شہداولی
25. राष्ट्र मंडल शासन	شری दयाशंकर दुबे	1 8 0	1 8 0	25	ناگرک شکھا
26. जवानी	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	3 0 0	26	راष्टر मंडल शासन
27. मारवे की हिम्मत !	"	1 0 0	1 0 0	27	جوانو
28. छत्रोत्थ संघ	"	0 8 0	0 8 0	28	مارے کی ہمت !
29. मेरे साथी	"	1 0 0	1 0 0	29	ماریا

میں نے کا پتا—

مینیجر 'نیا ہند'

145, मुद्रिगंज, इलाहाबाद-3

مینیجر 'نیا ہند'

145, मुद्रिगंज, इलाहाबाद-3

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

चीन मित्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मिस्र बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मिलने का पता

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद 145 मथी कंज, अलाहाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پندت سندر لال، مولا—دین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پندت سندر لال، مولا—ڈیڑ روپیہ

مہاتما زر تھستور اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

سیر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشومہر ناہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈرہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بھاپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ڈیڑ روپیہ

قرآن اور دھرمک متبھید

لیکھک—مولانا ابوالکلام آزاد، قیمت—ڈیڑ روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کہانیاں کا سنڈرہ)

لیکھک—رگبیتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کےन्द्र—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے
ویدوان : شری منجرا اعلیٰ سوارتا
سکے 225، کرمیت دو روپیہ
— : 0 : —

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لیکھک—گاندھیواد کے مانے جانے
ودوان : شری منظر علی سوختہ
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)
لکھک—کرشمیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہرلال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دام دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)
لیکھک—کرشمیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دام دو روپیہ
— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑھ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 سکے، دام بارھ آنا

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارھ آنا

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

کرمیت چار آنا

بنگال اور اُس سے سبق

کرمیت دو آنا

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈھائی روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

115، مٹی گنج آباد

ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145 مٹھوگنج ایلہاہاباد

نیا حصہ

اس نمبر کے خاص لیکھ اس نمبر کے تمام لکھ

حضرت محمد اور ان کا پیغام
—شومہر ناتھ پانڈے

پ্রেام اور بیاہ

—شری چکرورتی راجکوبالاچاریہ

زندگی اور حقیقت

—شری گوبند سنگھ

پہلے وچار

—مہاتما بھگوان دین

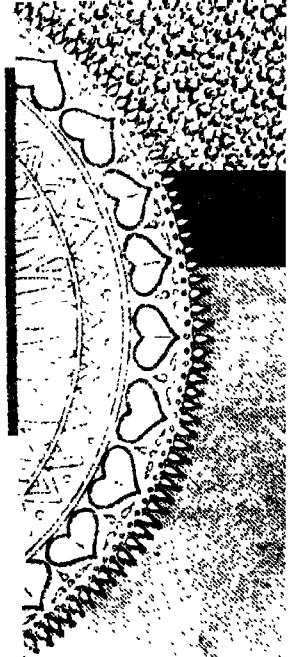
نیلام کا ہار (کہانی)

—شومہر ناتھ پانڈے

اس کے علاوہ

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری راہ میں جاری سماج کی نوٹ

دیس بدیس کے مسئلوں پر ہماری راہ میں جاری سماج کی نوٹ



نی کلتھر سوسائٹی، دہلی



نی کلتھر سوسائٹی، دہلی

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

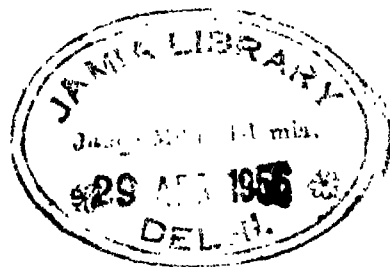
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستانی

نمبر 4 نمبر جلد 21 جلد



اپریل 1956

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کولچر سوسائٹی

145 بھٹی گنج، دہلی

145 بھٹی گنج، دہلی

اپریل 1956

<u>کتابا کس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کتاب کس سے</u>
1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھرناتھ پانڈے	... 177 ...	1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھرناتھ پانڈے
2. ایلوہی	... 185 ...	2. ایلوہی —ڈاکٹر یونانی سرکار
3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०	3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०
4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०	... 189 ...	4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०
5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य	... 196 ...	5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य
6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह	... 200 ...	6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह
7. बय्या —आई मदन गोपाल जी	... 204 ...	7. बय्या —आई मदन गोपाल जी
8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी	... 207 ...	8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी
9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी	... 212 ...	9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिखवी
10. फुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन	... 216 ...	10. फुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन
1. नीलम का हार (कहानी) —बिरबमबھरनाथ पण्डे	... 217 ...	11. नीलम का हार (कहानी) —बिरबमबھरनाथ पण्डे
2. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरसाह	... 226 ...	12. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरसाह

محکمات محمد اور ان کا پرشام

وہمومہور نامہ پانچ ہے

اسلام کے پیرو حضرت محمد کی گنتی دنیا کی یہاں سے
 پہلی آسمانوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک معمولی غریب گھر
 میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی موت سے پہلے سب سے عرب کے
 پھر تھے، برسوں کی ہوسا لے لے لے روزوں اور ایکانت میں
 کے بعد عرب کی اُس زمانے کی گرو ہوئی حالت میں ابھور
 نے انہیں اُن کے دیہ اور تمام دنیا کی بیانی کا راستہ دکھایا۔
 اُس دھرم کا پرچار شروع کرنے کے وقت وہ 40 برس کے تھے اور
 60 برس کی عمر میں وہ اِس دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمد صاحب کے اہل دیش میں نے عربوں کے اندر سے بہت سی برائیوں کو، جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، لڑکیوں کو سزا دلانا وغیرہ جو سے متا دیا۔ سفیروں اور ہزاروں الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے اُن الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کو چھو کر، ایک نواکڑ ایشور، ایک اللہ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک دھاکہ میں ہاتھ کر اُن سب کی ایک قوم بنادی۔ ساری قوم کے چلن اور رهن سہن کو پاک اور اونچا کر دیا۔ اُن میں علم اور بھان کی چٹا پیدا کر دی۔ عرب کے اُن سب تمیزوں کو جو الگ الگ وحشی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے بھی پر ایک خود مختار عرب حکومت قائم کر دی۔ اور یہ سب عام 28 برس کے بیتر پورا ہو گیا۔

محمّد صاحب کے مولے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا
پورا مذہب چھن کر دیوار سے لپکر آگیا۔ مہاساگر تک
پھرا، اترتا اور یورپ، تپاں میں پھول گیا۔ تمام پچھم ایشیا
اور اتر ایشیا اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی۔
طرح طرح کے بے علم اور ہنر میں اُن دنوں کے عرب پشچمی
دنیا کی سب سے بڑھی چڑھی قوم مانے جانے لگے۔ آج دنیا میں
بیس کروڑ سے زیادہ آدمی اسلام دھرم کے سانچہ والے ہیں اور
بچا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ
اسلام محمد کی زندگی اور اسلام سے اپنی فحش زندگی کے
نہ دھرم کا راستہ اور انسانی ہستی کا سبق نہ سیکھتے ہیں۔

کس سے کہہ دھرم مذہبوں میں ہی رائج و تشہیر اور
مذہبوں کی طرف دل پھیلانے والا ہو گا۔ یہی ہو گا کہ مذہب

کے ماننے والا समझता था कि सचाई सिर्फ मेरे ही हिस्से
की है और जो मेरे मजहब के मानने वाले हैं जन्नत में
वस उन्हीं के लिये जगह है, दूसरे मजहब वालों के लिये नहीं।
हर मजहब ऊपरी कर्मकाण्डों और रीत रिवाजों को ही धर्म की
असलियत समझता था, जैसे उपासना का एक खास
तरीका, कुरबानियों का रिवाज, खास तरह का खान-
पान और एक खास तरह का लिबास. ये रीत-रिवाज हर
मजहब के मानने वालों में अलग-अलग थे. इसलिये हर
मजहब वाला विश्वास करता था कि दूसरे मजहब वालों के
पास मजहबी सचाई नहीं है, हर मजहब का दावा यही नहीं
था कि वह सच्चा है, यह भी था कि दूसरे मजहब इनसानों को
शुमराही की तरफ ले जाते हैं. नतीजा यह था कि धर्म और
ईश्वर के नाम पर हर मजहब दूसरे मजहब वालों से नफरत
करता था और उनका खून बहाना तक जायज समझता था.

इसलाम ने उस जमाने की इस मजहबी गिरोह बन्दी के
खिलाफ लोहा लिया. उसने नए सिरे से इस उसूल को पेश
किया कि न सिर्फ इसलाम में बल्कि दुनिया के सब मजहबों
में सचाई मौजूद है. कुरान में एक सूरा है—

“ये, पैगम्बर ! हमने हर गिरोह के लिये उपासना की
एक खास विधि तय कर दी है, जिस पर वह अमल करता
है. इसलिये लोगों को चाहिये कि इसके बारे में झगडा न करें.
ये पैगम्बर ! तुम लोगों को अपने अल्लाह की तरफ बुलाओ”
(सू० 22, आ० 66).

जब इसलाम के पैगम्बरों ने बैतुल मुक़द्दस (जेरुसेलम)
के बदले काबे की तरफ मुँह करके नमाज पढ़ानी शुरू की तो
यह बात यहूदियों और ईसाइयों को अखरी, क्योंकि वे इन
बाहरी और ऊपरी बातों पर ही मजहब का दारमदार
समझते थे और इन्हीं को सच और झूठ की कसौटी मानते
थे. लोगों ने एतराज किया और पूछा कि आपने अपनी पूजा
की दिशा क्यों बदल दी ? कुरान के सूरे बक्रर में इसका
जबाब दिया गया है—“पूरब और पच्छिमछ दोनों अल्लाह के
हैं. इसलिये जिधर भी तुम मुँह उधर ही अल्लाह का मुँह
है” (2-115). मुहम्मद साहब ने इस मामले को बिलकुल
दूसरी नजर से देखा. इसलाम कहता है कि इस तरह की
बातों को इतनी अहमीयत ही क्यों देते हो ? यह न तो सच
और झूठ की ही कसौटी है और न इनका धर्म के बुनियादी
उसूलों से ही कोई ताल्लुक है. कुरान में लिखा है—

“हर गिरोह के लिये कोई न कोई दिशा है जिसकी
ओर उपासना करते समय वह अपना मुँह कर लेता है,
इसलिये इसे तुल न देकर नेकी की राह में एक दूसरे से
आगे बढ़ने की कोशिश करो. चाहे तुम जिस जगह भी हो,
अल्लाह तुम्हें दूँद लेगा. बेशक अल्लाह की ताकत से कोई
भीज बाहर नहीं है.” (सू० 2 आ० 148).

ले. वह मजहबों को सच्चाई के लिये ही
है. हर मजहब के मानने वाले हैं जन्नत में
वस उन्हीं के लिये जगह है, दूसरे मजहब वालों के लिये नहीं।
हर मजहब ऊपरी कर्मकाण्डों और रीत रिवाजों को ही धर्म की
असलियत समझता था, जैसे उपासना का एक खास
तरीका, कुरबानियों का रिवाज, खास तरह का खान-
पान और एक खास तरह का लिबास. ये रीत-रिवाज हर
मजहब के मानने वालों में अलग-अलग थे. इसलिये हर
मजहब वाला विश्वास करता था कि दूसरे मजहब वालों के
पास मजहबी सचाई नहीं है, हर मजहब का दावा यही नहीं
था कि वह सच्चा है, यह भी था कि दूसरे मजहब इनसानों को
शुमराही की तरफ ले जाते हैं. नतीजा यह था कि धर्म और
ईश्वर के नाम पर हर मजहब दूसरे मजहब वालों से नफरत
करता था और उनका खून बहाना तक जायज समझता था.

इसलाम ने उस जमाने की इस मजहबी गिरोह बन्दी के
खिलाफ लोहा लिया. उसने नए सिरे से इस उसूल को पेश
किया कि न सिर्फ इसलाम में बल्कि दुनिया के सब मजहबों
में सचाई मौजूद है. कुरान में एक सूरा है—

“ये, पैगम्बर ! हमने हर गिरोह के लिये उपासना की
एक खास विधि तय कर दी है, जिस पर वह अमल करता
है. इसलिये लोगों को चाहिये कि इसके बारे में झगडा न करें.
ये पैगम्बर ! तुम लोगों को अपने अल्लाह की तरफ बुलाओ”
(सू० 22, आ० 66).

जब इसलाम के पैगम्बरों ने बैतुल मुक़द्दस (जेरुसेलम)
के बदले काबे की तरफ मुँह करके नमाज पढ़ानी शुरू की तो
यह बात यहूदियों और ईसाइयों को अखरी, क्योंकि वे इन
बाहरी और ऊपरी बातों पर ही मजहब का दारमदार
समझते थे और इन्हीं को सच और झूठ की कसौटी मानते
थे. लोगों ने एतराज किया और पूछा कि आपने अपनी पूजा
की दिशा क्यों बदल दी ? कुरान के सूरे बक्रर में इसका
जबाब दिया गया है—“पूरब और पच्छिमछ दोनों अल्लाह के
हैं. इसलिये जिधर भी तुम मुँह उधर ही अल्लाह का मुँह
है” (2-115). मुहम्मद साहब ने इस मामले को बिलकुल
दूसरी नजर से देखा. इसलाम कहता है कि इस तरह की
बातों को इतनी अहमीयत ही क्यों देते हो ? यह न तो सच
और झूठ की ही कसौटी है और न इनका धर्म के बुनियादी
उसूलों से ही कोई ताल्लुक है. कुरान में लिखा है—

“हर गिरोह के लिये कोई न कोई दिशा है जिसकी
ओर उपासना करते समय वह अपना मुँह कर लेता है,
इसलिये इसे तुल न देकर नेकी की राह में एक दूसरे से
आगे बढ़ने की कोशिश करो. चाहे तुम जिस जगह भी हो,
अल्लाह तुम्हें दूँद लेगा. बेशक अल्लाह की ताकत से कोई
भीज बाहर नहीं है.” (सू० 2 आ० 148).

ایسی صورت میں آگے چل کر کہا ہے۔

دھرم یا نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے منہ (نماز کے بارے) یورپ کی طرف کو لٹے یا پھٹم کی طرف . دھرم یہ ہے کہ آدمی اللہ کو مانے ، آخرت یعنی کورس کے یہاں کو مانے ، فرائض کو مانے ، سب مذہبی کتابوں اور سب نہیںوں یا رسالوں کو مانے ، اللہ کے پریم کے ناطے یعنی اُس کے نام پر اپنے مال اور دولت میں سے اپنے ناطے داروں کو ، پیسوں کو ، ضرورت مندوں کو ، راستہ چلتیوں کو اور مانگنے والوں کو دان دے اور غریبوں کو آزاد کرائے میں اپنی دولت خرچ کرے . اللہ سے دعا مانگتا رہے ، ذکاوت (اپنے کل سال کا کم سے کم 40 دن حصہ ہر سال اللہ کے نام پر غریبوں کو خیرات) دیتا رہے ، جب کبھی کسی سے وعدہ کرے . تو اُسے پورا کرے ، اور مصیبتوں میں ، تعاف میں ، اور سختی کے دنوں میں صبر کرے — جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں اور وہ ہی متقی یعنی پرہیزگار ہیں (سو . 2 ، الف 177) .

دھرموں کی اس گروہ بندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوماتما کے پوجا گھر تک الگ الگ ہو گئے سب دھرموں کے ماننے والے ایک ہی یوماتما کا دہ دہتے ہیں، یہ بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک دھرم کے ماننے والے دوسرے دھرم والوں کے پوجا گھروں میں جا کر اپنے ڈھنگ سے یوماتما کا نام لے سکیں۔ کئی کئی لوگ دھرم کے نام پر دوسروں کے پوجا گھروں کو ہر بات نکر دیتے تھے۔ قرآن کہتا ہے اِس سے بڑھ کرے انصافی انسان اور کیا کر سکتا ہے کہ خدا کے بندوں کو اُس کی عبادت سے روکے، کیوں اِس لئے کہ وہ کسی دوسرے مذہب میں شامل ہیں، کیا مذہبوں میں فرق سے ایشور میں بھی ترقی ہو گیا ! قرآن میں لکھا ہے —

’اُس سے بڑھ کر انبیائی اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے پوجا گھروں میں کسی کو اللہ کی عبادت اور اُس کا تکیا کرنے سے روکے‘! اُن پوجا گھروں کو برباد کرنے کی کوشش کرنے! جو لوگ ایسے ظالم اور زیادتی کرتے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے پوجا گھروں میں پور دیں رکھیں‘ سوا اِس کے کہ روتے ہوئے جانیں۔ ایسے آدمیوں کو اِس دنیا میں بدنامی اور دوسری دنیا میں زہر دہست عذاب بھوگنا پڑیگا۔‘ (سو. 2) الف (114)۔

قرآن پر مانتا کے بنائے اس نیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے دوسروں سے ہوائی کمائی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس نے کسی نے یہی بھائی کمائی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھانے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دودھ پینے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا जाती کا کیوں نہ ہو۔ قرآن لہذا ہے کہ ایشوری دھرم کی جڑ یہی ہے کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور

سب ایک ہی جگہ کے باشندے ہیں۔ رسول دنیا میں آئے سب
 ہیں، مگر دنیا کے تمام سب، بغض و طرد پر ایک ہی پلٹ
 رہا ہے۔ جتنی ہو اور تم سب کا ہاتھ ہاں ہے ایک ہی
 ، اس لئے سب سب کے سب اسی ایک پروردگار کی آپس
 میں اور ایک گھولنے کے پانی ہندوں کی طرح مل جل کر
 ہیں۔ ” تو ان نے بتایا کہ بشوری دھرم اس لئے تھا کہ انسانوں
 نے آپس سے جھگڑے اور بھد بھاد دور ہوں، اس لئے نہ تھا کہ خود
 مخالفت اور لڑائی کا سبب بن جائے۔ اس لئے اس سے بڑھ کر
 مرامی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو چیز بھدوں کو دور کرنے آئی
 وہی بھدوں کی چیز بنا لی جائے !

اسلام کے مطابق ایشور کا دھرم اِس لئے نہیں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرے بلکہ اِس لئے ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے محبت کرے اور سب ایک ہی زور و نگر کی عبادت کے دھاگے میں بندھکر ایک ہو جائیں۔ سب سب کا پائن ہزار ایک ہے، سب کا مقصد ایک اُسی کی عبادت ہے، ہر انسان کو اچھے اور برے کاموں کا ہی بدلہ ملنا ہے تو پھر اللہ اور مذہب سے نام پر یہ بھون بھاؤ اور لڑائیاں کیوں ہیں؟

اسلام نے ہمارے ہمارے اس بات پر زور دیا ہے کہ سب مذاہب
 سچے ہیں کیونکہ بنیادی مذاہب ایک ہے اور وہ ہے مذاہب
 انسانیت یعنی پریم دھرم؛ پر انسانوں نے اپنی گمراہی سے الگ
 الگ ٹولیاں بنالی ہیں۔ اس گمراہی سے لوگ ہٹ جائیں
 و سب مذہبی جھگڑے خود بخود مٹ جائیں۔ ہر گروہ دیکھ
 لے گا کہ اُس کا راستہ بھی وہی ہے جو دوسرے گروہ والوں کا ہے۔
 محمد صاحب کے مطابق یہی 'الاسلام' ہے۔

موتہ طور پر محمد صاحب کی تعلیم کا نیچر یہ ہے۔

(1) ”اللہ ایک ہے“ اس کی کوئی شکل صورت نہیں ہے۔ وہ سب دنیاویوں کا مالک“ اور ”سب کو اُس کے کلموں کا پل دینے والا“ ہے۔ اُس ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو جانا نہیں کرنی چاہیئے۔

(2) سب آدمی اُسی ایک ایشور کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آدمیوں میں سب سے بڑھ کر عزت کے بابل وہ ہے جو برائی سے بچے اور نیکی کے کاموں میں لگا ہے۔

(3) دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کا نکاس اُسی ایک اللہ سے ہے، اِن سب مذہبوں کے قائم کرنے والوں کو ایک طرح کی اُسی اللہ سے روشنی ملی ہے، اِس لئے یہ سب دھرم سچے ہیں اور جو میں ”سب دھرم ایک ہیں“۔

(4) الگ الگ مذہبیں میں اپنے اپنے زمانے، ملک اور حالات کے فرق سے روئے راج اور پوجا بندگی

کے طریقوں میں فرق ہے۔ بتیاریوں کے بارے میں فرق نہیں ہے۔
 مصلحہ کی بات یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے مذہبوں کے ان بتیاریوں
 کے بارے میں سے ہٹ جاتے ہیں اور انہی کے بتیاریوں کے بارے میں
 پڑا کے بتیاریوں کو بڑا بڑا اہم سمجھنے لگتے ہیں۔

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مصلحہ کے
 بتیاریوں سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ
 کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین
 کو پھر سے قائم“ کرتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس
 طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں
 ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ
 الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن
 میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن
 اِس نہ ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب الہامی یعنی ایشوری
 کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچا ٹھہراتا ہے اور
 محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی
 اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری زندگی پھر محمد صاحب نے اپنے کو ایک
 معمولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ تو اُن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات
 ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا
 ایک چشمہ پھوڑ کر نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک
 ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے بیج سے اپنے آپ پھوٹ کر دریا
 بہ رہے ہوں“ یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے
 اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا
 کر دو“ یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر لو“ یا آسمان میں
 نہ چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم
 پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے
 رب کو یاد کرو“ میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ
 نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ
 نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس
 لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ
 ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا
 نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فطوری کی
 زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خد درجہ کا سادہ

محمد صاحب کی زندگی اور فطوری کی
 زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خد درجہ کا سادہ

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مصلحہ کے
 بتیاریوں سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ
 کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین
 کو پھر سے قائم“ کرتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس
 طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں
 ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ
 الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن
 میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن
 اِس نہ ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب الہامی یعنی ایشوری
 کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچا ٹھہراتا ہے اور
 محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی
 اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری زندگی پھر محمد صاحب نے اپنے کو ایک
 معمولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ تو اُن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات
 ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا
 ایک چشمہ پھوڑ کر نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک
 ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے بیج سے اپنے آپ پھوٹ کر دریا
 بہ رہے ہوں“ یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے
 اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا
 کر دو“ یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر لو“ یا آسمان میں
 نہ چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم
 پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے
 رب کو یاد کرو“ میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ
 نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ
 نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس
 لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ
 ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا
 نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فطوری کی
 زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خد درجہ کا سادہ

میں ہوتی تھی۔ کبھی کبھی کچھ دنوں میں انہیں اور ان کے بھائیوں کو لگاتار کاٹا کرتے ہوئے جاتے تھے۔ سیکر کے پانی پر انہیں مہینوں تک جاتے تھے اور ان کے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔ انہیں گھر میں اکثر اپنے ہاتھ سے چار دیوے تھے۔ اپنے ہاتھوں اپنی بکریوں کو دھوئے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے بکریوں میں پھونک لگاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی چیل گانتھتے تھے۔ خود اپنے اُرنٹ کا گھر ہوا کرتے تھے۔ کھجور کی چلائی یا ننگی زمین پر سوتے تھے۔

چھوٹے بچے سب کے ساتھ ان کا برتاؤ سدا ایکسا ہوتا تھا۔ بچوں سے انہیں خاص صحبت تھی۔ بیماروں کو دیکھتے جاتے تھے، مسلم یا غیر مسلم کسی کا بھی جنازہ (آرٹھی) چارہی ہو تو اُنہیں کچھ دور اُس کے ساتھ جاتے تھے۔ اُن کا جھونکی لیکھ سر دلیہ میور لکھتا ہے۔

”محمد صاحب کی خاص عادت تھی چھوٹے آدمیوں کے ساتھ بڑی صحبت اور عزت کا برتاؤ کرنا، جبکہ بڑے چلتا سب پر دیا کرتا، کسی کے کہے یا کئے کا برا نہ مانتا، اپنے اُپر قابو رکھنا اور دل بڑا اور ہاتھ کھلا رکھنا۔ یہ محمد صاحب کے سہاؤ کی خاص باتیں تھیں جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں اور جن کی وجہ سے اُس کے سب لوگ اُن سے پیار کرنے لگتے تھے۔“

محمد صاحب کی زندگی پر کارلائل نے لکھا ہے۔

”وہ پُرکرتی کی بڑی گود سے نکلا ہوا زندگی کا ایک زبردست دھمکا ہوا انگڑا تھا جو دنیا کے ہمارے والے کے حکم سے دنیا کو روشن کرنے اور دنیا کو جگاتے کے لئے آیا تھا۔“

محمد صاحب کے اُپدیشوں نے نہ صرف پچھڑے ہوئے عربوں میں ایک نئی روح پھونکی بلکہ سیکڑوں برس تک یورپ کو بھی علم اور تہذیب کی روشنی سے جگمگایا۔ اسلام نے فلسفہ، جیونش، گنوت، ویدیک پر یونانی اور رومی لیکچر کی کتابوں کے ترجمے کر کے انہیں ہر بادی سے بچایا اور اُن کو پھیلایا۔ کارڈوا، بغداد، قیرو اور صہیل کی یونیورسٹیوں میں اسلامی فلسفہ نے ترقی پائی۔ جہاں جہاں اسلام گیا اُس نے وہاں کے علم و ہنر پر اپنا اثر ڈالا۔ منجھلے زمانے کے یورپ کے ملکوں پر جو اگیاں کا اندھیرا چھایا ہوا تھا اُس اندھیرے کو اُس نے دور کیا اور اندھ و شولس کی جگہ عقل کو بیلے برے کی کسوٹی بنانے پر زور دیا۔

مشہور فرانسیسی ایتھاسٹا کو بارڈ لکھتا ہے۔

”منجھلے زمانے میں اسلام کا ایتھاسٹ خود کھجور اور تہذیب کا ایتھاسٹ تھا۔ یورپ عربوں کا ایتھاسٹ

ई कि उन्होंने यूनानी साइंस और कलाओं को आपसवादी के ज़बरे शाही से निकाल कर रोमानी में रखा और ताँहके के तीर पर उसे यूरोप को भेंट किया. उसी का नतीजा था कि यूरोप में ज्ञान और विज्ञान की नई लहर पैदा हुई जिसने बेकन को जन्म दिया. ईसा की सातवीं सदी में जबकि पुरानी दुनिया मौत के जवड़े में कैसी हुई तबप रही थी अरबों ने उसमें इस्लम और कलचर का नया खून डाला और उसे जिन्दा किया. उन्होंने अरस्तू, अफ़लातून, उकलैदस और आर्किमीडीज को भूली हुई याद की खन्डक से बाहर निकाला और उनकी रचनाओं के अरबी तरजुमे यूरोप को भेंट किये.०"

“यह बात बिला शुबहा कही जा सकती है कि तेरहवीं सदी के बीच तक पच्छिमी दुनिया का अपनी तहजीब की जिस तरक्की का नाज है वह तरक्की इसलाम के जरिये से हुई।”†

एब० जी० वेल्स ने इस्लाम की कामयाबी का जिकर करते हुए लिखा है—

“एक नई निगाह और नए जोश के साथ मुसलिम अरबों ने ज्ञान विज्ञान की वह सिलसिलें चार तरफ़ की जारी की जिसे यूनानियों ने शुरू करके छोड़ दिया था. अगर यूनानी वैज्ञानिक खोजों का जन्म देने वाली मां थे तो अरब उन्हें दूध पिलाकर पालने वाली धाय मां. आजकल की दुनिया ने जो रोशनी और ताकत पुराने ज़माने से पाई है वह रोमियों के जरिये नहीं बल्कि अरबों के जरिये.”

ایک دوسرا اِقہاسکار ہوکمیں لکھتا ہے—

محمد کے انویائیوں نے دنیا کے پھلے کے لئے جہ بہت سی کام کی؟ کوحجیں کھن اور گیان وگمان کو ترفی دی اُس کے لئے ہم یورپ کے رہنے والے اُن کے احسانمند ہیں۔ اِس میں بدو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کی روشنی پچھلی دنیا کے لئے ایک بہت بڑی ہرکت ثابت ہوئی جس کے لئے ہمیں محمد اور اسلام دنوں کا مشکر ہونا چاہئے۔ ❁

इस तरह मुहम्मद साहब की जिन्दगी और उनके उपदेशों से न केवल अरबों की ही काया पलट हा गई, बल्कि यूरोप और दुनिया के लिये भी इसलाम ज्ञान-विज्ञान की एक बमकती हुई मशाल साबित हुआ. आजकल की यूरोप की तहजीब बहुत दूरजे तक इसलाम की ही देन है.

हजरत मुहम्मद ने करोड़ों इन्सानों की जिन्दगी को बदल दिया और उन्हें अज्ञान के अंधेरे से निकाल कर ज्ञान

* Stanislas Guyard : *Encyclopaedie des Sciences Religieuses*, Paris 1888.

History of Inventions by Beckman.

کی روئے زمین میں پیدا کیا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، اسیسٹنٹ یعنی مقررہ دھرم کا روپ دیا۔ اس میں شیعہ نہیں
 کہ سنی دھرم سمیت، پہلی سب مذہبوں کو ایک آدمی کی نگاہ سے
 دیکھ کر اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ بلند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسیسٹنٹ تک پھیل
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقبروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکچرکوں، کوچوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

کی روئے زمین میں پیدا کیا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، اسیسٹنٹ یعنی مقررہ دھرم کا روپ دیا۔ اس میں شیعہ نہیں
 کہ سنی دھرم سمیت، پہلی سب مذہبوں کو ایک آدمی کی نگاہ سے
 دیکھ کر اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ بلند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسیسٹنٹ تک پھیل
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقبروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکچرکوں، کوچوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

700 PAGES,
 82 ILLUSTRATIONS
 2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SU DARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi

ڈاکٹر یحییٰ سرکار

ڈاکٹر بدو ناتھ سوگر

آج محمد علی جناح کی موت کی خبر آپ کی کتاب میں ملتی ہے۔ اس کی عظیم الشان اچھوتائی جو کسی قوم کی عظمت کی علامت ہے، ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیا دور کھلا ہے۔ محمد علی جناح کے فلسفہ میں سلسلہ کے مشہور و دولہا فردوسی اور ابیہرونی نے جن کی وجہ سے آج بھی محمد علی کا نام اُنہیں میں روشن ہے۔ فردوسی نے کہا تھا اور ابیہرونی نے کہا: 'ہندوستان اور فلسفہ'۔ کہا جاتا ہے کہ ابیہرونی کا نام سنکر اُس کا سکاٹ لین مہاں ودولن اپن سہلا اُس کی ہوز سے کر گیا تھا۔

یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ بہت کم لوگ ایک ہی وقت میں سائنسدان اور فلسفہ ہوتے ہیں۔ انہیں گمے چلے گئے، لوگوں میں ابیہرونی کی بھی گنتی ہے۔ بھارت میں ابیہرونی کی یادگار ملنے کا سبب یہ ہے کہ اُس نے بھارت پر 'تحقیق الہند' نامک مشہور گزٹ لکھا ہے۔ اِس گزٹ میں عیسوی سے 1000 برس بعد والے بھارت کا دورن ہے۔ اِس پستک کو لکھ کر ابیہرونی نے سلسلہ کے سامنے اُس سلسلہ کے بھارت کی کچھ 'اُنہیں' بدوگرل، سماجک دشا، فلسفہ اور علم کا وسیع اور آسٹک چکر پیش کیا ہے۔ یہ پستک ساتویں صدی والے بھارت تھا ایدر کالین ہات کو ملنے میں کڑی کا کم کرتی ہے۔ ساتویں شتাবدی میں برسہ چینی ہاتریں نے بھارت کی سفر کی تھی اور اُنہیں نے اُس سلسلہ کی بھارت کی حالت تھا اُنہیں کا دورن کیا ہے۔ اُس کے بعد 'تحقیق الہند' کے علاوہ کوئی دوسری پستک نہیں جس سے ہمیں بھارت کے اُنہیں کا پتہ چلے۔ ایدر کے سہ میں 1590 میں 'اُنہیں اکیدی' لکھی گئی۔ اِس طرح ساتویں صدی سے گیارہویں صدی تک کے بعد کا اصلی پتہ سلسلہ کو ابیہرونی کی پستک ہے ہی ملتا ہے۔

الہیرونی کی زندگی اور کام

الہیرونی کا پورا نام ابیہرونی محمد تھا۔ اُس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973ء میں خیر نامک استہلی پر ہوا تھا۔ یہ استہلی مدینہ ایشیا میں بوال ساگر کے کنارے ہے۔ پچیسویں دور کی عمر میں 13 ستمبر سن 1018 کو ابیہرونی کی موت ہوئی۔ جب ابیہرونی کے

آل بھارتی کی زندگی اور کام

آل بھارتی کا پورا نام ابیہرونی محمد تھا۔ اُس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973ء میں خیر نامک استہلی پر ہوا تھا۔ یہ استہلی مدینہ ایشیا میں بوال ساگر کے کنارے ہے۔ پچیسویں دور کی عمر میں 13 ستمبر سن 1018 کو ابیہرونی کی موت ہوئی۔ جب ابیہرونی کے

محمود کے پاس پہنچا اور اس کے پاس سے اس کی خدمت میں بھیجا گیا۔ سلطان نے اہل عربی کو محمود کے پاس اپنا اہلی بلا کر بھیجا۔ محمود کے پاس سے اہل عربی بھی بھیجا گیا۔ محمود کی بھارت وچہ سے پہلے پہلے مسلمانوں کے لئے کھل گیا تھا۔ پہلے پہلے بھارتیہ آریں کا پہلا نوٹس اسٹھان تھا۔ اہل عربی پہلے پہلے کئی ویش تک رہا اور وہاں کے پلٹوں سے مسکرت، ہندو درشن شاستر، وگیاں اور دھرم شکھا کی تعلیم لی۔ اُس نے بھارتیوں کو عربی ہستکوں کے ذریعہ پراچین یونانی وگیاں تھا درشن شاستر کی شکھا دی۔ اہل عربی خود یونانی بھاشا نہیں جانتا تھا پر سیدیا اور اسپین کے راجاؤں کے سم میں یونانی ہستکوں کے عربی بھاشا میں جو احواد ہوئے تھے اُن کے ذریعہ اُس نے پراچین یونانی وگیاں تھا درشن شاستر کا گیاں پراپت کیا تھا۔ عربی بھاشا میں لکھی گئی اپنی ہستک 'تحقیق اہند' میں اُس نے بھارتیہ دھرم، درشن شاستر، بھاشا، کال وگیاں، کھول، جھونش، (یعنی راج) قانون اور پھلت جھونش اُدی کا پورا پورا اور ٹھیک بیان کیا ہے۔ یہ ہستک 1030ع کے قریب لکھی گئی تھی۔ اِس ہستک کا احواد ڈاکٹر سچایو نے انگریزی بھاشا میں سن 1888 میں کیا ہے۔ اہل عربی جب 421 ہجری (1030ع) میں لوکر غزنی گیا تو اُس نے 'قانون مسعودی' نامک ہستک لکھی جو ایک پرکاری ہوکرلوک تھا کھول جھونش سمبندی انسائیکلوپڈیا ہے۔ اِس ہستک کا حوالہ بعد کے لیکھوں اور خاصکر ابو الفدا نے دیا ہے۔ ابو الفدا پرندہ ہوکرلوک تھا جھونش شاستری تھا۔

اہل عربی کو سائنس کے دایرے میں جتنا اہک گیاں حاصل تھا اُس کا پتہ ہم کو اُس کی لکھی گئی ہستکوں سے ملتا ہے۔ وگیاں سمبندی ہستکوں میں 'کتاب السیاسان'، 'کتاب الجواہر' اور الکھفیم ہیں۔ 'سیدان' میں علاج میں پریرک ہونے والی اوشدھیں کا بیان ہے، 'کتاب الجواہر' میں منتری اور ہیرے جواہرات اُسی کا ویکھانک ورنن اور الکھفیم میں پھلت جھونش کا وسیع ذکر ہے۔ الکھفیم کا انگریزی ترجمہ رائٹ (Wright) نے 1934 میں کیا ہے۔ اِن گرنتوں کے علاوہ اُس نے اپنے آتم چوت پر ایک ہستک لکھی ہے اور ریکھانترت تھا جھونش پر کئی چھوٹی چھوٹی قیمتی ہستکیں لکھی ہیں۔ اُس کی سب سے مشہور ہستک 'انراپاتی' ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر سچایو نے 1879ع میں کیا ہے اور اُس کا نام 'ویسٹجیج آف دی پاسٹ' یا 'کرونیجی آف دی اہلہات نہشس' ہے۔ اِس ہستک میں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے دیہوں کا صاف اور پورا ہوکرلوک تھا اہلہاتک ورنن ہے۔

محمود کے پاس پہنچا اور اس کے پاس سے اس کی خدمت میں بھیجا گیا۔ سلطان نے اہل عربی کو محمود کے پاس اپنا اہلی بلا کر بھیجا۔ محمود کے پاس سے اہل عربی بھی بھیجا گیا۔ محمود کی بھارت وچہ سے پہلے پہلے مسلمانوں کے لئے کھل گیا تھا۔ پہلے پہلے بھارتیہ آریں کا پہلا نوٹس اسٹھان تھا۔ اہل عربی پہلے پہلے کئی ویش تک رہا اور وہاں کے پلٹوں سے مسکرت، ہندو درشن شاستر، وگیاں اور دھرم شکھا کی تعلیم لی۔ اُس نے بھارتیوں کو عربی ہستکوں کے ذریعہ پراچین یونانی وگیاں تھا درشن شاستر کی شکھا دی۔ اہل عربی خود یونانی بھاشا نہیں جانتا تھا پر سیدیا اور اسپین کے راجاؤں کے سم میں یونانی ہستکوں کے عربی بھاشا میں جو احواد ہوئے تھے اُن کے ذریعہ اُس نے پراچین یونانی وگیاں تھا درشن شاستر کا گیاں پراپت کیا تھا۔ عربی بھاشا میں لکھی گئی اپنی ہستک 'تحقیق اہند' میں اُس نے بھارتیہ دھرم، درشن شاستر، بھاشا، کال وگیاں، کھول، جھونش، (یعنی راج) قانون اور پھلت جھونش اُدی کا پورا پورا اور ٹھیک بیان کیا ہے۔ یہ ہستک 1030ع کے قریب لکھی گئی تھی۔ اِس ہستک کا احواد ڈاکٹر سچایو نے انگریزی بھاشا میں سن 1888 میں کیا ہے۔ اہل عربی جب 421 ہجری (1030ع) میں لوکر غزنی گیا تو اُس نے 'قانون مسعودی' نامک ہستک لکھی جو ایک پرکاری ہوکرلوک تھا کھول جھونش سمبندی انسائیکلوپڈیا ہے۔ اِس ہستک کا حوالہ بعد کے لیکھوں اور خاصکر ابو الفدا نے دیا ہے۔ ابو الفدا پرندہ ہوکرلوک تھا جھونش شاستری تھا۔

विद्यालय, विद्यालय, वैदिक विद्यालय, अथर्व विद्यालय और विद्यालयों का पहिलाना बचाना हमें पढ़ने का मित्रता है। विद्यालयों की अपनी पुस्तक आईने अंकुरी के लिखने में विद्यालय अंकुर की पूरी मदद हासिल की जबकि अलबेल्नी ने अपनी मर्जी से महज अपने बूते पर 'तद्गीर्णुल अदव' लिखा था।

कमल जोरेंट, जो 'आईने-भकबरी' का होशियार
सर्जनाकार माना जाता है, लिखता है—

“मुझे इसका पूरा पेटक़ाद है कि अबुल फ़जल ‘आईने-अक़बरी’ के लिये अलबेरुनी का रिखी है। अलबेरुनी का अध्ययन पंडित्यपूर्ण था। उसने हर स्थान पर अपने पाठों में संस्कृत की उन पुस्तकों का हवाला दिया है जहाँ से वह लिखे गये हैं। चूँकि वह अरबी भाषा में अनुवादित यूनानी साहित्य से भी भली भाँति वाकिफ़ था। इसलिये वह यूनानी और संस्कृत दोनों में भली प्रकार तुलना कर सकता था और ठीक नतीजे पर पहुँच सकता था। अबुल फ़जल इसके बरखिलाफ़ था। अलबेरुनी ने जो कुछ लिखा है वह अध्ययन पंडित्य और वैज्ञानिक तर्क वितर्क के आधार पर लिखा है पर अबुल फ़जल ने या तो सीधे किसी पुस्तक का अनुवाद किया है या सुनकर कोई बात बिना तर्क पर कसे हुए ही लिख डाली है। अबुल फ़जल संस्कृत या यूनानी भाषा को में से किसी को भी नहीं जानता था। डब्लू क्रुक ने लिखा है कि अलबेरुनी के चतुर दिमाग ने इस बात का पता लगाने में उस समय भी कामयाबी हासिल की थी कि भौगोलिक रूप से अलग होने के कारण भारतीयों में अपने धर्म, राष्ट्रीयता तथा रीति-रिवाजों के तरफ़ अधिक विश्वास बसता हो गया है। उसने इस बात को उसी समय भांप लिया था कि ‘हिन्दुओं का विश्वास है कि उनके देश से बढ़कर दूसरा देश नहीं, उनके राष्ट्र का भाँति कोई दूसरा राष्ट्र नहीं और उनके विज्ञान जैसा कोई दूसरा विज्ञान नहीं।’

अलबेहनी के मुताबिक आखरी फ़ैसला

बहुत बड़ा आलिम और पंडित होते हुए भी अलबेरूनी ने इस्लाम में नई रूढ़ नहीं फँकी और अलमामू के समय की सुन्नतों का सम्प्रदाय की भाँति बुद्धिवाद का प्रचार नहीं किया। यदि इस्लाम में कभी भी बुद्धिवाद (Rationalism) पहुँचा तो उलेमाओं ने उसे खिदकी के बाहर फेंक दिया। इसी तरह अलबेरूनी की गिनती केवल ज्यामितीय, इतिहासकार, गणितज्ञ और जादूगर की ही बनी रही जो कि अपनी प्रकृति से मरिफत की घटनाओं की सचाई बताता रहा। मुसलमान महमूद उसकी अजीबो गरीब ताल्लुक से परेशान हो और उसे मार डालना चाहता था।

इस भी हो जलवेहनी खुले दिमारा का साफगो आदमी
 या इस सम्बन्ध में इसलाम के इतिहास में इसका कोई

دوسری طرف سے بھی ان کی طرف سے ایک اور ایسی ہی بات ہوئی ہے۔
 ۱۹۴۸ء میں ان کی مجلسِ تعلیم نے ایک کتاب "ابو القاسم کی اپنی پسند
 اور ان کی اپنی ہی کتابوں میں سے" کے نام سے ایک کتاب
 جاری کی ہے جس میں ان کی اپنی مرضی سے منتخب کیے گئے ہیں۔

کونسل چوریت، جو 'آئین اکبری' کا ہوشیار ترجمہ کار مانا جاتا ہے، کہتا ہے—

نتیجہ اس کا پورا اعتقاد ہے کہ ابو الفضل ’اُنہیں اکہری‘ کے لئے الہیرونی کا رنی ہے۔ الہیرونی کا اددھمن پانڈتہ پورن تھا۔ اُس نے ہر استھان پر اپنے ہاتھوں میں سنسکرت کی اُن پستکیں کا حوالہ دیا ہے جہاں سے وہ لٹے لٹے ہیں۔ چونکہ وہ عربی بھاشا میں انوادت یونانی سادھتہ سے بھی بھلی بھانت واقف تھا اس لئے وہ ہونائی اور سنسکرت دونوں میں بھلی دیکار تولنا کر سکتا تھا اور ٹھیک نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ ابو الفضل اِس کے برخلاف تھا۔ الہیرونی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اددھمن ’پانڈتہ‘ اور ویکیانک ترک و ترک کے اُدھار پر لکھا ہے یہ ابو الفضل نے یا تو سیدھے کسی ’پستک‘ کا انواد کیا ہے یا ملکر کوئی بات بنا ترک پر کسے ہوئے ہی لکھ ڈالی ہے۔ ابو الفضل سنسکرت یا یونانی بھاشا دو میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ قہلو کر دک لے لکھا ہے کہ الہیرونی کے چتور دماغ نے اِس بات کا پتہ لگانے میں اُس سمے بھی کلمہابی حاصل کی تھی کہ بھوگنک روپ سے انگ ہونے کے کارن بھارتوں میں اپنے دھوم ’راشٹرنیتا نکھا ریت رواجوں کے طرف ادھک وشواس اُنہیں ہو گیا ہے۔ اُس نے اِس بات کو اسی سمے بھانپ لیا تھا کہ ’ہندوؤں کا وشواس ہے کہ اُن کے دیہں سے بڑھکر دوسرا دیہں نہیں‘ اُن کے راشٹر کی بھانت کوئی دوسرا راشٹر نہیں اور اُن کے وکیان جیسا کوئی دوسرا وکیان نہیں۔“

البہرونی کے متعلق آخری فیصلہ

بہت بڑا عالم اور پختہ ہوتے ہوئے بھی الیہورنی نے اسلام میں نئی روح نہیں پھونکی اور انسانوں کے سمہ کی مرزلی سمہ دائمہ کی بہانت بدھی وان کا برچار نہیں کیا۔ بدی اسلام میں کہی ہی بدھی وان (Rationalism) پہونچا تو علماؤں نے اسے کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ اسی طارح الیہورنی کی گنتی کھول چھوٹھی، انہاسکار کلونیکہ اور جادوگر کی ہی ہلی رہی جو کہ اپنی کلونہ سے ہوشہ کی گولہاؤں کی سچائی بتا رہا۔ سلطان محمود اس کی عجیب و غریب طاقت سے پہونچی تھا اور کلونہ والا چاہتا تھا۔

کچھ بھی ہو البتہ دینی کلمے دماغ کا صفحہ آدمی تھا۔
اس سلسلہ میں اسلام کے اہلسنن میں اُس کا کوئی

जानी नहीं है। — जहाँ जहाँ मैंने मुसलमानों के साथ
की बाँह बढ़ाया और दूसरा हाथ धातल की बाँह और वह
काम उसने यहाँ तक लोगों से ही किया। असमवेदनी ने जिस
दिली व्यास के आजीवन अवकाश मेइन्स के साथ काम
किया है उसकी दूसरी मित्राल शायद ही इसलामी दाखरे
में कोई मिले।

भारतीय संस्कृति

श्री कृष्णदत्त बाजपेयी, एम० ए०

हमें यहां भारतीय संस्कृति (हिन्दुस्तानी कल्चर) के बारे में कुछ विचार करना है। भारतीय संस्कृति में रूढ़ानियत को मादी पहलू के मुकाबले में ज्यादा अहमीयत दी गई है। यदि हम अपने विशाल प्राचीन साहित्य को देखें तो मालूम होगा कि हमारे यहां आत्मज्ञात का स्थान बहुत ऊंचा रहा है। 'आत्मनं विजानीहि' (आत्म को खास तौर मे जानो)— यही भारतीय विषियों का असली पैगाम था। लेकिन इसके साथ ही जिस्मानी और मानसिक तरक्की की ओर से भी हम बेबहुरा नहीं रहे। रूढ़ानी तरक्की के साथ जिस्मानी और मानसिक तरक्की हमारी संस्कृति का मकसद रहा है। कर्मेन्द्रिय, मन और बुद्धि की लोंक कल्याणकारी व्यवस्था पर हमारी संस्कृति की इमारत खड़ी हुई। सत्य, अहिंसा, त्याग और सेवा—ये इस इमारत के चार बड़े खम्भे रहे हैं, जिन्होंने युग-युगों तक उसे मजबूती और स्थायित्व दिया और उसे नष्ट होने से बचाया है।

भारतीय संस्कृति का मूलसद संकुचन न होकर व्यापक रहा है। भारत के प्राचीन इतिहास को ठठाकर देखिये। हजारों वर्ष के लम्बे काल में कितनी ही अन्दरूनी और बाहरी विचार धाराओं को लेकर भारतीय संस्कृति ने उन्हें पचा लिया। विचारों की इतनी आजादी और कहां मिलेगी ? हमारे धर्म, दर्शन, कला, साहित्य सभी में इस आजादी की गुंथायरा मिलेगी। दृष्टवर्मी को हमारे यहां अच्छी बात नहीं माना गया है। नीला में श्री कृष्ण अर्जुन को ज्ञान-विज्ञान का उपदेश देने के बाद भी उससे कहते हैं कि 'हे अर्जुन ! मैंने तुम्हें गहरा से गहरा ज्ञान का मम' बताया इस पर तू विचार कर और विचार करने के बाद मुझे जो ठीक जान पड़े वह कर।

وچاروں نے جھگڑا کر کے ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔
 پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، اسیسٹی،
 شیشویں، سترہویں، اسیسٹی، اسیسٹی، اسیسٹی، اسیسٹی، اسیسٹی، اسیسٹی،
 اور ست مائیکروں کی رچلا ہوئی۔ آدھونک کال میں بھی
 ایک مائیکروں اور دوسروں نے وچاروں کے اپنے اپنے نظریے
 بھی کئے تھے، لیکن جہن درشن کے ان مختلف نظریوں کے
 ہونے ہوتے تھے اس وصال دہی میں آپ ہوا کی دودھنا کے
 گون باہری، آپ میں انکو ہوتے ہوتے بھی ہماری سنسکرتی
 کی آما ایک رہی ہے۔ کھمیر سے لیکر کٹا کٹی تک تھا
 سب اشعار سے لیکر اسم تک سارا دیہی ایک ہی کچھ سے زندگی
 کا اس وقتا رہا ہے۔ دودھنا میں ایکٹا کی بہ پہاؤنا ہمارت کی
 شیشنا ہے۔

انہیں اس سے بچنا چاہئے کہ ایک ڈیڑھ گال تک سنسار کے
انہ دیہی واسیوں نے بھی اس سے لاہ لکھایا۔ بہت بڑا چین
میں بھارت نے مصر، اسپرہا اور بیلبلوں سے تجارتی اور
کلچری مہل چول قائم کئے۔ مریہ سمراٹ اشوک نے اسپرہا،
مصر، مسیڈونیٹا، ایڈرس، نامریونی، سورن، بھومی آدی انیک
دیش کو اپنی 'دھرم وجئے' کا سندھیں بھیجا۔ عیسوی پورو
دوسری شاہادی کے انت سے مدھیہ ایشیا میں بھارتیہ نوآبادیوں
کی شروعات ہوئی۔ دھورے دھورے وہاں کوکود، ختن، کلد،
پورک، کوچی، اٹنی دیہی آدی راجیوں میں بھارتیہ دھرم،
کلا، بھاشا اور ساتھیہ کا وکس ہوا۔ ان میں سے کوچی اور
ختن (کستن) بھارتیہ سنسکرتی کے بڑھان کینڈر ہوئے۔
ختن کے راجاؤں کے نام وجئے سمہو، وجئے ویر، وجئے جے،
وجئے دھرم آدی ملے ہیں۔ وہاں کا 'گرمی وھار' بوندہ شکشا
کا بہت بڑا کینڈر تھا۔ چوتھی شاہادی کے انت میں جب
چینی یا تزی فاضیان وہاں گیا تب مہابان مساؤلمبی ۲۰۰۰
بوندہ بیکشو اُس وھار میں رھتے تھے، تہا وہاں دھرم یا ترانہ
آرے سماروہ کے ساتھ چلکی تھیں۔

عیسوی کی پہلی چھ مہینوں میں دکن میں پوری ایشیا میں
نئی بھارتیہ ہستیوں کی استہلاک ہوئی۔ ہندو چین کے ایک
بڑے ہواگ کا نام 'سورن ہوسی' تھا ہندویشیا کے دیہوں کا نام
'سون دیپ' پڑھ رہا تھا۔ وہاں جن بھارتیہ راجہوں کی
استہلاک ہوئی ان کے نام کا سبب چھٹا 'کوٹھار پانڈورنگ' شری
'جنڈا' مالہ 'دھارن' گندھار آدمی ملتے ہیں۔ اسی طرح
ایک نگرہوں کے نام ابودھیا، دیشانی، متھرا، شری چھتر
نکشا، سنسائی، کسم نگر، راسوتی، دھانیپرتی، دواروتی، ورمپور
آدمی ملتے ہیں۔ سورن ہوسی تھا۔ سورن دیپ میں بھارتیہ
رہن سہن، روت رواج، لہی، بھاشا اور گل کا پرچار ہوا۔ وہاں کے آدم
نرالیوں کے ساتھ بھارتیوں نے جس پریم اور سہجنت کا پرتوا کیا

हमारे देश में प्राचीन काल से ही विदेशी साहित्य का प्रभाव है। प्रेमचन्द साहित्य के क्षेत्र में हमारे देश के साहित्य के लिए और हमारे देश के साहित्य के लिए 'महान्द' के अन्दर को जाने लगे। वे हमारे देश के साहित्य के लिए केन्द्र बने ही, साथ ही उनके अन्दर भारतीय साहित्य, जापान, कोरिया आदि देशों के साथ भी अपने साहित्यिक सम्बन्धों को मजबूत बनाने में सफल मिली।

भारतीय संस्कृति का इन दूर दूर के देशों में प्रचार करने का अर्थ हमारे पुरखों को है। वैरोचन, काश्यप, मार्तण्ड, आर्यकाल, धर्मकाल, धर्मरक्ष, धर्मप्रिय, कुमारजीव, गुण-वर्मा, बोधिधर्म, गुणभद्र शीतलरक्षित, पथसंभव, जिनमित्र, दीपकर श्री ज्ञान आदि कितने ही विद्वानों ने सफर की तकलीफों की परवाह न कर संसार के अनेक भागों में भारतीय संस्कृति का सन्देश फैलाया। मुस्लिम देशों के साथ हमारे पूर्वजों ने संस्कृति, राजनैतिक और आर्थिक सम्बन्ध कायम कर उन्हें मजबूती प्रदान करने के लिये जिस उदारता और बरदाश्त का परिचय दिया वह मानव इतिहास की एक शानदार कहानी है।

प्राचीन भारत में जब तक चिन्द्गी की तरफ वसीअ नज़रिया रहा, जब तक बसुधैव कुटुम्बकम् की उदार भावना यहां के लोगों में रही तब तक हम संसार में ऊँचे उठे रहे. हमने ज्ञान विज्ञान के विविध क्षेत्रों में अनेक देशों के साथ आदान प्रदान करने में संकोच नहीं किया. कल्याणकारी भावना से हम अपने अगाध ज्ञान और अनुभव को उदारता के साथ दूसरों में बांटते रहे, साथ ही दूसरों की उपयोगी बातों को ग्रहण करने में भी हमने संकोच नहीं किया. आर्य भट्ट, बराहमिहिर आदि विद्वानों ने अपने समय के इस व्यापक दृष्टिकोण की ओर इशारा किया है. और बराहमिहिर ने लिखा है कि ज्ञान की कुछ दिशाओं में म्लेच्छ कहे जाने वाले यवन अर्थात् यूनानी लोगों की अच्छी गति है, वे लोग चिन्तियों के तुल्य ही पण्य हैं—

“स्तेष्वहं हि यथनास्तेषु सम्यक् शास्त्रमिदं स्थितम्-
रिषिबन्धेऽपि पूजन्ते... (ह्रस्व-हिता 2, 4).”

विदेशियों की तरफ़ इससे अधिक इपज़त का भाव और क्या हो सकता है। बदकिस्मती से इस विचारधारा को हम आगे बहुत समय तक क़ायम नहीं रख सके। जब आपसी फूट, दलबन्दी, कुदृष्टपरजी और राक्षस की बढ़ती होने लगी तब इस दौर के पतन का दरवाज़ा खुल गया। जनता की तंग ज़बाणी से नये विचारों के आदान प्रदान की परम्परा भी खूब हो गयी। आठहवीं सदी में जब अलबेल्हनी भारत आया तो उसने हिन्दुओं में ये बुराईयाँ देखीं। उसने लिखा है कि 'ये लोग अपने को सामाजिक और धार्मिक दायरे में बहुत ऊँचा समझते हैं और अपने आगे बाकी सभी लोगों को हकीर

[illegible]

بھارتیہ سنسکرتی کا این دور دور کے دیہوشوں میں پرچار
 کرنے کا شرف ہمارے پرکھوں کو ہے ۔ ویروجن، کلاشیپ، ماتنگ،
 ارہی، دھرم رکھی، دھرم پڑیہ، کمارچو، گن، رما، ہونہی، دھرم،
 گن، پندر، شانت، رکشت، پدم سبھو، جن مگر، دیہنگر شری گیان
 اسی کلمہ ہی ودواتوں نے سفر کی تکلیفوں کی پرواہ نہ کر
 سنسار کے انہک بھاگوں میں بھارتیہ سنسکرتی کا سندیش
 بھایا۔ مختلف دیہوش کے ساتھ ہمارے پوروجن نے سانسکرتک،
 راجنیتک اور آرہک سمبندھ قائم کر انھیں مضبوطی بردان
 کرنے کے لئے جس ادارتا اور برداشت کا پریچھے دیا، وہ مانو
 ایتھس کی ایک شاندار کہانی ہے ۔

پراچین بھارت میں جب تک زندگی کی طرف وسیع نظریہ رہا، جب تک 'ہسودہونگمیکم' کی اُدار بھاونہاں کے لوگوں میں رہی تب تک ہم سنسار میں اُونچے اُتھے رہے۔ ہم نے گیان، دگیان کے دردم چھتروں میں اُنہک دیشوں کے ساتھ اُدان پردان کرنے میں سکوچ نہیں کھا۔ کلیانکاری بھاونہاں سے ہم اپنے اگدھ گیان اور انوہو کو اُدارتا کے ساتھ دوسروں میں بانٹتے رہے، ساتھ ہی دوسروں کی اُدیوگی باتوں کو گرہن کرنے میں بھی ہم نے سکوچ نہیں کھا۔ اُریہ بہت، براہ مہر اُدی وداؤں نے اپنے سس کے اِس ویاپک درشتی کن کی اُور اِشاہ کیا ہے۔ براہمہر نے لکھا ہے کہ گیان کی کچھ دشاؤں میں مایچہ کہہ جائے راہ، یوں ارہات یونانی لوگوں کی اچھی لگی ہے، وہ لوگ رشیدوں کے نولیہ ہی پوجتے ہیں۔

”مليچي هي پوناستيشو سويک شاسترمندن اِستهم .
 رښتيني پوځي..... برهښه (142).“

دیکھیں۔ کی طرف اس سے ادھک عزت کا بھاؤ اور کیا ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے اس وچار دھارا کو ہم آگے بہت جلد تک واپس نہیں دیکھ سکے۔ جب ایسی بھوت 'دل بندھی' خود غرضی اور غرور کی بڑھتی ہوئی لگی تب اس دیکھ کے یقین کا دردناک کھل گیا۔ چٹا کی تنگ خدائی سے نئے وچاروں کے آدھان پردان کی پرہرا بھی ختم ہو گئی۔ گیارہویں صدی میں جب انگریزی بھارت آیا تو اس نے ہندوؤں میں یہ برائتی دیکھی۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے کو سناچک اور دھارمک دھارم میں بہت اونچا سمجھتے ہیں اور اپنے آگے ہائی سہی لوگوں کو 'بھتیر'

تاریخکاروں نے، جس کی نکل باہر میں ہمارے ان کے ہاتھ
تاریخکاروں نے کی، اپنی اپنی پستوں میں اس کی جگہ
ماں کا، باہری حملوں تھا اُن کی کے ہی چکر پہنچے اور اس
تھک سے پہنچے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ماں اس کال میں
یہی دنگ رہی ہو۔ انہوں نے راجنیک اُنل پتل کے جن
کے ہاتھ جا کر اس زمانے کے سماج کی اور چھانکا ہی نہ تھا۔
ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ بہارت میں متحد غوری یا متحد
غزنی نہ کئے گئے تھے اور کئی دھن سپی کے وہاں سے لڑتے
کو اپنے دیہے کو لے گئے۔

تاریخکاروں نے کہی ہمیں یہ صاف صاف نہیں بتایا کہ
محمود غزنی کی سینا کے ساتھ ابراہمنی نامک ایک ودوان بھی
آیا تھا، جس نے بہارت کو سنسکرت، بہارتیہ درشن تھا بہارتیہ
کیاں کا گہرا اندھین کیا تھا اور جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں
کے فلسفوں کے میل جول کو دکھایا تھا۔

اس کال کی حالت کی کچھ کرنے والے وندیاہوں کو جو سچائیاں
ہاتھ لگائی انہیں وشواس ہو جائیگا کہ دراصل مدھیہ کی بہارت
میں ہماری جو سچائیاں تھیں، وہیں کے سپرک میں آکر
ہم نے انہیں اپنی سچائیاں کے جو اُپہار دیئے ہوں اور اُن سے جو
کچھ لیا ہے، وہ ہمارے لئے بڑے اہمیت کی بات ہے۔ خود
محمود غزنی نے پنجاب میں اپنا جو سکے چلایا تھا، اُس میں
سنسکرت کے حروف تہجے تھے اور اللہ کے لئے 'آدویت' رسول
کے لئے 'اونار' اور ہجری کے لئے 'جنایت' لفظوں کا استعمال کیا
گیا ہے، جو شدہ سنسکرت ہیں۔ محمد غوری کے سکوں میں
لکشمی کی مورتی آتکت تھی۔ 'شری' شبد کی پڑنا پڑا ہے
سبھی مسلمان بادشاہوں کے کال میں تھی، جیسے—'شری'
سلطان علاؤ الدین، شری سلطان شہر شاہ، وغیرہ۔ اُن کی سبھی
مسجدوں میں کمال کا پھول آتکت رہتا تھا۔

اس زمانے کے مسلمانوں نے نیشن کے اصول کو بھی اپنایا
تھا۔ خود باہر نے اپنی 'تڑک باہری' میں لکھا ہے کہ "ہم
ہندستانی ہیں کیوں ہندستانی۔"

مدھیہ یک میں راجنیک ہا: جیت ضرور ہوئی، لیکن
ابھی ساکونک ہا: نہیں ہوئی۔ یہ بات تو بالکل غلط تھی
جیسا کہ انہاسکاروں نے ہمارے دماغ میں بربس ٹھوسے کی
کوشش کی، کہ اُس سے پورا بہارت مسلمانوں کے اندھکڑ میں
تھا۔ سچائی یہ ہے کہ پورے بہارت میں کسی بھی زمانے میں
مسلم شاموں نہیں رہا۔ اُس سلسلے میں 50 پرتی شت سے
ادھک بہارت ہندوؤں کی حکومت میں تھا۔ وہاں مسلمانوں کا
کوئی ادھکڑ نہ تھا اور اُس کا سبب یہ تھا کہ ہمارا سنسکرت
پتن نہیں ہوا تھا۔ ہماری سنسکرتی سب بھی ہمیں پڑی رہی
رہی تھی۔

ہاں، مہاراجا ہرپ کے باد سے ہرم کی باہری تھک-
مکھ بدنے لگی تھی اور ہندوؤں کی جگہ
کھچور پکھنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो धारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लूकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा। इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णवर्गी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा। उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया। किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया।
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ। इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ। दोनों में आदान-प्रदान हुआ। इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परियाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ। उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक श्रद्धा, एकेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर धार दिया।

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर वही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं।
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
ता इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुखिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे। भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया। इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का आरसी
में अनुवाद किया था। दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया। इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था। हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है।
रसखान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे। बङ्गाल में

ہاں، مہاراجہ ہرپ کے بعد سے ہرم کی باہری تھک-
مکھ بدنے لگی تھی اور ہندوؤں کی جگہ
کھچور پکھنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो धारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लूकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा। इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णवर्गी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा। उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया। किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर کے بعد وہانت کا یک لک یکک سمپت ہو گیا
نہا اور سہاسوں کے ایک پے کر روگ نے سماج میں جنم لیا۔
انہاس کی اسی پرستہروسی میں بھارت میں مسلمانوں کا
آگم ہوا۔ اس سمے دو سنسکرتیوں کا آما سامنا ہوا۔ دونوں
میں آدان پران ہوا۔ اسلام اور ہندو دھرم میں مہل کی
بانیں نظر آئیں، جن کے پرنام سرورپ راماند، کبیر، چمکنہ
ر ناتک آدی سنکوں کے سمورداہوں کا جنم ہوا۔ انہوں نے
ہادی آسمبروں کی آپکھا کر کے آنترک شردھا، ایشکھرواد،
نراکرواد، مانو میں سمنا تھا مانو پرستھا پر زور دیا۔

ایک اور تو ہندوں میں سہشوں پرورتنیل چل رہی
تھیں، تو دوسری اور بھی پرورتنیل مسلمانوں میں بھی تھیں۔
مسلمانوں کا اسہشوں روگ ہندوں کو اسلام دھرم میں دیکشت
کرنے مندر توڑنے اور ہندوں پر انیچار کرنے کا پکھتی تھا۔ جس
کا پرتندھی تھا—اورنگزیب، تو انہوں کے دوسرے روگ میں
ہرنی، ایل، نسزکھیم، چشتی، اولیا آدی تھے جو سہشوں
تھے اور سنکوجت ملوروتی سے دور تھے۔ بھارت میں صوفیوں نے
وہانت کے آدھار پر اپنا مت چلایا۔ اس روگ کا پرتندھی تھا
—دارالشکوہ جس نے سنسکرت کا ادھون کر کے آپلشوں کا
نارسی میں انولہ کیا تھا، دیہاکھ سے اورنگزیب کی وجہ ہرنی
اور اسہشوں کو کل کر انیچار کرنے کا اوسر مل گیا۔ اس
پر کر تنکالین بھارت میں ہندو اور اسلام دونوں ہی دھرموں
میں دو وروڈھی پرورتنوں نے جنم لیا تھا۔ ہندو سنسکرتی میں
ہی یہ شمتا تھی کہ اس نے ان وروڈھی پرورتنوں کا سمونہ کیا
اور یہ سمونہ ہمیں سہتہ، کانکشل، جہوتھی، دیکان، واستوک
مندر، مسجیدوں آدی سہی میں درشکوچر ہوتا ہے۔
سہلی، خانقائیں آدی مسلمان کبوں نے کوشن تھا
ان کی لہ کے سمونہ میں کارہ تھے۔ ہلال میں

مسلماںوں کے سرکاری میں مہاراجا کا کاروبار میں انہوں نے
باد دھوا، انہوں نے भारतीय ग्रन्थ शास्त्र और व्योमिष
विज्ञान का अनुवाद अपनी भाषा में किया और अनेक
मुक्त बादशाहों ने रामायण और महाभारत का अनुवाद
फारसी में कराया. एक काल में मुसलमान अपनी रचनाओं
का प्रारम्भ गयेश-सरस्वती से करते थे.

बाबुकाळ में भी दोनों सम्प्रदायों की विरोधताई पाई
जाती थी. यहां की इमारतें कारस की भांति न थीं. मुसलमा-
नों द्वारा बनाई गई इमारतों में हिन्दू तत्वों का मिश्रण
रहता था. ताज के शुम्भद पर आज भी पंचरत्न और कमल
देखे जा सकते हैं, परन्तु यह मुसलमानी आप इस्लाम
भारत के मन्दिरों में नहीं पाई जाती, क्योंकि देश का यह
भाग किसी भी समय मुसलमानों के सांस्कृतिक अक्षर में
नहीं आया.

भारतीय संगीत में तय, स्वर, ध्वनि, नृत्य आदि
पर इस्लामी संगीत का प्रभाव पड़ा. धर्म के क्षेत्र में अकबर
ने 'दीन इस्लामी' का प्रचार किया, जिसका उद्देश्य हिन्दू
और इस्लाम धर्मों का समन्वय था. 'सत्यपीर' नामक एक
ऐसे ईश्वर तक की कल्पना की गई जिसे हिन्दू और मुसल-
मान दोनों ही मानें. मुसलमान शासक हिन्दू पर्वों में भाग
लेते थे, वो हिन्दू मुसलमानी त्योहार में. जहांगीर और
शिराजुद्दीन की होली तो प्रसिद्ध थी ही. कैरान और
पोशाक में भी दोनों धर्मों का एक दूसरे पर प्रभाव पड़ा.
शेरबानी, अक्बर, पैजामे, कोट, घोड़ी सभी के लिए एक
सी पोशाकें बन गईं. हिन्दू और मुसलमान दोनों को ही
व्यापार, व्यवसाय, व्यापार तथा पदार्थों के निर्माण के
सम्बन्ध में एक-दूसरे से बहुत कुछ हासिल हुआ. बाबर
तो अपने साथ बाबुखाना भी लाया था, जिसका प्रयोग
आज भी हम करते आ रहे हैं. औषधियों के क्षेत्र में
यूनानी और आयुर्वेदिक दवाइयों का समन्वय हुआ. इस
प्रकार जब दो संस्कृतियों का एक दूसरे से साक्षात्कार हुआ,
दोनों ही पुष्ट हुई.

मुसलमानों के सरकारी में मہاراجا کا کاروبار میں انہوں نے
باد دھوا، انہوں نے भारतीय ग्रन्थ शास्त्र और व्योमिष
विज्ञान का अनुवाद अपनी भाषा में किया और अनेक
मुक्त बादशाहों ने रामायण और महाभारत का अनुवाद
फारसी में कराया. एक काल में मुसलमान अपनी रचनाओं
का प्रारम्भ गयेश-सरस्वती से करते थे.

बाबुकाळ में भी दोनों सम्प्रदायों की विरोधताई पाई
जाती थी. यहां की इमारतें कारस की भांति न थीं. मुसलमा-
नों द्वारा बनाई गई इमारतों में हिन्दू तत्वों का मिश्रण
रहता था. ताज के शुम्भद पर आज भी पंचरत्न और कमल
देखे जा सकते हैं, परन्तु यह मुसलमानी आप इस्लाम
भारत के मन्दिरों में नहीं पाई जाती, क्योंकि देश का यह
भाग किसी भी समय मुसलमानों के सांस्कृतिक अक्षर में
नहीं आया.

भारतीय संगीत में तय, स्वर, ध्वनि, नृत्य आदि
पर इस्लामी संगीत का प्रभाव पड़ा. धर्म के क्षेत्र में अकबर
ने 'दीन इस्लामी' का प्रचार किया, जिसका उद्देश्य हिन्दू
और इस्लाम धर्मों का समन्वय था. 'सत्यपीर' नामक एक
ऐसे ईश्वर तक की कल्पना की गई जिसे हिन्दू और मुसल-
मान दोनों ही मानें. मुसलमान शासक हिन्दू पर्वों में भाग
लेते थे, वो हिन्दू मुसलमानी त्योहार में. जहांगीर और
शिराजुद्दीन की होली तो प्रसिद्ध थी ही. कैरान और
पोशाक में भी दोनों धर्मों का एक दूसरे पर प्रभाव पड़ा.
शेरबानी, अक्बर, पैजामे, कोट, घोड़ी सभी के लिए एक
सी पोशाकें बन गईं. हिन्दू और मुसलमान दोनों को ही
व्यापार, व्यवसाय, व्यापार तथा पदार्थों के निर्माण के
सम्बन्ध में एक-दूसरे से बहुत कुछ हासिल हुआ. बाबर
तो अपने साथ बाबुखाना भी लाया था, जिसका प्रयोग
आज भी हम करते आ रहे हैं. औषधियों के क्षेत्र में
यूनानी और आयुर्वेदिक दवाइयों का समन्वय हुआ. इस
प्रकार जब दो संस्कृतियों का एक दूसरे से साक्षात्कार हुआ,
दोनों ही पुष्ट हुई.

شری چکرورتی راجگوبالاچاریہ

شری چکرورتی راجگوبالاچاریہ

‘اگر تو گنجا سر اور بچے بچے ہال سفید! آپ پیریم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے۔ آپ اپنے اُن پرانے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں؟ بس کیجئے مہاراج! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی؟ اُن دنوں آپ پیریم کا کیا مزہ چکھا ہوگا؟ وہ دن تو دھاتوسی کے تھے۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟‘ اس قسم کے سوالوں کی جڑی‘ خاصکر شہری یوک یوتھ کی ہنسی میرے کانوں میں بار بار پونی رہتی ہے۔

دوسرے کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر میرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیاکھیاں دینا یا لہجہ لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آئلڈوٹھن‘ نامک مذاقہ رسالہ میں اُنکے رشتے پر ایک مضمون لکھنے کا مہینہ ارادہ کیا۔ پیریم کا راستہ بہت کٹھن ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پیریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا میرا رچا ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور لو پڑ کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اچھے کوں سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا ہرناؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پیریم پیدا ہی نہیں ہوئے پاتا؟ کیونکہ اس نئے زمانے میں روزے آپس کے ہرناؤ میں بھی استری اور پیشہ دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بیلے ہی کوئی کچھ کہہ؟ پیریم ہے کھری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پیریم کی تبدل دین یا اسے پیریم کی کسوٹی پر کسے؟ تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح متعین کر سکتے ہوں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لگ رہی ہے، پیریم دونوں طرف سے اُنہیں ہولے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پیریم ایک استری سے پیریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

دوسرے کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر میرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیاکھیاں دینا یا لہجہ لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آئلڈوٹھن‘ نامک مذاقہ رسالہ میں اُنکے رشتے پر ایک مضمون لکھنے کا مہینہ ارادہ کیا۔ پیریم کا راستہ بہت کٹھن ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پیریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا میرا رچا ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور لو پڑ کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اچھے کوں سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا ہرناؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پیریم پیدا ہی نہیں ہوئے پاتا؟ کیونکہ اس نئے زمانے میں روزے آپس کے ہرناؤ میں بھی استری اور پیشہ دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بیلے ہی کوئی کچھ کہہ؟ پیریم ہے کھری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پیریم کی تبدل دین یا اسے پیریم کی کسوٹی پر کسے؟ تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح متعین کر سکتے ہوں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لگ رہی ہے، پیریم دونوں طرف سے اُنہیں ہولے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پیریم ایک استری سے پیریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اُسی طرح

اس بربادی کے لیے پرم نہیں ہوتا۔ اگر ایک پرم یا استری نے پرم پیدا کر لیا، اور کوئی دوسرا ذریعہ حاصل کیا ہو تو اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے کہ لوگ اس پرم یا استری کو چاہتے ہیں۔ اس کے لئے کیا کیا جائے؟ کم دہر استری پرشوں کی ایک ایک چیزیں بنا کر ان پر اپنے پرموں کے ہاتھ سے پرم نہیں کرنا۔ اگر سب لوگ پرم دوا ہی کرنا چاہیں تو نتیجہ آپس کا کلمہ، دیر کا لڑائی چھکوا ہوا، کچھ ہاتھ نہ لگتا اور بھرتوں کو دوا کے ہاتھوں کو لڑنا پڑے گا۔ اس لئے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرم کی شرط یہ نہیں ہو سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پرم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں یہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پرم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کبھی کبھی دونوں (استری اور پرم) پرم کا انہو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کبھی کبھی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے، جس کا لہا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ ہی یہ کوئی اکل نام نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں پرم ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پائی تو پراسا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پرم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں یہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پرم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کبھی کبھی دونوں (استری اور پرم) پرم کا انہو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کبھی کبھی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے، جس کا لہا تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ ہی یہ کوئی اکل نام نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں پرم ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پائی تو پراسا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

وولہت استری پرشوں کو چاہتے کہ وہ ایک دوسرے کی دوست کریں، آپس میں پرم پرم بڑھائیں، سہوگ اور دوستی سے اپنی زندگی بٹانا سیکھیں۔ اس میں پرم کی کمی ہے؛ یہ تو ماں باپ کی رچی ہوئی شادی ہے؛ یہ تو اپنے مزہ کھانا ہے؛ اس طرح چاروں میں قرب جالے یا چنگا گرسٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے دیکھیں کی کئی ہی پرم کہانیاں ہم پڑھتے ہیں، سلیم دیکھتے ہیں، بس یہی چیزیں ہیں، اسی میں سچا سچ زندگی کا سما ہوا ہے۔ ایسی بے کار کلمہ میں پرم نہ لے کر ہی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے دیکھیں میں بھی استری پرم اور سندر چھوٹے ہوتا سکتے ہیں۔

اے نوجوان! تمہارے کوئے آئی ہوئی استری ہے، تم نے کبھی اس پر دیا کر؟ کسلی میں اپنا مایا چھوڑ کر ایک یوتی کسمہ سانس اور کسمی پرسلا کے ساتھ ایک لجنی نئے پرم میں آکر مل جاتی ہے۔ کس پرکار آشا باندھ کر، کس کے ہاتھ پر اتنا سانس، اتنی خوشی اور اتنا آلود محسوس کرتی ہے؟ ہو ایک چاروں نوجوان گہرائی کے ساتھ سوچیں، تو اے صوبہ ہوا۔ ایسی صوبہ اور ایسی مضبوطی آج تک کسی پرم نے ہتھی ہے یا ہلا سکتا ہے؟ کم عمر کی ذہن کے اس

اے نوجوان! تمہارے کوئے آئی ہوئی استری ہے، تم نے کبھی اس پر دیا کر؟ کسلی میں اپنا مایا چھوڑ کر ایک یوتی کسمہ سانس اور کسمی پرسلا کے ساتھ ایک لجنی نئے پرم میں آکر مل جاتی ہے۔ کس پرکار آشا باندھ کر، کس کے ہاتھ پر اتنا سانس، اتنی خوشی اور اتنا آلود محسوس کرتی ہے؟ ہو ایک چاروں نوجوان گہرائی کے ساتھ سوچیں، تو اے صوبہ ہوا۔ ایسی صوبہ اور ایسی مضبوطی آج تک کسی پرم نے ہتھی ہے یا ہلا سکتا ہے؟ کم عمر کی ذہن کے اس

خاندان اور سماج کی طرف سے ہر نوجوان اپنی اس زندگی کے طرف اپنے نفس کو متوجہ کر سکتا ہے۔ اس کے اس بعد وہ اپنے جسمانی سکس ہوگ کے لئے ملے ہوا ایک ہنر، کبھی نہیں سمجھتا۔ وہ اسے اپنے لئے حاصل کرتا ہے، بہت بڑے مہنگے دھن کے روپ میں پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی پتنی کے ساتھ ایک سچے مگر کے سامان آئے، شوق اور شرمیلا ہوا سے ہوتا ہے۔ وہ من مانی کبھی نہ کرے گا۔ وہ اپنے تئیں مالک، اپنی لستری کو اپنا نظم یا پیر کی جوتی کبھی نہ سمجھتا۔

جسمانی ہوگ مگر کو رواہ کا مقصد نہیں سمجھتا چاہئے؛ پر لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ دہشتوں کو شریہ میں آتیں ہونے والی قدرتی امنوں کی، ان کا پرسہ کے ساتھ بڑھانے کا سادھن سمجھ کر رکشا کرنی چاہئے۔ وہ پریم کو بڑھا کر ایک کر بکا کرے والی ایک مضبوط اور قدرتی شکتی ہے۔ اسے کبھی نہ ہولنا چاہئے کہ وہ لوگوں کا ایک ایوگی اور پونہ سادھن ہے، نہ کہ جنہیں کا سکس۔ اس طرح کا دھوکا کھانے سے سارا جنہوں نشہ ہو جاتا ہے، وہ دھمکے بن جاتا ہے۔

ہو جاتا ہے، وہ دھمکے بن جاتا ہے۔

آج سے سیکڑوں برس پہلے ہمارے دشمن بھارت کے ایک مہاکوی اور سنت پرہی 'کریو اور' نے پتنی کو جنہوں شکتی کے نام سے پکارا تھا۔ دہشتوں کو اس سنت مہاکوی کی وانی کا مرم سمجھ کر اپنے جنہوں میں اسے قتالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔ پتی اور پتنی کو آپس میں ساتھ بھاؤ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جنہوں کی ہر ایک بات پر آپس میں ملح کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے بتوارے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ گھر کی دیکھ ریکھ لستری کے ذریعہ ہو اور باہر کا سارا دیوہار پرشن کرے۔ اہمیاں اور سادھن سے یہ بہت سہل ہو سکتا ہے۔ دونوں کی بدمی، بھاؤ اور شکتی بڑھ کر پریم اور آند میں بدل جائیگی۔ آجکل کے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں ہم جس قسم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر ہمیں اس جنہوں شکشا سے فائدہ

نہ تو پریم مرض ہے اور نہ بیاد اس کی دوا۔ پریم کے آردنہ ہونے کے بعد پتی پتنی بنتا کہیں بہتر ہے۔ ہم دونوں ملکر پریم اور مہوگ بھاؤ سے گھر کرہستی چلتے ہیں، اس طرح کا نشہ، کر پریم کے آویگ کے بنا ہی بہت معمولی طور سے ملے ہوئے دو پتنی ہی اسی طرح اپنا جنہوں بنا سکتے ہیں۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ پریم کو مرض اور دواہ کو اس کی دوا سمجھنا بھول ہے؛ کیونکہ ایسا سمجھ لیا جائے تو دوا کے سینوں سے جیسے بھار ہاگ جاتا ہے، ٹھیک اسی پرکار دوا ہونے پر پریم کو بھی غائب ہو جاتا ہے۔ تب تو جبر اور دوا کا ٹھیک ٹھیک جمع خرچ ہو جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے پریم تپ نہیں

है, वह फूलों में सम्राई हुई सुगन्धि के सामान एक टिकाक झुरती ताकत है। कभी कभी वह आप-से-आप समझ पकती है। नहीं तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा भी कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है। उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अन्ध-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (वह मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। तब रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने अन्नकोष के सारे तेज को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-पात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शोर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का सयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुत्ता छोड़कर या खुदा से निम्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना जरा टेढ़ी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बड़े हुए प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्हे ल रादल' यह कर्णिय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—इ प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिवाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

है, वह धूलों में सम्राई हुई सुगन्धि के सामान एक टिकाक झुरती ताकत है। कभी कभी वह आप-से-आप समझ पकती है। नहीं तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा भी कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है। उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अन्ध-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (उस मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। तब रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने अन्नकोष के सारे तेज को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-पात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शोर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का सयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुत्ता छोड़कर या खुदा से निम्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना जरा टेढ़ी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बड़े हुए प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्हे ल रादल' यह कर्णिय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—इ प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिवाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

جاتا ہے۔ ایک غریب بھائی بھائی ہے، رونا کے بعد ہی دھڑکے بیٹھے
 کو چھوڑ دے۔ بھائیوں ایک مہمان چنگ ہے۔ اس بھوت
 میں من کی پھوٹا کی پٹی کڑی ہے کڑی پر پھٹائیں ہمارے
 اُنک آپسٹ ہوئی۔ رات میں 'ریل گری میں' یار دوستوں کے
 بہل' دھوت میں، کبھی نہ کسی موقع پر پریم کے ادھک لہج
 روپ رنگ' کن آکر میں لہج میں دکھائی دے گی۔ لہجی دھڑکے
 لہجی کو لہجہ لہجہ کرنے والے کئی خیالات ہمارے دل میں
 پہج ہی میں آکر دے۔ لہجی کی طرح اُن سے لوکر آکر میں لہج
 لہج میں کو لہجہ لہجہ۔ چاہے پریم دوا ہو، چاہے سادھان رونا سادھان
 تو بد تو ہی شروع ہوتا ہے۔ اُس میں جہ پائے ہوا' لہجہ حاصل
 لہجہ ہوتا' سک لہجہ۔

سچ تو یہ ہے کہ سب جیوآتما ایک ہیں۔ اُس میں
 پرش ایک اُنھی ہے، دوسرا اُنھی استی ہے۔ دونوں ملکر
 اوریت ہوا کے سامان کے لئے آمز پڑتے ہیں۔ یہی پریم کی
 ہمارے وجدی شکتی ہے؛ لیکن اُسے سوا کے بیتر ہی رکھنا
 چاہئے۔ سوا کو لاکھوں سے سب جل کر خاک ہو جائیگا۔ ہم
 اُننی اُلج سہ نہیں سکتے۔ الگ الگ انکیتی اور دیہک ہی
 جیوں ہے؛ اِس لئے ہم اپنا اپنا چولہا اور دیہک جلا کر اُسی کی
 کشا کر سک شکتی سے جیوں بنائیں۔

زندگی اور حقیقت

شری گوبیند سنم

دوبک دوبک کرتی ہوئی قلندر کے قدمرو کی دھن بھج بازار میں لوگوں کو اپنی اور بھینچ لیتی ہے۔ بازار کے آوارہ لڑکے جب اس دھن کو سنتے ہیں تو تماشہ دیکھنے کے لئے قلندر کی اور لپکتے ہیں۔ شاید بندروں کا تماشہ دیکھنے میں انہیں براؤزا ملتا ہے۔ عموماً بڑی عمر کے لوگ بھی بندروں کا تماشہ بڑی دلچسپی سے دیکھا کرتے ہیں۔ تماشہ کی جگہ سب کا ٹھہر لگا رہتا ہے۔ بچے وہاں قلندر کے چاروں اور گھبرا ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ طالبان بیتکہ اور ہنسٹے ہیں۔ وہ لوگ جو بچوں کے پیچھے چمکتے ہاتھ کھڑے رہتے ہیں ان چہرہ بچوں کا کرتوعل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ بچے اور بندر سبھی تو تماشہ ہے۔

دنیا تو ہمیشہ سے تماشہ دیکھنے کی عادی ہے۔ دنیا تماشہ ہے، دنیا کے لوگ تماشا بہن ہیں۔ وہ کبھی خود تماشہ بنتے ہیں اور کبھی تماشا بہن؛ وہ خود کھڑی ہیں اور کھل بھی لیتیں وہ بہت کم اپنے آپ کو دیکھتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کی اپنی کمزوریوں نے اسے خودغرض اور منور ہونا دیا ہے۔ اس کی شان، اس کی شخصیت، اس کی اُملگ، اس کے چار سب کے چار نہ ہو کر، کپول نجی و چار ہو گئے ہیں۔ یہ ماتو کا بڑی نہیں، ویلیک نہیں، غور ہے، خودغرضی ہے۔ اس کی بھی خودغرضی دھرتی کو بہشت نہیں بنانے دیتی۔ دنیا تماشہ دیکھتی ہے، یہ بھی تو بتاتا مشکل ہے۔

اُس دن قلندر کا تماشہ دیکھنے کے لئے میں بھی بازار میں پہنچنے کے پہلے جا کر کھڑا ہو گیا۔ قلندر قمر بچا رہا تھا اور منہ سے کچھ بول بھی رہا تھا۔ تماشہ دیکھنے کے لئے پہنچنے کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ قلندر قمر بچانا ہوا مجمع کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگاتا ہوا ہوا۔ ”بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ“ سامنے کھڑے بچوں کو ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ ”بچو پیٹھ جاؤ“ سب پیٹھ جاؤ۔ ”کچھ دیر تک پہنچنے کو اور زیادہ اُلکھا کرنے کے لئے قمر بچانا رہا۔ کچھ رتہ رتہ بول بھی بولتا رہا۔ رات میں کچھ اور خاص بین آکھڑے ہوئے۔ اُس نے کہا۔ ”بچو ذرا زور سے قالی بچاؤ۔“ بچے خوشی سے قالیاں پیٹنے لگے۔ لیکن اُسے تسلی نہیں ہوئی اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے ہوا۔ ”جو بچہ زور سے قالی نہیں بچاؤگا“ اُس کے ہاتھ میں پھڑپھڑا ہوا ٹکڑا تھا۔ اُس پر سب بچے زور سے قالیاں پیٹنے لگے۔ لوگوں کی اور زیادہ دلچسپی بڑھی۔ قلندر نے بندروں کی دھمکی نہ لی۔ اُن میں ایک نہرتا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اُس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا تھا۔ لیکن جیوں ہی بندرپا قلندر کے اشارے سے ایک لکڑی پھاند کر فلپازاں دکھانے لگی، بچہ اُس کی پیٹھ پر سے اتر کر ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو پہروں کے سہارے اکڑوں بیٹھ دیکھ کر بچے کھلے پانڈر ہنس دینے۔ وہ نہٹا سا چھو عجیب قری ہڑی نگاہوں سے اُن بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

فلنڈر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہا
دولہن کو بیاہ کر لایا، پھر اُن کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔
سب سے پہلے دو سال تک وہ خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔
وہ کبھی ہنستے اور بکرتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روکتے اور
پھر ایک دوسرے کو مٹاتے تھے۔ دن بیتتا رہتا تھا اور کہانی
ختم ہونے کو آتی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی
ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی درشوں کے بعد جوانی

کے دن بیتا کر بڑا ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ جیندری بےکار ہے، بڑا بندر اپنی آغوش بھونک کر اس سلسار سے اٹھ جاتا ہے۔ اس کا شو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے۔ بڑی باندیا پتی کے شوک میں پاگل ہو اُٹتی ہے اور وہ اس کے سرہانے بیٹھ کر روپ کرتی ہے۔

تماشائیوں تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ مرنے لگے بندر کے شو کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی روتی ہوئی باندیا کہہ رہی تھی، جو اپنی دونوں ہاتھیلیوں گلوں پر رکھ کر رونے کی نقل اُتار رہی تھی۔ تماشا بین دیکھ دیکھ ہنس رہے تھے۔ ”واہ کیا مزہ کا تماشا ہے۔ کتنے سدھانے ہوئے بندر ہیں۔“

آخر کار باندیا کسی آنجانے کے سر پر چڑھ کر بیٹھ کر کہنے لگی۔ ”یہ! یہ! یہ!“ باندیا روتی کی نقل اُتارتی اُتارتی ہکا بکا کہنے لگی، ”یہ! یہ! یہ!“ وہ رونا بول لگی۔ اس نے سنا یہی نگاہوں سے گردہ ہونے لگی اور دیکھا۔ بچہ یہ چہچہا رہا۔ ”یہ! یہ! یہ!“ وہ بھاگل ہو اُٹتی اور بندر سے ہٹ کر اس کی اور لپکی۔ بچہ اُچک کر اس کی چپٹی سے چمٹ گیا۔ اسے سینے سے لگا کر باندیا کی چپٹی کے پچھلے

کھانے کی کہانی اور کہنے کی طرف اُٹھتی ہوئی رہ گئی۔ بندر کی موت کے بعد وہ سلسار کی نساہت پر کچھ روشنی ڈالتا۔ شاید وہ روتی کھلتی باندیا کو چمپ کرانا ہوا کہتا۔ ”بیٹا جانے دے! اب مت رو! یہ سلسار نساہت ہے! دنیا میں ایک انا اور ایک جاتا ہے! سلسار ایک سرانہ فانی ہے، جہاں لوگ کچھ دن ٹھہر کر پھر اپنی اپنی راہ لگتے ہیں۔ جہاں میں وہ کر پھٹ کی فکر کوئی پڑتی ہے بھلی! پھٹ کا دھندھا تو ہمیشہ ہی ساتھ لگا رہتا ہے۔ پھٹ میں اُن بڑے تو آدمی زندہ رہتا ہے۔ جب موت آتی ہے تو ساری چٹائیں چلی جاتی ہیں۔ پھر بتا تو ہمارے یہ تماشا کس اٹھ گیا...!!“ وہ اپنا پھٹ ٹوٹتے ہوئے دیکھتی ہوئی کہتی۔ ”پھٹ کے لئے!“

”ہاں بیٹی! پھٹ کی بھول بھول ہوتی ہے۔ تیرا تماشا دیکھنے والے تو کچھ پैसे، دو پائی، دو پائی جس سے جو کچھ بن پڑے گا، اُتار دے گا۔“ پھر کھلند اپنی چاندی دھرتی پر پھیلانے لگا۔ ”خدا آپ کی آل اولاد کا یہ کرے... خدا آپ کی مراد پوری کرے...“ کہتا ہوا باندیا کی دس تھیلی کر دیتا۔ وہ لوگوں تک جاتی اور ہاتھ پھیلا کر پوسے مانگتی۔ فرور کچھ نہ کچھ ملتا۔ کچھ پوسے پا جانے پر کھلند خوش ہو جاتا۔ اس پر کوئی اس تماشا کا انت نہ ہوتا۔

لیکن اس تماشا کے انت کے پہلے ہی باندیا نے اپنے کھل ختم کر دیا تھا۔ وہ اپنے مرنے والی کے

کے دن بتا کر بڑا ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ زندگی بےکار ہے، بڑا بندر اپنی آغوش بھونک کر اس سلسار سے اٹھ جاتا ہے۔ اس کا شو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے۔ بڑی باندیا پتی کے شوک میں پاگل ہو اُٹتی ہے اور وہ اس کے سرہانے بیٹھ کر روپ کرتی ہے۔

تماشا بین تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ مرنے لگے بندر کے شو کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی روتی ہوئی باندیا کہہ رہی تھی، جو اپنی دونوں ہاتھیلیوں گلوں پر رکھ کر رونے کی نقل اُتار رہی تھی۔ تماشا بین دیکھ دیکھ ہنس رہے تھے۔ ”واہ کیا مزہ کا تماشا ہے۔ کتنے سدھانے ہوئے بندر ہیں۔“

آخر کار باندیا کسی آنجانے کے سر پر چڑھ کر بیٹھ کر کہنے لگی۔ ”یہ! یہ! یہ!“ باندیا روتی کی نقل اُتارتی اُتارتی ہکا بکا کہنے لگی، ”یہ! یہ! یہ!“ وہ رونا بول لگی۔ اس نے سنا یہی نگاہوں سے گردہ ہونے لگی اور دیکھا۔ بچہ یہ چہچہا رہا۔ ”یہ! یہ! یہ!“ وہ بھاگل ہو اُٹتی اور بندر سے ہٹ کر اس کی اور لپکی۔ بچہ اُچک کر اس کی چپٹی سے چمٹ گیا۔ اسے سینے سے لگا کر باندیا کی چپٹی کے پچھلے

کھانے کی کہانی اور کہنے کی طرف اُٹھتی ہوئی رہ گئی۔ بندر کی موت کے بعد وہ سلسار کی نساہت پر کچھ روشنی ڈالتا۔ شاید وہ روتی کھلتی باندیا کو چمپ کرانا ہوا کہتا۔ ”بیٹا جانے دے! اب مت رو! یہ سلسار نساہت ہے! دنیا میں ایک انا اور ایک جاتا ہے! سلسار ایک سرانہ فانی ہے، جہاں لوگ کچھ دن ٹھہر کر پھر اپنی اپنی راہ لگتے ہیں۔ جہاں میں وہ کر پھٹ کی فکر کوئی پڑتی ہے بھلی! پھٹ کا دھندھا تو ہمیشہ ہی ساتھ لگا رہتا ہے۔ پھٹ میں اُن بڑے تو آدمی زندہ رہتا ہے۔ جب موت آتی ہے تو ساری چٹائیں چلی جاتی ہیں۔ پھر بتا تو ہمارے یہ تماشا کس اٹھ گیا...!!“ وہ اپنا پھٹ ٹوٹتے ہوئے دیکھتی ہوئی کہتی۔ ”پھٹ کے لئے!“

”ہاں بیٹی! پھٹ کی بھول بھول ہوتی ہے۔ تیرا تماشا دیکھنے والے تو کچھ پैसे، دو پائی، دو پائی جس سے جو کچھ بن پڑے گا، اُتار دے گا۔“ پھر کھلند اپنی چاندی دھرتی پر پھیلانے لگا۔ ”خدا آپ کی آل اولاد کا یہ کرے... خدا آپ کی مراد پوری کرے...“ کہتا ہوا باندیا کی دس تھیلی کر دیتا۔ وہ لوگوں تک جاتی اور ہاتھ پھیلا کر پوسے مانگتی۔ فرور کچھ نہ کچھ ملتا۔ کچھ پوسے پا جانے پر کھلند خوش ہو جاتا۔ اس پر کوئی اس تماشا کا انت نہ ہوتا۔

لیکن اس تماشا کے انت کے پہلے ہی باندیا نے اپنے کھل ختم کر دیا تھا۔ وہ اپنے مرنے والی کے

سیرہانے بٹھنے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو جلاہی سے لگائے قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاؤٹی موہ اور شوک پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”ا بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

ابن ہندیا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اس کی گردن سے ہلکی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بجن۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کنتو تماشہ آگ نہ پڑ سکا۔ قلندر اس بار ہندیا کو قہقہہ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے ہواڑ لگے اس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ”مالک! کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پانیکا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اس نے تراق سے چھڑی اس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارے چوت سے تلمہ اٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ قہقہہ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اسے بری طرح پیٹنے لگا! لوگ اس کا پٹنا اور قلندر کا پٹنا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے قہقہے لگائے اور سب آپس میں منور لہجہ باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناؤٹی نند سوہا ہوا ہندر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ بوجھارا سہما سہما سا ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارے مار کھا کھا کر اچھل رہی تھی اور ہندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڈوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھمبیر ہو گیا اور اتھاس کے انہوں خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اتھاس چبھا تھا۔ جب مانو انکی کر کے ہائر سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلسک جڈوں کے بیچ میں۔ تب اس کے اور پشوں کے جہوں میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اس میں بدھی اور کہاں ہوا۔ اس نے نئی شکتی حاصل کی، اس میں شردھا اور پرہم کی بھارنا چاگی۔ اس نے جن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

سیرہانے بٹھنے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو جلاہی سے لگائے قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاؤٹی موہ اور شوک پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”ا بیٹی! قر گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

ابن ہندیا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اس کی گردن سے ہلکی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بجن۔ تماشہ بینوں نے داچسہی ظاہر کی۔ کنتو تماشہ آگ نہ پڑ سکا۔ قلندر اس بار ہندیا کو قہقہہ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے ہواڑ لگے اس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ”مالک! کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پانیکا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اس نے تراق سے چھڑی اس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارے چوت سے تلمہ اٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ قہقہہ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلتی ہوئی اس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اسے بری طرح پیٹنے لگا! لوگ اس کا پٹنا اور قلندر کا پٹنا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے قہقہے لگائے اور سب آپس میں منور لہجہ باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناؤٹی نند سوہا ہوا ہندر چونک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ بوجھارا سہما سہما سا ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارے مار کھا کھا کر اچھل رہی تھی اور ہندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڈوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھمبیر ہو گیا اور اتھاس کے انہوں خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اتھاس چبھا تھا۔ جب مانو انکی کر کے ہائر سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلسک جڈوں کے بیچ میں۔ تب اس کے اور پشوں کے جہوں میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اس میں بدھی اور کہاں ہوا۔ اس نے نئی شکتی حاصل کی، اس میں شردھا اور پرہم کی بھارنا چاگی۔ اس نے جن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

نشاہی

وہاں سے خوددار، لالچ اور غرور پیدا ہوا۔ پھر اُس کے کل اور قبیلے بچے اور قبیلوں کے سردار بنے۔ پھر قبیلوں کے آپسی بددعہ شروع ہوا۔ ایک وجہتا ہوتا اور دوسرا داس، ایک مالک اور دوسرا نوکر۔ ایک کی زبان پر حکم ہوتا، دوسرے کی زبان پر نوبت۔ ایک کی تلوار ہوتی اور دوسرے کی گردن۔ سماج میں نئی پرکار کے بیڑے ہو گئے۔ انہیں بیڑوں کو لیکر مانو سماج گرا گیا اور کیا یہ بندر کا تماشا مانو جہوں کی ایک لمبی لہری نہیں ہے!

اب بھی ممتا سے بھری اس بے بس بندریا پر مداری کی چوڑی تواتر پڑ رہی تھی۔ اُس کا شہر تھلا پڑ رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو دھک کر اُس تواتر کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دمرنی اور اُکھل کو اپنی ممتا سے دھک لیتی!

لہری

اب بھی ممتا سے بھری اُس بے بس بندریا پر مداری کی چوڑی تواتر پڑ رہی تھی۔ اُس کا شہر تھلا پڑ رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو دھک کر اُس تواتر کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دمرنی اور اُکھل کو اپنی ممتا سے دھک لیتی!

بھیا

بیا

بھائی مدن گوپال جی

بھائی مدن گوپال جی

بھئی کا پوسلہ کدورت کا ایک ایسا انجمن تھا جسکی وجہ سے بھئی کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھئی کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چیزوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھئی کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے بھئی اندیشہ دہنے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمبہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھوں کے اُس پلے پلے باری کے نزدیک، جہاں

بھئی کا گھونٹا قدرت کا ایک ایسا اچلیا ہے جس کی وجہ سے بھئی کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھئی کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چیزوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھئی کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے بھئی اندیشہ دہنے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمبہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھوں کے اُس پلے پلے باری کے نزدیک، جہاں

پانی کی کمی نہ ہو، کبھے کبھے درختوں کی ٹہنیوں سے بھڑ اپنے
घोंसले वहाँ लटकता है जहाँ बिस्ली, सांप बरोरा की पहुंच
न हो. घोंसले के आस पास बैठने की गुँजाइश न होने की
वजह से किसी परिन्दे का भी डर नहीं रहता. घोंसला हवा
में इस तरह लटकता है कि न कोई उसपर लपक सके, न उसमें
होंगे मार सके. उड़ते उड़ते घोंसले में घुस सको तो घुस
जाओ बरना बाहर मुँह ताकते रहो. अन्दर जाने और बाहर
निकलने के रास्ते भी इतने तंग कि बच्चे जैसा छोटा जानवर
ही उसमें दाखिल हो सकता है.

अंगरेजी में उसे बीवरबर्ड (Weaver-bird) यानी
जुलाहा कहते हैं. जो उसके घोंसले को देखता है वह उसकी
कारीगरी की वाद दिये बरोर नहीं रह सकता. और जिस
किसी ने इन घोंसलों की बनावट को परखा है वह उसकी
कारीगरी के अलावा उसकी मेहनत की भी तारीफ करता है.
सदियों से लोग इसका घोंसला देखकर हैरान होते आए हैं.
पर मिस्टर सालिम अली शायद पहला आदमी था जिसने
बच्चों के रहन सहन को अच्छी तरह परखा और जांचा
और जिसने उनके अजीब रस्मों रिवाज का पता लगाया.
इसके बाद तो बहुत सों ने इस तरफ ध्यान दिया और
सालिम अली की मालूमात को दुरुस्त पाया. उनकी मालूमात
से पता लगता है कि दुनिया में विकास क्या क्या निराले
ढंग अख्तियार करता है.

बच्चों की तीन चार क्रिस्में हैं जो आपस में मिलती
जुलती नहीं हैं. इन क्रिस्मों में फ़रक़ सिर्फ़ पंखों के रंग का होता
है और वह भी बहुत नहीं, एक में सियाही ज़ियादा, एक में
कहीं कहीं भूरापन, ज़ियादा. अमूमन तो ये क्रिस्में दूर दूर
अलग अलग मुल्कों में रहती हैं, लेकिन कभी कभी दूरख़्तों
के एक ही मुँह में दो क्रिस्म के बच्चे भी बसेरा करते हैं.
लेकिन ऐसी हालत में भी किसी एक दूरख़्त पर जितने घोंसले
होंगे वह एक ही जात के होंगे चाहे दूसरी जात के घोंसले
दूसरे पास के दूरख़्त पर ही क्यों न हों. बच्चे दस दस बारह
बारह के गिरोहों में रहते हैं. लेकिन इनमें यह एक अजीब
निराली रसम है कि नर बच्चों की पार्थी अलहदा और
मादीन बच्चों की टोली जुदा.

घर किस जगह बनाए जाय, उस जगह को पसन्द करने
के लिये शुरू में सिर्फ़ नर बच्चे आते हैं. चूँकि घोंसले लम्बी
लम्बी घासों के सूतों से बुने जाते हैं इसलिये हमेशा ऐसी
जगह पसन्द की जाती है जिसके आस पास यह लम्बी घासें
मौजूद हों. और चूँकि इन्हें कीड़े मकौड़ों के अलावा अनाज
और बीज बरोर खाने का भी शौक़ है इसलिये आस पास
खेती बाड़ी का होना भी मामूली बात है. सरकडे
सनककडे, जवार, मकई, मूँजी, केल बरोरा के लम्बे लम्बे
पत्तों में से एक एक दो दो फुट लम्बे पतले रेशे ये चोंच से

पानी की کمی نہ ہو، کبھے کبھے درختوں کی
ٹہنیوں سے وہ اپنے گھونسلے وہاں لٹکتا ہے جہاں ہلی
سانپا وغیرہ کی پہونچ نہ ہو. گھونسلے کے آس
پاس بیٹھنے کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کسی
پرندے کا بھی ڈر نہیں رہتا. گھونسلا ہوا میں اس طرح لٹکتا
ہے کہ نہ کوئی اس پر ایک سکے نہ اس میں ٹھونکیں مار سکے.
اُڑنے اُڑنے گھونسلے میں گھس گھس سکو تو گھس جاؤ ورنہ باہر ملے
ناکام رہو. اندر جانے اور باہر نکلنے کے راستے بھی
انہی تنگ کے ہٹے جیسا چھوٹا جانور ہی اس میں داخل ہو
سکتا ہے.

انگریزی میں اسے ویور برڈ (Weaver-bird) یعنی
جھلاہا کہتے ہیں. جو اس کے گھونسلے کو دیکھتا ہے وہ اس کی
کاریگری کی داد کی، دیکھ بھنر نہیں رہ سکتا. اور جس کسی نے
ان گھونسلوں کی بناوٹ کو پرکھا ہے وہ اس کی کاریگری کے علاوہ
اس کی محنت کی بھی تعریف کرتا ہے. صدیوں سے لوگ
اس کا گھونسلا دیکھ کر حیران ہوتے آئے ہیں. پر مستر سالم علی
شاید پہلا آدمی تھا جس نے ان کے رہن سہن کو اچھی طرح
پرکھا اور جانچا اور جس نے ان کے عجیب رسم و رواج کا پتہ
لگایا. اس کے بعد تو بہت سوں نے اس طرف دھیان دیا اور
سالم علی کی معلومات کو درست پایا. ان کی معلومات سے پتہ
لگتا ہے کہ دنیا میں کس کس کیا کیا نرالہ تھلگ اظہار کرتا
ہے.

انہوں کی تین چار قسمیں ہیں جو آپس میں ملتی
جلتی نہیں ہیں. ان قسموں میں ذوق صرف پروں کے رنگ کا
ہوتا ہے، اور وہ بھی بہت نہیں، ایک میں سیاہی زیادہ، ایک
میں کہیں کہیں بھوراپن زیادہ. عموماً تو یہ قسمیں دور
دور الگ ملکوں میں رہتی ہیں. لیکن کبھی کبھی درختوں کے
ایک ہی چنڈ میں دو قسم کے ہٹے بھی بسیرا کرتے ہیں.
لیکن ایسی حالت میں بھی کسی ایک درخت پر جتنے گھونسلے
ہونگے وہ ایک ہی ذات کے ہونگے چھ دوسری ذات کے
گھونسلے دوسرے پاس کے درخت پر ہی کہیں نہ ہوں. ہٹے
دس دس بارہ بارہ کے گروہوں میں رہتے ہیں. لیکن ان میں
بہ ایک عجیب نرالی رسم ہے کہ نر بیوں کی پابائی علیحدہ اور
مادیون بیوں کی ٹولی جدا.

گھر کس جگہ بنائے جائیں، اس جگہ کو پسند کرنے کے لئے
شروع میں صرف نر ہٹے آتے ہیں. چونکہ گھونسلے لمبی
لمبی گھاسوں کے سوتوں سے بنے جاتے ہیں اس لئے ہمیشہ ایسی
جگہ پسند کی جاتی ہے جس کے آس پاس یہ لمبی گھاسیں
موجود ہوں. اور چونکہ انہیں کیڑے مکوڑوں کے علاوہ اناج
اور بیج وغیرہ کھانے کا بھی شوق ہے اس لئے اس پاس کھیتی
بازی کا ہونا بھی معمولی بات ہے. موندھے، سن کڑے، چارار
مکئی، مونجی، کیلہ وغیرہ کے لمبے لمبے پتوں میں
سے ایک ایک دو دو فٹ لمبے پتے ریختے یہ چونچ سے

بیرتے ہیں اور پھر چونچ سے ہی انہیں بن کر اور ان میں قرہ ڈالکر اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ شروع میں ہر ایک بیا اپنے اپنے گھونسلے کے لئے ایک الگ مضبوط شائع چنتا ہے۔ پھر گھاس کی رسیوں سے بناکر اس شائع پر اس طرح کس کر اویٹتا ہے کہ ہلنے نہ پائے۔ پھر ان رسیوں میں اور رسیاں جوڑ کر ایک لمبا جھولا بناتا ہے اور پھر اس جھولے کی رسیوں کے دھاگیں میں اور دھاگے جوڑ کر ایک تمبھری کی شکل کا کمر بناتا ہے۔ اس کے بیچ کے حصہ میں وہ اندر کے لئے اور اپنے رہنے کے لئے ایک الگ خانہ بناتا ہے جس کی وجہ سے یہ درمیانی حصہ ہماری بہکم ہو جاتا ہے۔ تو تمبھری کے دونوں طرف وہ آگے آگے کے راستہ لکھتا ہے، تاکہ آگے آگے اگر چاہے تو نیچے سے گھس کر اوپر سے سیدھا نکل جائے۔ گھونسلے کا مٹی یعنی تو اس انچ لمبا اور پانچ چھ انچ موٹا ہوتا ہے۔ اس بیان سے یہ تو صاف ہے کہ کاریگری کے علاوہ بہت محنت اور طاقت چاہئے۔ کئی دنوں کی متواتر محنت سے ایک گھونسلہ بناتا ہے۔ کوئی بیا دوسرے بیوں کو گھونسلہ بنانے میں مدد نہیں دیتا۔

جب یہ بیاں کھڑی بن چکے ہیں تو، کھرب نہیں، مادیں بیاں کو کس طرح اس کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ بہر حال ان کی ایک پارٹی کی پارٹی وہاں ان کو دیتی ہے۔ نہ بہت انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں خوش کرنے کے لئے گانے ناچنے بھی ہیں۔ لیکن مادیں ان کے گانے ناچنے کو شائد دیکھتی بھی نہیں۔ وہ تو گھونسلے دیکھتی ہیں۔ کونسا اچھا اور خوب تیار ہے۔ نہ تو گھونسلے چھوڑ کر الگ شاخوں پر بیٹھ کر گانے ہیں اور مادیں ایک ایک گھونسلے کو اندر اور باہر سے خوب اچھی طرح دیکھتی ہیں اور اپنے اپنے لئے ایک گھونسلہ چنتی ہیں، نہ آپس میں نہیں لڑتے اور نہ مادیں کی لڑائی میں شریک ہوتے ہیں۔ اچھے گھونسلے کے لئے مادیں میں کبھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے، 'گھونسلے اس کا جو دوسری کو ہرا دے۔ جو گھونسلہ کافی اچھا نہ بنا ہو اسے کوئی مادیں نہیں پسند کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ گھونسلے بن بسے ہی رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اپنا اپنا گھونسلہ چن لیتی ہیں تب وہ اپنے اپنے گھونسلے بنانے والے نہ تو کو ہلتی ہیں—اؤ، اب ہم تم ملکر اس میں رہیں۔ جن کے گھونسلے کسی کو پسند نہیں آتے وہ نہ بن رہے ہی رہ جاتے ہیں۔ جوڑا چنے جانے کے بعد رہائے کے کمرے کی سجاوٹ وغیرہ کا کام مادیں کے سپرد اور باہر کے حصہ کی صفائی کا کام نہر کا۔ تھوڑے دن تو یہ جوڑے ملکر خوشی خوشی گزارتے ہیں، لیکن جہاں مادیں اندر سے پہلے اور نہر وہلی سے غائب۔ اندر کو سینہ اور پیٹوں کو چنگا کا کام بہت مادیں کرتی ہیں۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور مونسلیہ
رہنے کی جگہ ڈھتے ہیں اور وہاں بونسلیہ بناتے ہیں۔
اگر بونسلیہ بنا چکے ہیں تو وہاں ایک اور نئی ٹولی مونسلیہ کی کہیں سے
مادینوں کی کھڑی سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ
جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال آندے
دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلچ جاتا ہے۔ ایسے سال
کارگر ہٹے ایک سال میں تین تین گھونسلے بنائے ایک سال میں
ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا
مکمل نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں
اور اُس ائمہ ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور مونسلیہ
رہنے کی جگہ ڈھتے ہیں اور وہاں بونسلیہ بناتے ہیں۔
اگر بونسلیہ بنا چکے ہیں تو وہاں ایک اور نئی ٹولی مونسلیہ کی کہیں سے
مادینوں کی کھڑی سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ
جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال آندے
دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک کھلچ جاتا ہے۔ ایسے سال
کارگر ہٹے ایک سال میں تین تین گھونسلے بنائے ایک سال میں
ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا
مکمل نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں
اور اُس ائمہ ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

بھگوان بودھ اور ان کے اصول

بھگوان بودھ اور ان کے اصول

جنم-کال

جنم-کال

جین تیرتھنگر مہاویہر سوامی کے ہی سسٹم میں پرنتو ان
سے کچھ بعد ع . پو . چھتویں شتাবدی میں بودھ دھرم کا پرورتون
کرنے والے بھگوان گوتم بودھ ہوئے، ان کے سسٹم تک پراچین وید
دھرم انیک پرورتون (پھریار—آئیل پھل) دیکھ چکا تھا .
ایک اور جن سماج میں کسی کسی جگہ گھان، بھکتی اور
وہراگتھ کے ابدیش کا ذخیرہ تھا، تو اُسی کے ساتھ دوسری اور
پرچا کے بہت بڑے بھاگ میں کرم کا گند کا گھنا جال بچھا ہوا
تھا اور کوئی، بھکت، گیانی اور سادھوؤں کا استھان ٹیکاٹاروں
وادیوں، کرم کاٹدیوں اور تھسویوں نے لے لیا تھا . ایسے سسٹم میں
دھرم پرورتون کے مہاندیم کے انوسار شری گوتم بودھ کا اوتار ہوا .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگھانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لٹہ گوتم کل میں آئیں مہاپرہس 'سداوتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنگر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگھانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لٹہ گوتم کل میں آئیں مہاپرہس 'سداوتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنگر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بودھ—بودھ پراپت، جاگرت، گیانی . اِس سنسار میں
سب اگھانی جنوں کو سوچا سمجھنا اور گیانی کو ہی جاگتا
سمجھنا . اِس لٹہ گوتم کل میں آئیں مہاپرہس 'سداوتہ' کو بودھ
کہتے ہیں . جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس
اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس
تیرتھنگر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب
ملاکر چوبیس بودھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے . پرنتو اِن سب
میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہوچکی ہے وہ
بودھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بودھ ہی
ہیں .

بৌद्ध دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شعبہ بنائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بدھ شرنن گچھامی—میں بدھ کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھرم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنگھ شرنن گچھامی—میں سنگھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'رتنتر' میں بدھ دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بودھ دھرم کے گرنتم

بودھ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بودھ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیشوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیہی کی بھاشا میں بھی اس دیہی کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسٹوں سے ہمیں بودھ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بودھ دھرم کا سب سے پرانے گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیرپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیرپٹک کا معنی ہے پتلی، پٹارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، اسی طرح تلمذسببہ گرنتموں کا مجموعہ ہوا۔ تیرپٹک کے تین حصے ہیں، اس لئے تینوں تیرپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام تین تہمت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے پٹک۔
- (2) سوٹر پٹک۔
- (3) ابھدھرم پٹک۔

وینے پٹک میں خاصہ بھکشوں کو (سادھوؤں کو) کیسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انہی سمواہوں اور کتاؤں دوارا ابدیش کیا گیا ہے۔ سوٹرپٹک میں بودھ دھرم کے تین دھرم کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی ہے ابدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم پٹک میں ان سمانتوں کا ادھک باریکی سے اور ہروروار (نصہوں سے) وچار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھادی وپوہ وغیرہ انہی سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بودھ دھرمی مانتے ہیں۔

سوٹر پٹک میں سے بودھ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم) بد' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتھ بد کے پور اور آرتوں (بودھستو) کی کتاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بودھ دھرم کے تھوگیاں اور لیتی کا اچھا ورنن ہے۔

بودھ دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شعبہ بنائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بدھ شرنن گچھامی—میں بدھ کی شرنن جاتا ہوں۔
- (2) دھمن شرنن گچھامی—میں دھرم کی شرنن جاتا ہوں۔
- (3) سنگھ شرنن گچھامی—میں سنگھ کی شرنن جاتا ہوں۔

اس 'رتنتر' میں بدھ دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے، وہ سب ہلا دیا گیا ہے۔

بودھ دھرم کے بہت سے گرنتم پالی بھاشا میں ہیں اور بہت سے سنسکرت میں ہیں۔ اس میں پالی بھاشا کے گرنتم بہت پراچین ہیں۔ بعد میں بودھ دھرم تبت، چین، جاپان وغیرہ دیشوں میں پھلا۔ اس لئے اس دیہی کی بھاشا میں بھی اس دیہی کے پالی اور سنسکرت گرنتموں کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس طرح الگ الگ بھاشا کی پسٹوں سے ہمیں بودھ دھرم کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے۔

بودھ دھرم کا سب سے پرانے گرنتم—جو پالی بھاشا میں ہے—تیرپٹک نام سے مشہور ہے۔ تیرپٹک کا معنی ہے پتلی، پٹارا، ٹوکری۔ ایک نے دوسرے کو دی، دوسرے نے تیسرے کو دی، اس طرح پرمپرا سے دی جاتی رہی۔ دھرم کی ٹوکریاں، اسی طرح تلمذسببہ گرنتموں کا مجموعہ ہوا۔ تیرپٹک کے تین حصے ہیں، اس لئے تینوں تیرپٹک کہلاتے ہیں۔ ان تین کے نام تین تہمت (حسب ذیل) ہیں۔

- (1) وینے پٹک۔
- (2) سوٹر پٹک۔
- (3) ابھدھرم پٹک۔

وینے پٹک میں خاصہ بھکشوں کو (سادھوؤں کو) کیسے چلنا چاہئے، اس کے بارے میں انہی سمواہوں اور کتاؤں دوارا ابدیش کیا گیا ہے۔ سوٹرپٹک میں بودھ دھرم کے تین دھرم کے اصولوں کا اسی طرح سے پرنتم ادھک سرس رہتی ہے ابدیش کیا گیا ہے۔ اور ابھدھرم پٹک میں ان سمانتوں کا ادھک باریکی سے اور ہروروار (نصہوں سے) وچار کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سدھرم پونڈریک، لٹ وستر، سکھادی وپوہ وغیرہ انہی سنسکرت گرنتموں کو بھی بہت سے بودھ دھرمی مانتے ہیں۔

سوٹر پٹک میں سے بودھ دھرم کا ساروہ سے 'دھم (دھرم) بد' نام ایک گرنتم رچا گیا ہے اور گوتھ بد کے پور اور آرتوں (بودھستو) کی کتاؤں کا ایک 'جانک مالا' نام کا گرنتم ہے۔ اس میں سرل قہنگ سے بودھ دھرم کے تھوگیاں اور لیتی کا اچھا ورنن ہے۔

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गांव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्भूत उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गोत्र (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर कुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा राज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ चौसठ लोगों से सुक्कलिक भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गाँव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोद्भूत उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गोत्र (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर कुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा राज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ चौसठ लोगों से सुक्कलिक भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

یہ سنبھالی ہے۔ سنبھالی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو
دو:खरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है. गौतम ने यह
सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों: से छुट-
कारा पाने का तरीका ढूँढ निकालने का निश्चय किया.
रोजाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के
बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई. रानी
पशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे. उनके पास गये.
बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का
एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक
को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो
फिर यह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न
छोड़ने दे तो फिर क्या होगा? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके
मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या
न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा ह्रादे होने लगे. आखिर-
कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए
सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक
सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये. यह महान घटना बौद्ध
धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है.

गौतम रात-ही-रात घोड़े पर बहुत दूर चले गये, एक
नदी के किनारे घोड़े से उतरे, तलवार निकाली और उससे
अपने सुन्दर बाल काटे और अपनी पोशाक उतारकर साईस
को दे दी और उसको कपिलवस्तु की ओर रवाना किया.
खुद साधु के भेस में आगे बढ़े. कुछ समय पास के आश्रम
(आवावाही, अमराई) में रह कर, मगध की राजधानी
राजगृह की ओर गये. वहाँ बिम्बि- (बिन्दु) सार नाम का
राजा राज करता था. राजा ने इनकी इज्जत की और इनसे
आचार्य-पद लेने को कहा. परन्तु वैसा न करते हुए उन्होंने
आहार (आराह) कालाम और उरुद्रुक रामपुत्र नाम के दो
ब्राह्मण विद्वानों के पास तत्वज्ञान का अभ्यास शुरू किया.
परन्तु उनके सिद्धान्त सिद्धार्थ को सन्तोष-जनक (तसल्ली
दिने वाले) नहीं लगे. इसलिए उनको छोड़कर ये आगे चले.
कितनी ही जगह पुजारियों को यज्ञ में जानवर की कुरबानी
करते देखा. यह इनकी दयालु आत्मा को बिलकुल विपरीत
ही लगा. गया पहुँचकर पास के वन में कौडिन्य वरौरा
पाँच चेलों के सामने इन्होंने जोरदार तप किया. छ: वर्ष
कठिन तपस्या करने से बदन काठ की तरह सूख गया
और कमखोरी बढ़ गई. एक बार फल्गु (नैरंजना) नदी में
नहाने गये तो वहाँ इनको पानी में से निकलना मुश्किल हो
गया. आखिर किनारे पर के पेड़ की डाल पकड़कर खड़े
हुए और आश्रम की ओर मुड़े, परन्तु चल नहीं सके. रास्ते
में वेसुष होकर गिर पड़े.

एक गोप-कन्या (नन्द बाला) पास से जा रही थी.
उसने इनको दूध पिलाया, खड़ा किया और आश्रम पहुँचाया.

یہ سنبھالی ہے۔ سنبھالی کون ہوتا ہے؟—سंसार کو
دو:खरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है. गौतम ने यह
सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों: से छुट-
कारा पाने का तरीका ढूँढ निकालने का निश्चय किया.
रोजाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के
बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई. रानी
पशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे. उनके पास गये.
बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का
एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक
को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो
फिर यह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न
छोड़ने दे तो फिर क्या होगा? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके
मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या
न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा ह्रादे होने लगे. आखिर-
कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए
सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक
सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये. यह महान घटना बौद्ध
धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है.

گوتم رات ہی رات گھوڑے پر بہت دور چلے گئے . ایک
نہی کے کنارے گھوڑے سے اُترے ، تلوار نکالی اور اُس سے اپنے
مغز بال کاٹا اور اپنی پوشاک اُتار کر سائیس کو دیدی اور اُس
کو کپل وستو کی اور روانہ کیا . خود سادھو کے بھیس میں آگے
بڑے . کچھ سمے پاس کے آشروں (آباوازی ، امرائی) میں رہ
کر ، مکھ کی راجدھانی راجگرہ کی اور گئے . وہاں ہمیں (بندو)
سار نام کا راجا راج کرتا تھا . راجا نے اُن کی عزت کی اور اُن
سے آچاریہ پد لینے کو کہا . پورنتو ویسا نہ کرتے ہوئے انہوں نے
آڈار (آرقہ) کلام اور اودورک رام پتر نام کے دو براہمن
دوانس کے پاس نت وگیاں کا ابھاس شروع کیا . پورنتو اُن
کے سدھانت سدھارت کو سلتوش جنک (تسلی دینے والے) نہیں
لگے . اِس لئے اُن کو چھوڑ کر یہ آگے چلے . کتنی ہی جگہ
بجاریوں کو یکجہ میں جانور کی قربانی کرتے دیکھا . یہ
اُن کی دہالو اُتار کو بالکل وپریت ہی لگا . کیا پھرنچکر
پاس کے بن میں کوندنیہ وغیرہ پانچ چٹلوں کے سامنے انہوں
نے زوردار تپ کیا . چھ ورہی کھن تپسہ کرنے سے بدن کاٹھ
کی طرح سوک گیا . اور کمزوری بڑھ گئی . ایک بار پھلو
(پھرنچکا) پھلی میں نہالے گئے تو وہاں اُن کو پانی میں سے
نکالنا مشکل ہو گیا . آخر کنارے پر کے پھڑ کی ڈالی پکڑ کر
گھڑے ہوئے اور آشرو کی اور مقررے پورنتو چل نہیں سکے . راستہ
میں بے سدھ ہو کر گر پڑے .

ایک گھپ کنیا (نند بالا) پاس سے جا رہی تھی .
اُس نے اُن کو دودھ پلایا ، کھڑا کیا اور آشرو پھرنچایا .

इतना देह-कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की प्राप्ति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर 'मध्यम प्रतिपदा' (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास पेड़ के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधुल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

'मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्सिन्य वरौरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से उठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इवजाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वरौरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और उदारता को शोभा देती है।

"आनन्द (शिष्य का नाम) रोना नहीं, शोक नहीं करना। आनन्द ! क्या मैंने तुमसे नहीं कहा कि वस्तु-मात्र का

इतना दिव्य कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की प्राप्ति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त देह-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर 'मध्यम प्रतिपदा' (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास पेड़ के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधुल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्सिन्य वरौरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से उठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इवजाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वरौरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और उदारता को शोभा देती है।

سواभाव ہی ہے کہ ہم کو وہ چاہے جتنی پروہ نہیں نہ ہو، پرنتو آکر میں اس کو چھوڑ کر جاتا ہی ہوتا ہے۔ آند ! جو چہ جنما ہے ہوا ہے، وہ ناش پائے بنا کیسے رہ سکتا ہے ؟

”آند ! میں تم کو کچھ بھی کہت رہے ہوں دھرم کا اُپدیہ نہیں ہوتا تھا گت (بدھ) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگھ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اِس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشمن میں ادھار نہیں کھنا۔ جو اِس پر گھر چاہتا ہے وہ مہا پرینزدان—اُنم نردانا وستھا ایتھا۔“

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو مدد کی جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہ دیکر تھا ششوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سبب دھرم میں شکشا دیکر اپنی اُنم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو مدد کی جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہ دیکر تھا ششوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سبب دھرم میں شکشا دیکر اپنی اُنم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو مدد کی جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہ دیکر تھا ششوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سبب دھرم میں شکشا دیکر اپنی اُنم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو مدد کی جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہ دیکر تھا ششوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سبب دھرم میں شکشا دیکر اپنی اُنم سادھی میں اُنہوں نے پروہی کیا اور مہا پرینزدان پایا۔

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ:—”محمد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھ سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ:—”محمد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھ سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

—معاذ بن جبل، احمد۔

—معاذ بن جبل، احمد۔

محمد صاحب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی بہانے والے کا آدمی کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ:—”جو آدمی کسی بھی بہانے والے کا آدمی کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

—ابراہیم، بھٹی۔

—ابراہیم، بھٹی۔

محمد صاحب نے کہا کہ:—”وہ آدمی جو کسی بھی بہانے والے کا آدمی کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ:—”وہ آدمی جو کسی بھی بہانے والے کا آدمی کرنا ہے وہ ایسا کر کے اسلام کی عمارت کو تھالے میں مدد دیتا ہے۔“

کے لیے ان سے اچھی اچھی باتیں کہتا ہے، اور ان سے کُجھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔“

—وہی: کُجھ، بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

میں نے پوچھا: —“یہ امّ اللہ کے رسول! آدمی کو سب سے اچھی چیز کیا دی گئی ہے؟“ یزید نے جواب دیا: —“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

—اسلمہ: بیہقی: بخاری۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا: —“تو میں سے کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے ہڑا کر دو؛ بلکہ سب کو جگہ دو، تو امّ اللہ تُو جگہ دے گا۔“

—ابن عمر: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا کہ: —“جب کبھی کہیں پر تو تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ابن عمر: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: مالک۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا: —“خبردار! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو!“ لوگوں نے جواب دیا: —“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ یزید نے پھر کہا: —“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ: —“باتیں کس طرح کرنی چاہئیں؟“ مُحَمَّدِ سَاہِب نے جواب دیا: —“اپنی نگاہیں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُٹا جاتا تمہیں سلام کرے اِس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُکھ دور کرو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں اُنہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابو سعید: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا کہ: —“سچ میں شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلتی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچ میں روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو قابو رکھنا آسان ہوتا ہے۔“

—عبداللہ بن مسعود: بخاری: مُسَلِم۔

کے لیے اُن سے اچھی باتیں کہتا ہے، اور اُن میں کُجھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔“

—امّ کلثوم: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

میں نے پوچھا: —“امّ اللہ کے رسول! آدمی کو سب سے اچھی چیز کیا دی گئی ہے؟“ یزید نے جواب دیا: —“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

—اسلمہ: بیہقی: بخاری۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا: —“تم میں سے کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے ہڑا کر دو؛ بلکہ سب کو جگہ دو، تو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔“

—ابن عمر: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: تیرمیزی۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا کہ: —“جب کبھی کہیں پر تو تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔“

—ابن عمر: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد: مالک۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا: —“خبردار! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو!“ لوگوں نے جواب دیا: —“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔“ یزید نے پھر کہا: —“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔“ لوگوں نے پوچھا کہ: —“باتیں کس طرح کرنی چاہئیں؟“ مُحَمَّدِ سَاہِب نے جواب دیا: —“اپنی نگاہیں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُٹا جاتا تمہیں سلام کرے اِس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بری باتوں سے روکو، دیکھو کہ دُکھ دور کرو، اور جو راہ سے بھاگ گئے ہوں اُنہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔“

—ابو سعید: بخاری: مُسَلِم: ابوداؤد۔

مُحَمَّدِ سَاہِب نے کہا کہ: —“سچ میں شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بدچلتی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سچ میں روزہ رکھنے سے اُس کے لیے اپنے آپ کو قابو رکھنا آسان ہوتا ہے۔“

—عبداللہ بن مسعود: بخاری: مُسَلِم۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اُس کی دولت کی وجہ سے، یا اُس کی نسل کی وجہ سے، یا اُس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اُس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان وچاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں ملانے کے لئے“

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اُس کی دولت کی وجہ سے، یا اُس کی نسل کی وجہ سے، یا اُس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اُس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان وچاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں ملانے کے لئے“

— ابوہریرہ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

— ابوہریرہ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ مچ قیامت کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قرتے ہیں، یہی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ مچ قیامت کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قرتے ہیں، یہی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

— ریفاء بن رافع، ترمذی۔

— ریفاء بن رافع، ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بےچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہوں تب تک اُنہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے مفق جاتی ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بیچنے والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہوں تب تک اُنہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے ویپار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس ویپار سے مفق جاتی ہے۔“

— حکیم بن نظام، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

— حکیم بن نظام، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

لکڑی کے کچھ کڑی پیرامبر کے سامنے آئے۔ ان میں ایک عورت تھی جس کا بچہ اُس سے کہیں بھٹک گیا تھا۔ اُس کی چھاتی سے دودھ ٹپک رہا تھا اور وہ بیچھنی کے ساتھ بچے کو ادھر ادھر تھوکتی رہ رہی تھی۔ جب اُسے بچہ مل گیا تو اُسے اُسے چھاتی سے چپٹا لیا اور اُسے دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اس پر پیرامبر نے اس کو گالے مارے اور کہا: — ”تو کتنا بے رحم ہے؟ کتنا بے رحم ہے؟“ اس نے جواب دیا: — ”نہیں، اگر اُس میں شک ہے تو کہیں نہیں پھینکی۔“ اس پر پیرامبر نے کہا: — ”جتنی اُس عورت کو اپنے بچے پر دیا ہے، اُس سے کہیں ادھک دیا اللہ کو اپنے بندوں پر ہے۔“

لکڑی کے کچھ کڑی پیرامبر کے سامنے آئے۔ ان میں ایک عورت تھی جس کا بچہ اُس سے کہیں بھٹک گیا تھا۔ اُس کی چھاتی سے دودھ ٹپک رہا تھا اور وہ بیچھنی کے ساتھ بچے کو ادھر ادھر تھوکتی رہ رہی تھی۔ جب اُسے بچہ مل گیا تو اُسے اُسے چھاتی سے چپٹا لیا اور اُسے دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اس پر پیرامبر نے اس کو گالے مارے اور کہا: — ”تو کتنا بے رحم ہے؟ کتنا بے رحم ہے؟“ اس نے جواب دیا: — ”نہیں، اگر اُس میں شک ہے تو کہیں نہیں پھینکی۔“ اس پر پیرامبر نے کہا: — ”جتنی اُس عورت کو اپنے بچے پر دیا ہے، اُس سے کہیں ادھک دیا اللہ کو اپنے بندوں پر ہے۔“

— عمر بن الخطاب، بخاری: مسلم۔

— عمر بن الخطاب، بخاری: مسلم۔

ایک بار ہم پیرامبر کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے پاس سے گذرے۔ پیرامبر نے ان سے پوچھا: — ”تم لوگ کون ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم مسلمان ہیں۔“ وہیں پر ایک عورت اپنا کھانا بٹانے کے لئے آگ جلا رہی تھی۔ اُس کا بیٹا اُس کے پاس بیٹھا تھا۔ جب آگ کی لہٹیں اُٹھنے لگیں تو اُس نے اپنے بیٹے کو دور ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر پیرامبر اُس کے پاس گئے۔ اُس نے پیرامبر سے پوچھا: — ”کیا تم ہی اللہ کے رسول ہو؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! کیا اللہ سب دیا کرے والوں سے بڑھ کر دیا کرے والا نہیں ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! ہم“ اُس عورت نے پھر پوچھا: — ”کیا اللہ اپنے بندوں پر اُس سے زیادہ دیا نہیں کرتا جتنی ماں اپنے بچے پر کرتی ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! کرتا ہے۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”سچ میں کوئی ماں اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں پھینکتی۔“ اُس پر پیرامبر نے اپنا سر نہج کر لیا اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنا سر اُپر اُٹھا کر اُس سے کہا: — ”سچ میں اللہ اپنے کسی بندے کو سزا نہیں دیتا سوائے اُن کے جو گمراہ کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ فساد کرتے ہیں، جو اللہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اور جو یہ کہنے سے انکار کرتے ہوں کہ سوائے ایک اللہ کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔“

—عبداللہ بن عمر، ابن ماجہ۔

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ: — ”دیا اُس رحمان (اللہ) کا ایک جز (انگ) ہے۔ اُس لئے جو کوئی دیا کریگا وہ اللہ کے نزدیک پہنچے گا۔ اور جو کوئی اپنے کو دیا سے کٹ دے گا اللہ اُسے اپنے سے کٹ دے گا۔“

—ابن عمرو، ابوداؤد: ترمذی۔

—ابن ابی شیبہ، ابوداؤد: ترمذی۔

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا: — ”وہ رحمان (اللہ) اُن پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ تم اُن پر دیا (رحم) کرو جو زمین پر رہتے ہیں تو آسمان پر رہنے والا اللہ تم پر دیا کریگا۔“

—ابن عمرو بن العاص، ابوداؤد: ترمذی۔

—ابن ابی شیبہ، ابوداؤد: ترمذی۔

مُحَمَّد صَاحِب نے کہا کہ: — ”اللہ اُن پر دیا نہیں کرتا جو افسوس پر دیا نہیں کرتے۔“

—جریر بن عبداللہ، بخاری: مسلم۔

—جریر بن عبداللہ، بخاری: مسلم۔

—ابن ابی شیبہ، ابوداؤد: ترمذی۔

—ابن ابی شیبہ، ابوداؤد: ترمذی۔

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

❖ ❖ ❖

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो ?

❖ ❖ ❖

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परख लीजे, समझ लीजे.

❖ ❖ ❖

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

❖ ❖ ❖

बही तो हिन्द है, बहीं तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

❖ ❖ ❖

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बाल्दा है.

❖ ❖ ❖

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

❖ ❖ ❖

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी बे घड़ी हरदम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

❖ ❖ ❖

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

❖ ❖ ❖

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गोंबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

साधु करीं नहिं चाकरी, पंडित करीं न काज,
आखिर हैं ये किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

❖ ❖ ❖

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो ?

❖ ❖ ❖

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परख लीजे, समझ लीजे.

❖ ❖ ❖

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

❖ ❖ ❖

बही तो हिन्द है, बहीं तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

❖ ❖ ❖

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बाल्दा है.

❖ ❖ ❖

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

❖ ❖ ❖

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी बे घड़ी हरदम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

❖ ❖ ❖

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

❖ ❖ ❖

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गोंबी की आँबी का फल है, वह खुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

نیلم کا ہار

نیلم کا ہار

بیربمبھرناتھ پاٹھ

شومبھیر ناتھ پاتھ

کئی مہینے ہوئے جب میں نے نیا ہلد کے پاٹھوں سے ملکا مومتا بمبھل اور نرگس کے فلوں کی بٹنا کا بیک کیا تھا۔ ان سدا بہار نرگس کے پھولوں کو دیکھ کر میرے دل میں یہ یقین پختہ ہوتا جاتا تھا کہ کسی نے جنت کے چمن سے ہی یہ پھول توڑے ہونگے۔ جہاں یہ چمن ہوگا وہاں نہ موسم کا کوئی اثر ہوگا، نہ خزاں کا، اور نہ موت کا، نہیں تو یہ پھول اس طرح ہمیشہ کیلے ہوئے کیسے اپنی مادک خوشبو پھیلاتے رہتے؟

شرمیلی جی کو چھوڑ کر میں نے کسی اور سے ان پھولوں کی چوچاٹ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بیش قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں سے ملوں کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے کیلے ہوئے پائل دیکھ کر میرا دل آسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اُس باغ میں وہ اچانک سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سلگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو بے چین کر دینے والے ناچ پر اپنے پلجوں سے قال دی ہوتی، جمنا کے اُس بار سنگ مرمر کے محراب سے جڑا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اُس پر اُسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت کچھ تھے اور مجھے خرا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بھگارتھی، دے بنا پانی دیئے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اُٹاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

میں نے فُل جی-جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بیت چکے تھے اور مجھے خرا بھی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بھر بھگارتھی، دے بنا پانی دیئے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اُٹاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

فیر بکایک سونے آگرا چورز کو موزا آنا پڑا۔ جس دن میں آرمے پر میں تھا اس دن بھی پونم کی رات تھی۔ ناچ محل کی اس پونم کی رات کے بعد، کہ جیسی رات شاید ۱۵ برس میں صرف ایک بار آتی ہے، آج ٹھیک ایک مہینہ بیت چکا تھا۔ میں چورز کی فتح منار کے سامنے کھڑا تھا۔ کئی ہی صدیوں سے آزادی کی یہ انوکھی یادگار پہاڑی کی چوٹی پر غور سے سر اٹھاتا کھڑی ہوئی ہے۔ شہر دیا خاندان کے کئی ہی راناؤں کو اس نے دیکھا ہے اور کتنوں ہی کی کہانی کی کہانی اس نے سنی ہے۔ اس کے پتھر دل میں ایسی ایسی نازک اور خوبصورت نیوونا راجپوت مہاروں کی پریم کہانی چڑی ہوئی ہے جنہوں نے سہاگ رات کے سویرے ہی تازہ پریم کی چھاتی پر پیر رکھ کر اپنے ساجن کے ماتھے پر تلک لگا کر مودان جنگ کے لئے روانہ کیا تھا۔ لاکھوں لاکھوں فوجوں کی جے دھونی کے بیچ اس نے مارو گیت سنے۔ لاکھوں سینکڑوں نے اس کے سامنے سر جھکا کر قسم کھائی، مودان جنگ سے کبھی زندہ نہ لوٹے کی۔ نہ ہوئے سونے سے چمکتے ہوئے مہارے سے، سہیلے چمکے سے نازک، سکھار پروردھوں کو اس نے جوہر کی لہڑیوں میں جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ پیر زمانہ بدلا، کیفیت بدلی، دن بدلے اور اسی فتح منار نے سانگا اور پرتاپ کی اولاد راناؤں کو فرنگیوں کے ہوت پہلے قدموں پر گزرتے ہوئے سر جھکا دیکھا۔ میں حیرت میں بھرا ہوا جاے کئی دیر تک اپنی آنکھوں کے کناروں پر توبہ آنا رہا اور دھڑکے دھڑکے جاندنی پھینکی پڑتی تھی۔

پڑنے والے شاید میرے اس تفصیلی بیان سے غالباً ارب گئے ہونگے اور پانچک کے دھیرج کی بھی ایک حد ہوتی ہے، لیکن میں ایک ایسے واقعے پر روشنی ڈال رہا ہوں جو موری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے اور حرف بحرف سچ ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسکن نے ہی تو یہ کہا ہے کہ—”انسان اس دنیا میں جو سب سے بڑا کام کرتا ہے وہ ہے کسی چیز کو دیکھنا، پھر اسے اس طرح بیان کرنا جسے سیکر دوسروں کے سامنے اس واقعے کی ٹھیک تصویر اتر آئے۔ ایک شخص سوچتا ہے اور سیکڑوں لوگ اس شخص کے خیال کو دہراتے ہیں۔ ایک آدمی صحیح نظریہ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے اور ہزاروں آدمی اس پر غور کرتے ہیں۔“ رسکن اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں لیکن بولے ہی اپنی دیکھی ہوئی کہتا، نو صحیح لفظوں میں اظہار کر سکتے ہیں۔ رسکن نے کہا ہے—

”صاف صاف دیکھ کر اسے صحیح لفظوں میں بیان کر سکتا ہی شاعر، پشیمونی اور مذہب ہے۔“

’ہزاروں آدمیوں کے لئے اپنی آنکھوں کی وہی قیدت ہے جو کسی چورز کی آنکھوں کی ہوتی ہے۔ محض ہرک

پڑنے والے شاید میرے تفسیلی بیان سے غالباً ارب گئے ہونگے اور پانچک کے دھیرج کی بھی ایک حد ہوتی ہے، لیکن میں ایک ایسے واقعے پر روشنی ڈال رہا ہوں جو موری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے اور حرف بحرف سچ ہے۔ میں سمجھتا ہوں رسکن نے ہی تو یہ کہا ہے کہ—”انسان اس دنیا میں جو سب سے بڑا کام کرتا ہے وہ ہے کسی چیز کو دیکھنا، پھر اسے اس طرح بیان کرنا جسے سیکر دوسروں کے سامنے اس واقعے کی ٹھیک تصویر اتر آئے۔ ایک شخص سوچتا ہے اور سیکڑوں لوگ اس شخص کے خیال کو دہراتے ہیں۔ ایک آدمی صحیح نظریہ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے اور ہزاروں آدمی اس پر غور کرتے ہیں۔“ رسکن اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں لیکن بولے ہی اپنی دیکھی ہوئی کہتا، نو صحیح لفظوں میں اظہار کر سکتے ہیں۔ رسکن نے کہا ہے—

دیکھنے میں مدد دینے والی۔ ان کے علاوہ ہزاروں انسان ایسے ہیں جو دیکھتے ہیں، دیکھی ہوئی چیز کو سمجھتے بھی ہیں، لیکن لفظوں میں اسے بیان نہیں کر سکتے۔ اپنے ہی خیال کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے اور زندگی میں نئی نئی چیزوں کو دیکھنے کے انہیں جو نمایاب موقع ملتا ہے اس کی خوشی وہ کسی اور کے ساتھ نہیں بانٹ سکتے۔ میں نے اکثر اس بات پر حیرت ظاہر کی ہے کہ ایسے شخص جنہوں نے دنیا کے بے حد دلچسپ نظارے دیکھے ہوں، کئی ایسا اسک سمجھوں پر موجود رہے ہیں اور اپنے زمانے کے بڑے سے بڑے لوگوں سے ملے ہیں، اپنی بات چیت میں اس تجربے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ اگر ان سے ان کے ان باتوں پر سوال کیجئے تو ان کے جواب نہایت پختہ اور فہم ہوتے ہیں۔ صرف تھوڑے سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سوچ دیکھتے ہیں اور دوسروں کو وہی اپنی ہی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع دیتے ہیں۔

چتوڑ سے آدھے پور لوٹتے ہوئے راستے میں انہیں وچاروں میں کھویا رہا۔ جب واپس اپنے گھر کی جگہ پہنچا اس وقت پورب کی رانی اوشا تھالوں میں کم کم بھر کر رکھی تھیں۔ چھیل کے پاس ایک دوکان بکولہ برگ کا آسن لگا ہوا تھا۔ چٹختی ہوئی کلبیاں چاندنی کے ٹپ ٹپ آنسوؤں پر ٹپک چینی کر رہی تھیں۔ سورج کی پٹ رانی پر لپکا کا سنگار ابھی پورا نہ ہوا تھا، ایک آدھ مہترانی کمر کسے پر نہاتی گاتے ہوئے انسان کے سپرک میں آئی ہوئی سڑکوں کا پاپ بتور رہی تھی۔ میں نے چھائی لیتے ہوئے کمرے کا دروازہ تھپتھپایا۔ شرمیلی جی نے انکوائی لیتے ہوئے اس طرح دروازہ کھولا، ماتو شرم میں آئے ہوئے شتور کو آتم سمرپن کرتے دیکھ کر وجہی پردھا اطمینان کے ساتھ دھنسی کی کمان اُتار دیا ہو۔

کمرے میں گھسٹے ہوئے جس چیز پر سب سے پہلے مہری نگاہ پڑی وہ چاندی کا نقاشی کیا ہوا خالی گلدان تھا۔ سورے ساتھ ساتھ شرمیلی جی بھی چونکیں۔ ”ہیں! نرگس کے پھول کہاں گئے؟“ گلدان میں صرف پانی بچ رہا تھا، کمرے کا کونا-کونا جھان ماریا۔ رات کو جب شرمیلی جی دروازہ بند کر کے سوئے تھے تو آخری بار ان پھولوں کی آنکھوں نے سکندھ لی تھی۔ دروازے پر کلبیاں، جھلملی اور چنگلے سب بند تھے۔ کمرے کی باقی چیزیں سب چیزوں کی تھیں قرینے سے رکھی تھیں۔ شرمیلی جی کے پرس میں ہیرے اور پکھراج کی تھیں انکڑھیاں اور سو سو کے سات نوٹ چیزوں کے تھیں رکھے تھے۔ میں نے سب نوٹ چاروں کو بل کر پوچھا، ہر ایک سے سوال نہ گئے اور جرح کی گئی۔ سب نے پھولوں کو دیکھا تھا لیکن کسی نے انہیں چھو نہ ہا۔ کلبیا سے میں کسی بھی ناچھے پر پہنچ سکتا تھا۔ آواز تھا، لیکن میں کسی ناچھے پر پہنچا نہیں۔

घटना की कोई सिलसिलेवार कही होती है, तब न मैं किसी नतीजे पर पहुँचता ? लेकिन इसके बाद जो घटना घटी वह इससे इतना क्यादा मिलती-जुलती है कि शायद उसकी रोशनी में इन फूलों के गुम होने के सिलसिले में कोई राय कायम की जा सके.

[2]

राजपूताने से बम्बई पहुँचकर करीब एक हफ्ता हमें जहाज का इन्तजार करना पड़ा. इस बार मैं अपनी श्रीमती जी को नील नदी के किनारे बने हुये मिस्र के अजीमुरशान पिरिमिड दिखाना चाहता था. 22 फरवरी का हम लोग काहिरा पहुँचे. प्राचीन मिस्र की उस महान सभ्यता को हमने उसी शान के साथ खड़े पाया.

मिस्र के पहले फिरआन मेनी के जमाने में यानी हज़रत ईसा से 34 सौ बरस पहले और आज से 53 सदी पहले हमें दर्या नील के कुबोजवार में हज़ारों बरस पुराने बड़े-बड़े १ हरो के खंडहर मिलते हैं. मेनी के जमाने में मिस्र की सरसज्जबादी खेतों और दरख्तों से ढकी हुई थी. समुद्र से सौ मील ऊपर नील सात बड़ी-बड़ी धाराओं में बंटकर बहती थी. इन सातों धाराओं में किरितियों पर मुसाफिरो और व्यापारियों की भीड़ लगी रहती थी. समुन्दर के दोनों किनारे ऐशियाई मुल्कों के साथ त्जारात करन वाले जहाजों से भरे रहते थे.

मेनी के जमाने से मिस्र के बादशाह अपने को 'पेरोये' कहने लगे. मेनी पहला 'पेरोये' था. 'पेरोये' का अर्थ है 'सूर्यवंशी'. यह लफ्ज 'प्राह' से निकला है जो सूर्य का एक नाम है. इसी से बिगड़कर बाद में 'फ़राओह और फिरआन' लफ्ज बने.

काहिरा पहुँचकर करीब एक सप्ताह हम लोगों ने पिरिमि देखने में लगाये. बाद में इस पिरिमि को ही लोग पिरिमिड कहने लगे. ये पिरिमिड सूर्य देवता 'रे' (रबि) का एक प्रतीक समझी जाती थी और हर पिरिमि के सबसे ऊपर सूर्य का निशान बना होता था.

मेरी बीबी ने जब से गाइड-बुक पढ़ी, उन्हें मलका हेत-शोप-सूत की समाधि देखने की ही धुन थी. मिस्र की यह मशहूर शहंशाह हज़रत ईसा से 1493 बरस पहले मिस्र के तख्त पर बैठी. पहले पेरोये थुथमोसे की यह बेटी थी. मिस्र के बड़े से बड़े बादशाहों में उसकी गिनती थी. धन-दौलत, ज्ञान-विज्ञान, इस्तकारी, कला-कौशल, त्जारात, अमन-आमान, तहजीब और तमद्दुन सब के विचार से हेप-शोप-सूत का जमाना मिस्र के इतिहास में बड़ा अहम समझा जाता है. 21 बरस तक उसने राज्य किया. वह मरदाने लिबास में रहती थी और बजाय 'मलका' के 'शहंशाह'

कहना की कौन सلسله وار कوی ہوئی ہے، تب نہ میں کسی نتیجہ پر پہونچتا ؟ لیکن اِس کے بعد جو کھانا کھتی رہ اِس سے اتنا زیادہ ملتی جلتی ہے کہ شاید اُس کی روشنی میں ان ہروں کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کی جا سکے .

[2]

راچپوٹالے سے بمبئی پہونچکر قریب ایک ہفتہ ہمیں جہاز کا انتظار کرنا پڑا . اِس بار میں اپنی شریعتی جی کو نیل ندی کے کنارے بلے ہوئے مصر کے عظیم الشان پیرمڈ دکھانا چاہتا تھا . 22 فروری کو ہم لوگ قاہرہ پہونچے . پراچین مصر کی اُس مہان سہنیتا کو ہم نے اُسی شان کے ساتھ کھڑے پایا .

مصر کے پہلے فرعون مہلی کے زمانے میں یعنی حضرت عیسیٰ سے 34 سو برس پہلے اور اُس سے 53 صدی پہلے ہمیں دریائے نیل کے قریب جوار میں ہزاروں برس پرانے بڑے بڑے شہروں کے کھنڈر ملتے ہیں . مہلی کے زمانے میں مصر کی سرسبز وادی کھیتوں اور درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی . مندر سے سو میل اوپر نیل سات بڑی بڑی دھاراؤں میں بٹ کر بہتی تھی : ان ساتوں دھاراؤں میں کشتیوں پر مسافروں اور دیپاریوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی . سمندر کے دونوں کنارے آبپاشی ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے والے جہازوں سے بھرے رہتے تھے .

مہلی کے زمانے سے مصر کے بادشاہ اپنے کو 'پیروئے' کہنے لگے . مہلی پہلے پیروئے تھا . 'پیروئے' کا اُرن ہے 'سورپہ ونشی' . یہ لفظ 'پراہ' سے نکلا ہے جو سورپہ کا ایک نام ہے . اِسی سے بکر کو بعد میں 'فراوہ اور فرعون' لفظ بنے .

قاہرہ پہونچ کر قریب ایک سہتاہ ہم لوگوں نے پریمی دیکھنے لگے . بعد میں اِس پریمی کو ہی لوگ پیرمڈ کہنے لگے . یہ پیرمڈ سورپہ دیوتا 'رہ' (روی) کا ایک پرتیک سمجھی جاتی تھی اور ہر پریمی کے سب سے اوپر سورپہ کا نشان بنا ہوتا تھا .

مذہبی بیوی نے جب سے گڈ بک پڑھی، انہیں ملکہ ہیٹ . شپ . سوت کی سادھی دیکھنے کی ہی دھن تھی . مصر کی یہ مشہور شہنشاہ حضرت عیسیٰ سے 1493 برس پہلے مصر کے تخت پر بیٹھی . پہلے پیروئے تھموس سے لی یہ بیٹی تھی . مصر کے بڑے سے بڑے بادشاہوں میں اُس کی گنتی تھی . دین دولت، گمان و گمان، دستکاری، نکوشل، تجارت، امن، تہذیب اور تمدن سب کے وچار سے ہیٹ . شپ - سوت کا زمانہ مصر کے انہاس میں بڑا اہم سمجھا جاتا ہے . 21 برس تک اُس نے راجہ کیا . وہ مردانے لباس میں رہتی تھی اور بچانے ملکہ کے 'شہنشاہ'

کھیلانا پسند کرتی تھی۔ سب سرکاری کاموں اور
پہلے کے لئے پولنگ سرورنام ہی استعمال کئے جاتے تھے۔

مصر میں دلت کہتا تھا کہ ہیت۔ شپ۔ موت کے
جلم سے پہلے دیوتاؤں کی ایک سبھا ہوئی۔ آسن یعنی سوربہ دیوتا
آسن سبھائے صدر تھے۔ سبھا میں ستیہ کے دیوتا 'تھوت' نے آسن کو
مشورہ دیا کہ انسان کی بھائی کے لئے آپ مصر کے پہرے تھتھو سے پہلے
کاروبار دھو کر تھتھو سے کی سہرائی کے پاس جاویں اور آسن سے ایک
سندھ لکھا کہ جلم دیں۔ اس طرح سوربہ بھائی اور تھتھو سے کی
سہرائی کے سپرگ سے ہیت۔ شپ۔ موت پیدا ہوئی۔ ہیت
کا مطلب ہے بڑا۔ ہیت۔ شپ۔ موت کا مطلب ہے 'اچھے
خاندان والوں میں سب سے بڑا'۔

کہتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی بیورو کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 18 برس کی آو
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرے کے بعد سوربہ
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

کھتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی بیورو کے
دہار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے
دہار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 18 برس کی آو
میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرے کے بعد سوربہ
دیوتا کے نام سے آسن کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

اس دن رست رت کی پورنیا تھی۔ نیل ندی کی
ساری میں پرکرتی گونا گونا گئے میں مصروف تھی۔ ریگستان کا
ذہ ذہ چاند کے روپے سرور میں تھا کہ نہر اٹھا تھا۔ ایتھوپیا
کے لوہان کے جنگلوں سے دہنی ہوا مصر کو گدگداتے ہوئے لیبیا
کو چھوٹے کے لئے سریف درز رہی تھی۔ ہمدانی موٹر ریگستان
کی چھاتی چیرتی ہوئی ہیت۔ شپ۔ موت کی سادھی کی
اور چلی۔ قریب دس ہجے رات کو ہم لوگ سادھی
کے سامنے جانے پہنچے ہوئے۔ دن کی تیز مصری گرمی شرمیلی
چی برداشت نہ کر سکتی تھیں، اس لئے تیز ٹارچوں کی روشنی
میں ہی سادھی دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ اس کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی برابری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک طالع تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے۔ اس کے 6 چوک
اُتر کی اور کھتے ہیں اور 6 دھن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکایہ دوڑا تھے۔ پوری عمارت چاروں اُرد سے ایک بڑی
پر اچھڑ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمیں کے بیتر اور ادھی
زمین کے اُپر۔ کل کمروں کی سنگھیا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اُپر۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ اس کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر
یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت
کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی برابری نہیں کر
سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک طالع تھی۔ اس میں
سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے۔ اس کے 6 چوک
اُتر کی اور کھتے ہیں اور 6 دھن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے
سامنے وشالکایہ دوڑا تھے۔ پوری عمارت چاروں اُرد سے ایک بڑی
پر اچھڑ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمیں کے بیتر اور ادھی
زمین کے اُپر۔ کل کمروں کی سنگھیا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں
1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اُپر۔

अन्त ही न दिखाई देता था। लगभग 400 सीढ़ियाँ तै करने के बावजूद लोग सम्राज्ञी की असली समाधि के पास पहुँचे। समाधि का कमरा 22 फुट लम्बा और 8 फुट चौड़ा एक प्रीमती सुन्दर पीले रंग के पत्थर को अन्दर से खोखला करके बनाया गया था। उसकी दीवारें दो फुट मोटी थीं और पूरे पत्थर का बजन 110 टन यानी करीब तीन हजार मन होगा। जब उसी तरह से तीन पत्थर के टुकड़ों की बनी हुई थी। इस समाधि के ऊपर इस तिलिस्म की पूरी इमारत लगी हुई थी।

इस पीले कमरे के बीच में हेत-शेप-सूत की ममी रखी थी। सारा शरीर पट्टियों से कसा हुआ था, सिर्फ मुँह खुला हुआ था। करीब 3500 बरस से सूर्य भगवान की यह बेटी इस जँघेरी समाधि में पड़ी हुई थी। 58 वर्ष की उम्र में हेत-शेप-सूत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है। पूरे 3 फुट का ऊँचा, छरहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का आठ गाल और जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मालूम होता था मल्का अभी अभी सोई थी। धन्य थे मिस्र के वे ममी बनाने वाले कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं पैदा की। हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान मल्का के कदमों पर झुक गया।

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा था। सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, फीरोजा, लाजवर्द जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएँ हेत-शेप-सूत की ममी पर पड़ी थीं। सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की बने घोंचे और तारे लटक रहे थे। तिल्ली की शकल का बनत या खरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था। सोने के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले कब्जे या काँटे लगे थे। फूल पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रस्ते सोने के थे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं। सोने के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे। हर फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम की थीं। एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना, लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं। कांसे का एक खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी। हैस्त में बूँदें हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के बेराकमत जवाहरों को देखते रहे।

डार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें उयाल हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी। हम दोनों ने एक दूसरे को देखा, कमरे को देखा और फिर मल्का की ओर देखा।

अन्त ही न देखाई देता था। लगभग 400 सीढ़ियाँ तै करने के बाद हम लोकर सम्राज्ञी की असली समाधि के पास पहुँचे। समाधि का कमरा 22 फुट लम्बा और 8 फुट चौड़ा एक प्रीमती सुन्दर पीले रंग के पत्थर को अन्दर से खोखला करके बनाया गया था। उसकी दीवारें दो फुट मोटी थीं और पूरे पत्थर का बजन 110 टन यानी करीब तीन हजार मन होगा। जब उसी तरह से तीन पत्थर के टुकड़ों की बनी हुई थी। इस समाधि के ऊपर इस तिलिस्म की पूरी इमारत लगी हुई थी।

इस पीले कमरे के बीच में हेत-शेप-सूत की ममी रखी थी। सारा शरीर पट्टियों से कसा हुआ था, सिर्फ मुँह खुला हुआ था। करीब 3500 बरस से सूर्य भगवान की यह बेटी इस जँघेरी समाधि में पड़ी हुई थी। 58 वर्ष की उम्र में हेत-शेप-सूत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है। पूरे 3 फुट का ऊँचा, छरहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का आठ गाल और जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मालूम होता था मल्का अभी अभी सोई थी। धन्य थे मिस्र के वे ममी बनाने वाले कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं पैदा की। हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान मल्का के कदमों पर झुक गया।

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा था। सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, फीरोजा, लाजवर्द जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएँ हेत-शेप-सूत की ममी पर पड़ी थीं। सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की बने घोंचे और तारे लटक रहे थे। तिल्ली की शकल का बनत या खरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था। सोने के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले कब्जे या काँटे लगे थे। फूल पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रस्ते सोने के थे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं। सोने के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे। हर फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम की थीं। एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना, लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं। कांसे का एक खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी। हैस्त में बूँदें हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के बेराकमत जवाहरों को देखते रहे।

डार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें उयाल हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी। हम दोनों ने एक दूसरे को देखा, कमरे को देखा और फिर मल्का की ओर देखा।

جی ہر کر کر ایک بار ہم نے کمرے کی ساری چیزوں کو
نہارا۔ گھر سے ہماری ڈاٹی فٹ رہی تھی کہ سانس کے لئے ہم نے کتنی مہاں
لیجے ہم نے کتنی مہاں کھانے کی ہے۔ چلنے سے پہلے میں نے فٹ کے خوبصورت چھوٹے
میں نے نیلے کے خوبصورت چھوٹے دانوں کا ایک بےشکیمت
سُندر ہار بٹا کر شریمنی جی کے گلے میں ڈال دیا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکندہ
آئی۔

[4]

کاہیرا پہنچ کر میں مصری وزیراعظم کو اپنی اس کھج کی
اطلاع دی۔ مصری سرکار کے پرائیوٹ وہاگ کے ڈائریکٹر مجھ سے
ملے۔ تمام مصری اخباروں میں میری اس کھج کی دھوم
مچ گئی۔ لیکن یہ ساری خوشی چند روزہ نکلی۔ میری شریمنی
جی یکایک بیمار پڑ گئیں۔ ان کی بیماری عجیب و غریب تھک
کی تھی۔ ایک دن رات کو انہوں نے خرفناک سہلا دیکھا کہ
ایک کالی سی قزاقی چھایا، اپنے سوتے ہوئے ہاتھ ان کی گردن
میں سے لٹے پڑھا رہی ہے۔ بعد میں یہ سہلا روز کی چھوڑ
گیا۔ ہر رات وہ چھایا مورتی آتی اور میری بیوی کا گلہ مسوسنے
کی کوشش کرتی۔ وہ چہچہ کر رہی ہو جاتی ہیں۔ پہلی رات
میں یہ سہلا ایک ہی بار آیا تھا۔ پھر ایک ہی رات میں یہ
چھایا مورتی کئی کئی بار آئے تھی۔ پھر دھیرے دھیرے یہ کچھ
صاف سی ہونے لگی۔ اُس کے پیچھے مکتبے سے یہ ظلم ہوتا تھا
کہ وہ دیلمہ بیڈ سے ہاتھ پسارے ہوئے کچھ منہ کر رہی ہے۔
لیکن دھیرے دھیرے اُس کے چہرے کی کیفیت بدلنے لگی۔
اُس کے چہرے پر غصہ اور پھر بعد میں بدلنے کے ہوئے جانے
لگے۔

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بیوت، پریت اور جنات
آتارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بیوی کے پیچھے
ہوئے مگر ملال کو دیکھا کرتا۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
میری چھوٹی سی زندگی کے سارے دن سکھوں میں انہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دن وہ اکیلے چیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو ان کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب انہوں وہ چھایا مورتی
دن میں بھی سکتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوئے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریمنی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چہچہ مار کر میری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتیں۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

[4]

سندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔ چاروں
اور شانتی تھی۔ صرف لہروں کی چھپ چھپ کہی دھیان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ چھپتی

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بیوت، پریت اور جنات
آتارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بیوی کے پیچھے
ہوئے مگر ملال کو دیکھا کرتا۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
میری چھوٹی سی زندگی کے سارے دن سکھوں میں انہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دن وہ اکیلے چیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو ان کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب انہوں وہ چھایا مورتی
دن میں بھی سکتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوئے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریمنی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چہچہ مار کر میری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتیں۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سُندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔ چاروں
اور شانتی تھی۔ صرف لہروں کی چھپ چھپ کہی دھیان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ چھپتی

ہاں، انہیں زندگی سے اب کوئی اُمید نہ رہی تھی۔ ہوا میں گرمی تھی۔ امت ہوتا ہوا سورج لہروں سے ٹکرا کر کمرے پر مڑنے کے کن پر ہوتا تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھیں۔ مینہ دیکھا کہ نیند نے ان کے آنکھوں پر مڑنے میں اپنی ایک مادک پت پر دی ہے۔ دھیرے دھیرے اندھکار گہرا ہوتا گیا۔

تھری دیر تک نہیں ضرور گہری نیند آئی ہوگی۔ پہلے سہانے کی پڑتیں انہیں اپنے دیش میں آرا لے گئیں۔ لیکن سہانے میں انہیں پھر وہی چھایا مورت دکھائی پڑی۔ اس کی آنکھوں میں دھندلکی تھی۔ بڑے ہی دیکھنے بھاؤ سے وہ چھڑکنے کی پانچنا کر رہی تھی۔ پھر یکا یک وہ چھایا مورت مورت پھوٹ کر رونے لگی۔ شریعتی جی اس کی تکلیف کو سمجھ رہی تھی؛ لیکن اسے یہ کسی طرح سمجھ نہ سکیں کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے! پھر یکا یک اس چھایا مورت نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور بدلے کی بھاؤنا میں پھری ہوئی شریعتی جی پر ٹوٹ پڑی، اس نے اپنی بھڑے رنگ کی سوکھی پتلی آنکھوں میں آنے کے گئے میں کس دیش۔ خونی بھاؤ سے وہ اپنے پلجوں کا پھلدا سخت کرنی گئی۔ شریعتی جی کا دم گھٹنے لگا اور اسے کر چرخ کر اٹھ بیٹھیں۔ ان کا سارا شریپر پڑنے سے تر تھا۔ وہ اندھی سے ہلنے ہوئے درخت کی طرح زور سے جھپ رہی تھیں۔

اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنا گلہ ٹھکرا اور سمجھیں کہ وہ سمجھیں کہ وہ سینا دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ یکا یک چونک پڑیں۔ ملکہ ہیئت شہید سوت کی سادھی کا وہ نیلم کا سندھ ہار ان کے گلے میں نہ تھا۔ اس ہار کو انہوں نے اس دن سے ایک لمحہ کے لئے بھی گلے سے نہ اتارا تھا۔ ابھی گھٹنے پر پہلے تک ان کے گلے میں وہ ہار پڑا ہوا تھا۔

شریعتی جی کے گلے سے جس دن وہ نیلم کا ہار غائب ہوا اسی دن سے وہ چھایا مورت ہی غائب ہوگئی اور پھر آج تک وہ نہیں دکھائی دی۔ تھوڑے ہی دنوں میں طوبروک کی سمجھ ہو لے شریعتی جی کو پوری طرح تادریست اور سوئے کر دیا۔

[5]

ابھی اس گھٹنا کو ہفتہ بھر پہلے نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ مینہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہوں بتایا تھا۔ مصر کا پیرانتر دھاک دھان جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پینڈر طوڈان میں وہ وشالکابہ عمارت اتنی ہی طرح دفن ہو گئی ہے کہ اچھلندوں کے کہنا ہے کہ اب اسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

[5]

ابھی اس گھٹنا کو ہفتہ بھر پہلے نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ مینہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہوں بتایا تھا۔ مصر کا پیرانتر دھاک دھان جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پینڈر طوڈان میں وہ وشالکابہ عمارت اتنی ہی طرح دفن ہو گئی ہے کہ اچھلندوں کے کہنا ہے کہ اب اسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

Abstract

کے لوگوں کی تادیب لین کرود سے زور ہے۔ کالے نیگرو کے ساتھ گورے امریکیوں کا بھوار شروع سے مانو انہیں کی ایک لگا چنگ گھٹنا رہی ہے۔ ان نیگرو لوگوں میں آج انہوں نے اونچی سے اونچی تعلیم پانہ ہوئے ہیں۔ ان میں پروفیسر ہیں، لیکچرر ہیں، کوئی ہیں، کونست ہیں، سوداگر ہیں اور دھارا سپلاؤں کے مسیور بھی ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں ان کے ساتھ تھوڑا بہت برابری کا ہونا بھی ہوتا ہے۔ ہم ان انیک بہادر، نیک اور مانو پریمی امریکیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں جنہوں نے نیگرو لوگوں کے ساتھ اس برابری کے دیوار کے لئے سہ سے پر کوششیں کیں۔ پر آج بھی ادھنتر امریکہ کے اندر گورے امریکیوں کا نیگرو لوگوں کے ساتھ ہونا حد درجہ برا ہے۔

اس بیسویں صدی تک اور ابھی حال تک ہزاروں ہی نیگرو جاتی کے لوگوں کو ان کے گورے امریکی پڑوسیوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر زندہ جلا ڈالا اور اس طرح کی ہٹا کرے والوں سے کوئی قانونی پوچھ چاچہ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

نیگرو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیگرو لڑکی کے بیوہوستی میں بھرتی ہونے کی ہچکچاہٹ کرنے پر اور اس قدر سے کہ کہیں وہ بھرتی نہ کرنی جاوے وہاں کے ہزاروں گورے امریکی ویدیارتھوں نے جو جو آپدرو کئے اور سارے دیہے کے اندر جو جو طوفان مچے، جن سے اس نیگرو لڑکی کی جان کے لالہ تک پر گئے، ان کی کہانی دنیا بھر کے اخباروں میں چھپ چکی ہے۔

اسی امریکی ریاست کے ماننگوری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بیٹھنے کے لئے بیس الگ اور کالے نیگرو کے لئے بیس الگ ہیں۔ ایک نیگرو عیسائی پادری رےوینڈ مارٹن لوٹھر کنگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لئے ان الگ بیسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کنگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک اسپوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوٹلی رنگ کے آدمی گندھی سے سیکھا ہے۔ اس طرح کے اہلساتمک اسپوگ سے ہر شخص سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ ماننگوری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کام دے سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ اسپوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

کے لوگوں کی تادیب لین کرود سے زور ہے۔ کالے نیگرو کے ساتھ گورے امریکیوں کا بھوار شروع سے مانو انہیں کی ایک لگا چنگ گھٹنا رہی ہے۔ ان نیگرو لوگوں میں آج انہوں نے اونچی سے اونچی تعلیم پانہ ہوئے ہیں۔ ان میں پروفیسر ہیں، لیکچرر ہیں، کوئی ہیں، کونست ہیں، سوداگر ہیں اور دھارا سپلاؤں کے مسیور بھی ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں ان کے ساتھ تھوڑا بہت برابری کا ہونا بھی ہوتا ہے۔ ہم ان انیک بہادر، نیک اور مانو پریمی امریکیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں جنہوں نے نیگرو لوگوں کے ساتھ اس برابری کے دیوار کے لئے سہ سے پر کوششیں کیں۔ پر آج بھی ادھنتر امریکہ کے اندر گورے امریکیوں کا نیگرو لوگوں کے ساتھ ہونا حد درجہ برا ہے۔

اس بیسویں صدی تک اور ابھی حال تک ہزاروں ہی نیگرو جاتی کے لوگوں کو ان کے گورے امریکی پڑوسیوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑکا کر زندہ جلا ڈالا اور اس طرح کی ہٹا کرے والوں سے کوئی قانونی پوچھ چاچہ نہیں کی گئی۔ امریکہ میں اس طرح کے جلا ڈالنے کو "لن چنگ" کہتے ہیں۔ اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی دوسری دردناک گھٹناؤں امریکہ سے آئے دن سننے میں آتی رہتی ہیں۔

نیگرو پادری رےوینڈ کینگ اور اہلساتمک سہیوگ

ابھی پچھلے دنوں امریکا کی ایلاباما ریاست کے اندر ایک ہونہار نیگرو لڑکی کے بیوہوستی میں بھرتی ہونے کی ہچکچاہٹ کرنے پر اور اس قدر سے کہ کہیں وہ بھرتی نہ کرنی جاوے وہاں کے ہزاروں گورے امریکی ویدیارتھوں نے جو جو آپدرو کئے اور سارے دیہے کے اندر جو جو طوفان مچے، جن سے اس نیگرو لڑکی کی جان کے لالہ تک پر گئے، ان کی کہانی دنیا بھر کے اخباروں میں چھپ چکی ہے۔

اسی امریکی ریاست کے ماننگوری شہر میں آج تک گورے امریکیوں کے بیٹھنے کے لئے بیس الگ اور کالے نیگرو کے لئے بیس الگ ہیں۔ ایک نیگرو عیسائی پادری رےوینڈ مارٹن لوٹھر کنگ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنا مان رکھنے کے لئے ان الگ بیسوں میں بیٹھنے سے انکار کریں۔ پادری کنگ نے جن کی عمر کیول ستائیس سال کی ہے، اپنے ایک بیان میں کہا ہے— "میں نے اہلساتمک اسپوگ کا یہ طریقہ ہندستان کے گھوٹلی رنگ کے آدمی گندھی سے سیکھا ہے۔ اس طرح کے اہلساتمک اسپوگ سے ہر شخص سامراج کو گھٹنے ٹیک دینے پڑے تھے۔ ماننگوری میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ امریکہ میں بھی کام دے سکتا ہے۔ ہم ظلم کے ساتھ اسپوگ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے

١٦٦

इंडोबाइना में दक्खिन बीसनाम के उन उपग्रहियों को अमरीकी बराबर शाह दे रहा है जो वहाँ जनीबा के समझौते पर अमल होने देना और उस देश के लोगों को एकता और प्रेम के साथ रहने देना नहीं चाहते.

भारत के अन्दर गोआ अभी तक विदेशी पुर्तगालियों के कब्जे में है और पुर्तगालियों का भी सब से अधिक शह अमरीका की है.

कारमुसा में अमरीकी कौजें बराबर डेरा ठाले हुए हैं, और किसी तरह नए चीन की सरकार और क्वांग कांग शेक की सरकार में सुलह का मौक़ा देने को तैयार नहीं।

दक्खिन कोरिया की कठपुतली सरकार को अमरीका की शह और मदद बराबर जारी है.

जापान में अमरीका के कौजी अड़े उसी तरह कायम हैं. अमरीका चाहता है कि दुनिया के दूसरे देश जापान का बना हुआ माल खरीदें, उस जापान का जो अमरीकियों के क़ब्जे में हैं. पर जापान और जापानियों को अपने पड़ोसी चीन और चीनियों के साथ तिजारत करने की आजादी नहीं है.

हाल में अमरीका के मशहूर हाकिम डलेस साहब ने एशिया के कुछ देशों का दौरा किया था. वह पाकिस्तान भी गए थे और दिल्ली आए थे. दक्खिन चीननाम, फारमूसा और दक्खिन कोरिया में उन्हें अपने खास प्रेमी साथी मिले. नया चीन उन्हें कहीं नक्करो पर दिखाई भी नहीं दिया. अमरीका वापिस पहुँचकर उन्होंने अपनी यात्रा की जो रिपोर्ट अपनी सरकार को दी है वह दुनिया के अलबार्तों में छप चुकी है. उसे पढ़कर किसी भी एशिया वासी या किसी भी न्याय प्रेमी आदमी के दिल में श्री डलेस या उनकी सरकार के प्रति प्रेम या आदर पैदा नहीं हो सकता और न सभ्यता या कलचर की निगाह से अमरीका कोई ऊँचा देश दिखाई दे सकता है.

अमरीका में विचारों की आज़ादी पर रोक

खुद अमरीका के अन्दर विचारों की आजादी का यह हाल है कि कोई आदमी खासकर कोई स्कूल टीचर या सरकारी नौकर वहां खुले तौर पर कम्युनिस्ट विचारों की किताबें नहीं रख सकता. यूरोप के दौर में अनेक ही ऐसी घटनाएँ हमें सुनने को मिलीं जिनसे मायूस होता है कि अमरीका की खुफिया पुलिस उन लोगों का, जिन पर कम्युनिस्ट विचार रखने का संदेह होता है, किस बुरी तरह पीछा करती है और उन्हें किस तरह सताती है. हाल में इंग्लैन्ड के मशहूर फिलासफ़र श्री बर्ट्रान्ड रसल ने "मेनचेस्टर गारजियन" के अन्दर एक लेख में बताया है कि अमरीका की खुफिया पुलिस किस तरह के "जुल्म" करती है. उन्होंने

کہا ہے کہ وہاں کی پولیس پہلے کسی آدمی کو تلاش کرتی ہے جس کے خلاف کوئی جرم آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہو۔ پھر اسے سمیٹنے کا وعدہ کرتے ہیں اس سے اس طرح کی جھوٹی شہادتیں تیار کرتی ہیں جن سے دوسرے لوگ جنہیں پولیس پھانسا چلتی ہے آسانی سے پھنس سکیں اور پھر اس طرح کے گناہوں کو پھانسا جاتا ہے۔

ہم ایک پہلے لکھنے میں کہ چکے ہیں کہ ایک پرتشتم امریکی پادری نے ہمیں بتایا تھا کہ امریکا میں کسی عیسائی دھرم پرچارک کو جب تک کسی دوسرے دیش میں جا کر دھرم پرچار کرنے کے لئے پاس پورٹ نہیں دیا جاتا جب تک وہ لکھتے ہیں کہ وہ دیش جس دیش میں جائے گا وہاں امریکی سرکار کی راج کاجی پالیسی کو کاسیب ہونے میں مدد دے گا۔

امریکی جنتا کی ذمہ داری

امریکی جنتا کی ذمہ داری

ہمیں یہ سب لکھتے ہوئے کسی طرح کی خوشی نہیں ہو رہی ہے۔ بھارت کی سرکار اور بھارت کی جنتا دونوں دنیا کے سب دیشوں اور سب لوگوں کے ساتھ پریم اور مترتا سے رہنا چاہتے ہیں۔ امریکی قوم کے انیک گنوں کے لئے ہمارے دل میں آندہ ہے۔ امریکہ نے بڑے بڑے مہادیش پیدا کئے جن میں سے انیک کی یادگاریں آج بھی کموننسٹ چین اور کموننسٹ روس میں منائی جاتی ہیں۔ امریکی مہاتما تھورو کی بکنک 'ڈیوٹی آف سول ٹس' اور 'ایڈمنسٹریشن' کا ترجمہ کر کے خود مہاتما گاندھی نے بھارت میں پرکشت کیا تھا۔ وائٹ رٹ میں تھورو اور ابراہم لنکن جیسے مہادیشوں کو ہم دنیا بھر کے مہادیش مانتے ہیں۔ پھر آج کی دنیا جس انسانی برابری، آزادی اور ایکٹا کی طرف بڑھ رہی ہے امریکی سرکار کی حرکتیں اس میں سہایک نہیں، زبردست رکاوٹ ہیں۔ امریکہ کے اس طرح کے دیشوں کو ہم امریکی جنتا کے دوش نہیں، امریکی سرکار ہی کے دوش مانتے ہیں۔ پھر امریکی جنتا کو ابھی اپنے کاموں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنی سرکار کی ان غلط حرکتوں سے سہمت نہیں ہے۔ جب تک امریکی جنتا یہ ثابت نہیں کرتی تب تک ان سب دیشوں کے لوگوں کا جو دنیا سے کالہ کورے آدمی کے پیٹوں کو مٹانا چاہتے ہیں، سب کی برابری اور سب کی آزادی کے حق میں ہیں، اور جو انسانی قوم کی ایکٹا کو سائنکٹ کرنا چاہتے ہیں، یہ فرض ہے کہ وہ ملکر مانو سہیتا اور مانو کلچر کی رکشا کے لئے بڑھیں۔

کہا ہے کہ وہاں کی پولیس پہلے کسی آدمی سے آمادگی کو تلاش کرتی ہے جس کے خلاف کوئی جرم آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہو۔ پھر اسے سمیٹنے کا وعدہ کرتے ہیں اس سے اس طرح کی جھوٹی شہادتیں تیار کرتی ہیں جن سے دوسرے لوگ جنہیں پولیس پھانسا چلتی ہے آسانی سے پھنس سکیں اور پھر اس طرح کے گناہوں کو پھانسا جاتا ہے۔

ہم ایک پہلے لکھنے میں کہ چکے ہیں کہ ایک پرتشتم امریکی پادری نے ہمیں بتایا تھا کہ امریکا میں کسی عیسائی دھرم پرچارک کو جب تک کسی دوسرے دیش میں جا کر دھرم پرچار کرنے کے لئے پاس پورٹ نہیں دیا جاتا جب تک وہ لکھتے ہیں کہ وہ دیش جس دیش میں جائے گا وہاں امریکی سرکار کی راج کاجی پالیسی کو کاسیب ہونے میں مدد دے گا۔

اس طرح کی رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی دنیا برابر آگے بڑھ رہی ہے۔ دنیا کی سامراج پریمی قومیں دھیرے دھیرے اپنی چالوں میں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے سب دیش یہ اچھی طرح محسوس کرتے

اس طرح کی رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی دنیا برابر آگے بڑھ رہی ہے۔ دنیا کی سامراج پریمی قومیں دھیرے دھیرے اپنی چالوں میں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے سب دیش یہ اچھی طرح محسوس کرتے

رہے ہیں کہ کس کے ساتھ رہنے میں ان کی ہمتی ہے اور کس کے ساتھ چلنے میں ان کا اور دنیا کا بھلا ہے۔ دھیرے دھیرے دیکھا اور افریقہ کے سب دیشوں اور پاکستان جیسے اپنے پڑوسی دیشوں میں بھی ہمیں اس کے آثار صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ جیسے پوزیٹیوادی اور سامراج وادی دیشوں کی توتی ہمیں اب—”جب تک نہیں تب تک“ کی سی دکھائی دیتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اب بھی وہ ادھر ادھر سازشیں کرے اور کم سمجھ لوگوں کو ان کے دیشوں کے خلاف پھوڑو دنیا کے لئے تھوڑی بہت مصیبتیں کھڑی کر سکتے ہیں۔ پر وہ اتناں کے پڑواہ اور مانو سہیتا کے دھارے کو نہیں بدل سکتے۔

امریکی علاج—فوج اور ہتھیاروں کا خاتمہ

اس خطرے کا اصلی اور تھوڑا علاج ایک ہی ہے اور وہ ہے ہتھیار ہادی، یعنی دنیا بھر کی فوجوں کا اور جنگ کے ہتھیاروں کا دھیرے دھیرے کم کرنا اور آخر میں بالکل ختم کر دینا۔ دنیا کے سب دیشوں کے وچارگوں کی نگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے شاکس بھی دھیرے دھیرے اس ضرورت کو محسوس کرتے جا رہے ہیں۔ جنگ کا دنیا سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہونا ہی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ کے شہدوں میں ہمیں اپنی تلواروں کو توڑ کر ان کے حل بنالینہ چاہئے۔ ایک دوسرے پر آوشواس اور پڑائے سوارتہ اس راستہ میں رکارت ہیں۔ پر یہ رگاوتیں بھی دھیرے دھیرے مٹتی جا رہی ہیں۔ اس مسئلہ میں اس سے دو چیزیں سب سے اہمک مرد دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امریکہ کے شاکس بھی اب اس بات کو اپنے دلوں میں سمجھنے لگے ہیں کہ ہر طرح کی فوجوں اور فوجی ہتھیاروں میں سوریٹ روس اس سے امریکہ سے بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیاروں کے ختم ہو جانے پر بھی دیشوں دیشوں میں جو متبہد اور چھوٹے بڑے چھوڑے رہینگے ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہو۔ ہمیں اس بات کا آہسان اور حوشی ہے کہ امریکہ کی نیگرو جاتی نے اس بارے میں مہانا گاندھی کے افسانہک اسپروگ کے ہتیار کو اپنایا ہے۔ کسی سے بھر نہ ہو، دل میں کسی کا برا نہ ہو، ہرائی سے نفرت کرتے ہوئے بھی بڑے سے پریم اور ہمدردی ہو، انہما کے ساتھ کسی طرح کا سپروگ نہ ہو، خود اپنی جان پر کھل کر بھی انہما کو مثالے کا درجہ سنبھلے ہو، اس طرح کے فیکرے نیگرو پادی کنگ کے ویاہیہاںوں میں بڑے پڑے ہیں۔ ابھی تک دنیا کے بہت سے وچارگوں کو یہ چھوڑی ہوئی اور غیر عملی پہلے ہی دکھائی دینے، دنیا کے آگے کے چھوڑوں اور انہما کو ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ طریقہ پھلتا جا رہا ہے اور پھیلے گا۔

وہوڑا جی نے حال میں بالکل سچ اور ٹھیک کہا ہے کہ بھارت اگر اپنی ساری فوجوں کو ایک دم ختم کر دے اور اپنے ہتیاروں کو فوڑ کر پھینک دے یا ہلے اور ہنسوں میں بدل ڈالے تو دنیا کے سامنے اس معاملے میں ایک بہت بڑا آدرش پیش کر سکتا ہے۔ ہمیں یاد ہے مہاتما گاندھی کہا کرتے تھے کہ— آزاد بھارت میں کوئی فوج نہیں رہنی چاہئے۔ پر ابھی تو شاید بھارت کے شامک اور جتنا دونوں میں سے کسی میں بھی یہ ہمت نہیں ہے۔ ہم میں ابھی آتم وشواس کی کمی ہے۔ بھارت اس معاملے میں چاہے دوسروں کے ساتھ کسی دن مثال قائم کرے یا دوسروں کے پیچھے چلے جانا ہمیں اسی اور ہے۔

30 . 3 . '56

راشتر بهاشا کس اوز ؟

مہمانا پنڈت مدن موہن ما'وی کے ہوتے، سورگپہ پنڈت کرشن کانت ما'وی کے سرپرست، پنڈت پدم کانت ما'وی نے اپنا ایک چھپا ہوا وکٹوپہ راشٹر ہاشا ہندی کے اوپر ہمارے پاس بھیجتا ہے۔ ہندی سادھتہ کی چرچا کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ "ہندی سادھتہ کے ایک ریشیہ دل کی سنگنیزوتا (نگ نظری) اور دل ہندی کے کارن ہندی کے کلمے ہی اگر دروت (پیشوا) اور نرماتا (معمار) آج تک پرکاش میں نہیں آیا ہے۔ اور اس کارن ہندی سادھتہ کے ادھیکانہیں آجکل کے اتھاس بھی نہ کیول دیابک اور پورے ہی نہیں ہیں بلکہ ایکٹکی بعلی یکطرفہ بھی ہیں۔"

اِس کی وجہ پلذت پدم گانت نے یہ بتائی ہے۔ "ہندی
 اُنڈولن کے شروع زمانے سے ہی ساتھ کاروں کے دو دل رہے ہیں؛
 ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساتھک کہتا رہا ہے اور انگریز
 سرکار کا کرپا پاتر تھا۔ کھول اِسی دل کے لوگ پڑھنے کی بستانوں
 کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمپنیوں میں لے جاتے تھے اور اِسکول
 کالجوں کے پڑھائی کے مصروفوں کو ملے کرتے تھے۔ اِس دل کے
 ذریعہ دوسرے گروہ کے ساتھکوں اور ساتھ کاروں کی طرف سے
 جنہیں راشتقریہ دل کے لوگ کہنا ٹھیک ہوگا پڑھوادی ہوتی
 گئی اور اُنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ آج اِس بات کی بڑی
 ضرورت ہے کہ اُس راشتقریہ دل کے لوگوں کی رچناؤں پر بدگلی
 ڈالا جائے۔"

آگے چل کر پخت پدم کاٹتے جی نے لکھا ہے کہ
 ”ساتھ لے کے ان دونوں دلوں میں خاصی فرق، اشتقاقی
 کا روپ کیا ہو اِس سوال پر تھا . ایک دل ہندی کو
 سنسکرت بھری کرنے کا طرفدار تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

پراسان کر کے بول چال کی भाषा के निकट لانے کے پक्ष में था. पहले बोल के लोगों को बिंदरी सरकार का सहारा हासिल था, क्योंकि वह एक ऐसी भाषा का पक्षपाती था जो हिन्दू और मुसलमानों के बीच की खाई को चौड़ी करने वाली थी. वह बोल दूसरे बोल का विरोधी था. इसलिये उस समय की सरकार पर अपने असर और अपने बड़े हुए साधनों में वह राष्ट्रीय विचार के लोगों का पूरी तरह दबा देने में समर्थ हो गया. यह एक बड़े दुख की बात है कि हमारे विश्व विद्यालयों ने भी राष्ट्रीय साहित्यकारों की तरफ से वैसी ही बेकसी अवस्थित की. कारन साफ है. आज के प्रोफेसर और शिक्षक स्वयं उसी एकांगी वातावरण की उपज हैं. शिक्षा संस्थाओं के अलावा राष्ट्रीय सरकार का भी कर्ष है कि वह हिन्दी साहित्यकारों की रचनाओं और साहित्य के इतिहास को सुधारने और ठीक करने में मदद दे."

पं० पद्मकान्त जी ने यह भी लिखा है कि—"खेर कमीशन के सामने एक सवाल यह भी है कि हमारी राष्ट्रीय भाषा का रूप क्या हो ? अंगरेजी सरकार के जमाने में जो नीति चलाई गई थी उसे आजकी बदली हुई हालत में राष्ट्रीय सरकार को बदल देना चाहिये, यदि यह देखा जाय कि पहले वाली नीति अराष्ट्रीय थी. भारत की एकता के लिये हिन्दी को संस्कृत निष्ठ बनाने की आवश्यकता के भ्रमजाल का आज पूरी तरह पर्दा फासा हो चुका है. इस संबंध में यह विशेष रूप से ध्यान में रखने की बात है कि संस्कृत के बड़े से बड़े पंडित, जैसे महामहोपाध्याय पं० शिवकुमार शास्त्री हिन्दी को संस्कृत निष्ठ बनाने के विरोधी थे."

पं० पद्मकान्त जी ने हमें यह भी याद दिलाया कि स्वर्गीय महामना पं० मदनमोहन जी मालवी मिली जुली वामहास्य बोल चाल की भाषा के पक्ष में थे और 'आश्चर्य' जैसे तत्सम शब्दों की जगह 'अचरज' जैसे तद्भव शब्दों के इस्तेमाल के हक में थे.

पं० पद्मकान्त जी के इन विचारों में सचाई, ताजगी और रबादारी साफ झलकती है.

—मुन्दरलाल

آسان کر آئے ہل چال کی भाषा के निकट لانے کے پक्ष میں تھا. پہلے بول کے لوگوں کو ویدیشی سرکار کا سہارا حاصل تھا کیونکہ وہ ایک ایسی भाषा کا پक्षپاتی تھا جو ہندو اور مسلمانوں کے بیچ کی کھائی کو چوڑی کرنے والی تھی. یہ بول دوسرے بول کا دیرپا ہی تھا. اس لئے اس سے کی سرکار پر اپنے اثر اور اپنے بڑے ہوئے سادھنوں میں وہ راشتریہ وچار کے لوگوں کو پوری طرح دبا دینا ہمیں سمجھ نہ آیا. یہ نکتہ بڑے حد کی بات ہے کہ ہمارے رشورویالیوں نے بھی راشتریہ سادھنوں کی طرف سے ویسی ہی بے دخی اختیار کی. کارن صاف ہے. آج کے پروفیسر اور شکست سوہم اسی لہجے کی اپج ہیں. شکست سنسکرت کے علوہ راشتریہ سرکار کا بھی فرض ہے کہ وہ ہندی سادھنوں کی رجحانوں اور سادھنوں کے انہاس کو مدھارتے اور ٹھیک کرتے ہیں مدد سے."

پنڈت پدم کانت جی نے یہ بھی لکھا ہے کہ—"کھیر کمیشن کے سامنے ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہماری راشتریہ भाषा کا روپ کیا ہو ؟ انگریزی سرکار کے زمانے میں جو نیکی چلتی گئی تھی آج کی بدای ہوئی حالت میں راشتریہ سرکار کو بدل دینا چاہئے. یہی یہ دیکھا جائے کہ پہلے والی نیکی راشتریہ تھی. بہارت کی ایکتا کے لئے ہندی کو سنسکرت نشت بنانے کی آرشیتا کے ہرم چال کا آج پوری طرح پردہ غلے ہو چکا ہے. اس سبندہ میں یہ وشہی روپ سے دھیان میں رکھنے کی بات ہے کہ سنسکرت کے بڑے سے بڑے پنڈت جیسے مہامہوپادھی پنڈت شو کمار شاستری ہندی کو سنسکرت نشت بنانے کے وردھی تھے."

پنڈت پدم کانت جی نے ہمیں یہ بھی یاد دلایا کہ سرگیدھ مہامنا پنڈت مدن موہن جی مالوی ملی جلی باستاورہ بول چال کی भाषा کے پक्ष میں تھے اور 'آشچریہ' جیسے تنسم شبدوں کی جگہ 'الچرج' جیسے تدبیر شبدوں کے استعمال کے حق میں تھے.

پنڈت پدم کانت جی کے ان وچاروں میں سچائی، تازگی اور رواداری صاف جھلکتی ہے.

—مظہر اللہ

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	دাম	نام کتاب	لکھک
1. شہر-بہو-شاہری	بھائی بھوپالپا پراساد گوہلوی	8 0 0	1. شہر و شاہری	بھائی بھوپالپا پراساد گوہلوی
2. شہر-بہو-سرخن	"	8 0 0	2. شہر و سرخن	"
3. گھرے پانی پٹ	"	2 8 0	3. گھرے پانی پٹ	"
4. ہمارے آوارہ	بھائی بنارسی داس چترویدی	3 0 0	4. ہمارے آوارہ	بھائی بنارسی داس چترویدی
5. سنسکرت	"	3 0 0	5. سنسکرت	"
6. دو ہزار برس پرانی کہانیاں	بھائی جگدیپ جین	3 0 0	6. دو ہزار برس پرانی کہانیاں	بھائی جگدیپ جین
7. ج्ञान गंगा	بھائی نارائن پراساد جین	6 0 0	7. ج्ञान गंगा	بھائی نارائن پراساد جین
8. पंच चिन्ह	بھائی शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	8. पंच चिन्ह	بھائی शान्ति प्रिय द्विवेदी
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.
10. आकाश के तारे धरती के फूल	بھائی कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	10. आकाश کے تारे دھرتی کے پھول	بھائی کन्हैयालाल मिश्र پرभाकर
11. मुक्ति दूत	بھائی वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0	11. मुक्ती دوت	بھائی वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.
12. मिलन यामिनी	بھائی बच्चन	4 0 0	12. मिलन यामिनी	بھائی बच्चन
13. रजत रश्मि	डॉक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	13. रजत रश्मि	डॉक्टर रामकुमार वर्मा
14. मेरे बापू	بھائی सम्मय बुखारिया	2 8 0	14. मेरे बाپو	بھائی सम्मय बुखारिया
15. बिरब संच की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	15. बिरब سچ کی اور	پंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला
16. भारतीय अर्थशास्त्र	بھائی भगवानदास केला	0 0	16. भारतीय اर्थ شاستر	بھائی भगवानदास केला
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	17. भारतीय शासन	"
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	18. ناگرک شاستر	"
19. साम्राज्य और उनका पतन	"	2 8 0	19. سامراج اور ان کا پتن	"
20. भारतीय स्वाधीनता अन्दोलन	"	1 4 0	20. भारतीय स्वाधीनता انڈولن	"
21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	21. सर्वوदय اर्थ व्यवस्था	"
22. हमारी आदिम जातियां	बھائی भगवानदास केला और बھائی अखिल विनय	3 8 0	22. ہماری آدم جاتیں	بھائی भगवानदास केला और बھائی अखिल विनय
23. अर्थशास्त्र शब्दावली	बھائی दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. बھائی गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, बھائی भगवानदास केला	2 0 0	23. اर्थ شاستر شبداولی	بھائی दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. बھائی गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, बھائی भगवानदास केला
24. नागरिक शिक्षा	बھائی भगवानदास केला बھائی दयाशंकर दुबे	1 8 0	24. ناگرک शिक्षा	बھائی भगवानदास केला बھائی दयाशंकर दुबे
25. राष्ट्र मंडल शासन	बھائی दयाशंकर दुबे	1 8 0	25. राष्ट्र منڈل शासन	बھائی दयाशंकर दुबे
26. जवानो	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	26. جوانو	महात्मा भगवानदीन
27. मारने की हिम्मत !	"	1 0 0	27. مارنے کی हिمت !	"
28. सलोना सच	"	0 8 0	28. سلونا سچ	"
29. मेरे धांधी	"	1 0 0	29. میرے سانھی	"

मिशन का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हज़रत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولیہ—تین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سنذر کوئی دوسری پستک نہیں

हज़रत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولیہ—ڈیڑھ روپیہ

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

مہاتما زرتوستر اور ایرانی سانسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سانسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سبھیتا اور سانسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سمیر بابل اور اسوریا کی پراچین سانسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سبھیتا اور سانسکرتی

لیکھک—وشومبھر ناتھ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سترہ)

لیکھک—شری معجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

آگ اور آنسو

(بھاپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—ڈیڑھ روپیہ

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—भौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد، قیمت—ڈیڑھ روپیہ

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

جھنکار

(پرگتی شیل کویتاؤں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہاے کیراؤ، قیمت—تین روپیہ

मिलने का पता ملنے کا پتہ

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी ہندستانی کلچر سوسائٹی

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद 145 مٹی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیवाद کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر آلی سادھنا

مکے 225، کیمت دو روپیہ

—:o:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت دلیچمر کتاب)

لکھک—کودسینا جیدی

مکیمکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈپ، بھوت-سی رنگین تمبیرے

دام دو روپیہ

—:o:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 مکے، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 مکے، دام بارہ آئے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کیمت بارہ آئے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آئے

بنگال اور اس سے سبق

کیمت دو آئے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھانج ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیواد کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر آلی سادھنا

مکے 225، کیمت دو روپیہ

—:o:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت دلیچمر کتاب)

لکھک—کودسینا جیدی

مکیمکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈپ، بھوت-سی رنگین تمبیرے

دام دو روپیہ

—:o:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 مکے، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 مکے، دام بارہ آئے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

کیمت بارہ آئے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آئے

بنگال اور اس سے سبق

کیمت دو آئے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھانج ایلاہاباد

نیا حکم

اس نمبر کے خاص نمبر JUN 1958
DELHI

بuddhism اور اسلام

بuddhism اور اسلام

— شری مولوی ضیاء الدین صاحب

چین میں بoudhism

چین میں بoudhism

— پروفیسر تان-بن-شان

— پروفیسر تان-بن-شان

ہندوستان کی کلچر پر بoudhism مذہب کی چھاپ

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

آتم ویدیا (علم روحانی) — آپ بیتی

— ڈاکٹر بھگوان داس

— ڈاکٹر بھگوان داس

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

— پنڈت سندر لال

— پنڈت سندر لال

اس کے علاوہ
دیس بیدیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سپلائی نوٹ

اس کے علاوہ

ضروری سمپاد کی نوٹ

دیس بیدیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سپلائی نوٹ



NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

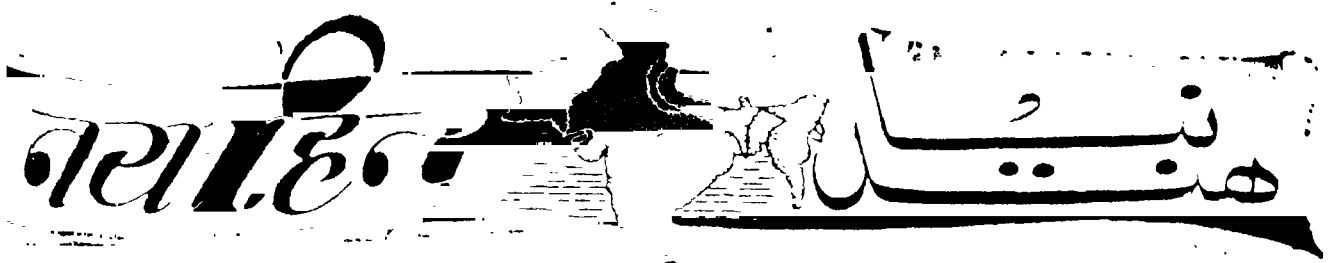
Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.



نمبر 5 نمبر جلد 21 جلد

مئی 1956 مई

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145 سٹریٹ، لکھنؤ

145، مئی گنج، لاہور

مئی 1956 مई

<u>کتاب کیا ہے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>نہا کس سے</u>
1. بؤدھ ڊرم اور اسلام		1. بؤدھ ڊرم اور اسلام
—شری مولوی ضہا الدین صاحب	238	—شری مولوی ضہا الدین صاحب
2. چین میں بؤدھ ڊرم		2. چین میں بؤدھ ڊرم
—پروفیسر نان - پن - شان	239	—پروفیسر نان - پن - شان
3. یونانی وچار ڊارا اور بؤدھ ڊرم		3. یونانی وچار ڊارا اور بؤدھ ڊرم
—شری ٹی . ولانڈ ایم . اے .	253	—شری ٹی . ولانڈ ایم . اے .
4. ہندوستان کی کلچر پر بؤدھ مڙھ کی ڇاپ		4. ہندوستان کی کلچر پر بؤدھ مڙھ کی ڇاپ
—آچاریہ ڊھرمائنڊ کوسمبی	256	—آچاریہ ڊھرمائنڊ کوسمبی
5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش		5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش
—انورادک : شری مجیب رضوی	269	—انورادک : شری مجیب رضوی
6. آتما ویدا (روحانی) —آپ بیتی		6. آتما ویدا (روحانی) —آپ بیتی
—ڈاکٹر بھگوانداس	272	—ڈاکٹر بھگوان داس
7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ		7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ
—پنڊت سندر لال	278	—پنڊت سندر لال
8. ہماری رائے—	282	8. ہماری رائے—
مہاتما بڊھ کی یاد میں—وشومیر نام پانڊے		مہاتما بڊھ کی یاد میں—وشومیر نام پانڊے

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع صاحب

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع صاحب

میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے ہندو کتبوں کا بڑا بڑا کام کیا ہے اور اس سے پہلے بھی مسلمانوں نے ہندو کتبوں کے بارے میں کچھ کچھ جانتا تھا۔ لیکن اب تو اس کی جانکاری حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ آئے ہیں۔ اور ان کے کچھ دور دور کے حضروں میں ہندو دھرم کے بچے بچے اور کچھ مسلمانوں کو ہندوستان کے مذہبی خیالوں کی کافی جھلک مل چکی ہے۔ یہ مسلمانوں ہندوؤں کو 'سائنہ' کہا کرتے تھے۔ 'ہند' یا 'ہمت' لفظ جو ہند کا بگڑا ہوا روپ ہے، کافی پہلے گرتے گرتے 'ہورتی' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ اُس کے اور کچھ معنی رہ گئے تھے۔ یہ لوگ 'ہزاف' کو ہندو مذہب کا بانی سمجھتے تھے۔ ہزاف 'ہودھسو' کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ ہمساتوں کے بلخ، ٹرانس آکسیانا، خراسان، ترکستان، ایران اور ایک درجہ تک عراق فتح کرنے سے پہلے ان سب ملکوں میں ہندو دھرم پھیل چکا تھا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی وہاں کے ہندو پروہتوں نے فوراً اپنا پرچار بند نہیں کر دیا۔ اُن کے 'ہراکے' تب اور ہوگ کے طریقے اور اُن کا مذہبی نظریہ یہ سب چیزیں برابر پہلے ہی کی طرح نئے مسلمانوں میں اپنا کام کرتی رہیں اور اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ 'تسویح' یعنی 'مالا' اور اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں مسلمانوں کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملیں۔ 'علم معرفت' یعنی 'ادھیاتم' میں ہندوؤں کا 'نڈا' کا اصل ہندوؤں کے 'نروان' سے لیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق 'ساک' یعنی 'یوگی'، 'فنائی اللہ' یعنی 'یشور' میں ہیں، ہوجانے سے پہلے جن 'مقامات' یا چکروں میں ہو کر گذرتا ہے وہ سب ہندو یا کم سے کم ہندوستانی ہیں۔

پھر اور بخارا کے ایرانیوں میں یہ ایک وبردست رواج تھا کہ وہ بار بار پھر اپنے پرانے ہندو خیالوں اور ہندو روایوں کو اپناتے رہتے تھے۔ شاید اور سب دیشوں کے مقابلے میں ایران ملکوں میں ہی ہندو دھرم سب سے زیادہ دیر تک بڑا رہا۔ ابو نصر احمد بن نوحی

میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے ہندو کتبوں کا بڑا بڑا کام کیا ہے اور اس سے پہلے بھی مسلمانوں نے ہندو کتبوں کے بارے میں کچھ کچھ جانتا تھا۔ لیکن اب تو اس کی جانکاری حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ آئے ہیں۔ اور ان کے کچھ دور دور کے حضروں میں ہندو دھرم کے بچے بچے اور کچھ مسلمانوں کو ہندوستان کے مذہبی خیالوں کی کافی جھلک مل چکی ہے۔ یہ مسلمانوں ہندوؤں کو 'سائنہ' کہا کرتے تھے۔ 'ہند' یا 'ہمت' لفظ جو ہند کا بگڑا ہوا روپ ہے، کافی پہلے گرتے گرتے 'ہورتی' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ اُس کے اور کچھ معنی رہ گئے تھے۔ یہ لوگ 'ہزاف' کو ہندو مذہب کا بانی سمجھتے تھے۔ ہزاف 'ہودھسو' کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ ہمساتوں کے بلخ، ٹرانس آکسیانا، خراسان، ترکستان، ایران اور ایک درجہ تک عراق فتح کرنے سے پہلے ان سب ملکوں میں ہندو دھرم پھیل چکا تھا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی وہاں کے ہندو پروہتوں نے فوراً اپنا پرچار بند نہیں کر دیا۔ اُن کے 'ہراکے' تب اور ہوگ کے طریقے اور اُن کا مذہبی نظریہ یہ سب چیزیں برابر پہلے ہی کی طرح نئے مسلمانوں میں اپنا کام کرتی رہیں اور اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ 'تسویح' یعنی 'مالا' اور اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں مسلمانوں کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملیں۔ 'علم معرفت' یعنی 'ادھیاتم' میں ہندوؤں کا 'نڈا' کا اصل ہندوؤں کے 'نروان' سے لیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق 'ساک' یعنی 'یوگی'، 'فنائی اللہ' یعنی 'یشور' میں ہیں، ہوجانے سے پہلے جن 'مقامات' یا چکروں میں ہو کر گذرتا ہے وہ سب ہندو یا کم سے کم ہندوستانی ہیں۔

پھر اور بخارا کے ایرانیوں میں یہ ایک وبردست رواج تھا کہ وہ بار بار پھر اپنے پرانے ہندو خیالوں اور ہندو روایوں کو اپناتے رہتے تھے۔ شاید اور سب دیشوں کے مقابلے میں ایران ملکوں میں ہی ہندو دھرم سب سے زیادہ دیر تک بڑا رہا۔ ابو نصر احمد بن نوحی

(سن 648 ई.) अपनी "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان کر لیے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار چھوٹی کہ عرب ان
 کے ملک سے چلے آتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 چلے جاتے تھے۔" بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے بہت بدست (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اصلی عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اُس کے وقت تک برابر
 لگتا رہا۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکالتے
 ہیں کہ "سن 648" اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا یعنی بدھ دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلوں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکیوں
 نے جو کچھ کزناسمہ دہلائے ان سے یہ بات بنا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

ہرمکی شروع میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے بدھ مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تود کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اُس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اُس کے لئے کو اُس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اُس کے بعد بدھ ترک راجا
 مذاق قراخانی نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اُس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اُس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "بدک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی دھماؤں کی تعلیم دی گئی۔
 اُس نو جوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

(سن 648 ع) اپنی "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان کر لیے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار چھوٹی کہ عرب ان
 کے ملک سے چلے آتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 چلے جاتے تھے۔" بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے بہت بدست (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اصلی عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اُس کے وقت تک برابر
 لگتا رہا۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکالتے
 ہیں کہ "سن 648" اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا یعنی بدھ دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلوں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکیوں
 نے جو کچھ کزناسمہ دہلائے ان سے یہ بات بنا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

ہرمکی شروع میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے بدھ مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تود کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اُس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اُس کے لئے کو اُس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اُس کے بعد بدھ ترک راجا
 مذاق قراخانی نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اُس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اُس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "بدک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی دھماؤں کی تعلیم دی گئی۔
 اُس نو جوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

*—Tarikh-e-Bukhara, Ed. O. Shefer, Paris, 1892, p. 18.

†—Ibid. pp. 18-19.

اور وہی ہے جو کہ اس کے بارے میں مذکور ہے۔
 ۱۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۲۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۳۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۴۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۵۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۶۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۷۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۸۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۹۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۱۰۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں

مسلمانوں میں खासकर अब्बासी खलीफाओं के जमाने में काफी दूरअन्देश विद्वान ऐसे थे जिन पर कम या ज्यादा बौद्ध धर्म का बराह रास्त असर पड़ा. ईरान के मागी मुसलमान हो जाने के बाद भी आम तौर पर अपने अक्रीदों के लिहाज से आधे बौद्ध थे. इन्हें मुकर्रफह (सन् 760 ई०) जिसने 'कलैला व दमना' का पहलवी से अरबी में तर्जुमा किया और जो बड़ा होकर मुसलमान हो गया, आज्ञाद क्वाल मागियों और मुसलमानों की बहुत अच्छी मिसाल था. इन्हें मुकर्रफह लिखता है कि 'कलैला व दमना' की असली किताब हिन्दुस्तान की लिखी हुई थी. सन् 531—579 ई० के करीब बरख्साह इस किताब को हिन्दुस्तान से लाया और ईरान में उसने उसका पहलवी में तर्जुमा किया. इन्हें मुकर्रफह ने इसका तर्जुमा पहलवी से अरबी में किया. अपनी इस किताब के दीबाचे में इन्हें मुकर्रफह ने जो कुछ लिखा है उसमें साफ बौद्ध धर्म का असर दिखाई देता है. मसलन वह लिखता है कि—

“और मैंने तजुर्बा किया है कि जिस बड़ सालिक (योगी) समाधि (इबादत) में मरायाल होता है उस बड़ एक किस्म की खानी जशी उस पर तारी हो जाती है. उस बड़ वह बेकिर होता है, मुतमईन होता है, खबदिरात से परे होता है, खुद पर पेतबार रखता है. उसे किसी बात की फिक्र नहीं होती, वह दुनिया को छोड़ चुका होता है, लालच से दूर होता है, पाक होता है, आजाद होता है, उसे किसी बात का रंज नहीं हो सकता, वह इसद और जलन से ऊपर उठा है, वह पाक मोहब्बत से भरा होता है, न वह किसी को कोई मुकसान पहुंचाता है और न उसे कोई मुकसान पहुंचा सकता है...”

اور اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۱۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۲۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۳۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۴۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۵۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۶۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۷۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۸۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۹۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں
 ۱۰۔ اس کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں

مسلمانوں میں خاصकर عباسی خلیفوں کے زمانے میں کافی دوراندیشی و دواں ایسے تھے جن پر کم یا زیادہ بودہ دھرم کا براہ راست اثر پڑا. ایران کے مابقی مسلمان ہوجانے کے بعد بھی عام طور پر اپنے عقیدوں کے لحاظ سے آدھے بودہ تھے. ابن مقفعہ (سن 760 ع) جس نے 'کلیله و دمنہ' کا پہلوی سے عربی میں ترجمہ کیا اور جو بڑا ہوکر مسلمان ہوگیا، آزاد خیال ماگیوں اور مسلمانوں کی بہت اچھی مثال تھا. ابن مقفعہ لکھتا ہے کہ 'کلیله و دمنہ' کی اصلی کتاب ہندستان کی لکھی ہوئی تھی. سن 579-331 ع کے قریب ہرزویاہ اس کتاب کو ہندستان سے لایا اور ایران میں اس نے اس کا پہلوی میں ترجمہ کیا. ابن مقفعہ نے اس کا ترجمہ پہلوی سے عربی میں کیا. اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں ابن مقفعہ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں صاف بودہ دھرم کا اثر دکھائی دیتا ہے. مثلاً وہ لکھتا ہے کہ—

”اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ جس وقت سالک (یوگی) سادھی (عبادت) میں مشغول ہوتا ہے اس وقت ایک قسم کی روحانی خورش اس پر طاری ہوجاتی ہے. اس وقت وہ بے فکر ہوتا ہے، مطمئن ہوتا ہے، خواہشات سے پرے ہوتا ہے، خود پر اعتبار رکھتا ہے، اسے کسی بات کی فکر نہیں ہوتی، وہ دنیا کو چھوڑ چکا ہوتا ہے، لالچ سے دور ہوتا ہے، پاک ہوتا ہے، اسے کسی بات کا رنج نہیں ہوسکتا، وہ حسد اور جلیں سے آبرو اٹھتا ہے، وہ پاک محبت سے بھرا ہوتا ہے..... نہ وہ کسی کو کوئی نقصان پہونچاتا ہے اور نہ اسے کوئی نقصان پہونچا سکتا ہے...”

*—Kitabul Buldan, P. 324; Arab aur Hind ke Tallukat, pp. 117-18.

†—Fihrist, p. 345.

مذہب کے ایک شاخ اور دوسرے ایک شاخ دیکھا ہے۔ اس میں مکتبہ نے اس کے کتب کی تائید کی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس تائید سے ہی اس کے بارے میں اور بہت کچھ کتب کی بہت زیادہ جانکاری ملتی ہے۔ یہ لکھتا ہے—

“توہ نے جاننا چاہیے کہ کتب کی جو چار توہ نے کتب میں دیکھا ہے وہی وہی اصل ایشوری دھرم ہے اور وہ چار آدمی جو اسے چاروں کتبوں سے پہنچ رہے تھے اس دھرم کو نام رکھنے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔“ جن چار مذہبوں کا اس مکتبہ نے ذکر کیا ہے وہ مائی، یعلیٰ، زرتھوستری، دھرم، یہودی دھرم، عیسائی دھرم اور اسلام ہیں۔ ”اس طرح یہ لوگ اپنے مذہب کے نام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے دور اپنی اپنی طرف کے کونے کونے میں اٹھ جاتے ہیں۔ اس طرح مذہب کے نام پر یہ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔“

مہاراجہ اچھا شاعر ابھول بالا مہاری (973 ई० سے 1058 ई० تک) کا بौद्ध बल्कि जैन था. जर्मन विद्वान वॉन क्रैमर ने उसकी बाबत लिखा है कि वह माजी, हाल और मुस्तक़बिल तीनों जमाने के बड़े से बड़े नेक आलिमों में से था और उसका ज़बर्दस्त और मामूली दिमारा उस बक्त बहुत सी ऐसी बातों को दुनिया के सामने रख चुका था जो आम तौर पर आजकल की फर्की नई रोशनी की उपज समझी जाती हैं. ५ महारी यह नहीं मानता था कि मुझे किसी दिन क़ब्रों से निकल कर खड़े हो जायेंगे. बच्चे पैदा करने के काम को आदमी के लिये वह गुनाह मानता था. क्रना यानी अपनी अलग खुदी को मिटा देने को वह इन्सान-नी चिन्दगी भी असली मंजिल मानता था. वह चिन्दगी भर और शाही छुवा रहा. वह यह नहीं मानता था कि मजहब ईश्वर से किसी बाहरी इलहाम के जरिये हासिल होता है बल्कि उसे आदमी के अपने अन्दर की उपज मानता था. वह लिखता है—

“हत्तीक ठाकरे खा रहे हैं, ईसाई सब भटके हुए हैं, यहुदी बक्कर में हैं, मागी रात रास्ते पर बड़े जा रहे हैं, हम मिटने वाले आदमियों में दो ही खास तरह के आदमी हैं, एक खमकदार बदमाश और दूसरे मजहली बेबकूफ”

महारी ने एक नष्ट में लिखा है—

“कोई चीज रहने वाली नहीं है. हर चीज मिटने वाली है. इसलाम भी मिटने वाला है. हजरत मूसा आप. उन्होंने अपने मजहब का उपदेश दिया और चल बसे, उसके बाद

اسی مذہب کی اس کے چاروں کتبوں سے پہنچ رہے تھے اس دھرم کو نام رکھنے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔“ جن چار مذہبوں کا اس مکتبہ نے ذکر کیا ہے وہ مائی، یعلیٰ، زرتھوستری، دھرم، یہودی دھرم، عیسائی دھرم اور اسلام ہیں۔ ”اس طرح یہ لوگ اپنے مذہب کے نام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے دور اپنی اپنی طرف کے کونے کونے میں اٹھ جاتے ہیں۔ اس طرح مذہب کے نام پر یہ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔“

مہاراجہ اچھا شاعر ابھول بالا مہاری (973 ع سے 1058 ع تک) کا بؤدھ بولکي جين تھا۔ جرمن ویدوان وان کرائم نے اس کی بابت لکھا ہے کہ وہ مائی، حال اور مستقبل تینوں زمانے کے بڑے سے بڑے نیک عالموں میں سے تھا اور اس کا زبردست غیر معمولی دماغ اس وقت بہت سے ایسی باتوں کو دیکھنے کے سامنے رکھ چکا تھا جو عام طور پر آج کل کی فرضی نئی روشنی کی آہٹ سمجھی جاتی ہیں۔ (۵) مہاری یہ نہیں مانتا تھا کہ مردہ کسی دن قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ بچے پیدا کرنے کے کام کو آدمی کے لئے وہ گناہ مانتا تھا۔ فنا یعنی اپنی الگ خودی کے مقابلے کو وہ انسانی زندگی کی اصلی منزل مانتا تھا۔ وہ زندگی بھر غیر شادی شدہ رہا۔ وہ یہ نہیں مانتا تھا کہ مذہب ایشور سے کسی باہری اِلہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ اسے آدمی کے اپنے اندر کی آہٹ سمجھتا تھا۔ وہ لکھتا ہے—

“خائف نہ کریں کھا رہے ہیں، عیسائی سب بٹکے ہوئے ہیں، یہودی چکر میں ہیں، مائی غلط راستے پر بڑے جا رہے ہیں، ہم ملنے والے آدمیوں میں دو ہی خاص طرح کے آدمی ہیں، ایک سمجھدار بدعاش اور دوسرے مذہبی بوہڑ۔ (۶) مہاری نے ایک نظم میں لکھا ہے—

“کوئی چیز رہنے والی نہیں ہے۔ ہر چیز مٹنے والی ہے۔ اسلام بھی مٹنے والا ہے۔ حضرت موسیٰ آئے۔ انہوں نے اپنے مذہب کا اُپدیشہ دیا اور چل بسے۔ اس کے بعد

۵—Noelcke, quoted in the appendix III. “The Iranian Influence on Muslim Literature, pp. 105—133.

۶—Nicholson—“A Literary History of the Arabs,” p. 316.

۷—Ibid. pp. 316.

کیا ہے—”اگر کچھ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو کس بادشاہ کو دیکھو جو ککریوں سے کپڑے پہن کر رہتا ہے۔ بادشاہوں میں یہی سب سے بڑا بادشاہ ہے۔“ یہ کلمہ پورانے بکھ کے ایک ایسے کتبے پر لکھا ہے۔ کتبہ آبادان نے اپنے زمانے کے کچھ خاص خاص صوفی مسلمانوں کا ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں کے ادنیٰ خیالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوبند وادی تھے اور ان پر مانی کے خیالات کا اثر تھا۔ لیکن جہاز نے جس طرح ان لوگوں کے خیالات کو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے خیالات مانی کے اصولوں کے مقابلے میں بڑھ دھرم سے زیادہ ملتے تھے۔

”کرتلندی یعنی یربوراچمتا کا وہ بہ مطلب لیتے تھے کہ ان میں سے کوئی دو رات ایک گھر میں نہ رہے۔ ان میں جو کچھ کرتلندی ہیں وہ ہمیشہ دو دو کر کے چلتے ہیں اور چار قاعدوں کو ملتے ہیں—نقیری، پاکیزگی، سچائی اور غریبی۔“

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ دھرم کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

”کرتلندی یعنی یربوراچمتا کا وہ بہ مطلب لیتے تھے کہ ان میں سے کوئی دو رات ایک گھر میں نہ رہے۔ ان میں جو کچھ کرتلندی ہیں وہ ہمیشہ دو دو کر کے چلتے ہیں اور چار قاعدوں کو ملتے ہیں—نقیری، پاکیزگی، سچائی اور غریبی۔“

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ دھرم کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف بڑھ دھرم کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اتنے پیٹے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ بات یہ تھی کہ ان پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ایک شترمرغ نکل گیا تھا۔ ان پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اس پرندے کے ساتھ دغا کونا جس سے اسے تکلیف پہنچائی جاوے یعنی اسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار مار کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

—Goldziher, Transaction of the Ninth Congress of the Orientalists, Vol. II p. 114

†—Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol II p. 189.

چین میں بौद्ध धर्म

چین میں بודה دھرم

پروفیسر تان-ہون-شان

پروفیسر تان - ہون - شان

دو ہزار برسوں سے بڑا ہوا ہے جب بؤڈھ دھرم نے بھارت میں جنم لیا تھا اور قریب دو ہزار برس ہوئے جب بؤڈھ دھرم ی ہار چین میں پہونچا تھا۔ بؤڈھ دھرم کے چین پہونچنے کے لیے ایک تاریخ بتا سکتا بہت مشکل ہے۔ پیر بھی چھٹی تاریخ کے بیانات کے مطابق بؤڈھ دھرم پہلی بار ہان راج گھرانے میں۔ تی راجا کے راج کے زمانے کے دسویں سال میں یعنی 67ء میں چین پہونچا۔ لیکن دوسری کتابوں کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بؤڈھ دھرم چن راج گھرانے کے بھی پہلے ہی سن 246-207 عیسوی پیشتر چین پہونچ چکا تھا۔ ل کے طور پر پرانے چھٹی گرتھ لہتسو میں ملدہ ذیل ن آتا ہے۔

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سلی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کی ہے“ میں نے بغیر ابدیشوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت ایتلا بڑا اور نادر تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سلی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کی ہے“ میں نے بغیر ابدیشوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت ایتلا بڑا اور نادر تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بدھ کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پڑا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک لت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بدھ“ ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔

دوسری چھٹی کتاب ”پراتن دورن (بیانات ماضی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ ی چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بؤڈھ گرتھ اور بدھ کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ یہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی۔ فانگ تھے۔ جن راج کے فانگ سمراٹ کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آ۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں پڑے ہیں۔ ان سب کا پہلی یولی ترسکا نمسکن ہے۔ وال آتھا ہے کہ جب بدھ خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بدھ کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پڑا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک لت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بدھ“ ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔ دوسری چھٹی کتاب ”پراتن دورن (بیانات ماضی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ ی چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بؤڈھ گرتھ اور بدھ کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ یہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی۔ فانگ تھے۔ جن راج کے فانگ سمراٹ کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آ۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں پڑے ہیں۔ ان سب کا پہلی یولی ترسکا نمسکن ہے۔ وال آتھا ہے کہ جب بدھ خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

تیار کر دیے، اس وقت کے ہی چین نے ان کے بارے میں سنا होगा और हान राज घराने के 300 साल पहले बौद्ध धर्म चीन में पहुंच चुका था, लेकिन चीनी तबारीख हान राज घराने के वक्त से ही बौद्ध धर्म के चीन पहुँचने का बयान देती है, चीनी तबारीख में उसके पहले बौद्ध धर्म का कहीं थिक नहीं मिलता, शाबद हान राज घराने का भिन-ति राजा ही पहला चीनी राजा था जिसने चीनी राजधानी में पहली बार बहैसियत राजा के बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल किया, हालाँकि उसके पहले चीन में बौद्ध धर्म पहुँच चुका था फिर भी किसी चीनी राजा ने उसे कुबूल नहीं किया था, इसलिये सरकारी चीनी तबारीख में इस से पहले बौद्ध धर्म का कोई सरकारी बयान नहीं मिलता, अगर कोई ऐसा बयान भी किताबों में मिलता तो भी क़दीमी रक़तार का न जोड़ने वाले तबारीख के मुसन्निकों ने उसे नामुनासिब खसपा होगा और बाद में तबारीखी बयानात से उसे निकाल दिया होगा, कुछ लोगों का कहना है कि चीनी तबारीख के अलावा और जिन किताबों में बौद्ध धर्म का बयान आता है वह ऐतबार के क़ाबिल नहीं हैं, लेकिन मुझे ऐसा मालूम होता है कि चाहे हम उन पर पूरी तरह से ऐतबार न करें, लेकिन कुछ हिस्सों तक तो हमें उनको सब मानना ही पड़ेगा, बुद्ध के दौरान खिन्दगी में भारती और चीनी फ़लसफ़ों ने काफ़ी तरक्की कर ली थी, बुद्ध और कनफ़ूसियस दोनों आता गुठ एक ही वक्त में एक "पच्छिम" में और दूसरा "पूरब" में अपना प्रचार कर रहे थे, दोनों सूरज और चन्द्रमा की तरह सारी इन्सान की क्रौम को रोशन कर रहे थे, यह भी मुमकिन है कि दोनों को एक दूसरे का हाल मालूम हो, उस ज़माने में मुमकिन है दोनों फ़लसफ़ों का अदल बदल होता होगा, बुद्ध भी अपने प्रचार के सिलसिले में अक्सर "पूरब में बौद्धों के मुल्क" का थिक किया करते थे, इससे उनका मतलब सिबाय चीन के किसी दूसरे मुल्क से नहीं हो सकता; लेकिन यह तबारीखी खोज की चीज है और बग़ैर पूरी खोज हुए बारीकियों में जाना बेकार है.

अब पर यह बताना नामुनासिब न होगा कि राइनशाह हान-ति ने बौद्ध धर्म का अपने राज में कैसा इस्तक़्बाल किया, उसकी भी एक अजीब कहानी है, "हान-फा-वेन-चुआन" (हान राज घराने के वक्त बौद्ध धर्म की फ़लसफ़ा) नामक किताब में लिखा है कि राइनशाह हान-ति ने अपनी कुक़मल के तीसरे साल में यानी 60 ई० में राज को एक बार बह ख़ाब देखा कि 16 कुट रैजा एक सुक़्क़ा देव, जिसके घर में रोशनी चमकती है, राज घराने के ऊपर उड़ रहा है, राजा ने इस अजीब ख़ाब का कोई ख़ास नहीं समझा, उसने अपने अक़्बालत बारीकी में

पर क़रब़ के क़रीब ही ज़िन्दा रह गया, उसने अन के बारे में सना देखा और मही राज क़राले के 300 साल पहले बौद्ध धर्म में पहुँच चुका था, लेकिन चीनी तबारीख हान राज क़राले के वक्त से ही बौद्ध धर्म के चीन पहुँचने का बयान देती है, चीनी तबारीख में उस के पहले बौद्ध धर्म का बयान नहीं मिलता, शाबद हान राज क़राले का भिन-ति राजा ही पहला चीनी राजा था जिसने चीनी राजधानी में पहली बार बहैसियत राजा के बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल किया, हालाँकि उसके पहले चीन में बौद्ध धर्म पहुँच चुका था फिर भी किसी चीनी राजा ने उसे कुबूल नहीं किया था, इसलिये सरकारी चीनी तबारीख में इस से पहले बौद्ध धर्म का कोई सरकारी बयान नहीं मिलता, अगर कोई ऐसा बयान भी किताबों में मिलता तो भी क़दीमी रक़तार का न जोड़ने वाले तबारीख के मुसन्निकों ने उसे नामुनासिब खसपा होगा और बाद में तबारीखी बयानात से उसे निकाल दिया होगा, कुछ लोगों का कहना है कि चीनी तबारीख के अलावा और जिन किताबों में बौद्ध धर्म का बयान आता है वह ऐतबार के क़ाबिल नहीं हैं, लेकिन मुझे ऐसा मालूम होता है कि चाहे हम उन पर पूरी तरह से ऐतबार न करें, लेकिन कुछ हिस्सों तक तो हमें उनको सब मानना ही पड़ेगा, बुद्ध के दौरान खिन्दगी में भारती और चीनी फ़लसफ़ों ने काफ़ी तरक्की कर ली थी, बुद्ध और कनफ़ूसियस दोनों आता गुठ एक ही वक्त में एक "पच्छिम" में और दूसरा "पूरब" में अपना प्रचार कर रहे थे, दोनों सूरज और चन्द्रमा की तरह सारी इन्सान की क्रौम को रोशन कर रहे थे, यह भी मुमकिन है कि दोनों को एक दूसरे का हाल मालूम हो, उस ज़माने में मुमकिन है दोनों फ़लसफ़ों का अदल बदल होता होगा, बुद्ध भी अपने प्रचार के सिलसिले में अक्सर "पूरब में बौद्धों के मुल्क" का थिक किया करते थे, इससे उनका मतलब सिबाय चीन के किसी दूसरे मुल्क से नहीं हो सकता; लेकिन यह तबारीखी खोज की चीज है और बग़ैर पूरी खोज हुए बारीकियों में जाना बेकार है.

पहल पर ये बताना नामुनासिब न होगा कि राइनशाह हान - ति ने बौद्ध धर्म का अपने राज में कैसा इस्तक़्बाल किया, इस में एक अजीब कहानी है, "हान - फा - वेन - चुआन" हान राज क़राले के वक्त बौद्ध धर्म की फ़लसफ़ा (हान राज घराने के वक्त बौद्ध धर्म की फ़लसफ़ा) नामक किताब में लिखा है कि राइनशाह हान - ति ने अपनी कुक़मल के तीसरे साल में यानी 60 ई० में राज को एक बार बह ख़ाब देखा कि 16 कुट रैजा एक सुक़्क़ा देव, जिसके घर में रोशनी चमकती है, राज घराने के ऊपर उड़ रहा है, राजा ने इस अजीब ख़ाब का कोई ख़ास नहीं समझा, उसने अपने अक़्बालत बारीकी में

को अपने कंधे पर हाथ धुनकर सबसे इसका भक्षण
 पूछा, उसने अपनी ओर से एक कपड़ा था, उसने राइनराह से
 कहा कि इस कंधे की सह बांधी है कि तिपन-बु यानी भारत
 में बुद्ध का भक्षण हुआ है, सचाट ने कीरन सिपहसालार
 त्साई-चिन और दीवान बाज़-सुन को एक दस्ते के साथ,
 बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल करने के लिये त्वेन-बु यानी
 भारत भेजा, त्साई-चिन अपने दस्ते के साथ सन् 65 ई० में
 लोतान पहुँचा, वहाँ क्रिस्तम से अचानक उनकी काश्यप
 मार्तग और गोभरय से मुलाकात हो गई, यह दोनों भारती
 संत बौद्ध ग्रंथों और बुद्ध की मूर्तियों लेकर "पूर्वी देश" की
 तरफ़ जा रहे थे, त्साई-चिन मय अपने दस्ते के उन लोगों के
 साथ वापस चीन लौट आया, यह लोग चीनी राजधानी
 लो-बज़ शहर में राइनराह मिन-ति के दसवें साल में पहुँचे,
 बुँकि बौद्ध ग्रंथ और बुद्ध की मूर्तियाँ सफ़ेद रंग के घाड़ों
 पर लदी हुई थीं इसलिये राइनराह ने उनके लिये एक
 लाख मन्दिर बनवाकर उसका नाम "पे-मा-स्तु" यानी
 सफ़ेद घोड़ों का मन्दिर रक्खा, इन बौद्ध ग्रंथों और मूर्तियों
 को उसी मन्दिर में रक्खा गया, चीन का सब से पहला
 बौद्ध मन्दिर यही है और अब भी वस्त चीन में होना
 गामी सुवे के लो-यंग शहर के बाहर यह मन्दिर अजीब
 रानो शौक्य के साथ खड़ा है, इससे आसानी से अन्दाज़ा
 किया जा सकता है कि शाही देख भाल में बौद्ध धर्म का
 इस वक्त चीन में कितना बड़ा इस्तक़्बाल हुआ होगा ?
 चीनी जनता में हान-मिन-ति राइनराह के बौद्ध धर्म के
 इस्तक़्बाल की यह कहानी दो हजार साल से मं हूर है,
 इस कहानी से यह नतीजा निकल सकता है कि हान-मिन-
 ति के राज के जमाने के बहुत पहले से भारती और चीनी
 कलसकों का आपसी लेन देन होता रहा होगा और बौद्ध
 धर्म का चीनी जनता में प्रचार होगा, अगर यह नहीं था
 तो राइनराह कैसे अचानक पेसा ख़ाब देख सकता था ?
 वहीर कैसे उसे बुद्ध का नाम बता सकता था ? राइनराह
 कैसे अपने सिपहसालार और दीवान को बौद्ध धर्म की
 खोज करने के लिये भेज सकता था ? और यह कैसे मुमकिन
 था कि मार्तग और गोभरय रास्ते में उनको चीन आते हुए
 मिल आये ? यह सारे बजूहात इतने साफ़ हैं कि इनके लिये
 किसी वकील की जरूरत नहीं.

काश्यप मार्तण्ड और गोभरख सकेद चौकों के मन्दिर में रहकर बौद्ध धर्म का प्रचार करते रहे. साथ ही साथ उन्होंने कई बौद्ध ग्रंथों का चीनी खान में तर्जुमा किया. उनके बहुत मा किये हुए ग्रंथों में सब में खास "42 अध्यायों (वाचों) वाला धर्म ग्रंथ है. यह धर्म ग्रन्थ चीनी स्वभाव के विस्तृत सुवाचिक है और सब से लेकर सब तक चीनी जनता को लेकर उल्लास प्रवाहा करती है. लेकिन यह कहना

تو اپنے خواب کی بات سنا کر اُن سے اِس کا مطلب پوچھا۔ اِس نے دُوبوں میں ایک فو - ای - تھا۔ اِس نے شہنشاہ سے کہا کہ اِس خواب کی یہ تعبیر ہے کہ تینوں - جو - یعنی بھارت میں بدھ کا اُتار ہوا ہے۔ سمراٹ نے فوراً منہ مار کر تسائی - بن اور دیوان وانگ - تسوں کو ایک دستہ کے ساتھ 'بودھ دھرم' کا استقبال کرنے کے لئے تین تینوں - جو - یعنی بھارت پہونچا۔ تسائی - بن اپنے دستہ کے ساتھ سن 65 ع میں ختن پہونچا۔ وہاں قسمت سے اچانک اُن کی کٹھپ مانتگ اور کوبھن سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں بھارتی سنت بودھ گرو تھیں اور بدھ کی مورتیاں لیکر "پوری دیھ" کی طرف جارہے تھے۔ تسائی - بن منہ اپنے دستہ کے اُن لوگوں کے ساتھ واپس چھن لوٹ آیا۔ یہ لوگ چھنی راجدھانی لو - ینگ شہر میں شہنشاہ من - تی کے راج کے دسویں سال میں پہونچے۔ چونکہ بودھ گرتھ اور بدھ کی مورتیاں سفید رنگ کے گھوڑوں پر لدی ہوئی تھیں اِس لئے شہنشاہ نے اُن کے لئے ایک خاص مندر بنوا کر اُس کا نام "پے - ما - سجو" یعنی سفید گھوڑوں کا مندر رکھا۔ اُن بودھ گرتھیں اور مورتیاں کو اُسی مندر میں رکھا گیا۔ چین کا سب سے پہلا بودھ مندر یہی ہے اور اب بھی وسط چین میں ہونان نامی صوبے کے لو - ینگ شہر کے باہر یہ مندر عجیب شان و شوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔ اِس سے اُسائی سے اُنڈارہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہی دیکھ بھال میں بودھ دھرم کا اُس وقت چین میں کتنا بڑا اِستقبال ہوا ہوگا؟ چینی جنتا میں ہاں - من - تی شہنشاہ کے بودھ دھرم کے اِستقبال کی یہ کہانی دو ہزار سال سے مشہور ہے۔ اِس کہانی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہاں - من - تی کے راج کے زمانے کے بہت پہلے سے بھارتی اور چینی فلسفوں کا آپسی لین دین ہوتا رہا ہوگا اور بودھ دھرم کا چینی جنتا میں پرجار ہوگا۔ اگر یہ نہیں تھا تو شہنشاہ کیسے اچانک ایسا خوب دیکھ سکتا تھا؟ وزیر کوسہ اُسے بدھ کا نام بتا سکتا تھا؟ شہنشاہ کیسے اپنے سپہسالار اور دیوان لو بودھ دھرم کی کھوج کرنے کے لئے بھیج سکتا تھا؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ مانتگ اور گوبھن راستے میں اُن کو چین آتے ہوئے مل جاتے؟ یہ سارے وجوہات اِتنی صاف ہیں کہ اُن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

کاشیپ ماتنگ اور گوہڑوں سفید گھوڑوں کے مندر میں
 رہکر ہردھ دھرم کا پرچار کرتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں نے کئی
 ہردھ گرنتمیں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اُن کے ترجمہ
 کلمے ہوئے گرنتمیں میں سب میں خاص "42 آدھیائوں
 (بابوں) والا دھرم گرنتم ہے۔" یہ دھرم گرنتم چینی
 سوہیاؤ کے بالکل مطابق ہے اور تب سے لیکر اب تک
 چینی جلتا برابر اُس کا مطالعہ کرتی ہے۔ لیکن یہ کہتا

ज्यादा मुताबिक होता कि यह “42 अध्यायों वाला ग्रंथ” एक तरह का गीताव है, यह ग्रंथ ग्रंथ किसी एक किताब का तर्जुमा नहीं है बल्कि कई बौद्ध किताबों के संयात उसमें शामिल किये गये हैं; ऐसे संयात जो मनो-वैज्ञानिक नज़रिये से चीनी जनता के मुताबिक थे। पुराने चीनी ग्रंथ ग्रंथों के साथ इस ग्रंथ का पूरा मेल था, पुराने चीनी ग्रन्थ जैसे “माता पिता की भक्ति”, “चार पुस्तकें” और “लाओ-त्सु” और यह “42 अध्यायों वाला ग्रंथ” एक ही तरह की ताकतीयों से भरे हैं। अगर इस बौद्ध ग्रंथ में से “बुद्ध ने कहा,” “हे भिक्षुओं” जैसे अल्फाब निकाल दिये जायें तो पढ़ने वाले मुश्किल से उसे बौद्ध धर्म का कोई ग्रंथ समझेंगे, संकलन के अलावा मातंग और गोभरख ने और दूसरे तर्जुमे भी किये थे कि जिनका इस वक्त कोई पता नहीं चलता। इसके दसियों साल बाद पार्थिया के शाहजादे इन्कराओ शाहिनशाह हान-हुआन-ति (148 ई०) के वक्त में चीन आये, इन्कराओ के बाद ही शक हिन्द के मराहूर भिक्षु लोकरक्ष भी चीन पहुँचे, इन दोनों बौद्ध संन्तों ने, जो बौद्ध धर्म के अच्छे जानकार थे और बहुत बड़े आलिम थे, चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया और बौद्ध ग्रंथों का चीनी ज़बान में तर्जुमा करने का काम शुरू किया। इन्कराओ ने “लो-यंग” में 20 साल से ज्यादा बौद्ध धर्म की किताबों का चीनी ज़बान में तर्जुमा किया। इन अनमोल ग्रंथों के पढ़ने के बाद चीनियों ने बौद्ध अदब की गहराई और धर्म की असलियत को ठीक ठीक समझना शुरू किया, उसके बाद भारत से कई बौद्ध संन्त और आलिम चीन आये और उन्होंने चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार किया। उनमें ज्यादा मराहूर यह हैं—बुद्ध भद्र, धर्म रक्ष, कुमार जीव, बोधीधर्म, सुभाकर, वज्रबोधी और अमोघ इन बौद्ध संन्तों और आलिमों के कामों और उनकी कामयाबी का इस छोटे से मसमून में दिखला सकना नामुमकिन है।

ہندہ مسلمانوں کی یہ "21 ادھواں والا گرتہ" ایک ہی طرح کا نہیں ہے۔ یہ دھرم گرتہ کسی ایک کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ کئی ہندہ کتابوں کے خیال اس میں شامل کئے گئے ہیں؛ ایسے خیال جو مغربیوں کی نظر سے چینی چلتا کے مطابق تھے۔ پرانے چینی دھرم گرتہوں کے ساتھ اس گرتہ کا پورا میل تھا۔ پرانے چینی گرتہ جیسے "سافا پتا کی پیتی" "چار پستکیوں" اور "وو-تجو" اور یہ "22 ادھواں والا گرتہ" ایک ہی طرح کی نہیں ہیں۔ یہ ہندہ ہیں۔ اگر اس ہندہ گرتہ میں سے "ہندہ تے کہا" "ہے" "پھوڑ" جیسے الفاظ نکال دئے جائیں تو پڑھنے والے مشکل سے اسے ہندہ دھرم کا کوئی گرتہ سمجھیں گے۔ سنگن کے علاوہ ماتنگ اور گوہرن نے اور دوسرے ترجمہ بھی کئے تھے کہ چلتا اس وقت کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کے دسویں سال بعد پانچواں کے شہزادہ انشکو شہنشاہ ہان-ہوان-تی (148ع) کے وقت میں چین آئے۔ انشکو کے بعد ہی شک مند کے مشہور ہیکو لوکرکس بھی چین پہنچے۔ ان دونوں ہندہ سنوں نے جو ہندہ دھرم کے اچھے جانکار تھے اور بہت بڑے عالم تھے، چین میں ہندہ دھرم کا پرچار کیا اور ہندہ گرتہوں کا چینی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کیا۔ انشکو نے "لینگ" میں 20 سال سے زیادہ ہندہ دھرم کی کتابوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان اصول گرتہوں کے پڑھنے کے بعد چین میں ہندہ ادب کی گہرائی اور دھرم کی اصلاحات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا شروع کیا۔ اس کے بعد بھارت سے نئی ہندہ سنت اور عالم چین آئے اور انہوں نے چین میں ہندہ دھرم کا پرچار کیا۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں—بدھ بھدر، دھرم رکش، کمار جیو، ہونہی دھرم، سوہوا کز وجر ہونہی اور سوگو۔ ان ہندہ سنگن اور عالمن کے کاموں اور ان کی کامیابی کا اس چوتھے سے مضمون میں دیکھا سکتا ناممکن ہے۔

के साथ वसुल में और कुछ राजा-महाराजों के द्वारा में 6 कामों
 में, उस जमाने में आजकल के से सस्ते और जल्दबाजी में
 किये हुए तजुमों के बदले कितने बेहतर तरीके से तजुमा
 होता था, चीनी बौद्ध भिक्षुओं ने तजुमा के अलावा
 बुनियादी ग्रंथों की भी तस्नीफ की, उन्होंने बौद्ध अदब को
 एक सिलसिले में किया, बौद्ध धर्म के अदबी वसुलों का
 मुताला करके उन पर नुकाचीनी की और इस तरह बौद्ध
 धर्म को तरक़्की की आखिरी हद तक पहुँचाया, सैकड़ों
 सालों में तैयार किये हुए इन तमाम बौद्ध ग्रन्थों को एक
 जगह जमा किया गया और उन्हें “सान-त्सांग” यानी
 “त्रिपिटक” में तक्सीम किया गया, यह त्रिपिटक—(1)
 सूत्र त्रिपिटक, (2) विनय पिटक और (3) अभिधम्म
 पिटक कहलाते हैं, इन तीनों को मिलाकर “ता-त्सांग-चिंग”
 यानी “बौद्ध धर्म का बड़ा ग्रन्थ” कहा जाता है, इन ग्रंथों के
 अलावा चीनियों के जरिये लिखे हुए बौद्ध धर्म की किताबों
 की तादाद करीब करीब 10 हजार समझी जाती है, पुराने
 भारत के करीब करीब तमाम खास बौद्ध ग्रन्थों का चीनी
 ज़बान में तजुमा किया गया, जो ग्रन्थ आज भारत में लापता
 हो गये हैं, वे चीन में चीनी ज़बान के तजुमों की शकल में
 आज भी बरकरार हैं, अगर कोई शख्स बौद्ध धर्म का पूरा
 मुताला करना चाहे तो उसके लिये इन चीनी ग्रन्थों का
 पढ़ना बहुत जरूरी है, यह कोई बड़बोल नहीं है, बल्कि
 एक असलियत है, आज चीनी ही सिर्फ एक ऐसी ज़बान
 है जिसके जरिये बौद्ध धर्म का पूरा पूरा मुताला किया जा
 सकता है.

हान राजघराने के जमाने में पहले पहल बौद्ध धर्म
जापान से चीन पहुँचा. उसके बाद से मुस्तलिफ
घरानों के चीनी शाहनशाह बौद्ध धर्म में शरूकी
दिलवारी लेते रहे, उसके फैलाव को तरफकी देते और
उसकी हिराजत करते रहे. जगह जगह मन्दिर बनवाए
गये. पागोदा खड़े किये गये. इबादत के सरअंजाम किये
गये. भिक्षु और भिक्षुनियों के रहने का बन्दोबस्त किया
गया. शाही खर्च से बने हुए सारे मुल्क में बड़े बड़े मन्दिर,
ऊँचे ऊँचे पागोदा और शानदार बिहार अब तक खड़े हैं.
चीनी नरम की एक सतर है—ऊँची और खूबसूरत पहाड़ी
चाटियाँ बौद्धों ने कब्जे में कर रखी हैं, इसका मतलब
यह है कि चीन में मराहूर और खूबसूरत पहाड़ियों पर
बौद्ध मन्दिर, पागोदा और भिक्षु संघ ब्याप पड़े हैं.
मुस्तलिफ जमानों में मुस्तलिफ शाहनशाहों की मदद के
बिना बौद्ध धर्म को इतनी कामयाबी, कैसे मिल सकती थी ?
फिर भी कुछ तंग बिसार के चीनी शाहनशाह हुए हैं जिन्होंने
बौद्ध धर्म का मखसस नहीं समझा और उसे मुकसान
पहुँचाने की कोशिश की. मसलन मुगली चीन में 'डे'

کے پانچ سالوں میں اس نے سوچنا، لکھنا، گونا گے کے ساتھ
میں 6 سالہ تھے۔ اس زمانے میں آجکل کے سستے
اور چمکدار میں کچھ ہونے لگا تھا۔ چینی بوجھ لکھنؤں نے
بہتر طریقہ سے ترجمہ ہونا تھا۔ چینی بوجھ لکھنؤں نے
ترجمہ کے علاوہ ہفتادی گزرتھیں کی بھی تصنیف کی۔ انہوں
نے بوجھ ادب کو ایک جلسہ میں دیا۔ بوجھ دھرم کے ادبی
امور کا مطالعہ کر کے ان پر نکتہ چینی کیں اور اس طرح
بوجھ دھرم کو ترقی کی آخری حد تک پہنچایا۔ سکھوں
سالوں میں تھلے تھے ہونے ان تمام بوجھ گزرتھوں کو ایک جگہ
جمع کیا گیا اور انہیں ’ساق-تسنگ‘ یعنی ”تربیتک“ میں
نقسم کیا گیا۔ یہ تربیتک—(1) سونورگ، (2) دینگ بنگ
اور (3) ابودھرم بنگ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں کو لا کر
’نہ-تسنگ-چنگ‘ یعنی ’بوجھ دھرم کا بڑا گزرتھ‘ کہا جاتا
ہے۔ ان گزرتھوں کے علاوہ چینیوں کے ذریعہ لکھے ہوئے بوجھ دھرم
کی کتابوں کی تعداد قریب قریب 10 ہزار سمجھی جاتی ہے۔
پرانے بھارت کے قریب قریب تمام خاص بوجھ گزرتھوں کا چینی
زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ جو گزرتھ آج بھارت میں لاپتہ ہو
گئے ہیں، وہ چین میں چینی زبان کے ترجمہ کی شکل میں
آج بھی برقرار ہیں۔ اگر کوئی شخص بوجھ دھرم کا پورا مطالعہ
کرنا چاہے تو اُس کے لئے ان چینی گزرتھوں کا پڑھنا بہت
ضروری ہے۔ یہ کوئی بڑھول نہیں ہے، بلکہ ایک اصلیت ہے۔
آج چینی ہی صرف ایک ایسی زبان ہے جس کے ذریعہ بوجھ
دھرم کا پورا پورا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاں راج گھرانے کے زمانے میں پہلے پہل بودہ دھرم ظاہر
 سے چھپ رہا تھا۔ اس کے بعد سے مختلف گھرانوں کے چینی
 شہنشاہ بودہ دھرم میں شخصی دلچسپی لیتے رہے، اُس کے بیٹوں
 کو ترقی دینے اور اُس کی حفاظت کرتے رہے۔ جگہ جگہ
 مندر بنوائے گئے۔ یاگودا کھڑے گئے۔ عبادت کے سرانجام گئے
 گئے۔ بھکوں اور بھکونیوں کے رہنے کا بندوبست کیا گیا۔ شاہی
 خرچ سے بڑے بڑے سارے ملک میں بڑے بڑے مندر، اُونچے
 اُونچے یاگودا اور شاندار دھار اب تک کھڑے ہوں۔ چینی نظم
 کی ایک سطر ہے—'اُونچی اور خوبصورت پہاڑی چوٹیاں
 بودہوں نے قبضہ میں کر رکھی ہوں' اِس کا مطلب یہ ہے کہ
 چین میں مشہور اور خوبصورت پہاڑوں پر بودہ مندر، یاگودا
 اور بھکوں کے چھائے پڑے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف
 شہنشاہوں کی مدد کے بنا بودہ دھرم کو اتنی کامیابی کیسے
 مل سکتی تھی؟ یہ تو کچھ تلک دماغ کے چینی شہنشاہ
 دہتے ہیں جنہوں نے بودہ دھرم کا مطالب نہیں سمجھا اور اسے
 نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ مثلاً شمالی چین میں 'دوسرے'

राजघराने के राजघराने का यह कि वे सन् 574 ई० में बौद्ध धर्मों की सहायता बौद्ध भिक्षुओं को बुनियादी भिक्षुकी वस्त्र करने के लिए मजबूर किया, दूसरे दुमाओ चीन के 'बु' राजघराने के राइनशाह 'बु-ति' ने सन् 574 ई० में बौद्ध भिक्षुओं को गलतकर, बौद्ध धर्म को तैर आनूनी करार दिया, उसके बाद सन् 845 ई० में तांग राजघराने के राइनशाह 'बु-सुंग' ने बौद्ध मन्दिरों और मूर्तियों को तोड़ फोड़ संता, चीन में आम तौर पर यह 'तीन 'बु' सम्राटों का बौद्ध धर्म' पर 'नाजायब गुनाह' कह कर याद किया जाता है, लेकिन इस तरह की शाही आकत सिर्फ चन्द रोखा रही और उससे बौद्ध धर्म को कोई भारी नुकसान नहीं पहुँचा, उसके बरखिलाफ चीनी बौद्ध धर्म की तारीख में दो भारके के बाक़ेभाव हुए हैं, एक यह कि चीन में एक मर्तबा एक "सु तद भिक्षु" और दूसरी मर्तबा एक "भिक्षु सम्राट" हुए हैं, दक्खिन राजघराने के राइनशाह लियांग-बु-ति ने तीन मर्तबा अपने शाही ताज को छोड़कर "तुंग-यसाई" मन्दिर में भिक्षुओं का लिबास पहना, इसलिये उसे सम्राट भिक्षु कहा जाता है, उसकी यादगार के खंडहर नानकिंग शहर में अब तक मिलते हैं, 'मिन' राजघराने की बुनियाद डालने वाला ताई-सु "ह्वा-चिआओ मन्दिर का एक भिक्षु था, उसने जालिम मंगोल राजा को चीन से खदेड़ कर सारे चीन के राइनशाह का रुतबा हासिल किया और इस तरह चीनी तबारीख में एक मुनहरा सफा जोड़ दिया, इसीलिये ताई-सु "भिक्षु राइनशाह" कहलाता है, इसके अलावा और दूसरे जालिम और पाक भिक्षु हुए हैं जिन्होंने राइनशाहों के मजहबी कामों में मदद दी और कामयाबी के साथ समाज में अनुशासन कायम रक्खा है, ऐसे भिक्षुओं की तादाद इतनी ज्यादा है कि उनकी शक्ती चर्चा कर सकना यहाँ नामुमकिन है.

۱۔ گہرائی کے اعتبار سے: روہتی نے سن 574ء میں شہنشاہ چین کو چڑ کر
 لڑائیوں کو چڑ کر ہندو بھگتوں کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کے
 لیے مجبور کیا۔ دوسرے شمالی چین کے 'چو' راج گہرائی کے
 شہنشاہ روہتی نے سن 574ء میں ہندو راجوں کو چڑ کر
 ہندو دھرم کو غیر قانونی قرار دیا۔ اُس کے بعد سن 584ء
 میں تانگ راج گہرائی کے شہنشاہ روہتی نے ہندو مندروں
 اور صورتوں کو تڑ پھوڑ ڈالا۔ چین میں عام طور پر یہ "تین
 روہتی" سمراٹوں کا ہندو دھرم پر نا جانو گناہ" کہو یاں کیا جاتا
 ہے۔ لیکن اس طرح کی شاہی آنت صرف چند روہتی اور
 اُس سے ہندو دھرم کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہونچا۔ اِس
 کے برخلاف چینی ہندو دھرم کی تاریخ میں دو معرکے کے
 واقعات ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ چین میں ایک مرتبہ ایک
 "سمرات بھگو" اور دوسری مرتبہ ایک "بھگو سمرات" ہوئے
 ہیں۔ دکن راج گہرائی کے شہنشاہ لیانگ-روہتی نے تین مرتبہ
 اپنے شاہی تاج کو چھوڑ کر "نونگ تسائی" مندر میں بھگوؤں
 کا لباس پہنا۔ اِس لٹے اُسے سمرات بھگو کہا جاتا ہے۔
 اُس کی یادگار کے کھنڈروں ناندنگ شہر میں اب تک ملتے ہیں۔
 'میں' راج گہرائی کی ہندو قادیان والا قادیان-تسو "ہوانگ
 چنگ" مندر کا ایک بھگو تھا۔ اُس نے ظالم منگول راجا کو
 چین سے کھنڈروں کو سارے چین کے شہنشاہ کا رتبہ حاصل کیا اور
 اِس طرح چینی تواریخ میں ایک سنہرا صفحہ چھوڑ دیا۔ اِس
 لٹے قادیان-تسو "بھگو شہنشاہ" کہلاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اور دوسرے
 عالم اور پاک بھگو ہوئے ہیں جنہوں نے شہنشاہ کے مذہبی کاموں
 میں مدد دی ہے اور کامیابی کے ساتھ سماج میں انوشاسن قائم رکھا
 ہے۔ ایسے بھگوؤں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُن کی شخصی چرچا
 کر سکا یہاں نامسکن ہے۔

महाराष्ट्र के राजाओं ने अपने-अपने राज्यों में पच्छिमी कलाओं की तरफ सारीफ के मान आगे, सारीफ के भाषी ने पच्छिमी राजस्थान की तरफ उनमें इन्क़त पैदा की और इन्क़त ने पैदा किया नक़ल करने का क्याल. समाप्त मुल्क में भोवाल सा भी गया. पुरानी लालीम और क्याल, पुरानी राजनीति और माली रबैया और पुराने सामाजिक रीत रिवाजों की जड़ें दिखाने लगीं और हमारे प्यारे पुराने मुल्क की पुरानी शानदार इस्लामी बरबाद होली हुई दिखाई देने लगी. क्यालात के इस खीफनाक तूफानी समन्दर में बौद्ध धर्म पहली मर्तबा लखवुली की गहराई में दिखाई देने लगा. चूँकि इसके बीछे एक इतना लम्बा इतिहास था और वह लोगों के दिलों पर इसनी गहरी जड़ जमा चुका था और उसके अन्दर अक़बर्ख़्त मुमकिनान थीं, इसलिये यह लाजमी था कि वह बीका पाकर फिर दुरा भरा होगा.

چھٹی قیمرکریسی (پرجائنر) کے شروع کے سالوں میں نے
تو شاعری قائم ہونے پائی اور نہ امن . ہونہ دھرم خاموش ہوکر
نہک موقع کا انتظار کرتا رہا اور اُسے پھر ترقی کا موقع ملا .
اِس کشمکش کے زمانے میں چھین میں جو سانسرنک انقلاب
شروع ہونے اُن میں سب میں پہلا "4 مئی سن 1919ع کا
انقلاب" تھا . یہ طالب علموں کے ذریعہ شروع کیا گیا تھا . اِسے
وہ "نیا تہذیبی انقلاب" کہتے تھے . لیکن اِس کے عامل خالی
خیالات سے پرے ہوئے تھے . وہ صرف "کارے ہونے غلاف" کی
طرح تھے . نہ اُن کے اندر کوئی اصلی گہائی تھا اور نہ کوئی
نہک جمل . اِسی لئے اُن کے لفظوں میں نہ تو کوئی زور تھا اور
نہ اُن سے کہیں کوئی اچھا نتیجہ نکلا . دیفیت یہ ہوئی کہ وہ
کہیں کوئی لچائی تو نہ کرپائے پر برائی ضرور کرگئے . ملک
میں ایسا گڑبڑ چھالا مچا کہ کسی کی سمجھ میں ہی نہ آتا
تھا نہ وہ کیسے مانے اور کیا کرے . نئے تہذیبی انقلاب کے پرجارکوں
کے لئے اُدھاتم اور دھرم کی بڑائی سمجھ سکتا تھی کھڑ تھا؛
اِس لئے اِن لوگوں نے دھرم پر ہی حملہ کرنا شروع کیا . ہونہ
دھرم کے جانب اِن لوگوں کے خیال نہ تو عزت کے تھے اور نہ
دست کی کے . 15 سال پہلے جب نانکلیک میں پہلی دفعہ
راشتری دل کی گھائی کے ہمد کھندری حکومت قائم ہوئی تب
پچھم کی اُٹھی نقل کا خیال لوگوں کے دلوں سے غائب ہوا
اور پاکستان سے پورے اِنڈیوں میں سدھار ہونے . اب اِس وقت
چینی سرکار کے مانتھت دھرم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اُنہیں
مدد دی جاتی ہے خاص طور پر ہونہ دھرم میں نئی جاتی پڑی
ہے . پچھم کے لوگوں کو اُس پر اعتبار ہے . سرکاری رزبری حلقہ
میں پچھم کے لوگوں کو ہونہ دھرم سے بے حد پچھم ہے .

चीनी डेमोक्रेसी (प्रजातन्त्र) के शुरू के सालों में न तो शान्ति क्रायम होने पाई और न अमन. बौद्ध धर्म खामोश होकर नेक मौके का इन्तज़ार करता रहा और उसे फिर तख्ता की का मौका मिला. इस कशमकश के ज़माने में चीन में जो सांस्कृतिक इन्क्रलाब शुरू हुए उनमें सब में पहला "4 मई सन् 1919 का इन्क्रलाब" था. यह तालिबइस्मों के खरिबे शुरू किया गया था. इसे वे "नया तहज़ीबी इन्क्रलाब" कहते थे. लेकिन इसके आसिल खाली ख्यालात से भरे हुए थे. वे सिर्फ़ "काढ़े हुए गिलाफ़" की तरह थे. न उनके अन्दर कोई असली ज्ञान था और न कोई नेक अमल. इसलिये हमके लक्ष्यों में न तो कोई खोर था और न उनसे कभी कोई अच्छा नतीजा निकला. कैफ़ियत यह हुई कि वे कभी कोई अच्छाई तो न कर पाए पर बुराई ज़रूर कर गये. मुल्क में ऐसा गड़बड़ भाला मचा कि किसी की समझ में ही न आता था कि वह किसे माने और क्या करे. नये तहज़ीबी इन्क्रलाब के प्रचारकों के लिये अध्यात्म और धर्म की बड़ाई असम्भव सक्ना टेढ़ी खीर था; इसलिये इन लोगों ने धर्म पर ही हमला करना शुरू किया. बौद्ध धर्म के जानिब इन लोगों ने ख्याल न तो इच्छात के थे और न दोस्ती के. 15 साल पहले जब नानकिंग में पहली दफ़ा राष्ट्री दल की कामयाबी के बाद केन्द्री हुकूमत क्रायम हुई तब पच्छिम की अन्धी अज्ञान का ख्याल लोगों के दिलों से गायब हुआ और अज्ञानत्व से भरे इन्क्रलाबों में सुधार हुए. अब इस बफ़ चीनी सरकार के मातहत धर्म की हिकायत की जाती है और उन्हें मदद दी जाती है. ख़ास तौर पर बौद्ध धर्म में नई जान पड़ी है. बहुत से लोग मानते हैं इस पर खेबाह है. सरकारी बख़ीरी इसके में ख़ास खाल लोगों को बौद्ध धर्म से बेहद मोहब्बत है.

प्रतिष्ठापित है। इस क्षेत्र में बहुत से ब्राह्मण और क्षत्रीय राजाओं के शासन का प्रमाण है। यहाँ के राजा हरिहर और चतुर्धर नाम के की शेर काका कहते हैं और उन्होंने अपनी राजधानि में लुम्हना नाम का नामावादी पर एक बड़े आसीरान बिहार की बुनियाद डाली। इस तरह हाल के योन में बौद्ध धर्म में नई जल सज्जे और बौद्ध इन्द्राज के लिये बहुत बड़ी गुम्बारा है।

इस समय बौद्ध इन्कलाब और चीनी बौद्ध धर्म को हम
 दो दिशाओं में एकत्रीकृत कर सकते हैं—(1) बौद्ध धर्म और
 (2) बौद्ध साम्यवाद। जहाँ तक बौद्ध धर्म का चालूचक्र है उसके
 में हमें दो बड़े बल थे—

1. सु-शेद-सुक्त (अभिधर्म कोष दल),
2. वेद-शेद-सुक्त (संयुक्त दल),
3. सु-सुक्त (विनय दल),
4. का-सिआङ्ग-सुक्त (यांगचार दल),
5. धान-सुन-सुक्त (माध्यमिक दल),
6. धा-येन-सुक्त (अवतामसक दल),
7. विपन-वाई सुक्त (सद्धर्म पुण्डरीक महा परिनिर्वाण दल),
8. येन-येन-सुक्त (मंत्र दल),
9. धिक्क-सु-सुक्त (अभिताम दल) और
10. शान-सुक्त (ध्यान दल).

इन दसों जमाअतों में हर एक बौद्ध धर्म का झंडा फहराना सिर्फ अपना ही निजी हक समझता था और दूसरे जमाअत की बुराई करता था। यह सही है कि आपसी लाग डांट से वे फायदा उठा सकते थे। लेकिन यह भी सही है कि वे एक दूसरे के बारे में गलत प्रचार करते थे और बौद्ध दुनिया में निफाक फैलाते थे। खुशकिस्मती से इन मुखतलिफ़ गिराहों में धीरे धीरे इत्फाक कायम हो गया है और अब कोई खास खाई इन के दरमियान दिखाई नहीं देती। बौद्ध धर्म बुनियादी ढंग से एक है। उसे टुकड़ों में तक्सीम करना गलत है। मुल्क में बौद्ध नेता आज जोर शोर के साथ एकता का इन्कलाब चला रहे हैं। उन्होंने मुखतलिफ़ सूबों में बौद्ध जमाअतों कायम की हैं और सारे चीन के बौद्धों के लिये शान्ति से “चीनी बौद्ध केन्द्री संघ” कायम किया है। सभी जमाअतों ने इसके मातहत काम करने का पक्का इरादा किया है। इस तरह की जमाअत की बेहद जरूरत थी जो एक तक्कीम में अन्दरूनी एकता पैदा करे और दूसरी तरफ़ बाहरी सबालों को हल करे। लेकिन केन्द्री संघ में इसके इसके बड़े बड़े नजर आ रहे हैं—एक तेष रफ्तार जमाअत और दूसरी पुरानी रीत रिवाजों वाली जमाअत। तेषरफ्तार जमाअत को नये सुधारों की मांग करती है और पुरानी रीत रिवाजों वाली जमाअत पुराने रिवाजों के कायम रखने

...

...

...

...

...

...

رہتے ہیں۔ بौद्ध کرمکائنوں کو ماننے ہیں اور کبھی کبھی خود بودہ بیکس بن جاتے ہیں۔

چینی بौद्ध धर्म का एक अनोखा पहलू है जिसे लामा धर्म कहा जाता है. इसका प्रचार तिब्बत और मङ्गोलिया में ज्यादा है. लामा धर्म की पैदायशी जगह तिब्बत है. असलियत में यह बौद्ध धर्म की एक शाख है. चीनी जवान में इसे "बेन-पियेन-सुङ्ग" या "मन्त्र धर्म" कहा जाता है. इस पर तिब्बती रीत रिवाज की गहरी छाप है. तिब्बत ही दुनिया का एक ऐसा हमवार हिस्सा है जो चारों तरफ से बरकीली पहाड़ियों से घिरा हुआ है. तिब्बत आम तौर पर और कुदरती नजरिये से खुद ही ताज्जुबखेज और पुरइसरार है. तिब्बतियों का अपना ऐतबार और पुराना धर्म भी राज से भरा है और इसीलिये तिब्बतवालों को बौद्ध धर्म की यह मंतर जमाअत बेहद अच्छी लगी. असल में इस मंतर जमाअत के अन्दर एक गहरा राज छिपा हुआ है. यह तिब्बत वालों के भेद भरे मिजाज के मुताबिक पढ़ता है. पुराना तिब्बती धर्म और मंतर जमाअत आपस में इतने मिल जुल गये कि उन्होंने बौद्ध धर्म की एक नई शकल लामा धर्म की बुनियाद डाली. सातवीं सदी ईस्वी में तांग राजघराने के शुरू के जमाने में पहली बार बौद्ध धर्म तिब्बत पहुँचा. उस वक्त तिब्बत चीन के मातहत खिराज देने वाला एक अलग राज था. तिब्बत के राजा "सुङ्ग-सान" ने तांग राजघराने की शहजादी "बेन-चेङ्ग" के साथ शादी की. बाद में इस तिब्बती राजा ने नेपाल की शहजादी "पेलिस्वू" के साथ शादी की. यह दोनों शहजादियां बौद्ध धर्म की सच्ची पैरोकार थीं. इन दोनों रानियों से तिब्बत राज इतना मुतासिर हुआ कि उन्होंने भी बौद्ध धर्म कबूल कर लिया. दोनों रानियाँ अपने मैके से बौद्ध धर्म के प्रचार के लिये कई बौद्ध ग्रंथ और बौद्ध मूर्तियाँ अपने साथ लाई थीं. इस तरह यह दोनों रानियाँ तिब्बत में बौद्ध धर्म की पहली प्रचारक समझी जाती हैं. अब भी तिब्बत की राजधानी ल्हासा में "ता-चावु" यानी "महान मन्दिर" नामी एक आलीशान मन्दिर खड़ा हुआ है, जिसे चीनी शहजादी बेन-चेंग ने बनवाया था और जिसमें अब तक उसकी एक सुनहली मूर्ति मौजूद है. तिब्बत में यही सब से पुराना मन्दिर समझा जाता है और लोग उसे निहायत पाक समझते हैं. हर साल नौरोज के दिन तमाम तिब्बती भिक्षु प्रार्थना और पूजा के लिये इस मन्दिर में जमा होते हैं. एक दूसरा मन्दिर नेपाली शहजादी पेलिस्वू का बनवाया हुआ है, जो "स्याओ-चाओ" यानी "हिना मन्दिर" कहलाता है. इस मन्दिर में नेपाली शहजादी की एक सुनहली मूर्ति अब तक मौजूद है. तिब्बती बड़े इज्जत के साथ इस मन्दिर को देखते हैं. जमाने की रफ्तार के साथ साथ भारत, नेपाल

कहते हैं, 'बुद्ध कर्म कान्डों को मानते हैं और कभी कभी खुद बुद्ध बनें'.

چینی بود دھرم کا ایک انوکھا پہلو ہے جسے لاما دھرم کہا جاتا ہے. اس کا پرچار تبت اور منگولیا میں زیادہ ہے. لاما دھرم کی پیدائشی جگہ تبت ہے. اصلیت میں یہ بودہ دھرم کی ایک شاخ ہے. چینی زبان میں "چین-پین-تسونگ" یا "منتر دھرم" کہا جاتا ہے. اس پر تبتی ریت رواج کی گہری چھاپ ہے. تبت ہی دنیا کا ایک ایسا ہموار حصہ ہے جو چاروں طرف سے برقیلی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے. تبت عام طور پر اور قدرتی نظارے سے خود ہی تعجب خیز اور پراسرار ہے. تبتوں کا اپنا اعتبار اور پورا دھرم بھی راز سے بھرا ہے اور اس لئے تبت والوں کو بودہ دھرم کی یہ منتر جماعت بے حد اچھی لگی. اصل میں اس منتر جماعت کے اندر ایک گہرا راز چھپا ہوا ہے. یہ تبت والوں کے بھید بھرے مزاج کے مطابق پڑتا ہے. پورا تبتی دھرم اور منتر جماعت آپس میں اتنے مل جل گئے کہ انہوں نے بودہ دھرم کی ایک نئی شکل لاما دھرم کی بنیاد ڈالی. ساتویں صدی عیسوی میں تانگ راج گھرانے کے شروع کے زمانہ میں پہلی بار بودہ دھرم تبت پہونچا. اس وقت تبت چین کے ماتحت خراج دینے والا ایک الگ راج تھا. تبت کے راجا "سونگ-تسان" نے تانگ راج گھرانے کی شہزادی "بین چینگ" کے ساتھ شادی کی. بعد میں اس تبتی راجا نے تبت کی شہزادی "پیلسمو" کے ساتھ شادی کی. یہ دونوں شہزادیاں بودہ دھرم کی سچی پیروکار تھیں. ان دونوں رانوں سے تبت راج اتنا متاثر ہوا کہ انہوں نے بھی بودہ دھرم قبول کر لیا. دونوں رانوں اپنے میکے سے بودہ دھرم کے پوجار کے لئے کئی بودہ گرتے اور بودہ مورتیاں اپنے ساتھ لائی تھیں. اس طرح یہ دونوں رانوں تبت میں بودہ دھرم کی پہلی پوجارک سمجھی جاتی ہیں. اب بھی تبت کی راجدھانی لہاسا میں "تا-چاو" یعنی "مہان مندر" نامی ایک عالی شان مند کوڑا ہوا ہے جسے چینی شہزادی بین-چینگ نے بنوایا تھا اور جس میں اب تک اس کی ایک سنہلی مورتی موجود ہے. تبت میں بھی سب سے پرانا مندر سمجھا جاتا ہے اور لوگ اسے نہایت پاک سمجھتے ہیں. ہر سال نوروز کے دن تمام تبتی بھکھو پڑتھنا اور پوجا کے لئے اس مندر میں جمع ہوتے ہیں. ایک دوسرا مندر نیپالی شہزادی پیلسمو کا بنوایا ہوا ہے جو "مہاو-چاو" یعنی "ہنا مندر" کہلاتا ہے. اس مندر میں نیپالی شہزادی کی ایک سنہلی مورتی اب تک موجود ہے. تبتی بڑے عزت کے ساتھ اس مندر کو دیکھتے ہیں. زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بھارت، فیما

چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی اکھاوت کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمہ کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک تبتی لکھاوت بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چھلی زبان میں تبتی بودھ درشن کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ چھن میں یوان آج گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان ہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ بر ان سے انہیں راج پر کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھن میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہیر پھیر ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے س سداہارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سداہارک نے عیسائی دھرم کے سداہارک ”مارٹن لوتھر“ کے سداہاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کم اور ان عادتیں اس وقت تک ایسی ہو گئی تھیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہونے لگی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے برا دلی صدمہ پہونچا اور اُس نے سداہار کرنے کی ٹھانی۔ اس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سدھر گیا اور فریب و زب ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ بکھو سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سداہار کے بعد وہ پیلا کپڑا پہنتے لکے اور اس لئے ’پیلا لاما‘ کہلاتے لکے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی دھار کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے آپسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لا لاما‘ اور ’پنسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پنسن لاما گدی پر بیٹھ چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئی سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھن میں بودھ دھرم کی منتر جماعت پرچار کرنے آئے تھے اور ان کا چینی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

بودھ دھرم نے چھن کو جس طرح متاثر کیا ہے اُن کو سکنا ناممکن ہے۔ ہان اور تانگ راج گھرانے

بویڈ دھرم نے چین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُن کو سکنا ناممکن ہے۔ ہان اور تانگ راج گھرانے

ہے۔ بکھ سے چین کے کھالاک، تاجیہ، ابدھ، کاریگری، زبان، رسمو رواج، گورو خویج اور راجماری کی ہر ضرورت کی باتوں پر بؤہ دھرم نے اپنا اسر ڈالا ہے۔ جندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بؤہ دھرم کے اثر سے اچھوتا بچا ہو۔ آجکل کی چینی تہذیب زیادہ تر بؤہ تہذیب ہے۔ آجکل کی چینی زندگی زیادہ تر بؤہ زندگی ہے۔ چینی پرچلتلتر کے سبھا پتی سے لہر معمولی جنتا نک ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو بھکوان بدھ کے نام سے نا آشنا ہو یا جو ”نمو اسمیتا بھیمہ بدھایہ“ منتر کا نلفظ نہ کرتا ہو۔ چاروں طرف چینی زبانوں سے یہ منڈو سنڈی پڑتا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ چین میں بؤہ دھرم کا کتنا ہر دست اثر پڑا۔ موجودہ بؤہ دھرم کو جاننے کے لئے 3 ہاتوں کا آسرا لینا پڑیگا۔ پالی، چینی اور تبتی۔ چونکہ تبتی اور تبتی دونوں چینی ہی ہیں، اس لئے بؤہ دھرم کا دو تہائی گیان چینی زبان میں ہی موجود ہے۔ بن نے بؤہ دھرم کے اگانار پرچار، اس کی ترقی اور اس سے بھلاؤ کے لئے زہر دست کوشش کی ہے۔ لیکن انسوس کا مقام کہ چینی بؤہوں نے نہ تو ملک در ملک پرچار ہی کیا اور سنسکرت اور دوسری زبانوں کے پڑھنے کی ہی کوشش کی۔ اس نتیجہ یہ ہوا کہ چینی بؤہ عام صرف اپنی مادری زبان میں ہی بؤہ دھرم کا پرچار کر سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ت کم ویشی ایسے ہیں جو چینی زبان جانتے ہوں یا جانتے نہ ہوں زبان کا ایسا گیان ہے کہ وہ چینی بؤہ ادب کا مطالعہ کر سکیں۔ چن میں بؤہ دھرم کا جتنا وسیع خزانہ بھرا پڑا ہے، کا دنیا کو اندازہ نک نہیں ہے۔ جاپان میں چین سے ہی بؤہ دھرم گیا اور جاپان میں چینی زبان میں ہی بؤہ دھرم کتبیں ہیں۔ جاپانی بؤہوں کی کوشش دراصل تعرف نابل ہے کہ انہوں نے سنسکرت اور دوسری ویشی زبانوں کا رتہ مطالعہ کیا۔ وہ جانتے ہیں کہ بؤہ دھرم کا ملک در ملک پرچار کس طرح کرنا چاہئے۔ ویشی زبان میں لکھے اُن کے گرتے کچھ کم نہیں ہیں۔ دنیا کے عالم یہ نہیں ہے کہ جاپانی بؤہ دھرم اصل میں چینی بؤہ دھرم ہے۔ بؤہ کے لئے یہ بڑے انسوس کی بات ہے کہ چینی بؤہ دھرم تاریکی میں چھپا پڑا ہے۔ ادھر حال میں چینی بؤہوں در کچھ نئی جان پڑنے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں اور نئی نوجوان ویشی زبان سینہ سے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی ساتھ ویشی لوگ اب کچھ کچھ چینی زبان کا سہارہ لگے ہیں اور چینی بؤہ دھرم کا خزانہ لوگوں کا خیال طرف کھینچ رہا ہے۔ سن 1933 ع میں انگریز بؤہ دھرم کاوانگ کی دیکھ بھال میں دس یورپی بھکرو اور

بکھ سے چین کے کھالاک، تاجیہ، ابدھ، کاریگری، زبان، رسمو رواج، گورو خویج اور راجماری کی ہر ضرورت کی باتوں پر بؤہ دھرم نے اپنا اسر ڈالا ہے۔ جندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بؤہ دھرم کے اثر سے اچھوتا بچا ہو۔ آجکل کی چینی تہذیب زیادہ تر بؤہ تہذیب ہے۔ آجکل کی چینی زندگی زیادہ تر بؤہ زندگی ہے۔ چینی پرچلتلتر کے سبھا پتی سے لہر معمولی جنتا نک ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو بھکوان بدھ کے نام سے نا آشنا ہو یا جو ”نمو اسمیتا بھیمہ بدھایہ“ منتر کا نلفظ نہ کرتا ہو۔ چاروں طرف چینی زبانوں سے یہ منڈو سنڈی پڑتا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ چین میں بؤہ دھرم کا کتنا ہر دست اثر پڑا۔ موجودہ بؤہ دھرم کو جاننے کے لئے 3 ہاتوں کا آسرا لینا پڑیگا۔ پالی، چینی اور تبتی۔ چونکہ تبتی اور تبتی دونوں چینی ہی ہیں، اس لئے بؤہ دھرم کا دو تہائی گیان چینی زبان میں ہی موجود ہے۔ بن نے بؤہ دھرم کے اگانار پرچار، اس کی ترقی اور اس سے بھلاؤ کے لئے زہر دست کوشش کی ہے۔ لیکن انسوس کا مقام کہ چینی بؤہوں نے نہ تو ملک در ملک پرچار ہی کیا اور سنسکرت اور دوسری زبانوں کے پڑھنے کی ہی کوشش کی۔ اس نتیجہ یہ ہوا کہ چینی بؤہ عام صرف اپنی مادری زبان میں ہی بؤہ دھرم کا پرچار کر سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ت کم ویشی ایسے ہیں جو چینی زبان جانتے ہوں یا جانتے نہ ہوں زبان کا ایسا گیان ہے کہ وہ چینی بؤہ ادب کا مطالعہ کر سکیں۔ چن میں بؤہ دھرم کا جتنا وسیع خزانہ بھرا پڑا ہے، کا دنیا کو اندازہ نک نہیں ہے۔ جاپان میں چین سے ہی بؤہ دھرم گیا اور جاپان میں چینی زبان میں ہی بؤہ دھرم کتبیں ہیں۔ جاپانی بؤہوں کی کوشش دراصل تعرف نابل ہے کہ انہوں نے سنسکرت اور دوسری ویشی زبانوں کا رتہ مطالعہ کیا۔ وہ جانتے ہیں کہ بؤہ دھرم کا ملک در ملک پرچار کس طرح کرنا چاہئے۔ ویشی زبان میں لکھے اُن کے گرتے کچھ کم نہیں ہیں۔ دنیا کے عالم یہ نہیں ہے کہ جاپانی بؤہ دھرم اصل میں چینی بؤہ دھرم ہے۔ بؤہ کے لئے یہ بڑے انسوس کی بات ہے کہ چینی بؤہ دھرم تاریکی میں چھپا پڑا ہے۔ ادھر حال میں چینی بؤہوں در کچھ نئی جان پڑنے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں اور نئی نوجوان ویشی زبان سینہ سے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی ساتھ ویشی لوگ اب کچھ کچھ چینی زبان کا سہارہ لگے ہیں اور چینی بؤہ دھرم کا خزانہ لوگوں کا خیال طرف کھینچ رہا ہے۔ سن 1933 ع میں انگریز بؤہ دھرم کاوانگ کی دیکھ بھال میں دس یورپی بھکرو اور

ہیکسٹونیاں چینی بولڈ دھرم کی دیक्षा لےنے کے لیے چین آئے۔ آجکل کے چینی بولڈ دھرم کی تاریخ میں یہ ایک زبردست واقعہ ہے۔

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں بولڈ دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین بولڈ دھرم کو اتنی ترقی اور بڑھار کیسے دے سکتا ہے؟ اس کا جواب ہمیں چینی جنتا کی راجکاجی تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سنہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بڑی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں افسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھید بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہمیشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے آپنا دیکر چینوں کے رهن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب کے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی 'دھرم گرتہ' میں لکھا ہے "دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیمیں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھید بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔" اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے بولڈ دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے بولڈ دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیام بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاواہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائنداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بولڈ دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رهن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونہوں کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ بولڈ دھرم کے دینیسی پوچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونہوں کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ بولڈ دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی قہوس کوشش میں لگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں بولڈ دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین بولڈ دھرم کو اتنی ترقی اور بڑھار کیسے دے سکتا ہے؟ اس کا جواب ہمیں چینی جنتا کی راجکاجی تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سنہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بڑی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں افسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھید بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہمیشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے آپنا دیکر چینوں کے رهن سہن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب کے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی 'دھرم گرتہ' میں لکھا ہے "دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیمیں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھید بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔" اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کنفوسیوس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے بولڈ دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے بولڈ دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیام بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاواہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس موجودہ زندگی کی ناپائنداری سے سبھی واقف ہو رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بولڈ دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک رهن سہن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونہوں کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ بولڈ دھرم کے دینیسی پوچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونہوں کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ بولڈ دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی قہوس کوشش میں لگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

شری ٹی۔ ویملائانند ایم۔ اے۔

شری ٹی۔ ویملائانند ایم۔ اے۔

بहुत से इतिहासकारों की यह राय रही है कि जब तक सिकन्दर अपनी बहादुर प्रौज के साथ व्यास नदी के किनारे पर नहीं पहुँचा तब तक भारत पच्छिमी दुनिया के लिये एक राज था. भारत और यूनान के दरमियान तात्त्विक कायम करने का महत्त्व सिकन्दर को ही दिया जाता है. यूरप के बड़े आलिमों के मुताबिक सिकन्दर के हमले के बाद ही मगरबी मुल्कों के रहने वालों की नजर भारती तहजीब पर पड़ी. इसमें शक नहीं कि पच्छिमी तहजीब का यह पहला ब्रह्म भारती जनता को अपने मजहब और तहजीब को बर्बाद करने वाला एक अछूत की शकल में दिखाई दिया होगा. भारती तहजीब को इस आक्रमत से बचाने के लिये चन्द्रगुप्त सामने आये. चन्द्रगुप्त ने सेलूकस पर जबर्दस्त हमला किया. चन्द्रगुप्त की इस फतह का भारत पर गहरा असर पड़ा. इसके नतीजे की शकल में भारत शुमाल मगरिब में अपनी कुदरती हद तक पहुँच गया. इसी वक्त मगध राज की बुनियाद पड़ी और कई सदियों तक भारत दुश्मनों के हमलों से महफूज रहा. इस बयान में कुछ जोर नहीं कि सिकन्दर के हमले के नतीजे की शकल में भारतीयों ने पच्छिमी सियासी जमाअतों की नक़ल की. अब तक यह बात साबित नहीं हुई है कि किस किस बारे में भारती हुकूमती रबैये पर यूनान का असर पड़ा. जब तक इस बात का सबूत नहीं मिलता तब तक पच्छिमी दुनिया की जानिब भारत के क़त्तदार होने की बात अन्दाज़िया रहेगी. मौर्य राजाओं ने पड़ोसी यूनानियों के साथ नेक बरताव किया होगा. यह भारती हुकूमत करने वाले इतने बहादुर थे और इनका राज इतना पैला हुआ था कि इनके हमअसर विदेशियों को इनसे सियासी रिश्ता कायम करने में फ़स का ख़याल होता होगा. दर असल सिकन्दर के हमले का असर शुमाल मगरिब तक महदूद रहा.

हरोदत्त नामा यूनानी इतिहासकार—जिसका जन्म ई० पू० 484 में हुआ था—के मुताबिक भारत के बाशिन्दे मिस्र के रहने वालों की तरह गोरे थे. उनकी पोशाक सादी थी और वे तीर कमान लेकर बहादुरी के साथ यूनानियों से लड़ते थे. यह बासबूत बात है कि भारती कौजों ने सालिमस में जंग की थी. वह जंग तबारीख में अपनी कास

बहत سے ایتھاسکاروں کی یہ رائے تھی ہے کہ جب تک سکندر اپنی بہادر فوج کے ساتھ ویاس ندی کے کنارے پر نہیں پہونچا تب تک بھارت پچھمی دنیا کے لئے ایک راز تھا. بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا مہم سکندر کو ہی دیا جاتا ہے. یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی. اس میں شک نہیں کہ پچھمی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جنتا کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا. بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چندر گپت سامنے آئے. چندر گپت نے سلوکس پر زبردست حملہ کیا. چندر گپت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا. اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہونچ گیا. اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا. اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھمی سیاسی جماعتوں کی نقل کی. اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا. جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھمی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی. مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ نیک ہوناؤ کیا ہوگا. یہ بھارتی حکومت کرنے والے اتنے بہادر تھے اور ان کا راج اتنا پہلا ہوا تھا کہ ان کے ہمعصر ویشیوں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں فخر کا خیال ہوتا ہوگا. دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا.

هرودت نامی یونانی ایتھاسکار—جس کا جنم ع۔ پ۔ 484 میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گورے تھے. ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تیر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے. یہ ثبوت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالیمس میں جنگ کی تھی. وہ جنگ تباریخ میں اپنی خاصی

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری روج کے ساتھ تھے۔ اُس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھارت (ہیرومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے فرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں بدھ اور جین دھرم سے براہری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدھ اور جین دھرم کی جانکاری تھی۔ ’یونانی وچاری‘ نامی اپنی کتاب میں اس لکھتا ہے—

”اِس میں کوئی شک نہیں کہ پتھاگور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پتھاگور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔“ ”بھارت کی دین“ نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے—

”ایوڈیسیس اپنے ہمصر لیکیہک ہرمونیسس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جاکر سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندسکہ کہا—”جب تک ایشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟“ اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے—”اگر ہم ایوڈیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتہ کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔“

اسکندر کے کلمینٹ نے جو عیسوی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بدھ دھرم بھارتی ادب میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندر بدھ دھرم دائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بدھوں کے فرضدار

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری روج کے ساتھ تھے۔ اُس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھارت (ہیرومدھیہ ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اُس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے فرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں بدھ اور جین دھرم سے براہری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدھ اور جین دھرم کی جانکاری تھی۔ ’یونانی وچاری‘ نامی اپنی کتاب میں اس لکھتا ہے—

”اِس میں کوئی شک نہیں کہ پتھاگور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ پتھاگور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔“ ”بھارت کی دین“ نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے ہی الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے—

”ایوڈیسیس اپنے ہمصر لیکیہک ہرمونیسس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جاکر سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندسکہ کہا—”جب تک ایشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟“ اِس بات پر نکمہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے—”اگر ہم ایوڈیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتہ کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔“

اسکندر کے کلمینٹ نے جو عیسوی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بدھ دھرم بھارتی ادب میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندر بدھ دھرم دائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بدھوں کے فرضدار

۱۰. آگے سے لکھتے ہیں کہ بودہ کے پیرکار آباگوان (تاناخو) نے پتہ پتہ کرتے ہیں اور میڈس جیسے مقبروں کی پوجا کرتے ہیں جن میں ان کے دیوتا (بھگوان بودہ) کی ہڈیاں دفن ہیں۔ بودہ لوگ اپنی بھکتی کی وجہ سے اپنے گرو کو دیوتا کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

اس تہذیب سے دنیا کے اس حصہ میں بودہ پشہواؤں کے کاموں کے اوپر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وقت دوسرے بودہ راجا کنشک کا نمود ہوا۔ اس کے راج کی حد رومن راج سے پانچ سو میل تک تھی۔ رومنوں سے کنشک کا میل جول تھا۔ اسکندریہ ناسٹک مذہب کے پھیلاؤ کے لئے وسیع مہمداں بنا۔ ملک ملک سے آئے تجارت کرنے والے وہاں پر ملتے تھے۔ وہیں پر قالہمی نے دنیا کے مشہور کتب خانہ کو قائم کیا تھا۔ عیسائی مذہب کے پھیلنے کی وجہ سے ایتھنس تعلیمی کیندر نہیں رہا۔ نتیجہ کی شکل میں اسکندریہ کو ترقی کی چوٹی پر پہنچانے کا مقدور حاصل ہوا۔ بہت حد تک ناسٹک مذہب آجکل کی تہاسفی سے ملتا جلتا ہے۔ ناسٹک مذہب کا بھان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ یونانی لباس میں ایک پرانا مذہب ہے۔ ناسٹک مذہب کا نچر ہے — ”دیکھ اور کر“۔ یہ بھگوان بودہ کے چار آریہ ستیوں کا حصہ سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یونان اور آس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور آس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور آس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور آس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کلم کے اوپر اشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تہذیبیں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناسیوں سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

ہندستان کی کلچر پر ہوں ۽ مذہب کی چھاپ

आचार्य धर्मानन्द कोसम्बी

آچار یہ دھرمماند کو سمبی

अहिंसा धर्म का ज़रिया

عنسا دھرم کا ذریعہ

इन्द्र के मातहत आर्य लोगों ने सप्त सिंधु (सिंधु और पंजाब का) मुल्क फतह किया और इस मुल्क में यज्ञ करने की किलासकी को बहुत बढ़ावा दिया. उस वक्त वस्ती हिन्दुस्तान में कूर्बानी के जरिये यज्ञ करने का रिवाज नहीं था. इन्द्र ने उस मुल्क पर हमला किया और उसे देवकी के बेटे कृष्ण ने पीछे हटा दिया. यह बात खास रिगवेद में आती है. इन्द्र के हमले में सर्क मुल्क जीतने की बात नहीं थी, इसमें किलासकी का झगड़ा भी था. यज्ञयाग की किलासकी कृष्ण पसंद करते तो शायद यह हमला न होता.

कृष्ण को घोर आंगिरस रिपि ने रूहानी इबादत की तालीम दी. इस परिस्थिति की उजरत इबादत, खैरात, नेक अफ़आल, अहिंसा और रास्तगोई थी. (अथ यत्तपोदान मार्जव हिंसा सत्यवचनमिति ता अस्य दक्षिणः छान्दोग्य उपनिषद् 3-17-46). जैन मज़हबी नामा निगारों का कहना है कि कृष्ण के गुरु तीर्थंकर नेमिनाथ और धोर आंगिरस दोनों एक ही शख्स के नाम थे. कुछ भी हो इससे एक बात साबित होती है कि वस्ती हिन्दुस्तान पर वेदों का असर पड़ने के पहले एक तरह का अहिंसा धर्म राज था और इसके सब से बड़े पैरोकार देवकी के बेटे कृष्ण थे.

जैनों के अस्तानांग सूत्र में (सफा 26) यह बात आती है कि भारत और परबत मुल्कों में पहला और आखिरी छोड़कर बाकी 22 तीर्थकर चातुरयाम धर्म का उपदेश इस तरह देते हैं—सब जानदारों की कुर्बानी को छोड़ना, उसी तरह भूठ का छोड़ना, सब आदत्तादान (चोरी वगैरा) का छोड़ना, सब बहिर्धा आदानों (परिमर्हों) का छोड़ना, यह फर्जों कहानी हो सकती है; पर छान्दोग्य उपनिषद् में चार अंगिरस की जो नसीहत है, उससे और हमेशा से चली आई हुई इस कहानी से मुकाबला करके देखा जाय तो यह बात साफ हो जाती है कि कृष्ण के वक्त में वस्ती हिन्दुस्तान में अहिंसा का मतलब लोग जानते थे.

मज्झिमनिकाय के (बारहवें) महासहिनाद सुत्त में बुद्ध के बोधित्वावस्था (क्रुल पैदाइश) में चार तरह की इबादत का अमल करने का बयान मिलता है। इबादत के चार तरीके यानी तपस्विता, रुक्मता, जगुप्सा और प्रविषिक्ता

اندر کے ماتحت آریہ لوگوں نے سہت سندھو (سندھ اور بلجواب کا) ملک فتح کیا اور اس ملک میں یگیہ کرنے کی فلسفی کو بہت بڑھاوا دیا۔ اُس وقت وسطی ہندستان میں درباری کے ذریعہ یگیہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اندر نے اِس ملک پر حملہ کیا اور اُسے دیو کی کے بیٹے کرشن نے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ بات خاص رگید میں آتی ہے۔ اندر کے حملے میں صرف ملک جیتنے کی بات نہیں تھی، اِس میں فلسفی کا جھکڑا بھی تھا۔ یگیہ یاگ کی فلسفی کرشن پسند کرتے تو شاید یہ حملہ نہ ہوتا۔

کرشن کو گھور آنکھوں میں رشی نے روحانی عبادت کی تعلیم دی۔ اس بوسہ کی اجرت عبادت، خیرات، نیک افعال، انسا اور راست گئی تھی۔ (آتھ لیتھوری دانمارجوہنسا ستیہ وچن متی تا آسیدہ دکشنہ : چھانڈوگیہ آہنشد 3-17-4-6)۔ چون مذہبی نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ کرشن کے گرو تھرتھکر نیمینتھ اور گھور آنکھوں میں دنوں ایک ہی شخص کے نام تھے۔ سچہ بھی ہو اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندوستان میں یہ وہدوں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا اعلسا دھرم رائج تھا اور اس کے سب سے بڑے پھروکار دیوکی کے ہتھے کرشن تھے۔

جینوں کے استنانگ سوتہ میں (صفحہ 266) یہ بات اتنی ہے کہ بھارت اور ایروٹ ملکوں میں پہلا اور آخری چھوڑ کر باقی بڑھتھو چاٹوریام دھرم کا اپدیشی اس طرح دیتے ہیں— سب چاندراوں کی قربانی کا چھوڑنا، اُسی طرح چھوٹ کا چھوڑنا، سب ادتتادان (چوری وغیرہ) کا چھوڑنا، سب بہرہا آدانس (بیرگرہوں) کا چھوڑنا۔ یہ فرضی کہانی ہو سکتی ہے؛ پر چاندوگیتہ اپنشد میں گھور انکورس کی جو نصیحت ہے، اُس سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اِس کہانی سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت میں وسطی ہندوستان میں اُفسس کا مطلب لوگ جانتے تھے۔

منجھی ملکایہ کے (بارھوں) مہاسیہناد سوت میں ہندہ کے ہونہستہاستہا (قبل پیدائش) میں چار طرح کی عبادت کا عمل کرنے کا بیان ملتا ہے۔ عبادت کے چار طریقے یعنی تہسہیتا، روکشیتا، جکوپسا اور پروروکنا

ہیں۔ ننگے رہنا، ہتھیلیوں کے اوپر ہی بیٹھ مانگ کر کھانا، بال تیز کے نکالنا کالٹوں کی ہات پر لٹکانا وغیرہ اس طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کرنے کو تپسویتا کہتے تھے۔ کئی سال کی دھول و بستی ہی بدن پر پڑی دھنہ دینا اور اس کو کوئی نہ نکالے اس کو روکشتا کہتے تھے۔ اس روکشتا کی زیادتی کی مثال پورانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رشی لوگوں کے جسم پر دیمک کا گھر بننا اور صرف ان کی آنکھیں باہر دکھائی دینے کے بیانات آتے ہیں۔ پانی کی بوند تک پر بھی رجم کرنا اس کو جو گھوسا کہتے تھے—جو گھوسا یعنی ہنسا (ہتیا) سے نفرت۔

ان باتوں سے یہ جانا جاسکتا ہے کہ اھنسا یا دیا کو عبادت کا ایک طریقہ مانتے تھے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے بدھ کے پہلے موجود تھے۔ ان لوگوں میں کرشن کے گرو گھور آنکھوس—جینوں کے کہنے کے مطابق—کا ہونا ممکن ہے۔ پر ان کے پاس گروہ نہیں تھے اور جماعتی تعلق سے وہ اھنسا کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرو دیہش میں یکیک یاگ کی اہمیت بڑھ گئی اور اھنسا کے خیالات پرباد ہو گئے۔

زیادہ تر مغربی عالموں کی یہ رائے ہے کہ جینوں کے 23 ویں تیرتھنکر پاشرو ناربتھی شخص تھے۔ ان کی زندگی میں ہی کالہک باتوں میں ہی؛ مگر پہلے تیرتھنکروں کی زندگی میں جو باتیں ہیں، ان سے بہت کم ہیں۔ اس سب میں خاص ناربتھی بات یہ ہے کہ چوبیسویں تیرتھنکر وردھمان کے 178 سال پہلے پاشرو تیرتھنکر کی مکتی (موت) ہوئی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے ہم عصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرمیوں کی جماعت (مکتھ) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہاویر تیرتھنکر بدھ کے ہم عصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تیرتھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تیرتھنکر اُپدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے اُپدیش دینے کا کام شروع کیا۔ تیرتھنکو شرمیوں کی جماعت (مکتھ) بھی انھوں نے قائم کی ہوگی۔

پریکھیت راجا کے راج کے زمانے سے کھرو دیہش میں ویدک فلاسفی کی شروعات ہوئی۔ اس کے بعد جنمیجئے گدی پر آیا اور اُس نے کھرو دیہش میں مہابیکہ کر کے ویدک دھرم کا جھنڈا پھرایا۔ اسی وقت کاشی دیہش میں پاشرو تیرتھنکر ایک نئی فلاسفی کی بنیاد ڈال رہے تھے۔ پاشرو کی پودائش بارانسی شہر میں—اشوسدن نامی راجا کی واما نامی رانی سے—ہوئی، ایسی کہانی جین گرنٹھوں میں آئی ہے۔ اسوقت حاکم زمینداروں کو راجا کہتے تھے۔ ایسے ایک راجا کو یہ بیٹا ہونا کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ پاشرو کی نئی فلاسفی کاشی راج میں

اچھی طرح سے دیکھی جائے گی؛ کیونکہ بدھ کو بھی اپنے پہلے چیلوں کو کھولنے کے لئے وارانسی جانا پڑا۔ پاشرو کا دھرم یعنی پہلے کہی ہوئی لٹریچر، سچائی، استیکہ اور ایڈیٹر کے چار اصولوں کا تھا۔ انہوں نے زمانے میں انہیں کو اتنی زبردست شکل دینے کی یہ پہلی ہی مثال ہے۔

ثانی پہاڑ پر موسیٰ کو خدا نے جو دس فرمان سنائے، ان میں قربانی مت کرو، اس کا بھی فرمان تھا۔ پر ان احکام کو سن کر موسیٰ اور اس کے شاگرد پیدستائیں میں گھسے اور وہاں خون کی ندیاں بہائیں! کتنے لوگوں کو قتل کیا اور کتنی نوجوان عورتوں کو پکڑ کر آپس میں تقسیم کر لیا، ان بانوں کو انہیں کہنا ہو تو پھر انہیں کسے کہا جائے؟ مطلب یہ ہے کہ پاشرو کے پہلے دنیا میں سچی لٹریچر سے بھرا ہوا دھرم یا اصلیت بھی ہی نہیں تھی۔

پاشرو مئی نے ایک اور بھی بات کی۔ انہوں نے انہیں کو سچائی، استیکہ اور ایڈیٹر کے تینوں اصولوں کے ساتھ جوت دیا۔ اس وجہ سے پہلے جو انہیں رشی منیوں کے بیوہارنگ ہی تھے اور جنتا کے برتاؤ میں جس کی کوئی جگہ نہ تھی، وہ اب ان اصولوں کی وجہ سے سامراج یا بیوہار والی چیز ہو گئی۔

پاشرو مئی نے تیسری بات یہ کی کہ اپنے نئے دھرم کے پرچار کے لئے سنگ بنایا۔ ہندو دھرم سے ہمیں اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ بدھ نے وقت جہ جہاں میں موجود تھیں، ان سب میں جین سادھو اور سادھو عورتوں کی جماعت سب سے بڑی تھی۔

آپر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رشی منیوں کی تپسیا کی شکل والی انہیں سے پاشرو مئی کی دنیاوی بھلائی کی انہیں کا جنم ہوا۔

بدھ کی مختصر سوانح عمری (جیونی)

بدھ کے بارے میں بہت سی جانکاری آجکل عام لوگوں کو حاصل ہیں، پھر بھی زیادہ تر بدھ جیونی "بدھ چرت کاویہ" اور "المٹ و ستر" ان دو گرنٹوں کے سہارے پر لکھے جانے کی وجہ سے ایسی زبان کی کہانیوں سے، جیسے بدھ ایک بڑے راجا کا بیٹا تھا وغیرہ، بالکل فرضی نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں پالی گرنٹوں کی بنا پر مختصر میں بدھ جیونی دے دینا مناسب جان پڑتا ہے۔

بدھ کے بارے میں بہت سی جانکاری آجکل عام لوگوں کو حاصل ہیں، پھر بھی زیادہ تر بدھ جیونی "بدھ چرت کاویہ" اور "المٹ و ستر" ان دو گرنٹوں کے سہارے پر لکھے جانے کی وجہ سے ایسی زبان کی کہانیوں سے، جیسے بدھ ایک بڑے راجا کا بیٹا تھا وغیرہ، بالکل فرضی نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں پالی گرنٹوں کی بنا پر مختصر میں بدھ جیونی دے دینا مناسب جان پڑتا ہے۔

کوسل دیس کے اتر میں شاکیہ چھتریوں کا ایک چھوٹا سا پرچانتگر (ڈیموکریٹک) راج تھا۔ اس وقت اس طرح کے تین چار راج تھے۔ ان پرچانتگر راجوں میں حکومت برابری چلنے والی چیز نہیں تھی۔ گڑوں گڑوں کے زمیندار ہوتے تھے جو راجا کہلاتے تھے۔ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنا

کوسل دیس کے اتر میں شاکیہ چھتریوں کا ایک چھوٹا سا پرچانتگر (ڈیموکریٹک) راج تھا۔ اس وقت اس طرح کے تین چار راج تھے۔ ان پرچانتگر راجوں میں حکومت برابری چلنے والی چیز نہیں تھی۔ گڑوں گڑوں کے زمیندار ہوتے تھے جو راجا کہلاتے تھے۔ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنا

ایک حکیم چنوتے تھے جو مہاراج کہلاتا تھا۔ وہ کسی مقرر وقت کے لئے نہیں چٹا چٹا تھا۔ جب تک اسے سب راجاؤں کی رائے (دوکت) حاصل رہتی تھی تب تک وہ حکام کا کام کرتا تھا۔ ورنہ دوسرا انسر چٹا جاتا تھا۔ کوئی بڑا کام آپڑنے پر سارے راج سنگھ کی رائے لی جایا کرتی تھی، دوسرے کام یہ انسر اور سپہ سالار وغیرہ کیا کرتے تھے۔

بدرہ کی پیدائش کے پہلے ہی کپلہستو کے شاکیوں کی سٹ چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو پھانسی دینے یا جلا وطن کرنے کا انہیں حق نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدہ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کشتی دیہ کی بھی آزادی چھن کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پارا اور کوشی نارا کے ملبوں کے دو اور وبشالی کے رچیوں کا ایک، اس طرح تین بے جانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شدودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بدرہ کا) جنم ہوا۔ بدرہ چوت کاویہ اور لست وسکر میں اسے سوارتھ سدھی اور سدھارتھ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پرانے پالی گرتھوں میں کہیں نہیں ملتے۔ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی ان کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چوٹی بہن) ان کی موسی مہاراجپتی گوتمی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذہن پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں، اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاراجپتی نے بڑی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی کھارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگاچارہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

بدرہ کی پیدائش کے پہلے ہی کپلہستو کے شاکیوں کی سٹ چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو پھانسی دینے یا جلا وطن کرنے کا انہیں حق نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینی پڑتی تھی۔ مکدہ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی کیفیت تھی۔ ان کی ملی جلی حکومت مکدہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کشتی دیہ کی بھی آزادی چھن کر اس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پارا اور کوشی نارا کے ملبوں کے دو اور وبشالی کے رچیوں کا ایک، اس طرح تین بے جانتر راج اب تک آزاد رہ گئے تھے۔ کوسل اور مکدہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور ان کے بالائے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چوٹی بہن) ان کی موسی مہاراجپتی گوتمی پر پڑا۔ گوتمی بھی شدودھن کی استری تھی، ایسا ذہن پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شدودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں، اس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاراجپتی نے بڑی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی کھارت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب ان کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگاچارہ تھے۔ ان میں سے پہلا یوگ کے سات

دُرجے' کا उपदेश دیتا تھا اور دوسرا آٹھ دُرجے کا۔ آٹھار کالام کا ایک آشرم کلہنستو شہر کے پاس تھا۔ وہاں جاکر گوتم بوجہ بھاس کرتے آئے اور انہوں نے بوجہ کے پہلے درجے (پرہم دھیان) کی مشق کی۔

شুদ্ধادھن راجا اور دوسرے شاکیہ راجے خود کھیت میں جا کر کھیتی کا کام کرتے تھے اور نیکر چاکروں سے بھی کام کراتے تھے۔ سی طرح گوتم بھی خود کھیتی کرتے اور کرواتے تھے۔ مگر ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ کھیت پر فرصت کے وقت ایک جامن کے پورے کے نیچے بیٹھ کر اویں کہہ دیتے پرہم دھیان کی مشق کرتے تھے۔ چنانچہ آٹھ کتبہ میں اس کے بارے میں عجیب تاثر ذکر موجود ہیں۔

اب یہ سوال آیا کہ گوتم نے 29 سال کی عمر میں کھیت کیوں چھوڑا؟ لالت وستر وغیرہ گوتمہوں میں اس کے جو جہات دئے گئے ہیں، انہیں صرف کوری کلہنانیں نہیں سمجھنا چاہئے۔ 29 سال کے اپنے ہاتھ سے کھیتی کرنے والے آدمی نے نہا، بیمار اور مردہ نہ دیکھا ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ بڑھاپا، مصیبت اور موت کے خیالات گوتم کے دل میں ضرور آتے ہونگے، لیکن ممکن سے کنارہ کشی کے لئے یہ وجہیں کافی نہیں تھیں۔

شاکیوں کے پڑوسی اور رشتہ دار کولہئے راجے تھے۔ دے بھی نوسل راجے کے ماتحت ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی شاکیوں اور کولہوں میں روہلی ندی کے پانی کے بارے میں بار بار جنگ ہوا کرتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دونوں کو ہی کھیتی کے لئے پانی نہیں ملتا تھا اور آپس میں لڑنے سے بہت نقصان ہونے کے علاوہ کوسل راجے کو ان چھوٹے راجوں کے اندر دینی بدوبست میں داخل دینے کا بار بار موقع ملتا تھا۔ اس لئے یہ چھوٹا گوتم کو برا لگنا قدرتی تھا۔ آخر میں کسی موقع پر کولہوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے گوتم نے صاف انکار کر دیا۔ اس سے ایک مشکل معاملہ ہوا ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونے والا تھا کہ شددھن کے سارے خاندان کو شاکیہ دیہ سے جلاوطن دیا جاتا۔ اس مصیبت کے چھٹکارا پانے کے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ گوتم پرہوراجک (سادھو) ہو جائے اور انہوں نے اسی راستہ کو منظور کیا۔ ہتھیار اٹھانا چھتریوں کا دھرم ہے، یہ کہہ کر ان کے دوستوں اور ہمتوں نے ضرور کوشش کی ہوگی۔ لیکن ارجن کی طرح گوتم کا یہ ذرا سا دیوانگی کا جوش نہ تھا۔ اس لئے خود بیکوان بھی گوتم کو ہتھیار اٹھانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

شاکیہ اور کولہوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرچاند راجے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے نین کو چھوڑ کر باقی راجوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

ہنگ راجوں کو جیتکر مگدھ مہاراجا نے اپنے مندرجہ ذیل میں شامل کر لیا تھا۔ کاشی راجاؤں، شاکیوں اور کالیموں کو جیتکر کوسل مہاراج نے اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ پھر ہی چھاری کے فرض کے نام پر آپس میں لڑتے رہنا کیتنی بڑی بات تھی ! اور وہ گوتم کو پسند نہیں ہوا، اس میں تعجب ہی کیا۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لیے ہجرت کرنا مانگتی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہاراجا پتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا ہر آسا بیان منجھی منجھایہ کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ گام کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں پہنچتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ اُن کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہتے ہیں گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی ڈالتی ہے۔

آوارہ گام کے اشرم سے گوتم نے دو سال کا سفر کیا، اس لیے اس کو بڑھ کر ودرک رامپور کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناہیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے ودرک رامپور کو چھوڑ کر گوتم اچکرا کو چلے گئے۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنکھ کے نیپاؤں اس شہر کے اُس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ اُن نیپاؤں کا دھرم اُپدیش سنکھ کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیپاؤں نئی طرح کے اُتھو (روحانی نفاذ) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیپاؤں (روح) کو مر اور دوسرے نفاذ والی چیز مانتے تھے۔ اُس طرح اُن کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ودرک ہنس کے جانب نفرت اور کس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور وہ دو سال کے مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اُس لئے راجکرا کو چھوڑ کر وہ آرورہ (اچال کی گھاٹی) کی طرف لے گئے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ اُن کے اُس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ اُن سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لئے اجازت دینا معمولی بات نہیں تھی۔ اُس کے بارے میں ہاپرچاپتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا ہر آسا بیان منجھی منجھایہ کے آریہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ گام کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں پہنچتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ اُن کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہتے ہیں گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی ڈالتی ہے۔

آوارہ گام کے اشرم سے گوتم نے دو سال کا سفر کیا، اس لیے اس کو بڑھ کر ودرک رامپور کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناہیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے ودرک رامپور کو چھوڑ کر گوتم اچکرا کو چلے گئے۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنکھ کے نیپاؤں اس شہر کے اُس پاس بار بار آیا جاتا کرتے تھے۔ اُن نیپاؤں کا دھرم اُپدیش سنکھ کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نیپاؤں نئی طرح کے اُتھو (روحانی نفاذ) بتاتے تھے۔ نئی ایک نیپاؤں (روح) کو مر اور دوسرے نفاذ والی چیز مانتے تھے۔ اُس طرح اُن کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ودرک ہنس کے جانب نفرت اور کس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور وہ دو سال کے مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اُس لئے راجکرا کو چھوڑ کر وہ آرورہ (اچال کی گھاٹی) کی طرف لے گئے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ اُن کے اُس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ اُن سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

آخر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

آخیر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

جماجمت میں سب سے بڑا ختارا آत्मवाद سے ہے۔ اتنا त्याग اور तप करके भी आत्मवाद के जाल में फंस जाने से श्रमन दुनिया के भगदों से छुटकारे का रास्ता नहीं बता सकते۔ इसलिये आत्मवाद के मेल के अलावा कोई रास्ता होना चाहिये۔ दूसरी बात उनके मन में यह आई कि श्रमनों का सब तरह का उसूल और नेक चलनी सुनासिब होने पर भी तप बेकार है۔

गोतम के साथ पांच तपस्वी (साधू) थे۔ वे समझते थे कि गोतम किसी नये तरीके का पता लगावेंगे। लेकिन जब वह आत्मवाद का खतरा जाहिर करने लगे और जिस्म को तकलीफ देने वाली इबादत छोड़कर जिस्म को कायम रखने वाली शिजा इस्तेमा करने लगे तब उन साधुओं को यकीन हो गया कि गोतम मजहबी मैयार से गिर गये और उनका छोड़कर वे काशी चले आये। लेकिन गोतम ने सत्र का दामन नहीं छोड़ा। लगन की राह पर उन्होंने अपना क्रदम आगे बढ़ाया। आखिरकार आजकल जिसे बुद्ध गया कहते हैं, उस जगह एक पीपल के पेड़ के नीचे बैठकर वैशाखी पूर्णिमा की रात में गोतम ने अपना नया रास्ता अख्तियार किया। उनमें से पहली मंजिल जिस्मानी ऐश आराम का फना होना है। इस मंजिल में गुमराह होने से दुनिया का बहुत बड़ा हिस्सा आपस में लड़ता, कटता और तकलीफ उठाता है। इसलिये यह छोड़ देने के काबिल है। यह छोड़कर जो सूफी हो जाते हैं, वे इबादत में लग कर कई तरह से जिस्मानी ईजाएँ बर्दाश्त करते हैं, जिससे कोई मतलब हासिल नहीं होता। इसलिये इस क्रिस्म की इबादत भी बेकार है। यह दो आखिरी मंजिल छोड़कर बीच का रास्ता चार आर्य सत्यों (अस्तित्वों) का है।

पहला आर्य सत्य यह है कि दुनिया पैदाइश, बुढ़ापा, मौत, तकलीफ से और न मिल सकने वाली चीज की उम्मीद में दुख उठा रही है। इसकी वजह सिर्फ आदमी की प्यास है। प्यास से ही सारी तकलीफ पैदा होती है, यह दूसरा आर्य सत्य है। इस प्यास के छोड़ने से ही तकलीफ से निजात मिल सकती है, (ऐशपरस्ती या तप से छुटकारा नहीं मिलता) यह तीसरा आर्य सत्य है। इस प्यास के मिटाने के लिये सा बरताव होना चाहिये, यह चौथा आर्य सत्य है, जिसे अष्टांगिक मार्ग बताया है। वह अष्टांगिक मार्ग यह है—

सम्यक् दृष्टि, सम्यक् संकल्प, सम्यक् वाचा, सम्यक् कर्मान्त, सम्यक् आजीव, सम्यक् व्यायाम, सम्यक् स्मृति और सम्यक् समाधि।

इस रास्ते का मतलब यह है कि आदमी आदमी के साथ जिस्म, जवान और दिल से बंध के मुताबिक बरताव कर अपनी प्यास को मिटावे। इसी रास्ते से आदमी आदमी में, खानदान

جماعت میں سب سے بڑا خطرہ آنمواد سے ہے۔ اتنا تھاک اور نپ کر کے بھی آنمواد کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ شرمین دنیا کے چھڑوں سے چھٹکارے کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ اس لئے آنمواد کے مہل کے علاوہ کوئی راستہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات اُن کے من میں یہ آئی کہ شرمینوں کا سب طرح کا اصول اور ٹیک چلنی مناسب ہونے پر بھی تپ بیکار ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (سادھو) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ یقین ہو گیا کہ گوتم مذہبی میعار سے گر گئے، اور اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی راہ پر انہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار آجکل جسے بدھ گیا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہر کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنوما کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں لڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اُس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہر جاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اُس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر بیچ کا راستہ چار آریہ ستنیں (اصلیتوں) کا ہے۔

پہلا آریہ ستنہ یہ ہے کہ دنیا پیدائش، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی امید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پید ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستنہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے، (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستنہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا برتاؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستنہ ہے، جسے اٹھانک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اٹھانک مارگ یہ ہے—

سمیک درشتی، سمیک سٹکلپ، سمیک واپا، سمیک کرمانت، سمیک آجیو، سمیک ویایام، سمیک اِسمرتی اور سمیک سادھی۔

اِس راستے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی آدمی کے ساتھ جسم، زبان اور دل سے وقت کے مطابق برتاؤ کر اپنی پیاس کو مٹا دے۔ اِسی راستے سے آدمی آدمی میں، خاندان

خاندان میں اور ملک ملک میں جو جھگڑے اُٹھتے ہیں، وہ سب مٹ سکتے ہیں۔ صرف شاکیوں اور کولیوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھنڈھ نکالنے سے گوتم کا دل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتم بدھ تو ہو گئے، لیکن انکا نیا راستا سُننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ سن کر کوئی بھی صوفی ہو کر جانا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہے کہ شاید جو پانچ سادھو گوتم کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتم بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گیا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتہ لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سچے سچے ماننے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے یوگ میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیپٹا بھی بدھ سے بہت بدھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اِس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی، رندھیہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بڑے دیہی (میں بچے کے طبقے کے لوگوں نے اُن کے سنگم کے لئے بہت سے وعار لوائے۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بدھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں بنیادی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرنت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اِس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ ہارو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹائنک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھڑکی سمجھا چاہئے۔ لیکن اِس کے ساتھ جین صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جین آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگم تھے اُن میں یک جہتوں کو چھوڑ کر ہائی سب سنگم کچھ صدیوں میں ہی مٹ گئے۔

خاندان میں اور ملک ملک میں جو جھگڑے اُٹھتے ہیں، وہ سب مٹ سکتے ہیں۔ صرف شاکیوں اور کولیوں کا ہی نہیں، ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھنڈھ نکالنے سے گوتم کا دل کتنا روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتم بدھ تو ہو گئے، لیکن اُن کا نیا راستہ سُننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ سن کر کوئی بھی صوفی ہو کر جانا۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہے کہ شاید جو پانچ سادھو گوتم کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتم بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گیا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتہ لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سچے سچے ماننے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے یوگ میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیپٹا بھی بدھ سے بہت بدھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اِس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی، رندھیہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بڑے دیہی (میں بچے کے طبقے کے لوگوں نے اُن کے سنگم کے لئے بہت سے وعار لوائے۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بدھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لہجہ بدھ کے وقت میں بنیادی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرنت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اِس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ ہارو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹائنک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھڑکی سمجھا چاہئے۔ لیکن اِس کے ساتھ جین صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جین آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگم تھے اُن میں یک جہتوں کو چھوڑ کر ہائی سب سنگم کچھ صدیوں میں ہی مٹ گئے۔

ہماری رائے میں جین سنگم کے اچھے رہنے کی خاص وجہ

ہماری رائے میں جین سنگم کے بچے رہنے کی خاص وجہ

ان کا چتر پام دھرم ہے، نہ کہ ان کے طریقے کی عبادت اور روحانی تعلق !

اشوک اور بودہ دھرم

حالانکہ بودہ سنم کا عام لوگوں پر گہری اثر تھا، پھر بھی سمراٹ اشوک کا زور اگر نہیں ملتا تو بودہ دھرم کا بھارت میں اور بھارت کے باہر اتنا پھیلاؤ نہ ہو سکتا۔

جہنوں کا کہنا ہے کہ چندرگپت موریا چین مت کا تھا اور یہ ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ مگر چندرگپت نے یوں کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے خود یکہ نہیں کئے اور براہمنوں کو اس بارے میں بڑھاپا نہیں دیا۔ اسی وجہ سے براہمن طبقہ کے گرنے لکھنے والوں نے اسے شودر خاندان سے کہا ہوگا۔ اس کا لڑکا بندوسار کس مذہب کا تھا؟ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ وہ کسی بھی مذہب کا رہا ہو، اس نے اپنے راج کا بندوبست کرنے کے علاوہ اور کچھ کیا ہو، ایسا نہیں جان پڑتا۔ اس کا بیٹا اشوک ضرور شرمین سامکرتی کا—اور اس میں بھی زیادہ سے زیادہ بودہ دھرم کا—پورا حاسی بنا۔

تاجپوہشی کے بعد آٹھویں یا نویں سال اشوک نے کلنگ دیس پر چڑھائی کی۔ یہاں ایک لاکھ آدمی مارے گئے اور دیرہ لاکھ آدمی پکڑ کر لائے گئے۔ اس سے کلنگ دیس میں بڑا غماں مچا اور اشوک کے دل پر اس کا زبردست اثر پڑا۔ وہ جتنا ہی قاتل تھا اتنا ہی رحم دل بنا۔ اس وقت جو شرمین پتہ موجود تھے، ان میں سے بودہ پتہ اسے خاص کر اچھا لگا اور وہ بدہ کا پورا شاگرد بنا۔ بودہ دھرم کے پھیلاؤ کے لئے اس نے جو کوششیں کی وہ مشہور ہی ہے۔ مگر وہ کسی طرح بھی نکل نہیں تھا۔ بودہ طبقہ کی حالانکہ اس نے سب طرح سے مدد کی، تو بھی وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ دوسرے شرمین گروہوں کا گزر اچھی طرح ہونا رہے۔ اتنا ہی نہیں، اس نے اس کا بھی جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا یہ بندوبست کیا کہ شرمین گروہ آپس میں لڑکر بیجا وقت ضائع نہ کریں۔

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کرنے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچ مچ نیچ ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیرتاؤں کا پیارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقدیں کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیرتاؤں کا پیارا

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب پارہڈ (شرمین گروہی) رہیں، وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کرنے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچ مچ نیچ ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیرتاؤں کا پیارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقدیں کی) سادھوں کی اور گروہوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیرتاؤں کا پیارا

دھان اور پُجا کو اتنی اہمیت نہیں دیتا، جتنا سب پاشندھیوں، سارورہی کو، سارورہی کی کئی قسموں ہیں۔ اُس کا خاص نہ انت ہے خاموشی۔ مثال کے طور پر خود پاشند کی پورما، نہ ہے اور دوسرے کے پاشند کی ہرائی نہ ہوتے دے، پہلی اگر کوئی ہگزے کی وجہ اُن ہی پڑے تو اُسے اہمیت نہ دے۔ دوسرے کے پاشند کا خیال رکھنا کئی طرح سے مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے خود پاشند کی یقینی طور سے ترقی کرنا ہے اور دوسرے کے پاشند بھی احسان کرتا ہے۔..... آپس کا دھم ایک دوسرا سنہ اور ک دوسرے کی سیوا کرے، اسی سے اہمیت آجی۔ سب پاشند ہے اور دوسروں کی پہلائی کرنے والے ہوں، بھی چیز دیوتاؤں عزیز ہے۔..... اس کے لئے دھرم مہمااتروں کو (اور دوسروں کو) تر کر کیا ہے۔

اس شلا لیکھ سے دیکھائی دیتا ہے کہ جتنے بھی اہنسک مذہب تھے اُن سب کے ساتھ اشوک برابری کا برتاؤ کرتا تھا۔ نفا ہی نہیں، اُس نے اُس کے ائمے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکٹا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہنسکی اور روح کی پادزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ اُن کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی نہ لیکھ میں کی ہے، اور اُس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اُس کے اُس پاس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اُس میں سے بھی وندھ سنسکرتی—بہت زور سے پھیلی ہو، تو اُس میں کچھ محجب نہیں۔

اس شلا لیکھ سے دیکھا ہے کہ جتنے بھی اہنسک مذہب تھے اُن سب کے ساتھ اشوک برابری کا برتاؤ کرتا تھا۔ نفا ہی نہیں، اُس نے اُس کے ائمے بھی بہت کوشش کی کہ ان مذہبوں میں چھڑا نہ ہو کر ایکٹا ہو۔ اور یہ لوگوں کو اہنسکی اور روح کی پادزگی کا راستہ دکھادیں۔ ویدک تہذیب کی بنیاد ہے یکمہ یاگ۔ اُن کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی نہ لیکھ میں کی ہے، اور اُس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اُس کے اُس پاس کے راجوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اُس میں سے بھی وندھ سنسکرتی—بہت زور سے پھیلی ہو، تو اُس میں کچھ محجب نہیں۔

بہد سانسکرتی کی تانول

بہد سانسکرتی کی تانول کی مدد ملی، اسی میں اُن کی تانول کا بیج تھا۔ اُن کے بڑے بڑے سنگھارام (مٹ) راجاؤں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ کام عام جنتا کی طانت کے اھر بھی تھا۔ صرف اھر اور راجاؤں کی مدد سے ہی یہ سنگھارام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہابان والوں کو اُنہیے طبقوں کو نر ز لکھنے والے گرنہیوں کو لکھنا پڑا۔ اُن گرنہکاروں نے عام لوگوں کی زبان کو چھوڑ کر اُنہیے طبقے میں قدر کی جانے والی سنسکرت بان کو قبول کیا۔ اُس سے عام جنتا کا رشتہ اُن سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنہکاروں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ اُن گرنہیوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور اُن کے لئے یہ گرنہ کلام کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاگہوں میں ملی تھیں اُس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہوں، اُسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا بہت سے خالی نہیں ہے۔

بہد سانسکرتی کی تانول کی مدد ملی، اسی میں اُن کی تانول کا بیج تھا۔ اُن کے بڑے بڑے سنگھارام (مٹ) راجاؤں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ کام عام جنتا کی طانت کے اھر بھی تھا۔ صرف اھر اور راجاؤں کی مدد سے ہی یہ سنگھارام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہابان والوں کو اُنہیے طبقوں کو نر ز لکھنے والے گرنہیوں کو لکھنا پڑا۔ اُن گرنہکاروں نے عام لوگوں کی زبان کو چھوڑ کر اُنہیے طبقے میں قدر کی جانے والی سنسکرت بان کو قبول کیا۔ اُس سے عام جنتا کا رشتہ اُن سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنہکاروں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ اُن گرنہیوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور اُن کے لئے یہ گرنہ کلام کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاگہوں میں ملی تھیں اُس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہوں، اُسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا بہت سے خالی نہیں ہے۔

بودھ سنسکرتی کی تانول

بودھ سنسکرتی کی تانول کی مدد ملی، اسی میں اُن کی تانول کا بیج تھا۔ اُن کے بڑے بڑے سنگھارام (مٹ) راجاؤں کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے۔ یہ کام عام جنتا کی طانت کے اھر بھی تھا۔ صرف اھر اور راجاؤں کی مدد سے ہی یہ سنگھارام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہابان والوں کو اُنہیے طبقوں کو نر ز لکھنے والے گرنہیوں کو لکھنا پڑا۔ اُن گرنہکاروں نے عام لوگوں کی زبان کو چھوڑ کر اُنہیے طبقے میں قدر کی جانے والی سنسکرت بان کو قبول کیا۔ اُس سے عام جنتا کا رشتہ اُن سے ٹوٹ گیا۔ نصاب، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنہکاروں نے چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ اُن گرنہیوں کو سمجھنے کے ناقابل تھے اور اُن کے لئے یہ گرنہ کلام کے نہ تھے۔ تنہا ہی نہیں، سادھوؤں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاگہوں میں ملی تھیں اُس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد ہونے لگا۔ جیسے آجکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں سے لگان لیتے ہوں، اُسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظام کرتے تھے، یہ ماننا بہت سے خالی نہیں ہے۔

یہی حال میں ان مٹوں کے مالک بھیکو اور جین
سبھی میں سے آجکل کے فیسزم کی طرح کا ایک
ہیساوا دی شہر گیارہ پندرہ ہوا، جس کا نام ہے پاشوپت۔
انہیں پاشوپتوں میں سے انگریزوں کی طرح کے بڑے
بہرہ اور جالیم شہر گیارہ کی پندرہ ہوا؛ اور ان
لوگوں نے تلوار، اورت اور شراہ کے چریے یا تو بھیکو
اور جین شرموں کو بہاد کر دیا یا اپنے
میں ملنے کے لئے مجبور کیا۔

اگر میں ششائک جیسے اور دیکھوں میں سندھ پانڈیہ جیسے
اجاؤں نے ہندوؤں اور جینوں پر ساتویں صدی میں جو
حرفانک ظلم کیا، اس کا ذکر تواریخ میں ہے۔ ششائک نے
سائش کر کے راجپوتوں کا قتل کروایا اور بدھ گیا کے سارے
معارف کو لوٹ کر انہیں توڑ ڈالا۔ ہندوؤں و رکش کو جو سے آواز
نہ جلا دیا اور دیکھوں میں سندھ پانڈیہ نے اسی صدی میں جین
سادھوؤں پر کئی قسم کے بڑے ظلم کیے۔ ان کے سر کوہو میں
ڈال کر پروائے۔ اس کے ان سارے ظلموں کے نمونے آج بھی اراکت
نے توڑ توڑ مندر کی دیواروں پر کھدے ہوئے ہیں۔ اسی طوف
شہر راجاؤں کا پانڈیہ شہر سادھوؤں اور ان لوگوں کے مددگار
براهمنوں کی کوشش سے ہندو اور جین دھرم قریب قریب
بہاد ہی ہوئے۔

ان ظلموں سے شہر سادھوؤں کے مٹے ہوئے کے وہار اور ان
جینوں کے جو آپاشرہ (خفقاہ) بچ رہے تھے مسلمانوں کے
حملے سے وہ سب قریب قریب بہاد ہوئے۔ بچے بچے ہندو
شرمنوں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ لی۔ جین سادھو
اپنے اصولوں کے پابند ہونے کی وجہ سے ہندستان کے باہر نہ
جاسکے۔ جو جین اور شہر سادھو سنیاسی بچے وہ یہاں ہی چھپ کر
رہے تھے۔ آگے چل کر ان سادھوؤں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن
انہیں کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی ترقی کا کلم نہیں کر سکے۔

ہندو سنسکرتی کی دین

قریب پچاس سال پہلے ہمارے دیہ کے بڑے بڑے پندتوں
کو بھی ہندو مذہب کے بارے میں صاف صاف جانکاری نہیں
تھی۔ پران پڑھنے والے براہمن سمجھتے تھے کہ وشنوئے راکششوں
کو ہرے راستے پر لگا کر بہاد کرنے کے لئے بدھ کا اوتار لیا۔
پندت لوگ گرتھوں میں ہندوؤں کی برائی کرتے تھے۔ شکر چاریہ
کو ویشیٹادویت وادیوں اور مادھو گروہوں نے پرچہ ہندو کہا،
یہ بھی لوگ جانتے تھے۔ لیکن بدھ کون؟ اور ان کے مذہب
کا پرچار کیسے ہوا اور شکر چاریہ وغیرہ کی مذہبی کتابوں پر
اس کا اثر ایسا کیسے پڑا، جس سے ان کو پرچہ ہندو کہنے لگے؟
ان میں سے کسی بات کو بھی کوئی پندت صاف صاف انہیں
میں جانتا تھا۔ جس طرح تاریکی میں کوئی چوڑا اس کے خلاف

ان جینوں کے جو ہپاشرہ (خفقاہ) بچ رہے تھے،
مسلمانوں کے حملے سے وہ سب قریب قریب بہاد ہوا
گئے۔ بچے بچے ہندو شرموں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ
لی۔ جین سادھو انہیں اسی صدی کے پانڈیہ ہونے کی وجہ سے
ہندوستان کے باہر نہ جا سکے۔ جو جین اور شہر
سنیاسی بچے وہ یہاں ہی چھپ کر رہنے لگے۔ آگے چل کر
ان سادھوؤں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن وہ
کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی ترقی کا کلم نہیں کر سکے۔

بھیکو سانسکرتی کی دین

قریب پچاس سال پہلے ہمارے دیہ کے بڑے بڑے پندتوں
کو بھی بھیکو سانسکرتی کے بارے میں صاف صاف جانکاری نہیں
تھی۔ پورا پڑنے والے براہمن سمجھتے تھے کہ ویشیٹادویت
نے راکششوں کو ہرے راستے پر لگا کر بہاد کرنے کے لئے بھیکو
کا اوتار لیا۔ پندت لوگ گرتھوں میں بھیکوؤں کی برائی کرتے
تھے۔ شکر چاریہ کا ویشیٹادویت وادیوں اور مادھو گروہوں نے
پرچہ بھیکو کہا، یہ بھی لوگ جانتے تھے۔ لیکن بھیکو کون؟
اور ان کے مذہب کا پرچار کیسے ہوا اور شکر چاریہ وغیرہ کی
مذہبی کتابوں پر اس کا اثر ایسا کیسے پڑا، جس سے ان کو
پرچہ بھیکو کہنے لگے؟ ان میں سے کسی بات کو بھی کوئی
پندت صاف صاف انہیں جانتا تھا۔ جس طرح تاریکی میں کوئی
چوڑا اس کے خلاف

دیکھلائی پڑتی ہے، اسی طرح سے اس تاریک زمانے میں بولڈ مچھڑ بھی خلیفہ دیکھلائی دیتا تھا۔ پونہ کے ایک مشہور پنڈت نے ناگاند ناٹک لکھا۔ اس کے فائدے اٹھانے میں جو ”ماروڈو“ (مارکی استریاں) لفظ ہے، اس نے اس کو نہیں سمجھا۔ سبھی ماہر کی لکھی نقلوں میں یہ لفظ تھا، تو بھی اس نے اسے بدل کر ”اروڈو“ کر دیا۔ ہمارے یہاں کے دیکھ پنڈتوں کو بھی بولڈ دھرم کے بارے میں اتنی جانکاری نہ تھی۔

مغربی پنڈتوں کو بھی بولڈ مچھڑ کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ وہ جانتے تھے کہ تبت، برہما، چین وغیرہ ملکوں میں بولڈ مچھڑ رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اس دھرم کا وسیلہ اور پہلا بھارت ورش میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غیر ملکوں میں چار اس مچھڑ کو پھیلایا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی جگہوں کو دیکھا، تب ان لوگوں نے ’اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ انہوں نے یہ اندازہ کیا کہ انہیں کے برابر کس مچھڑ قوم نے بھارت میں آکر ان کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھیرے دھیرے پچھمی پنڈتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو بولڈ مچھڑ کے بارے میں کچھ جانکاری ہوئی۔ پھر بھی عام جنتا ایلورا یا اجنتا کی کاریگریوں کا بولڈ سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر بولڈ مچھڑ کا جو اثر پڑا ہے، اس کی پہلا انہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی؟

مغربی ہر امن اور آرنہوں کو چھوڑ کر مئی ایسا کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بولڈ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ ایسا ہی پہلا کافی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے آرنہا سمجھا جاتا ہے، اس کا نمچور فنا اور بقا سے ہی نیا گیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچوں بولڈ نہلائے۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بولڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بولڈوں کے بعد جینوں اور شیو سادھوں نے بھی ان کی نقل کی پر بولڈ کاریگری کی برابری میں وہ نہ آسکے۔

وید، براہمن اور آرنہوں کو छोڑکر ऐसा कोई मज्झिमा या दूसरा पुराना ग्रन्थ नहीं है, जिस पर बौद्ध ग्रन्थों का असर न पड़ा हो. इतना ही कहना काफी है कि जो वेदान्त ग्रन्थ सबसे ऊँचा समझा जाता है, उसका निचोड़ फना और ब्रह्मा से ही लिया गया है और इसी वजह से शंकराचार्य प्रच्छन्न बौद्ध कहलाये. दस्तकारियों के बारे में तो कुछ कहने की जरूरत ही नहीं है. जो कुछ अच्छी से अच्छी कारीगरी आजकल हासिल है, वह सब बौद्ध कारीगरों की ही है. बौद्धों के बाद जैनो और शैव साधुओं ने भी उनकी तकल की पर बौद्ध कारीगरी की बराबरी में वे न आ सके.

जापान, चीन, तिब्बत, सयाम, सिंहल और मूलकों में भारत के बारे में जो इतनी इज्जत का इज्जहार होता है वह किस की देन है? उन मुलकों के जिन लोगों ने भारत नहीं देखा है, वे भारत को ही नहीं बल्कि भारत के बाशिन्दों को भी इज्जत की निगाह से देखते हैं. पच्छिमी लोगों की तरफ हमारे बाप दादे अगर इथियारों से इन मुलकों पर कवह पाते तो उनसे इज्जत की जगह पर आज हम नफरत ही पाते. हमारे बुधुर्ग बौद्ध संतों ने उन मुलकों पर जो

مغربی پنڈتوں کو بھی بولڈ مچھڑ کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ وہ جانتے تھے کہ تبت، برہما، چین وغیرہ ملکوں میں بولڈ مچھڑ رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اس دھرم کا وسیلہ اور پہلا بھارت ورش میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غیر ملکوں میں چار اس مچھڑ کو پھیلایا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی جگہوں کو دیکھا، تب ان لوگوں نے ’اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ انہوں نے یہ اندازہ کیا کہ انہیں کے برابر کس مچھڑ قوم نے بھارت میں آکر ان کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھیرے دھیرے پچھمی پنڈتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو بولڈ مچھڑ کے بارے میں کچھ جانکاری ہوئی۔ پھر بھی عام جنتا ایلورا یا اجنتا کی کاریگریوں کا بولڈ سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر بولڈ مچھڑ کا جو اثر پڑا ہے، اس کی پہلا انہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی؟

وید، براہمن اور آرنہوں کو چھوڑ کر مئی ایسا کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بولڈ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ ایسا ہی پہلا کافی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے آرنہا سمجھا جاتا ہے، اس کا نمچور فنا اور بقا سے ہی نیا گیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچوں بولڈ نہلائے۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بولڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بولڈوں کے بعد جینوں اور شیو سادھوں نے بھی ان کی نقل کی پر بولڈ کاریگری کی برابری میں وہ نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سہام، سنگھل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا اگر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنگھوں نے ان ملکوں پر جو

جاپان، چین، تبت، سہام، سنگھل وغیرہ ملکوں میں بھارت کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا اگر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنگھوں نے ان ملکوں پر جو

مذہبی فتنہ پاتی ہے، وہ ہمارے لئے زیور کے برابر ہے، لیکن
انہوں کی بات ہے کہ ہمارے عالموں کو بھی ہونا مذہب کی
ابھی بہت ہی کم جانکاری ہے۔

ہر مذہب کی جانکاری کے بنا ہماری پرانی تواریخ اور تاریکی کی جانکاری ہو ہی نہیں سکتی۔ اِنٹا ہی نہیں، بیچ کے زمانے میں جو سادہ وسنت ہوئے، اُن کی کہانوں میں ہوتی ہوئی رحمدلی، نیک چلی، اچھی صحبت وغیرہ سبھی باتیں نہیں آئیں؟ اُن سبوں کا ذریعہ بردہ دھرم ہی ہے۔ بردہ دھرم کے سادہوں اور اُپر دھیں دینے والوں نے جنت کی زندگی میں اخلاق کا جو بیج بویا، وہ ہر بات نہیں ہوا۔ خلاف حالتوں میں بھی اُس کی کچھ پابندی اُن ویشنو سادھو سنتوں نے کی ہے۔

مہاتما گاندھی جی نے جو اہنسا کا انقلاب شروع کیا اور عام
جنتا نے ایک زبان نے اس کی جو تائید کی، اس کا بھی بیج
اسی ہودھ اور کچھ کچھ جین سنسکرتی میں ہے۔ سب لوگ
جانتے ہیں کہ مہاتما گاندھی پر شریعت رام چندر نامی ایک
جینی عام کا بہت اثر پڑا۔ ایک نو کانٹھیاوار میں وہ ویشنو
خاندان میں پیدا ہوئے اور دوسرے وہاں جینوں کی مذہبی
جماعت بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔ مگر اہنسا کا بیج
بھارت میں نہیں ہوتا تو بہت سے ہندو سماج کو مہاتما جی
کا ستیاگرہ پسند نہ ہوتا۔ اس لئے آج عام جنتا کی نبض
پہچاننے اور بھارت ورش کی تہذیب کے پور سے عروج پر آنے کے
لئے ہودھ سنسکرتی کی جانکاری ہونا بہت ہی ضروری ہے۔

سب کے ساتھ بھلائی کرو، اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرتا ہے تو اُس کی ذمہ داری اُس پر ہے، تم اُس کی دیکھا دیکھی اپنے دل کو خراب کر کے فرض سے نہ ہٹو۔

—سنت و انبی .

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب نے کہا: — وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آدر نہیں کرتا، جو مسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا: — وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آدر نہیں کرتا، جو مسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، تیرمیزی۔

پیشوا نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا: — ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، میں ایک دوسرے سے قنوت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری: مسلم۔

پیشوا نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا: — ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، میں ایک دوسرے سے قنوت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری: مسلم۔

محمد صاحب نے کہا: — ”خواتین، پیتھ اور دوسروں کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن کپڑے خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈو۔“

—ابن عمر بن العاص، بخاری: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا: — ”کھاؤ، پیو اور دوسرے کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن خیرات نہ کرو اور نہ دکھاؤ یا گھنڈو۔“

—ابن عمر بن العاص، بخاری: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا: — ”سکند کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا: — ”سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرنا ہے۔“

—معمار، مسلم: ابو داؤد: تیرمیزی۔

محمد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرنا ہے۔“

—معمار، مسلم: ابو داؤد: تیرمیزی۔

انص کا کہنا ہے: — ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچھا کر نہیں رکھی۔“

—انص، تیرمیزی۔

انص کا کہنا ہے: — ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچھا کر نہیں رکھی۔“

—انص، تیرمیزی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: ”اگر میرے پاس عدد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے خوشی اسی میں ہوگی کہ میں تین گیارہ راتوں تک اُس کا کوئی بھی حصہ اپنے پاس نہ رکھ دوں؛ سوائے کسی ایسے حصے کے جو مہینہ اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے لے لیا ہو۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

ابو ہریرہؓ کا کہنا ہے کہ: ”محمّد صاحب اِس دنیا سے چل بسے لیکن انہوں نے کبھی پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہؓ کا بیان ہے کہ: ”محمّد صاحب کے بیوی بچوں کو، محمد صاحب کے مرنے کے دن تک، کبھی دو دن لگانا، جو اسی روٹی پیٹ بھر نہیں ملی، کبھی کبھی مہینوں گزر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، وہ دن ہم کدول کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزار دیتے تھے۔“

—عائشہؓ، بخاری: مسلم: ترمذی .

—آیضاً: بخاری: مسلم: ترمذی .

خلیفہ عمرؓ کا راج اب دور دور کے ملکوں تک پھیل چکا تھا اور اُن سب ملکوں میں لوگ خوب خوشحال تھے، تو اِس خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ عمرؓ نے ایک دن کہا کہ: ”میں نے کبھی کبھی پیغمبرؐ کو دن دن بھر بھوکا رہ کر گزارتے دیکھا ہے کیونکہ اُن کے پاس کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں تھی۔“

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم .

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم .

ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ: ”محمّد صاحب چٹائی پر سو رہے تھے! جب وہ اُٹھے تو اُن کے بدن پر چٹائی کے نشان تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اُن سے کہا: ’اے خدا کے رسول! آپ اجازت دیں تو ہم ایک نرم بستر آپ کے لئے بچھا دیں!‘ محمد صاحب نے جواب دیا: ’مجھے اِس دنیا کے آرام سے کیا لینا ہے۔ میرا رشتہ اِس کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ایک گھوڑ سوار کا، جو ہنوز دیر کے لئے کسی پہر کے سایہ میں گھرا ہو جاتا ہے، وہاں کچھ دیر آرام کرتا ہے اور پھر وہاں سے چل دیتا ہے!‘

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

مُحمّد ساہب کے کچھ ابدیش

ہجرتِ آیاشا کا کہنا ہے کہ :—”مُحمّد ساہب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ”ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟“ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے :—”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—آیاشا، ابوداؤد.

جابر کا کہنا ہے کہ :—”مُحمّد ساہب جب کبھی سفر میں ہوتے تو خود ہمیشہ سب کے پیچھے رہتے۔ وہ کمزوروں کی خبرگیری کرتے، انہیں اپنے پیچھے بیٹھا لیتے اور اُن کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے۔“

—جابر، ابوداؤد.

مُحمّد ساہب جب مَدینہ آئے تو وہاں کے کچھ لوگ خجور کے درختوں کی کٹائے ہوئے شاخوں سے لٹکے ہوئے تھے۔ مُحمّد ساہب نے پوچھا :—”تو لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا :—”ہم ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔“ مُحمّد ساہب نے کہا :—”شاید زیادہ اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو نہ کاٹو چھانڈو۔“ اُن لوگوں نے درختوں کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ اُس پر اُس سال درختوں میں پھل بہت کم آئے۔ مُحمّد ساہب نے جب اِس کی سوچنا ملی تو انہوں نے کہا کہ :—”میں کھول ایک آدمی ہوں۔ جب میں دین کے معاملہ میں تم سے کوئی بات کہوں تو اُسے مان لو اور جب میں کسی اور بات پر اپنی رائے ظاہر کروں تو یاد رکھو کہ میں تمہاری ہی طرح کھول ایک آدمی ہوں۔“

—رفیع بن خدیج، مسلم.

الغوری کا بیان ہے کہ :—”مُحمّد صاحبِ پردہ میں رہنے والی ایک کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے، جب کبھی وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے تھے جو انہیں پسند نہ آتی تھی تو ہمیں اِس کا پتہ اُن کے چہرے سے لگتا تھا۔“

—الغوری، بخاری: مسلم.

حضرت علی کا کہنا ہے :—”مُحمّد ساہب کے آخری شب یہ تھے :—”اللہ سے دعا مارو! تمہارے پاس جو کچھ مال اسباب ہے اُس کے لئے اللہ سے دُرو۔“

—علی، ابوداؤد.

—انوارِ ادب: شری محبوب رضوی.

بنارس کا شہر، इतिहास की निगाह से, इस धरती का सबसे पुराना नगर है जो अभी तक मौजूद है। इसकी शुरुआत कब और कैसे हुई इस बात का पता पुराने से पुराने जमाने के धुंधले इतिहास से भी ठीक ठीक नहीं चलता। जिस जमाने में वेदों और उपनिषदों की रचना हो रही थी उस जमाने में बनारस के राजा अज्ञात शत्रु सत्त्व खोजियों को यहाँ पर आत्मविद्या का उपदेश दिया करते थे। यहाँ पर वह राजा प्रतर्दन राज करते थे जो बहुत बड़े योधा भी थे और जिन्होंने बहुत से वेद मंत्रों की रचना भी की। यहीं के एक राजा महाभारत की लड़ाई में युधिष्ठिर और कृष्ण की तरफ से लड़े थे। गीता में उनका जिक्र आता है, पर नाम नहीं दिया गया। यहीं पर राजा दिवोदास ने अपने शिष्य सुअतु को 'आयुर्वेद' नाम का वह ज्वरवेस्त ग्रंथ दिया जो आज तक वैद्यक के बड़े ग्रंथों में गिना जाता है। यह वह जमाना था, जबकि पुराण लिखे जा रहे थे। यहीं पर, कलियुग के शुरू में, यानी कहा जाता है लगभग पाँच हजार बरस हुए वेदों के सम्पादक और महाभारत, पुराणों और ब्रह्मसूत्रों के संग्रहकर्ता व्यास अपने बहुत से चेलों को लेकर आए, और यहीं उन्होंने अपने जीवन के अन्तिम दिन बिताए। यहीं पर ईसा से नौ सौ बरस पहले जैनियों के तेईसवें यानी आखिरी से एक पहले के तीर्थंकर पार्श्वनाथ पैदा हुए थे। यहीं पर लगभग पच्चीस सौ बरस हुए बुद्ध ने धर्म सुधार और दया धर्म के प्रचार का अपना अद्भुत मिशन शुरू किया था। यहीं पर बाद की सदियों में शंकर, रामानुज, बल्लभ, चैतन्य और दूसरे बड़े बड़े आचार्य और सुधारकों ने आकर प्राचीन धर्म ग्रंथों का अपना नया भाष्य यानी नई तावीलें विद्वानों के सामने रखकर उनकी तसदीक की। यहीं पर कबीर ने पुरानी सचाइयों को नए शब्दों में बयान किया। कबीर की भाषा जनता की भाषा है और साथ ही उसमें आत्म विद्या के रहस्य भी छिपे हुए हैं। उन्होंने हिन्दुओं और मुसलमानों को दीन धर्म के गलत और बिगड़े हुए रूप से आगाह और पाक किया, उन्हें सुधारा, उनमें मेल मुहब्बत पैदा की, उन्हें हठ धर्मियों और पाखण्डों से बचाया और निजात का रास्ता बताया। यहीं पर तुलसीदास ने हिन्दी में वह रामायण लिखी जिसे पिछले तीन सौ बरस से लाखों हिन्दी भाषी भारतवासी 'वेद' की तरह मानते

بنارس کا شہر اِنہاس کی نگاہ سے 'اس دھرتی کا سب سے پرانا نگر ہے جو ابھی تک موجود ہے۔ اس کی شروعات کب اور کیسہ ہوئی اس بات کا پتہ پرانے سے پرانے زمانے کے دھندلے اِنہاس سے ہی ٹھیک ٹھیک نہیں چلتا۔ جس زمانے میں ویدوں اور اپنیشدوں کی رچنا ہو رہی تھی اُس زمانے میں بنارس کے اجا اجات شترو سچے کھوجیوں کو یہاں پر آتم ودیا کا اُپدیش دیا کرتے تھے۔ یہیں پر وہ راجا پرتاردن راج کرتے تھے جو بہت بڑے یودھا بھی تھے اور جنہوں نے بہت سے وید منتروں کی رچنا ہی کی۔ یہیں کے ایک راجا مہابھارت کی لڑائی میں بدھش اور کُشن کی طرف سے لڑے تھے۔ گیتا میں اُن کا ذکر آتا ہے پر نام نہیں دیا گیا۔ یہیں پر راجا دیو داس نے اپنے شیشہ سوشروتو کو اُپورید کا وہ زہر دست گرنہ دیا جو آج تک ویدیک کے بڑے سے بڑے گرنہوں میں گنا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پران لکھے جارہے تھے۔ یہیں پر 'کلیک کے شروع میں' یعنی کہا جاتا ہے لگ بھگ پانچ ہزار برس ہوئے ویدوں کے سہادک اور مہابھارت' پرانوں اور برہمن سوتروں کے سنکرہ کرنا دیاس اپنے بہت سے چٹھوں کو لیکر آئے' اور یہیں انہوں نے اپنے جیوں کے اتم دن بتائے۔ یہیں پر عیسیٰ سے نو سو برس پہلے جنہوں کے زبیسویں یعنی آخری سے ایک پہلے کے نیرتھنکر یاشر و ناتھ پیدا ہوئے تھے۔ یہیں پر لگ بھگ پچاس سو برس ہوئے بدھ نے دھرم سدھار اور دیا دھرم کے پرچار کا اپنا ادبوت مشن شروع کیا تھا۔ یہیں پر بعد کی صدیوں میں شنکر' رامانج' بالی' چیتنہ اور دوسرے بڑے بڑے آچاریہ اور سدھارکوں نے آکر پراچین دھرم گرنہوں کا اپنا نیا بیاتھہ یعنی نئی تعویلیں ودوانوں کے سامنے رکھ کر اُن کی تصدیق کی۔ یہیں پر کبیر نے پرانی سچانہوں کو نئے شبدوں میں بیان کیا۔ کبیر کی بیاتھا جتنا کی بیاتھا ہے اور ساتھ ہی اُس میں آتم ودیا کے رہسہہ چھپے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہندؤں اور مسلمانوں دونوں کو دین دھرم کے غلط اور بکڑے ہوئے روپ سے آگاہ اور پاک کیا' انہیں سدھارا' اُن میں مہل محبت پیدا کی' انہیں دھم دھرموں اور پاکہندوں سے بچایا' اور نجات کا راستہ بتایا۔ یہیں پر نلسی داس نے ہندی میں وہ راماین لکھی جسے پچھلے تین سو برس سے لاکھوں ہندی بیاتھی بھارت واسی 'وید' کی طرح ماننے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاںسی یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہویں کی ہزاروں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سلسلہ دہا کا سب سے بڑا کینڈر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کوننس کالج قائم ہوا۔ اُس کالج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اُس اسکول کی مہتریکویشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اُس سہم اپنی عمر کے بارہویں سال میں تھا۔ اُس کے ساتھ کچھ درگتھنائیں ہوئیں۔ سے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اُسے بہت پیار کرتی تھی۔ اُسی سال اُس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چتا تک اُڑی کے ساتھ گیا۔ راستے پر وہ خوب رونا رہا۔ کہ چہ حد حد اُن تھا کہ اُس سب جینے اور مرنے کا مطلب کیا ہے۔ اُس کے بعد اُسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں لکھا تھا کہ 'نچہ سنت'، مہانما، رشی اور یوگی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے ان اُنوک چیزوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چہرے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اُس لڑکے کی کہی بھی بات چوست بھی ہوئی۔ اُس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اُس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی کتابیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اُس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر 'راماین'، ویاس کی مہابھارت اور ہنر پران سنے تھے۔ اُس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو اُن دنوں یاد کر لیا تھا۔ اُن کہانیوں کے اندر جو فلسفی بھری ہوئی تھی وہ یا تو اُس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اُس پر رہ جاتا تھا تو اُس طرح کا کہ جس کا اُسے خود پتہ نہ تھا۔ اُس ابراہم کے لڑکے نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اُسے وہ بہت سی کم یا کیوں ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اُس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اُس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکسور پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسرے بچوں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی بھٹنا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اُس کے ذہن کے دماغ میں اب یہ ایک عجیب وچار بار بار آنے لگا کہ اُس دنیا کی یہ سب زندگی کچھ بیکار سی چیز ہے۔ اُس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولنے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اُس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو تارے کے لئے، رات کو صبح کے لئے۔ اُس کا دل کسی ایسی چیز کے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاںسی یا کاشی)، باوجود بہت پتھر، گیارہویں اور تیرہویں کی ہزاروں کے، انہیں کال سے ہمارے کی دھارمک راجدھانی اور سلسلہ دہا کا سب سے بڑا کینڈر رہا ہے اور ابھی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791ء میں کوننس کالج قائم ہوا۔ اُس کالج کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اُس اسکول کی مہتریکویشن کلاس میں سن 1880ء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ وہ لڑکا اُس سہم اپنی عمر کے بارہویں سال میں تھا۔ اُس کے ساتھ کچھ درگتھنائیں ہوئیں۔ سے اپنی دادی سے بہت پیار تھا۔ دادی بھی اُسے بہت پیار کرتی تھی۔ اُسی سال اُس نے اپنی دادی کو مرتے ہوئے دیکھا۔ چتا تک اُڑی کے ساتھ گیا۔ راستے پر وہ خوب رونا رہا۔ کہ چہ حد حد اُن تھا کہ اُس سب جینے اور مرنے کا مطلب کیا ہے۔ اُس کے بعد اُسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑھنے کو ملیں۔ ان میں لکھا تھا کہ 'نچہ سنت'، مہانما، رشی اور یوگی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے ان اُنوک چیزوں کی جانکاری ہوتی ہے، زندگی اور موت کے چہرے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اُس لڑکے کی کہی بھی بات چوست بھی ہوئی۔ اُس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اُس کے گھر آکر گھر کے لوگوں کو دھرم کی کتابیں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اُس زمانے میں اپنی دادی کے ساتھ بیٹھکر 'راماین'، ویاس کی مہابھارت اور ہنر پران سنے تھے۔ اُس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو اُن دنوں یاد کر لیا تھا۔ اُن کہانیوں کے اندر جو فلسفی بھری ہوئی تھی وہ یا تو اُس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اُس پر رہ جاتا تھا تو اُس طرح کا کہ جس کا اُسے خود پتہ نہ تھا۔ اُس ابراہم کے لڑکے نے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اُسے وہ بہت سی کم یا کیوں ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اُس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اُس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکسور پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسرے بچوں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی بھٹنا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اُس کے ذہن کے دماغ میں اب یہ ایک عجیب وچار بار بار آنے لگا کہ اُس دنیا کی یہ سب زندگی کچھ بیکار سی چیز ہے۔ اُس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولنے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اپنی اُس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو تارے کے لئے، رات کو صبح کے لئے۔ اُس کا دل کسی ایسی چیز کے

لیے بےکراں تھا جو ہماری اس سکھ دہ کی دنیا سے اوپر ہو۔ اس جہنم کے دہ دردوں کے بارے میں کئی طرح کے سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے۔ جہنم جہنم وہ ہوا ہوتا تھا یہ سوال اور گہرے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ کالج میں پڑھنے لگا تب ہی اس طرح کے سوال اس کے اندر اُٹھنے لگے، دھڑکے دھڑکے یہ سوال ایک خاص شکل لیا۔ اُس نے دل میں ہر وقت یہ جاننے کی لچکا زور پکڑنے لگی کہ ہمارے اندر، باہر اور چاروں طرف یہ دہ درد 'کیوں' ہیں اور ان کا علاج 'کیسے' اور 'کیا' ہو سکتا ہے؟ انہیں سوالوں کے ادھوں اور بہت سے انکنت سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے اور اُسے دق کرنے لگے۔ یہ سب سوال انت میں اسی ایک سوال سے سمبندھ رکھتے تھے کہ دنیا کے سب دہوں کی جڑ کیا ہے اور اُن کا علاج کیا ہے اور یہ دنیا اور یہ ساری سرشتی جس میں اُٹلتا پیچ در پیچ ہیں، جن کے اوپر اور جن کے اندر یہ سب دہ اور ہوائی زوروں کے ساتھ چھائی ہوئی ہے، کیوں ہے، کیسے ہے اور کہاں ہے اُنی؟

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اُس سے تک پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اُس سے کام لے سکتے ہیں جب تک اُس کے باقی سب حصوں کے ساتھ اُس حصے کے سمبندھ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری چیز یا پوری اکٹی بندھے ہیں۔ اُس پوری اکٹی کے اندر ہر حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصہ ہائی حصوں کے ساتھ یا تو ملکر کام کرتا ہے، یا اُن کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلانے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندھ ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکریا یعنی عمل اور رد عمل کا۔ جب تک ہم اُن سب سمبندھوں کو ایک موٹے طور پر نہ سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شبدوں میں کسی پوری چیز کو یا اُس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور سماج کو، سماج کو اور اُس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ سکتے ہیں اور تبھی اُس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندھوں کو سمجھ لیں اور ہر بار اُن پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے گہرا ہوا، دیا سے پھرتا ہے، اور اپنے سکے رشتہ داروں اور چچھندے اور مہرے ہاتھوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے، اُس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اُس کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اُسے

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اُس سے تک پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اُس سے کام لے سکتے ہیں جب تک اُس کے باقی سب حصوں کے ساتھ اُس حصے کے سمبندھ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری چیز یا پوری اکٹی بندھے ہیں۔ اُس پوری اکٹی کے اندر ہر حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصہ ہائی حصوں کے ساتھ یا تو ملکر کام کرتا ہے، یا اُن کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلانے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندھ ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکریا یعنی عمل اور رد عمل کا۔ جب تک ہم اُن سب سمبندھوں کو ایک موٹے طور پر نہ سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شبدوں میں کسی پوری چیز کو یا اُس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور سماج کو، سماج کو اور اُس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ سکتے ہیں اور تبھی اُس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندھوں کو سمجھ لیں اور ہر بار اُن پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے گہرا ہوا، دیا سے پھرتا ہے، اور اپنے سکے رشتہ داروں اور چچھندے اور مہرے ہاتھوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے، اُس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اُس کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اُسے

ویرشواس دلالے کے لئے، اُس کے ارادے کو پکا کرنے کے لئے، اُسے بکالے کے لئے، کہ اپنے باپری رشتہ داروں سے لڑنا اُس کا دھرم تھا، اُس نازک سہم میں جب کہ دونوں طرف متیار بند فوجیں ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آمنہ سامنے تیار کھڑی ہوئی تھیں اور لڑائی شروع ہونے میں لیول ایک ہل بھر کی دیر معلوم ہوتی تھی، اُس سہم لوشن نے ایک دو گھنٹہ کے اندر، جن میں ارجن کے دل کی حالت اور اُس پاس کے راجو منزل کی حالت برابر نازک اور قروانی ہوتی چلی جا رہی تھی، لگ بھگ چھ سو شاوہوں کے اندر اُس سارے جہوں کا ارتھ اور وشو کی پوری یوجنا ارجن کو سمجھائیں۔

اس لڑکے نے کالج میں سائنکالاجی یعنی منورگیان، ایہمس بنائی تھی وگیان اور میڈیٹیشن یعنی فلسفی کے وشئے لئے۔ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ آدمی کے اندر کے سوچنے سمجھنے کی طاقت، اُس کے ہواؤ یعنی جذبات اور اُس کے سنگلاب یعنی ارادے کیا چیز ہیں؟ فیکٹی اور بدی کیا ہے؟ اُس دنیا کی اور زندگی کی اصلیت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ وہ سوچتا رہتا تھا، جو لڑک اُس سے ہمہ بدی رکھتے تھے اُن کے ساتھ بات چیت کرنا بھتا تھا اور ان وشو میں پر جتنا کچھ پڑھتا تھا پڑھتا رہتا تھا۔ یہ اندکتر انگریزی اور سنسکرت کی کتابیں پڑھتا تھا۔ یہ دونوں بھاشائیں اُس کے لئے نئی تھیں۔ اُس سے اُس کی مشکل اور بڑھ گئی۔ لیکن اِس مشکل سے انت میں اُسے فائدہ ہی پہونچا۔ پڑانے سنسکرت شبد اب پڑانے اور بے معنی ہوتے جا رہے تھے۔ سہم کی آوشونقا یہ تھی کہ اُن پڑانے شبدوں میں جو انمول وچار بھرے ہوتے تھے اُن کا نئے سرے سے ارتھ کیا جارے اور انہیں نیا جامہ پہایا جوارے۔ آجکل کے مانو جہوں اور آجکل کی سمجھتا سے لیکر نئے تفنگ اور نئے شبدوں میں اُن فیدہ کی بچاروں کو نئے سرے سے پرگٹ کیا جوارے۔ نئے خیال کے وگ تب ہی انہیں سمجھ سکتے تھے۔ پڑانے لباس میں نئے خیال والوں کو وہ بے تو بے جان اور بے معنی دکھائی دینکے اور یا نوکے اور عجوب معلوم ہونکے۔ کیول اِسی طرح وہ پڑانے وچار وائی اور فکٹی پیڑھی کے لوگوں کو، پورب اور پچھم کو، پڑانے و آجکل کے جہوں کو اور پڑانے وچاروں اور آجکل کے وچاروں و ملانے میں مددے سکتے تھے، اِس طرح فلسفی جیسے مضمون و انگریزی اور سنسکرت ان دو بھاشاؤں میں پڑھانے سے اُس لڑکے کو بہت فائدہ ہوا۔

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

یہ دنیا کیوں، اور کیسے، بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھنکے لگی۔ اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جہن' دھنکے لگا۔ "اگر میں زندگی کی جز

اسکی اسالیبت اور اس کے ازم کو نہیں سمجھ سکتا تو میرے زہدے رہنے سے ہی کیا فائدہ!۔ جانتے بوجہ یا چاہے سن 1887 تک اس لوکے کے دماغ کی یہی حالت تھی۔ سن 1887 میں اسے کسی طرح سے کچھ تسلی ملی۔ سبستی کے آخری 'دیس' اور 'کیس' کا ایک جواب اس کے من کے اندر پیدا ہوا۔ اس جواب کے اندر اور ازکنت ماحبت سوالوں کے جواب بھی آگئے۔ اس کا دماغ بخار اتر گیا۔ ادھک پونر یعنی پاک زندگی بسر کرنے کی اچھا اب اس میں زور کرنے لگی، وہ اچھا آج تک بنی ہے اور بدقسمتی سے آج تک پوری نہ ہو سکی۔ لیکن اگرچہ اس کے جیوں کی سطح شانت نہیں ہے اور شاید نہیں ہو سکتی، یہ بھی اپنے اندر اس کا من ایک حد تک شانت ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیکر کا لیکھک ہے۔ اس سہ (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ ڈیڑھ اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیانگے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشش کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے، اور کچھ نیک دوستوں کے لئے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دالچسپی بنے ہوں۔ کیتا میں لکھا ہے:—”جب پرانے جسم کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں تو اما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی والے ٹپڑوں کو پھینک کر نئے پڑے پہن اٹھتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی سچائیوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آتے ہیں جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیکر کا لیکھک ہے۔ اس سہ (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ ڈیڑھ اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیانگے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشش کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے، اور کچھ نیک دوستوں کے لئے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دالچسپی بنے ہوں۔ کیتا میں لکھا ہے:—”جب پرانے جسم کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں تو اما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی والے ٹپڑوں کو پھینک کر نئے پڑے پہن اٹھتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی سچائیوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آتے ہیں جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

(1) وہ ماننا ہے کہ ازکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں وجود ہیں۔

(1) وہ ماننا ہے کہ ازکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں وجود ہیں۔

(2) वह मानता है कि इन सब रूहों की उन्नति और अवनति होती रहती है. वरजे बदरजे इनके जड़ शरीर यानी माही जिस्म बनते और बिगड़ते रहते हैं. इनके आस पास के वायु मंडल भी बनते और बिगड़ते रहते हैं, और ये रूहें फिर फिर जन्म लेती रहती हैं.

(3) वह मानता है कि हर रूह हर तरह के नए नए तजरबों में से निकलती रहती है, कभी नेकी कभी बदी, कभी सुख कभी दुख, कभी उजाला कभी अंधेरा. यह सब तजरबे अनन्त समय (जमान), अनन्त जगह (मकान) और अनन्त गति (हरकत) के अन्दर बराबर एक दूसरे को रह करते, ठीक करते और एक दूसरे में समतोल (तबाजुन) पैदा करते रहते हैं.

(4) वह मानता है कि देश, काल और गति यानी मकान, जमान और हरकत के चक्र बराबर चलते रहते हैं और उनकी तेजी, उनकी मियाद और उनका फैलाव बराबर एक तरतीब के साथ बदलता रहता है. इसी उतार और चढ़ाव पर दुनिया की उन्नति (तरक्की) और अवनति (तनफ़जुली) निर्भर है.

(5) वह मानता है कि हर तरह के देश, काल और गति से ऊपर, सदा पूर्ण, सब जगह मौजूद, और सब को अपने अन्दर लिए हुए, एक 'विश्वात्सा' यानी 'रूहे कुल' है जो चेतन ही चेतन है, अनन्त और सदा एकरस है, जो ला महदूद है, किसी पर निर्भर नहीं, कोई जिसका सानी नहीं, एक, अपने में ही पूरा, लेकिन फिर भी जिसके अन्दर सब अनगिनत अलग अलग रूहें शामिल हैं, जिसमें कभी कोई तबदीली नहीं होती पर सृष्टि की सब पल पल की तबदीलियाँ उसी के अन्दर हैं, सब रूहें और सब जिस्म और सारी सृष्टि उसी में, उसी से और उसी के अन्दर है.

लेखक ने अपने इन अजीब विश्वासों को, जो ऊपर से देखने में एक दूसरे के खिलाफ़ मालूम होते हैं, अपनी कई किताबों में साफ़ करने की कोशिश की है, और जहाँ तक उसकी कमज़ोर शक्तियों के लिये सम्भव है वह इन्हें इस सिलसिले के अगले लेखों में भी साफ़ करने की कोशिश करेगा.

(2) وہ ماننا ہے کہ ان سب روحوں کی اُنتی اور اونتی نی رہتی ہے. درجہ بدرجہ ان کے جزّ شریر یعنی مادی سم بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں. ان کے آس پاس کے وایو نل بھی بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں اور یہ ہر جام لیتی رہتی ہے.

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نئے تجربوں میں نکلتی رہتی ہے. کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، ب اچلا بھی اندھرا. یہ سب تجربے اُنت سم (زمان) مت چکے (مکان) اور اُنت کتی (حرکت) کے اندر برابر دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں.

(4) وہ ماننا ہے کہ دیس، کال اور گتی یعنی مکل، ن اور حرکت کے چکر برابر چلتے رہتے ہیں اور ان کی تھزی، کی ميعاد اور ان کا پھیلاؤ برابر ایک ترتیب کے ساتھ بدلتا ہے، اُسی اُتار اور چڑھاؤ پر دنیا کی اُنتی (ترقی) اور تی (نزول) ترہور ہے.

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر طرح کے دیس، کال اور گتی سے 'مدا پورن' سب چکے موجود اور سب کو اپنے اندر لئے ہے، ایک، وشواندا، یعنی 'روح کل' ہے جوچیتن ہی چیتن ہے، ت اور سدا ایک رس ہے، جو لا محدود ہے، کسی پر ترہور ن، کوئی جس کا ثانی نہیں، ایک، اپنے ہی میں پورا، ن ہر ہی جس کے اندر سب انکذت الگ الگ روحن مل رہیں، جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی پر شقی کی سب پل پل کی تبدیلیاں اُسی کے اندر ہیں، سب ہیں اور سب جسم اور ساری سرشتی اُس میں، اُسی سے اُسی کے اندر ہے.

لیکھک نے اپنے ان عجیب وشواسوں کو، جو اوپر سے دیکھنے میں دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں کرنے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اُس کی کمزور تہوں کے لئے سمبوہ ہے وہ انہیں اُس سلسلے کے اگلے لکھوں میں صاف کرنے کی کوشش کریگا.

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

پرنسٹن سندرلال

پرنسٹن سندر لال

چین سے آنے والے پत्र پत्रیکاओं और खासकर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यों और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री शु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं को भी ज़िंदा लिया जाता है.

'एनसेफेलाइटिस' एक बीमारी का नाम है जिसमें देमारा के अन्वर सूजन आ जाती है, बीमार का ज़ोर का गुत्तार हो जाता है, चक्कर आते हैं, के आती है और एक तरह की बेहोशी छा जाती है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

से अले वाले पत्र पत्रिकाओं और खास कर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यों और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री शु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यों और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-ज़ाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

سے اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پر آلے علاج کے طریقہ کو نئے سائنسی ڈھنگ سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہوں سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس بیماروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے انبارن بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو انبارن اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر باقی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی بھر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پر آلے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پر آلے چوبیس طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سمجھتے برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس رشتے پر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرڈس میں ڈاکٹر لی تاؤ کا ایک لیکچر "دی اسٹوری آف چائیز میڈیسن" کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس روگ کے چوبیس برس سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونکے یا بھرے ہو جاتے ہیں ان پر لقوے کا اثر آ جانا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر پانی رہ جاتا ہے۔ پنسلین، اسٹیپٹو مائیسین اور "ارپو مائیسین" جیسی دواؤں کا یا "سلنا" دواؤں کا "نوسما" اور "سورم" بھرپوری اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتہ لگ بھگ تیس برس ہوئے چلے لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتوں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چین میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماروں میں سے پندرہ بالکل اچھے ہو گئے۔ علاج کر واہ چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورے

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتہ لگ بھگ تیس برس ہوئے چلے لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتوں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چین میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماروں میں سے پندرہ بالکل اچھے ہو گئے۔ علاج کر واہ چینی وید کا نام لے چیانگ چین-آن (Dr. Chiang Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورے

چینی طریقے سے روگوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीس मेडیکल एसोसिएशन' کے ممبر پہلے کیشل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے، اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से युरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

चियांग-कोई-शेक की हुकूमत के दिनों में नए डंग के डॉक्टर पुरानी वैद्यक को "पौर साइन्सी" कहकर उससे नफरत किया करते थे. नए चीन में वह हालत बिलकुल बदल गई. कोमिन्तांग के शासन में पुराने चीनी वैद्य या हकीम नए अस्पतालों में नहीं घुस सकते थे. पर जनता ने उनके इलाज को जारी रखा और करोड़ों लोग उससे फायदा उठाते रहे. अब नई सरकार में उस पुरानी विद्या की कद्र बहुत बढ़ गई.

डॉक्टर चियांग को जब पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में लाया गया तो उन्होंने ने अपने ही पुराने डंग से रोगियों को देखना शुरू किया. उन्होंने उनको साँस को देखा, उनकी नब्ब देखी, उनकी ज़बान देखी और उनके चेहरे की हालत देखी. हर रोगी की हालत के अनुसार उन्हें अलग अलग दवाएं दीं.

उन्होंने एक चार बरस की लड़की पाओ को देखा जिसे किसी पच्छिमी डॉक्टर ने 'पेनिसिलीन' के इन्जेक्शन दे रहे थे और 'एसपिरिन' जैसी दवाएं खिला रखी थीं और फिर यह कह दिया था कि वह दो एक दिन से अधिक नहीं बच सकती. डॉक्टर चियांग ने जब उसे देखा तो उसे एक सौ साढ़े चार दर्जे का बुखार था और उसके सर पर बर्फ की टोपी रखी हुई थी. डॉक्टर चियांग ने पहले वह टोपी उतार कर फेंक दी, यह कहकर कि इस तरह जल्दी से बुखार नहीं उतारना चाहिये, इससे अन्त में नुकसान होता है. उन्हो ने पसीना आने की दवा देना भी ग़लत बताया, यह कहकर कि पसीना आने की दवा देना "ऐसा ही है जैसा खली में से तेल निचोड़ने की कोशिश करना, इससे रोगी और कमज़ोर हो जाता है." डॉक्टर चियांग चियादा गरम दवाओं के भी खिलाफ हैं जैसे 'कोरामाइन'. वह इस रोग के लिये रोगी के आराम करने पर बहुत जोर देते हैं.

पहले इस रोग के रोगियों को दूध, अंडे, और दूसरी ताक़त की चीज़ें ख़ोन को दी जाती थीं. डॉक्टर चियांग ने कहा कि "बुखार में इस तरह की चीज़ें देना और कोयले डालकर आग बुझाने की कोशिश करना है." उन्होंने ने इन

چینی طریقے سے روگوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीس मेडیکल एसोसिएशन' کے ممبر پہلے کیشل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے، اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से युरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

چیانگ کئی شیک کی حکومت کے دنوں میں نئے ڈنگ کے ڈاکٹر پرانی ویدیک کو "غیر سائنسی" کہ کر اُس سے نفرت کیا کرتے تھے۔ نئے چین میں وہ حالت بالکل بدل گئی۔ کومنتانگ کے شاسن میں پرانے چینی وید یا حکم نئے اسپتالوں میں نہیں گھس سکتے تھے۔ پر جتنا اُن کے علاج کو جاری رکھا اور دروز لوگ اُس سے نابہ اُٹھاتے رہے۔ اب نئی سرکار میں اُس پرانی ویدیا کی قدر بہت بڑھ گئی۔

ڈاکٹر چیانگ کو جب پکنگ کے بچوں کے اسپتال میں لایا گیا تو انہوں نے اپنے ہی پرانے ڈنگ سے روگوں کو دیکھنا شروع کیا۔ انہوں نے اُن کے سانس کو دیکھا، اُن کی نبض دیکھی، اُن کی زبان دیکھی اور اُن کے چہرے کی حالت دیکھی۔ ہر روگی کی حالت کے انوسار انہوں الگ الگ دوائیں دیں۔

انہوں نے ایک چار برس کی لڑکی پاؤ کو دیکھا جسے کسی بچھمی ڈاکٹر نے 'پینسلین' کے انجیکشن دے رکھے تھے اور 'اسپیرین' جیسی دوائیں کھا رکھی تھیں اور پھر یہ کہ دیا تھا کہ وہ دو ایک دن سے ادھک نہیں بچ سکتی۔ ڈاکٹر چیانگ نے جب اسے دیکھا تو اسے ایکسو ساڑھے چار درجے کا بخار تھا اور اس کے سر پر برف کی ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر چیانگ نے پہلے وہ ٹوپی اتار کر پھینک دی، یہ کہ کر کہ اس طرح جلدی سے بخار نہیں اتارنا چاہئے، اس سے انت میں نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے پسینہ آنے کی دوا دینا بھی غلط بتایا، یہ کہ کر کہ پسینہ آنے کی دوا دینا "ایسا ہی ہے جیسا ہلی میں سے تیل نچوڑنے کی کوشش کرنا، اس سے روگی اور کمزور ہو جاتا ہے۔" ڈاکٹر چیانگ زیادہ گرم دواؤں کے بھی خلاف ہیں جیسے 'کورومائین'۔ وہ اس روگ کے لئے روگی کے آرام کرنے پر بہت زور دیتے ہیں۔

پہلے اس روگ کے روگوں کو دودھ، اٹھ، اور دوسری طاقت کی چیزیں کھانے کو دی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر چیانگ نے کہا کہ "بخار میں اس طرح کی چیزیں دینا اور کوئلے ڈالکر آگ بجھانے کی کوشش کرنا ہے۔" انہوں نے ان

۱ جگہ باہل کا پتلا ماٹھ اور فلوں کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لیے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کارہا بہنوکر
روگیوں کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جبسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لیے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگیوں کا
بخار دو درجے نیچے اتر آیا اور تین دن کے اندر بالکل اتر گیا
اور نارمل ہو گیا۔

اگ الگ روگیوں پر ڈاکٹر چھانگ نے جبسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈوگ کیا، جو سب چدن کی جزی
ہوئیاں نہیں۔ کچھ دوائیں بارہنکے کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کادور، اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چھ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے، جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چیز کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھنٹاؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک رہے آپ دیکھتے
بھالتے رہئے۔ سائنس کی اننتی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھنٹوں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سندھ نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ نے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگیوں کی جانیں بچائیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیں کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیسی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈوکی
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیں کی کروڑوں غریب
جنٹا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیں کے اربوں روپے
ویدیسی دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
ہرباد ہونے سے بچا سکے۔



مہاتما بুদ্ধ کی یاد میں

۲۴ مئی کی یاد میں

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بুদ্ধ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بুদ্ধ کی 24 مئی کی یاد میں جشن منایا۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بুদ্ধ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، اسٹیشنوں اور ڈاکخانوں سے سج دھج کر ایک نیا جامہ پہن لیا تھا۔ لہذا نئی کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بুদ্ধ کی پیدائش ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نیا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بুদ্ধ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بুদ্ধ نے تپسیا کی تھی اور گوان سوچا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر، جہاں بھگوان بুদ্ধ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نردان پر اپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں باتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 24 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دروازوں کی پوری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہندت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکار مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر ہادی سے بچانے کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بুদ্ধ کے ہتھیار ہونے والے اور کوئی دوسرا

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بুদ্ধ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بুদ্ধ کی 24 مئی کی یاد میں جشن منایا۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بুদ্ধ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بودھ تہذیبی استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھرم شانوں، اسٹیشنوں اور ڈاکخانوں سے سج دھج کر ایک نیا جامہ پہن لیا تھا۔ لہذا نئی کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بুদ্ধ کی پیدائش ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نیا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بুদ্ধ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاؤنا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بুদ্ধ نے تپسیا کی تھی اور گوان سوچا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر، جہاں بھگوان بুদ্ধ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نردان پر اپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں باتریوں کے لئے سویدھا جنک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریاد لی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 24 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دروازوں کی پوری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہندت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکار مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بুদ্ধ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لئے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر ہادی سے بچانے کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے سوائے مہاتما بুদ্ধ کے ہتھیار ہونے والے اور کوئی دوسرا

راستا نہیں ہے۔ महात्मा बुद्ध کے دنیویادی उपदेश जिन्हें पंचशील कहा जाता है. आज नये रूप रंग के साथ दुनिया के सामने एशियाई मुल्कों की तरफ से पेश किये जा रहे हैं. आज दुनिया का हर समझदार इन्सान मन ही मन इसकी अहमियत को खूब समझ रहा है.

बुद्ध की तालीम

महात्मा बुद्ध का जन्म हजरत ईसा से 623 वर्ष पहले का बताया जाता है. जिस तेजी के साथ बौद्ध मजहब पूरे दक्खिन एशिया, पूरबी एशिया और मध्य एशिया को फतह करके एक बार शान्ति के साथ पच्छिम की ओर तमाम रूमी साम्राज्य में फैल गया, दुनिया के किसी दूसरे मजहब के इतिहास में इसकी मिसाल नहीं मिलती. भारत, चीन और जापान के बीच उन दिनों काफ़ी आमाद रफ्त थी, इसलिये यह भी नामुमकिन है कि बाबाव्ता बौद्ध प्रचारकों, कश्यप मार्तंग वगैरा के चीन पहुँचने से सदियों पहले यानी खुद बुद्ध ही की ज़िन्दगी में बुद्ध के उपदेशों की ख़बर और उनकी गूँज चीन तक न पहुँची. चीन में उस ज़माने में लाओत्से और कुङ्ग-फूत्से के मत बौद्ध मजहब के उसूलों के साथ बिल्कुल मिल जुल गये, यहाँ तक कि हर चीनी अपने का बौद्ध मजहब और ताओ मजहब का मानने वाला और कुङ्ग फूत्से यानी कनफ्यूसियस का पैरोकार तीनों एक ही साथ समझता और यही कहता रहा है.

वैदिक साहित्य में उपनिषदों का जन्म महात्मा बुद्ध से पहले हो चुका था. उपनिषदों के लिखने वाले दुनिया को बता चुके थे कि तमाम अलग अलग देवी देवताओं या उनके तख़्तुल के पीछे असली परमात्मा एक है, वही सब के घट में मौजूद है और निजात का रास्ता किसी तरह के यज्ञ, कर्मकाण्ड या रुढ़ियों का पालन करने में नहीं है बल्कि अपनी इन्द्रियों को जीतने, नफसकुशी करने और खुदी को मिटाकर अल्लाह के वजूद में अपने वजूद को मिटा देना ही निजात, मुक्ति या निर्वाण है. लेकिन महात्मा बुद्ध के वक्त तक भारतवासी इस सच्चाई को भूल चुके थे. बर्ण व्यवस्था, जति पात, छुआछूत, कर्म काण्ड और जानवरों की कुर्बानी का जोर था. सदाचार का उनके मुकाबिले में कम अहमियत दी जाती थी. महात्मा बुद्ध ने ज़माने की हालत को देखते हुए उपदेश दिया—

“सच्चे सुख, ज्ञान और निजात का रास्ता अपनी नफसों यानी इन्द्रियों के पीछे दौड़ना नहीं, न अपनी बासनाओं को पूरा करने में है, न जिस्म को रौर खरूरी तकलीफ़ देने में है, निजात का सच्चा रास्ता इन दोनों के बीच से है. इस रास्ते पर चलने के लिये नीचे लिखी सच्चाइयों को समझ लेना चाहिये. जन्म, बुढ़ापा, बीमारी और मौत, प्यारों का वियोग और दुनियावी तकलीफ़ों, इन सब से इन्सान को दुख होता

रास्ते नहीं है. महान्ता बुद्ध के दنیویادی اُپدیش، جتھیں پنچ شیل کہا جاتا ہے، آج نئے روپ رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے ایشیائی ملکن کی طرف سے پیش کیے جا رہے ہیں. آج دنیا کا ہر سمجھدار انسان من ہی من اُس کی اہمیت کو خوب سمجھ رہا ہے.

بuddh کی تعلیم

مہاتما بودھ کا جنم حضرت عیسیٰ سے 623 ورہیں پہلے کا بتایا جاتا ہے. جس تیزی کے ساتھ بودھ مذہب پورے دکن ایشیا، پوربی ایشیا اور مدھیہ ایشا کو فتح کر کے ایک بار شانتی کے ساتھ پچھم کی اور تمام رومی سامراجیہ میں پھیل گیا، دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے اتھاس میں اِس کی مثال نہیں ملتی. بھارت، چین اور جاپان کے بیچ اُن دنوں کافی آمد رفت تھی، اِس لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ باظبط بودھ پرچار کوں کشپ ماننگ وغیرہ کے چین پہونچنے سے صدیوں پہلے یعنی خود بودھ ہی کی زندگی میں بودھ کے اُپدیشوں کی خبر اور اُن کی گونج چین تک نہ پہونچی. چین میں اُس زمانے میں لڑتے اور ٹونگ دُرتے کے مت بودھ مذہب کے اھوالوں کے ساتھ بالکل مل جل گئے، یہاں تک کہ ہر چینی اپنے کو بودھ مذہب اور ناؤ مذہب کا ماننے والا اور ٹونگ نو تے یعنی کنفوسیوس کا پیروکار تینوں ایک ساتھ سمجھتا اور یہی کہتا رہا ہے.

ویدک سائنس میں ایشندوں کا جنم مہاتما بودھ سے پہلے ہو چکا تھا. ایشندوں کے لکھنے والے دنیا کو بتا چکے تھے کہ تمام الگ الگ دیوی دیوتاؤں یا اُن کے تخیل کے پیچھے اصلی پرماٹما ایک ہے، وہی سب کے گھٹ میں موجود ہے اور نجات کا راستہ کسی طرح کے بگنے، کرم کاند یا روزھوں کا پالان کرنے میں نہیں ہے بلکہ اپنی اندریوں کو جیتنے، نفس کشی کرنے اور خودی کو مٹا کر اللہ کے وجود میں اپنے وجود کو مٹا دینا ہی نجات، مکتی یا نروان ہے. لیکن مہاتما بودھ کے وقت تک بھارت اسی اِس سچائی کو بھول چکے تھے. ورن ویوستھا، جات پانت، چھو چھوت، کرم کاند اور جانوروں کی قربانی کا زور تھا. سداچار کو اُن کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی تھی. مہاتما بودھ نے زمانے کی حالت کو دیکھتے ہوئے اُپدیش دیا—

”سچے سکھ، گیان اور نجات کا راستہ اپنی نفسوں یعنی اندریوں کے پیچھے دُرتنا نہیں، نہ اپنی واسناؤں کو پورا کرنے میں ہے، نہ جسم کو غیر ضروری تکلیف دینے میں ہے. نجات کا سچا راستہ اُن دونوں کے بیچ سے ہے. اِس راستے پر چلنے کے لئے نیچے لکھی سچائیوں کو سمجھ لینا چاہئے. جنم، بوڑھاپا، بیماری اور موت، بیماروں کا ویوگ اور دنیاوی تکلیفوں، اُن سب سے انسان کو دکھ ہوتا

ہے۔ اس دھم کا بنیادی سبب خواہش یعنی ترشہ ہے۔ اسی سے جیو کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔ اس میں لوگوں کی خواہش یعنی نفس پرستی، نجات کی خواہش یعنی جلت پرستی اور آتم سک کی خواہش یعنی خودپرستی میں ہی سب قسم کی خواہشیں شامل ہیں۔ یہ خواہشیں جیو کے لئے روک کی طرح ہیں۔ جیو کی وجہ سے ہی یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ خواہشوں کو جیتنے کا مطلب ہے سب دھم سے نجات پانا۔ خواہشوں کو جیتنے کے لئے آتم پہلو راستے یعنی اشٹاننگ مارگ پر چلنا ضروری ہے۔ یہی اصلی مذہب ہے۔ یہ آتم پہلو راستہ اس طرح کا ہے۔

(1) سمیک دھتی—یانی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکالپ—یانی اس بات کا اہد کرنا کہ میں نے کسی سے ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کرونگا۔

(3) سمیک وچن—یانی بھڑ ن بولنا، کسی کی بڑائی نہ کرنا، سخت الفاظ میں سے نہ نکالنا اور نغول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یانی کسی بھی جاندار کی غصا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ بھجار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے غلط راستوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بتانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اُس کے لئے چت کو دھ میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تھی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکگرتا یہ پانچوں باتیں دھتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا انت ہو جاتا ہے، پھر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

(1) سمیک دھتی—یانی دھم، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکالپ—یعنی اس بات کا اہد کرنا کہ میں نے کسی سے ہذا نہ کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کرونگا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی بڑائی نہ کرنا، سخت الفاظ میں سے نہ نکالنا اور نغول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی غصا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ بھجار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے غلط راستوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بتانا۔

(6) سمیک وایام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اُس کے لئے چت کو دھ میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تھی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھم کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکگرتا یہ پانچوں باتیں دھتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا انت ہو جاتا ہے، پھر پریتی کا لوپ ہو جاتا ہے اور آخر میں سک بھی غایب ہو جاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکگرتا۔

یہ آتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے اُپدیشوں کا سار ہے۔

سب کے ساتھ اہلسا اور کٹر دشمنوں تک کو مٹا کر
رنا اور سب کی طرف دوستی کا ہاتھ رکھنا ہندو مذہب کا خاص
اصول ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو نجات کا حقدار مانتے
تھے۔ دونوں کو دنیا کو ترک کرنے، بے بیاہ رہنے اور بکساں
مذہب کا پرچار کرنے کا حقدار مانتے تھے۔ جات پالت
چھوچھوت، اونچ نیچ کے خیال کے وہ سخت مخالف تھے۔
وہ انسان اور انسان کے بیچ برابری کے قائل تھے۔ اُن کا کہنا
تھا کہ انسان اپنی ہستی کے راز کو کم سے کم اتنا سمجھ لے کہ
دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشوں کی مناسبت سے زیادہ
قیمت نہ آئے اور اس طرح سے زندگی بٹائے کہ جس سے
زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور کم سے کم دکھ
حاصل ہو۔ وہ کہتے تھے کہ نفس پرستی، دہی اور خودی ان
تینوں سے اوپر اُٹھ کر پریتریت حاصل کرنے کا نام ہی نرولن ہے۔

بہ کے اُپدیشوں کا لب لباب اُن کی اس گانہ میں موجود
—

”کوئی باپ نہ کرنا، سب کی بھائی کرنا اور اپنے دل کو
پاک صاف رکھنا یہی بدھوں کی ہدایت ہے۔ سب ہندو
گرہستوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، بڑھیزگاری
اور نشہی چیزوں کا سہیون نہ کرنا، ان پانچ باتوں کا عہد لینا
پوتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے—”اگر کوئی شخص بیوقوفی سے مہری
برائی کرے تو میں بدلے میں اپنی محبت سے اسے نڈھال
کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری برائی کرے گا اُننا اُننا ہی میں
اس کی بھائی کر دوں گا۔“

یہ ہے بھگوان بدھ کی شکشا کا نچوڑ جس پر چل کر
انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے
نجات مل سکتی ہے۔

بuddh کے اُپدیشوں کا لُحھے لُحھا بن کر اس گانہ میں
پیدا ہے—

”کوئی باپ نہ کرنا، سب کی بھائی کرنا اور اپنے
دل کو پاک صاف رکھنا، یہی بدھوں کی ہدایت ہے۔ سب
ہندو گریہوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار،
رہنمائی اور نرہیلی چیزوں کا سہیون نہ کرنا،“ ان
پانچ باتوں کا اہد لینا پڑتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے—”اگر کوئی شخص بے بھکری سے
ری بھائی کرے تو میں بدلے میں اپنی مہمت سے اسے
نڈھال کر دوں گا۔ جتنا جتنا ہی وہ مہری بھائی کرے گا
تتنا اُننا ہی میں اس کی بھائی کر دوں گا۔“

یہ ہے بھگوان بدھ کی شیکشا کا نچوڑ جس پر چل کر
انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے
نجات مل سکتی ہے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

سائنسوں کے ساتھ

ہندوستان میں محمد اور اسلام

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

ہندوستان میں عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

مہاتما جیو جیو اور ایرانی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سببیتا اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

مصر اور بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سببیتا اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراگتی شیل کہانی سترہ)

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراگتی شیل کہانی سترہ)

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمیک متبہد

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

مکھنار

(پراگتی شیل کہانی سترہ)

لکھنؤ—پروفیسر منوہر لال، مূল—تین روپے

مکھنار کا پتا

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 سوریگنج، ایلاہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کتابچہ پر ہر तरह کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی مرکز—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاठک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : شری مننجر آرتی سارنٹا

سکے 225، کرمیت دو روپیا

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کرڈسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موٹا کاراچ، موٹا ڈاڑھ، بہت-سی رنگین تصویروں

دام دو روپیا

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑھ روپیا

ہندو مسلم اکوتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارھ آنے

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، مڈھوگنج ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : شری مننجر آرتی سارنٹا

صفحہ 225، قیمت دو روپہ

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کرڈسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موٹا کانڈ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دام دو روپہ

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈاڑھ روپہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگل اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، مڈھوگنج ایلاہاباد

نیا حسنہ

DELHI.

اس نمبر کے خاص لیکچر

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام کے بنیادی اصول

—مہر مہاراجہ سولہ

—مہر مہاراجہ سولہ

روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے

—ڈاکٹر بھگوانداس

—ڈاکٹر بھگوانداس

دو مسلمانوں کا سنگم اور سچائی کا

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—پंडित सुन्दरलाल

—پंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

—पंडित सुन्दरलाल

इसके अलावा

इसके अलावा

देस विदेस के मसलों पर हमारी सब में जरूरी सम्पादकी नोट

देस विदेस के मसलों पर हमारी सब में जरूरी सम्पादकी नोट

—संस्थापक संपादक—
श्रीमान कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



—संस्थापक संपादक—
श्रीमान कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کی کلاسیک ادب

نمبر 6 نمبر جلد 21 جلد

جون 1956 جून

ہندوستانی کلاسیک ادب سوسائٹی
145، مٹی گنج، اہمداد
145 مٹریگن، اہمداد

جون 1956 جून

<u>کيا کيس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کيا کيس سے</u>
1. اسلام کے بنیادی اصول بہائی منظر علی سرخہ	287 ...	1. اسلام کے بنیادی اصول —بہائی منظر علی سرخہ
2. رُہ یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوانداس	303 ...	2. روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوان داس
3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تاراچند	312 ...	3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تارا چند
4. دادا ابوالفضل —پंडित सुन्दरलाल	317 ...	4. دادا ابوالفضل —پندت سندر لال
5. ناگا قوم اور بھارت —پंडित सुन्दरलाल	325 ...	5. ناگا قوم اور بھارت —پندت سندر لال
6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری معجب رضوی	335 ...	6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری معجب رضوی
7. ہماری راہ— بینوہا جی اور بھارت کی راجدھانی: श्री बी. जी. खेर और दूसरी पंच वर्षी योजना; बनारस की जगह 'बाराणसी'; चीनी पंचांग (जन्त्री); 'नया हिन्द' के गाहकों और भेमियों से—सुन्दरलाल.	338 ...	7. ہماری راہ— بینوہاجی اور بھارت کی راجدھانی، شری بی. جی. خیر اور دوسری پنچ ورشی योजना؛ بنارس کی جگہ 'بارانسی'؛ چینی پنچانگ (جنتری)؛ 'نیا ہند' کے گاہکوں اور پریموں سے —سندر لال.

بھائی منظر علی سوختہ

بھائی منظر علی سوختہ

میں بھارت، واسطوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک اِستہتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس میل اور بے پناہی کو جو دھرم مذہب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوہک اور پارلوکک زندگی کے بیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور نیاگ کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہتک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انہیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھلائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھلائی اور قرقی کا اُدش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سارے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا قبول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھارمک اور مذہبی راستے چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ ہکپرستی یا سچائی اور نیک کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ اُنہ دن کی آفتیں اُن پر اُتی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن نباہ اور برباد ہو چکی ہیں۔

میں خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُن اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر قرآن نے منشیہ کے روحانی، سماجی، اُرتھک اور راجکاجی جہوں کو قائم کرنا

میں بھارت، واسطوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک اِستہتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس میل اور بے پناہی کو جو دھرم مذہب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوہک اور پارلوکک زندگی کے بیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکتا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالیسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور نیاگ کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نہتک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انہیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھلائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھلائی اور قرقی کا اُدش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے مار کٹ، ہنسا اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سارے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا قبول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھارمک اور مذہبی راستے چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ ہکپرستی یا سچائی اور نیک کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ اُنہ دن کی آفتیں اُن پر اُتی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن نباہ اور برباد ہو چکی ہیں۔

میں خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُن اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر قرآن نے منشیہ کے روحانی، سماجی، اُرتھک اور راجکاجی جہوں کو قائم کرنا

چاہا ہے۔ مومنوں کو یہ کہ پڑھے لکھے مسلمان بھی انہیں بہت کم سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں انہیں ویتار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے اپنے اُن بنیادی اصولوں میں سچی لوک شاہی (جمہوریت) کو نکلی اور سچی جگہ دی ہے اور آزادی، برابری اور بھائی چارے کے سنہرے اصولوں کو کس پیمانے پر آدمی کی زندگی کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھیاتنک (روحانی) شکستوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چھوٹے وہ 'حق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چھوٹے وہ 'حق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چھوٹے وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے دھنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پر وجہ ہے۔ ایں سے آدمی میں روحانی شکست آتی ہے۔

'حق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حق العباد کے پورا کرنے میں ذرہ برابر بھی کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جیوں سے سمبندھ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خصوص قلب (شدہ ہردھا) اور پو غرضی (نسوارتھنا)

کے ساتھ پورا کرنا چاہئے، یعنی ان کے پورا کرنے میں اپنے لئے کوئی نفعی یا دنیوی فائدہ، یہاں تک کہ جنت کی اچھا بھی نگاہ میں نہیں ہوتی چاہئے۔ یہ قبول اللہ کے نکت جانے کے لئے اور روحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے ہیں تاکہ آدمی دین کی سہولت راہ پر چل سکے۔ اگر ان میں کوئی بھی خود غرضی آئیگی تو ان کی اصلی غرض جانی رہیگی اور یہ بھلا ہو جائیگا۔

قرآن کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اسے جو کچھ روحانی اور نیک شکتی ایشور کی طرف اپنے فرضوں کو ادا کرنے سے حاصل ہو، اس ساری شکتی کو دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے فرضوں کو پورا کرنے میں نوسوارتہا کے ساتھ لگا دے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاصکر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طبع طرح کی اوجھام پرستی یعنی اندہ و شوائس قرآن کی آیتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

اسلام کے سماجی اصول

آدمی کی سماجی زندگی کا پہلا فرض قرآن میں لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بتایا گیا ہے۔ قرآن نے آدمی کی سماجی زندگی کی بنیاد ایشور کی ایکتا اور انسانی بھائی چارے پر رکھی ہے۔ اس نے صاف صاف کہا ہے کہ انسانی بھائی چارے کے اُس کے دائرے میں کل مانو جاتی، کل انسان، شامل ہیں، اور ہر آدمی کو ہمیشہ سب کی یعنی کل انسانی قوم کی بھائی، بہتری اور بہبودی کا مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ سارا مانوسماج ایک تقسم ہے۔ قرآن کی کئی آیتوں میں نبیوں اور پیغمبروں کو بھی 'بھائی' کے شبد سے پکارا گیا ہے۔ محمد صاحب عرسے کی نماز کے بعد عام طور پر یہ کہا کرتے تھے—”میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا کے سب آدمی ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔“ یہ شبد انہی گہرائی اور بھاوکتا کے ساتھ ان کے گلے سے نکلتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔

اس سے ادھک اسبشت اور زبرداری شبدوں میں مانو ایکتا اور مانو جاتی کے ایک تقسم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعلیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے رواجوں اور داندے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ بندیوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

کر دیتی ہے جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے الگ کرتی ہیں، اور مائیں سماج کے جبین میں پیدا کر دیتی ہیں۔ آجکل کے زمانے کی سب دلدلیاں، چاہے وہ کسی بھی رنگ و روپ میں ہوں، قرآن اور اسلام کی نگاہ میں جھوٹی ہیں۔

آجکل سب الگ الگ مذہبوں کے لوگوں نے اپنے اپنے کو الگ الگ لوہے کے پنجروں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ بات اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ پر خود اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے آپ کو اسی طرح کے ایک لوہے کے پنجرے میں بند کر رکھا ہے۔ اس پنجرے کو وہ 'اخوت اسلامی' یعنی 'اسلامی بھائی چارہ' کہتے ہیں۔ اس اسلامی بھائی چارے کے اندر بھی انہوں نے پھر اس طرح کی رواجی اور سماجی دلدلیاں پیدا کر لی ہیں جن کو مقنا قرآن اور پیغمبر اسلام کا خاص مشن تھا۔ مہدی و نمر پراگھتا ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنے یہاں اور شاندار مذہب کے اس پہلو کی طرف دھیان دیں اور قرآن اور رسول کی تعلیم کو سامنے رکھ کر ان سب بھیدوں اور دلدلیوں کو، جو بھائی بھائی میں فرق کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے کھینچاٹانی پیدا کرتی ہیں، قرآن کی آگیاں کے خلاف سمجھ کر ایکدم مٹا دیئے کی کوشش کریں۔

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویاھیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلئے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پیڑسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویاھیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلئے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پیڑسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہمارے آٹھ دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر ہونا چاہئے اسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویاھیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلئے سے، دوسرے حقداروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سونے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اس کی چٹائی اس کی ہڈیاں اور اس کی پیٹھ اسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اس سے داغی چٹھنکی، اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنی اس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھرائی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پیڑسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہے۔ سب خُدا کے بندے ہیں۔ سب برابر ہیں۔ سب آدمی ہیں۔ سب کی ضرورتیں ایک برابر پوری ہونی چاہیے۔ اسلئے جو کوئی अपनी ضرورت سے بڑا یا زیادہ استعمال کرتا ہے یا جمع رکھتا ہے وہ دوسروں کو اُن کے چیز حقوں یعنی مائو ادھکاروں سے محروم (منجست) کر دیتا ہے۔ وہ خدا کی اُن نعمتوں پر ظالمانہ قبضہ کرتا ہے جو سب کے لئے ایسی ہیں۔ ایسا کرنا صاف ظالم اور عدل اور انصاف کے خلاف ہے۔

ان اصولوں کی بنیاد قبول دوسری دنیا کی بھلائی پر ہی نہیں ہے، بلکہ اس دنیا اور اس زندگی کے سچے فائدے پر ہی ہے۔ ان اصولوں کا سہ بندہ 'انسانی برابری' بھائی چارہ اور سچی جمہوریت یعنی لوگ شافی سے ہے۔ اس کے پیچھے جو آدمی کی روحانی بھلائی کا خیال ہے وہ ایک الگ چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ پونجی دان، سرمایہ داری یا کیپٹلزم کا اس سے ادھک بڑا ورودہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے سود کمانا، چوا کھیلنا اور سرمایہ جمع کرنا، ان سب کو حرام بتا کر ہر طرح کی سرمایہ داری کا مائو سماج کے جیون سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اُس نے سرمایہ داری کے فایم ہونے کی سمجھاؤنا کو ہی مٹا دیا۔ اگر آج مائو سماج نے قرآن کے ان سنہرے اصولوں پر عمل کیا ہوتا تو ہر طرح کی سرمایہ داری دنیا سے مٹ چکی ہوتی اور وہ شہنشاہیت (سامراجیت) جو دیموکریسی یعنی جمہوریت کا جھوٹا جامہ پہن کر دنیا پر راج کر رہی ہے یا راج کرنے کی کوشش کر رہی ہے پیدا ہی نہ ہو پائی۔ ہر دھرم نے بھی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام نے اُسی سہ ان اصولوں کے اوپر ایک بہت بڑا راج فایم کر کے بھی دکھا دیا تھا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھل خاص لوگوں، مرمیوں، عاہدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ ان کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو ان اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویلوں یعنی جھوٹی ویاکھیاؤں پر قائم ہے۔ مثال طور پر قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھیا) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھل خاص لوگوں، مرمیوں، عاہدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول، جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ ان کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو ان اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویلوں یعنی جھوٹی ویاکھیاؤں پر قائم ہے۔ مثال طور پر قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔" اس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھیا) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

کو جایز کر لیا ہے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کسی خاص چیز کا جایز ہونا یا اس کے استعمال کی اجازت ہونا ان اصولوں کو رد نہیں کر دیتا جو اس استعمال کے لئے قرآن نے قائم کئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہم اذہر بیان کر چکے ہیں، جو بات عدل اور انصاف کے خلاف ہے، جو مانو ایکتا یعنی انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے اور اس بارے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں سے ٹکرانی ہے، وہ بالکل غلط اور پرہیزگار ہے۔

میں खासकर मुसलमानوں से बड़ी नज़रता के साथ यह कहना चाहता हूँ कि वह दूसरे इन्सानों की तरफ अपने फर्जों को पूरा करने में कुरान की खुली हिदायतों पर चलें और नासमझ या खुदशरज़ लोगों की तावीलों के चक्कर में न पड़ें, उनके ऐसा करने से देश और मानव समाज का भला तो होगा ही, खुद मुसलमानों का भी इस दुनिया और दूसरी दुनिया दोनों में भला होगा और मुसलमानों में खुददारी, और अपने ऊपर भरोसा और अपने सब पड़ोसियों के साथ प्रेम और मुहब्बत पैदा होगी, और दुनिया में सच्चा इन्सानी भाईचारा यानी अखवते इन्सानी और सच्ची डेमोक्रेसी यानी जमहूरियत कायम करने का सेहरा उन्हीं के सर बँधेगा।

इसलाम के आर्थिक यानी माली उसूल

आदमी में दूसरे जानदारों से ज्यादा जो समझ और नेकी और बढ़ी की तमीज़ और एक रूहानी प्यास है उसकी बिना पर कुरान में आदमी को 'अशरफउलमخلूक़ात' यानी 'और सब प्राणियों से बढ़कर' कहा है, और उसे यह इजाज़त दी है कि वह खुदा की दी हुई सब नियामतों से अपनी ज़रूरत के अनुसार खुद फायदा उठाए और दूसरों को फायदा पहुँचाए। आर्थिक ज़िंदगी में भी कुरान में आदमी के सामने वही अदल और इन्साफ का उसूल रक्खा है जो समाजी ज़िंदगी में, इसके बाद कुरान ने इंसान को अशरफउल मखलूक़ात होने की हैसियत से ज़मीन पर अपना खलीफा यानी नायब क़रार किया है और उसका यह फर्ज बताया है कि वह खुदा की सब नियामतों को सब जानदारों में उनकी ज़रूरत के मुताबिक ठीक ठीक तक्सीम करे, यही उसके खलीफा होने का मतलब है।

मतलब यह है कि खुदा सारी सृष्टि का बनाने वाला ही नहीं बल्कि उसका मालिक भी है और इस मालिक की हैसियत से उसने आदमी को अपना खलीफा बनाया है, खलीफा होने का यह मतलब नहीं है कि आदमी जो चाहे करे और जिस तरह चाहे रहे, आदमी को खुदा का खलीफा बनाने के साथ साथ कुरान में सब आदमियों और सब जानदारों के हक़ और उनके फर्ज तय कर दिए हैं, अगर आदमी खुदा के बताए हुए उन उसूलों और सबके अधिकारों के खिलाफ

میں خاصکر مسلمانوں سے بڑی نرمتا کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرف اپنے فروض کو پورا کرنے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں پر چلیں اور ناسمج یا خود غرض لوگوں کی تاویلوں کے چکر میں نہ پڑیں۔ ان کے ایسا کرنے سے دیہ اور مانو سماج کا بھلا تو ہوگا ہی خود مسلمانوں کا بھی اس دنیا اور دوسری دنیا دونوں میں بھلا ہوگا اور مسلمانوں میں خودداری اور اپنے اذہر بھروسہ اور اپنے سب پڑوسیوں کے ساتھ پریم اور محبت پیدا ہوگی اور دنیا میں سچا انسانی بھائی چارہ یعنی اخوت انسانی اور سچی ڈیموکریسی یعنی جمہوریت قائم کرنے کا سہرا انہیں کے سر بندھیگا۔

اسلام کے آرٹھک یعنی مالی اصول

آدمی میں دوسرے جانداروں سے زیادہ جو سمجھ اور نیکی اور بدی کی تمیز اور ایک روحانی پھاس ہے اس کی بنا پر قرآن میں آدمی کو 'اشرف المخلوقات' یعنی اور 'سب پرانیوں سے بڑھکر' کہا ہے، اور اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی سب نعمتوں سے اپنی ضرورت کے انھماں خود فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ آرٹھک زندگی میں بھی قرآن نے آدمی کے سامنے وہی عدل اور انصاف کا اصول رکھا ہے جو سماجی زندگی میں، اس کے بعد قرآن نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب قرار کیا ہے اور اس کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ خدا کی سب نعمتوں کو سب جانداروں میں ان کی ضرورت کے مطابق ٹھیک ٹھیک تقسیم کرے، یہی اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

جاتا ہے تو وہ اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کا یہ وجہ قبول اسلام ہی میں نہیں سب دھرموں میں کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے اور ہر مذہب میں اس کے لئے اصول اور قاعدے بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی بنا اپنا مذہب بدامین بنیادی اور قدرتی اصولوں پر چل سکتا ہے۔

اگر ہم کبھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا بنانے والا اور سب کا مالک ہے تو اسی ایک اصول کے آدھار پر سب طرح کی فرقہ واریت، سامبرداینکنا اور دھارمک دابندیوں کا خاتمہ ہو جاتا چاہئے۔ ہر آدمی اس زمین کے اوپر خدا کا خلیفہ یعنی نایب ہے، اس اصول کو سامنے رکھ کر ہم کبھی مسلم، ہندو، عیسائی ہی نہیں، ساری انسانی برادری کو ایک بھائی چارے میں باندھ سکتے ہیں۔ جو آدمی خدا کے بھیجے ہوئے عدل اور انصاف کے قانون کے انہماک زندگی بسر کرنا ہے اور سب کے ساتھ ملکر سب کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرتا ہے وہی سچے معنی خدا کا خلیفہ کہلانے کا حقدار ہے، چاہے وہ مسلم ہو، ہندو ہو یا عیسائی ہو، اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرنا ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو لازمی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فرائی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی سرواں ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور ان کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زبردستی خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دائرہ ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انیانہ اور بہتان ہے۔ جو اونچ نیچ اور غریب امیر کا فرق اس سے دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ ان دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ الگ الگ الگ سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارتہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ دے دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور ان میں اصاف اور برابر کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھاروں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ سب نے دھرم مذہب کا وردہ کرنا شروع کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تھریکس اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اُسے مٹایا جا سکتا ہے۔

نضر اور بیجا خوج کرنے والوں قرآن 'اخوان الشیاطین' یعنی شیطانوں کے بھائی بند کہتا ہے۔ یعنی قرآن شہنشاہیت کی شان و شوکت کو ہی نہیں، چھوٹی سے چھوٹی نضر خرچی کو بھی گناہ بتاتا ہے۔ اس کے درود سب پچھلی سدھار آندولنوں کی بنیاد پر پردہ شہنشاہیت پر قائم ہے۔ یہ سب تھریکس، ساری شکتی اور سارے دھن دولت کو چھوٹے چھوٹے گروہوں، خاندانوں یا تھروے سے آدمیوں میں لا کر جمع کر دیتی ہیں۔ ان سے سماج کے اوپر والے لوگوں کے خرچ پر حد بڑھ جاتے ہیں اور سارا دھن دولت تھروے سے ہاتھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان بڑے بڑے شکتیوں کا جادو جنہوں نے ان پچھلی آندولنوں کو اپنے دائرے میں رکھا ہے، سچے مذہب کے اصولوں کے بغیر اور بلا ان کی مدد کے ثبوت نہیں سکتا اور نہ سچی انسانی برادری قائم ہو سکتی ہے۔

قرآن ہر ایسے پیشے کو برا کہتا ہے اور لوگوں کو اُس سے ہٹانا ہے جس میں بنا محنت کئے دھن کمایا جا سکے۔ قرآن کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ہر آدمی کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں پر اپنا کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے، تاکہ دوسروں کی محنت سے کوئی ناجائز ذائدہ نہ آئے اس کے اور انسانی سماج کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ ہم یہاں اس وچار کے دستار میں جانا نہیں چاہتے۔ کیوں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اگر ہم عدل اور انصاف کو آء دن کے جیون میں اپنے سامنے رکھیں اور اس پر عمل کریں تو ہم قرآن کی آگیاؤں پر آسانی سے عمل کر سکتے ہیں۔

خاصکر مسلمانوں کا دھیان ہم قرآن کی اُس خاص آگیاں کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس میں آدمی کو "کسب طیب" کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے لفظی معنی پاک روزگار ہیں۔ قرآن میں یہ فقرہ بھی برابر آتا ہے کہ—"خدا کے فضل کی تلاش کرو۔" خدا کے فضل سے یہی کسب طیب یعنی کسب حلال مراد ہے۔ ہر دھرم کی کتب میں اور ہر دھرمی تیرتھنکر یا پیغمبر کی تعلیم میں کسب طیب کی مہانتا بیان کی گئی ہے۔ مہانتا بدھ نے اسے اپنے آٹھ راستوں میں "سمیک آجیوا" یعنی نیک روزی کا نام دیا ہے۔

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تھریکس اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اُسے مٹایا جا سکتا ہے۔

اسلام یہ ہے کہ دنیا کے سب لوگوں میں وہ پیغمبر ہی آجائے اور اچھے لوگوں جن میں آدمی خود اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما رہا ہے، اسلام کے پیغمبر محمد صاحب نے، ان کے چاروں پہلے خلیفوں نے اور محمد صاحب کے ساتھیوں نے سب نے اپنی زندگی میں اس اصول کو بہت بڑی جگہ دی اور اس پر پوری طرح عمل کیا۔ محمد صاحب نے اس اصول پر اتنا زور دیا کہ ان کی ایک حدیث ہے کہ ”اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما لے والا ہی اللہ کا پھرا ہو سکتا ہے۔“

میں فیر خاصکر مسلمانوں کا خیال ان کے مصلحت کے اس زبردست پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کے دھرموں اور خاصکر اسلام کی کسب طیب کی تعلیم اور کروڑوں مسلمانوں کے اس پر عمل کرنے سے ہی آج اس اصول کو دنیا کے آرتھک جیوں کا سب سے پہلا سب سے مانا ہوا اور سب سے بڑا اصول بنا رہا ہے۔ دھرموں کی اس تعلیم کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہر دہش کی سرکار بڑے زوروں کے ساتھ اس اصول کو اپنے دیش کے جیوں میں چلا لے کر رہی ہے۔ روس اور چین کی سرکاروں نے تو اس اصول کو اپنے ودھان (دستور) میں سرکاری جگہ دی ہے یعنی یہی وہ دھرمی ہے جس کے چاروں طرف ان دیشوں کا سارا آرتھک جیوں ٹھوسا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ پاک فرض ہے کہ وہ کسی قوم یا ملک کو اس میدان میں اپنے سے آگے نہ ڈال جائے دیں۔ انہیں جلدی سے جلدی ایسا پروگرام بنانا چاہئے کہ جس سے ہر مسلمان اور ہر آدمی کو کسب طیب کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنی روزی کمانے کا موقع ملے۔ اگر قبول یہی بات پورے دل سے کر دی جائے تو اس دہش کا سارا آرتھک جیوں نئے سرے سے تعمیر ہو سکتا ہے اور یہ ملک عیروں کی آرتھک لوٹ سے بچ کر بے حد پھل پھول سکتا ہے۔

اسلام کے راجکاری اصول

اسلام کے راجکاری اصول

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجنائیتک یا راجکاری تعلیم کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر وقت اپنے سامنے یہ وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے ملے جلے قصبے کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ اس کا دیوہار اور اس کے بھائی دو سگے بھائیوں کے آپسی پریم اور سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجنائیتک یا راجکاری تعلیم کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر وقت اپنے سامنے یہ وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے ملے جلے قصبے کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ اس کا دیوہار اور اس کے بھائی دو سگے بھائیوں کے آپسی پریم اور سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ساری دیندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

بڑے سے بڑے نیکوکارانہ پہنچا رہی ہیں اور دنیا میں طرح طرح کے آرتھک اور راجکاری طوفان پیدا کر رہی ہیں۔ اس سچائی کو بھلا دینے کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم سارے مانو سماج کو ایک قلمب مان لیں اور انسانی بھائی چارے کے اصول کو مان لیں تو پھر نوکر یا مالک، حاکم یا محکوم ہر آدمی اس دنیا میں خدا کا نائب ہے اور ہر آدمی کا پیداواری حق ہے کہ وہ خوداری، خود اختاری اور خود اعتمادی یعنی آن سمان، سوانہمتا اور سواولمیں کی زندگی بسر کرے۔ اس دھار کے ایکبار دل میں بیٹھ جائے کے بعد کسی طرح کی اڑلچ نہیج یا امہری غریبی کو برداشت کرنا آدمی کے لئے اسمیہ ہو جاتا ہے۔ اس میں پھر یہ نیتک اور آنک بل آ جاتا ہے کہ وہ اپنے سب بھائیوں یعنی سب انسانوں کے حقوں کی حفاظت کرے اور جو لوگ دوسروں سے اُن کے حق چھینتے ہیں اُن کے ظلم کا دت کر مقابلہ کرے۔ پھر کوئی بامہری یا مادی شکتی آدمی کی اس آزادی اور اُس کی اس روحانی شکتی پر غلبہ نہیں پا سکتی۔

جہاں تک مچھب کا راجکارا سے संबंध ہے، کوران نے بہت ساک ساک شندوں میں "لاڈکارا کھین" کا اصول ہمارے سامنے رخن دیا ہے۔ اس آریات کے لفظی مانی یہ ہے کہ دین دھرم کے سامنے کسی کے ساتھ بھی کسی طرح کی جبرورستی نہی چاہئے۔ یہ صاف اور سدھرا اصول ہر آدمی کو چاہئے کہ کسی مذھب کا ہو، اپنے مذھبی فرض پورا کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور اُس کی اس آزادی میں کسی طرح کی دخل اندازی کو بھی ظلم ٹھہراتا ہے۔ قرآن کے مطابق جو کوئی آدمی بھی، چاہے وہ کسی بھی مذھب کا ہو، دوسروں کے ساتھ اس طرح کا ظلم کرنا ہے اُس کے خلاف جھاد کرنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ خدا کا خلیفہ ہونے کے ناتے ہر آدمی اپنے بھگوان سے سیدھا سدھد رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اُسے ادھیکار ہے کہ اپنے بھائے والے کی بوجا، بڈگی یا استرئی کے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اُس کی اس آزادی میں دخل دینا ظلم اور گناہ ہے۔ نیتک، دھارمک اور ادھیانمک سونترتا کی اس سے اُونچی کلھنا نہیں کی جا سکتی۔

اس کا یہ مطالب نہیں کہ قرآن سب دھرموں اور مذھبوں کی ہر چڈ کو ٹھیک مانتا ہے۔ قرآن ایمان، اور اتحاد یعنی اسکنتا اور ناسکنتا، نیکی اور بدی، بھائی اور برائی میں صاف فرق کرتا ہے۔ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ہر دیھ میں اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر ملک میں پاک نگاہیں بھی بھیجی ہیں کہ دنیا کے لوگ اُن کی مدد سے ٹھیک راستہ کو سمجھ سکیں اور اُس پر چل سکیں۔

جہاں تک مچھب کا راجکارا سے संबंध ہے سمبندھ ہے قرآن نے بہت صاف صاف شبدوں میں "لاڈکارا کھین" کا اصول ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ دین دھرم کے معاملے میں کسی کے ساتھ بھی کسی طرح کی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ صاف اور سدھرا اصول ہر آدمی کو چاہئے کہ کسی مذھب کا ہو، اپنے مذھبی فرض پورا کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور اُس کی اس آزادی میں کسی طرح کی دخل اندازی کو بھی ظلم ٹھہراتا ہے۔ قرآن کے مطابق جو کوئی آدمی بھی، چاہے وہ کسی بھی مذھب کا ہو، دوسروں کے ساتھ اس طرح کا ظلم کرنا ہے اُس کے خلاف جھاد کرنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ خدا کا خلیفہ ہونے کے ناتے ہر آدمی اپنے بھگوان سے سیدھا سدھد رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اُسے ادھیکار ہے کہ اپنے بھائے والے کی بوجا، بڈگی یا استرئی کے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اُس کی اس آزادی میں دخل دینا ظلم اور گناہ ہے۔ نیتک، دھارمک اور ادھیانمک سونترتا کی اس سے اُونچی کلھنا نہیں کی جا سکتی۔

کُوران کا یہ بھی کہنا ہے کہ خُدا نے ساری دُنیا کے لیے ہمیشہ دین دھرم کی ایک ہی سیدھی راہ بتائی ہے اور ہر پیغمبر نے اور ہر دھارمک پستک نے اُسی سیدھی راہ کی تعلیم دی ہے۔ دُنیا کی کسی دوسری پاک کُتاب میں صاف صاف اور اُنہی بار بار دُعا نہیں کیا گیا جتنا قرآن میں۔ قرآن نے آدمی سے یہ بھی کہا ہے کہ سب دھارمک کُتبوں اور سب رسولوں کو مانو اور رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہ کرو۔ یہاں تک کہ جو لوگ دُنیا بھر کے سب رسولوں کو نہیں مانتے یا اُن میں کسی طرح کا فرق کرتے ہوں انہوں قرآن "کافروں حقہ" یعنی "سچے کافر" کہا ہے۔ قرآن کا مذہب اِس نگاہ سے سب مذہبوں کو اپنے اندر لُٹے ہوئے اور ایک واپک یعنی عالمگیر مذہب ہے۔

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت "لا اِکْرہا فی الدین" کی ہم نے اُدھر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

"اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کیونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُپدیش) پیدا کر سکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے غرض ہے، زبردستی کرنے سے نہیں ہو سکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی ایکتا اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیس اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہر آزادی دیتا ہے۔

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

قرآن نے فیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ ہدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

کُوران نے نہکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بادی کی راہ یا مبی گمراہی کو بھی طے کر کے اپنے مطالب کو اور صاف کر دیا ہے۔ کُوران کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی جھوٹے مشرق یعنی ایک

آلہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحد یعنی ناستک، مفسد یعنی جھگڑالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ دے اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اُس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوتِ انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہوں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اُس کے بنائے ہوئے بنیادی نیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اُس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حقوق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سبکے لئے ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارا اُن دھارمک تحریکوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'ہندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی تحریکوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچانائی کا نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچانائی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اسی سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیرجانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے منہ والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

آلہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحد یعنی ناستک، مفسد یعنی جھگڑالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ دے اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اُس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوتِ انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہوں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اُس کے بنائے ہوئے بنیادی نیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اُس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حقوق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سبکے لئے ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارا اُن دھارمک تحریکوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'ہندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی تحریکوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچانائی کا نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچانائی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اسی سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیرجانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے منہ والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

के जब तक उनकी यह गलतफहमी दूर नहीं होती और वे अपने अपने धर्मों की सच्ची तालीम पर नहीं चलते तब तक मुल्कों और क़ौमों के पुरचे पुरजे होते रहेंगे और राजकाजी और नैतिक तूफ़ान हमारी समाजी ज़िंदगी की बुनियादों को हिलाते रहेंगे, और हमें पच्छिमी क़ौमों का शिकार बनाते रहेंगे। इन बुनियादी उसूलों को कायम करने के बाद, क़ुरान ने सच्चे भाईचारे, सच्ची डेमोक्रेसी यानी जमहूरियत और हुकूमते इलाही यानी रामराज कायम करना हर आदमी का पहला कर्ज़ बताया है, और उसके तरीके भी बता दिये हैं।

हुक्मते इलाही

हुकुमते इलाही का पहला उसूल यह है कि उसमें समाज के सबसे नीचे के लोगों, गरीबों, लाचारों, दर्दमंदों और पीड़ितों के दुख दर्द दूर करने की सबसे ज़ियादह कांशिश की जाती है। खलीफ़ा उमर की हुकुमत इसकी सबसे अच्छी मिसाल थी। ऐसी हुकुमत में मानव समाज के वह सब रीत रिवाज और क़ायदे क़ानून, जिनके कारण समाज के कुछ लोगों में ग़रीबी घर कर जाती है, लाचारी और दर्दमन्दी बढ़ती है और कुछ लोग दूसरों पर जुल्म कर सकते हैं, वह सब मन्सूख़ और रद्द कर दिये जाते हैं। जुल्म का इससे बढ़कर सबूत नहीं हो सकता कि दुनिया में कुछ लोग दौलत-मन्द हों और कुछ ग़रीब, नादार और लाचार। कुछ ज़ालिम हों और कुछ दर्दमन्द और मज़लूम। यही वह ऊँच नीच है जो इन्सान की बराबरी और भाइँच रे का ख़तम कर देती है। क़ुरान के अनुसार यह अल्लाह के हुकुम की सब से बड़ी नाफ़रमानी है।

कुरान का गरीबों, लाचारों और दुर्इमन्दों की तरफ इतना ध्यान देना सारे मानव समाज का इन्सानी बराबरी क सांघे में ढाल देता है.

साथ ही कुरान बड़े, छोटे, बलवान और कमजोर तन्दुरुस्त और बीमार के उस फ़रक़ पर भी पूरा ध्यान देता है जिसका होना हर मिले जुले कुटुम्ब के अन्दर लाजिमी है। माँ और बच्चे, बाप और बेटे, पानी और पत्नी में फ़रक़ होता ही है, सीखने सिखाने की यांग्यता भी किसी में कम, किसी में ज़ियादा। किसी भी कुटुम्ब के सब आदमी एक बराबर नहीं कमा सकते, न सब एक सी मेहनत कर सकते हैं। जाहिर है कि हरेक अपनी शक्ति और क़ाबलीयत के अनुसार मेहनत या काम करेगा, और हरेक पर उसकी ज़रूरत के अनुसार खर्च किया जावेगा। अक्सर काम न कर सकने वाले बीमार या अपाहिज या बच्चे पर ज़्यादा और मेहनत करने वाले तन्दुरुस्त आदमी पर कम खर्च होता है। आज

کہ جب تک اُن کی یہ غلط فہمی دور نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے دعووں کی سچی تعلیم پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پرزے پرزے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طرفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے، اور ہمیں پچھپی قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ اُن بنیادی اُصولوں کو 'ذ'یم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومتِ اِہلِیٰ یعنی رام راج 'ذ'یم کرنا اور آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے، اور اِس کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔

حکومت ! الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اُس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دکھ درد دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال تھی۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدہ مند قانون جن کے کارن سماج کے کچھ لوگوں میں غریبی گھر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچھ لوگ دوسروں پر ظالم ہو سکتے ہیں، وہ سب منسوخ اور رد کر دیے جاتے ہیں۔ ظالم کا اُس سے بڑھ کر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچھ لوگ دارالمعد ہوں اور کچھ غریب، نادار اور لاچار۔ کچھ ظالم ہوں اور کچھ دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے अनुसार یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اپنا دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے میں ڈھال دینا ہے۔

ساتھ ہی قرآن بڑے، چھوٹے، بلوان اور کمزور، تندرست اور بیمار کے اُس فرق پر بھی بورا ایمان دینا ہے جس کا ہونا ہر - لے جیلے قلمب کے اندر لازمی ہے ۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سونگھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ۔ کسی بھی قلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محضت کوسکتے ہوں ۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شمتی اور ناباہت کے آنر سار محضت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اُس کی ضرورت کے آنر سار خرچ کیا جاویگا ۔ انٹر کام نہ کوسکنے والے بیمار یا اباہجے یا بچے پر زیادہ اور محضت کرنے والے تندرست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے ۔ آج

دنیا بھر میں کمیونزم نے اسی کو اپنا آرہک اصول اور اپنا سب سے بڑا نمونہ بنا رکھا ہے۔

کمیونسٹ بیچاروں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ جب تک عام لوگوں کو دو باتوں پر विश्वास نہ ہوگا، ایک یہ کہ خدا ہے اور ایک اور کیوں ایک ہے اور دوسرے یہ کہ سب آدمی بھائی بھائی ہیں، تب تک دنیا کے عام لوگ اوپر کے اصول کو سونڈکار نہیں کر سکتے۔ جب تک لوگوں کو اس جہنم کے بعد کے ایک استھانی یا امر جہنم میں وشواس نہ ہوگا تب تک عام لوگوں سے انصاف، قیام اور نسوارتہا کی آشا کرنا بھی غلط ہے۔ جہنم کے سکھوں کو عام آدمی تب ہی دوسروں کے لئے نیاگ سکتا ہے جب اسے بعد کے کسی جہنم میں بدلہ کی آشا ہو۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو مذہبی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چل سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمب کے اندر ہنسا اور زبردستی سے کام لینا مائرتا کو تھیس پہونچانا ہے اور اسے مائرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاجی جہنم کے لئے بھی ہنسا اور زبردستی کہ جگہ بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعو ہے کہ عمارت کے لئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سمبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جتنی ہنسا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسوارتہا پیدا کرتے ہیں جو ہنسا اور زبردستی سے پیدا نہیں کر سکتے۔

پونڈو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد“ کا لفظ ”جہاد“ سے بڑا ”جہاد“ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پراپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودھ (غصہ)، نفرت، ابرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو مذہبی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چل سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمب کے اندر ہنسا اور زبردستی سے کام لینا مائرتا کو تھیس پہونچانا ہے اور اسے مائرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاجی جہنم کے لئے بھی ہنسا اور زبردستی کہ جگہ بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعو ہے کہ عمارت کے لئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سمبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جتنی ہنسا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسوارتہا پیدا کرتے ہیں جو ہنسا اور زبردستی سے پیدا نہیں کر سکتے۔

پونڈو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد“ کا لفظ ”جہاد“ سے بڑا ”جہاد“ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پراپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودھ (غصہ)، نفرت، ابرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونڈو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد“ کا لفظ ”جہاد“ سے بڑا ”جہاد“ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پراپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودھ (غصہ)، نفرت، ابرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونڈو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھڑائی کا پیدا ہونا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد“ کا لفظ ”جہاد“ سے بڑا ”جہاد“ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر دجائے پراپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کرودھ (غصہ)، نفرت، ابرشیا، دویش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

عقل سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دینی ہوگی، اسے دوسروں کے لیے त्याग और कुरबानी करनी होगी. तब ही वह धरती पर खुदा का खलीफा यानी नायब बन सकेगा. इसीलिए कुरान कहता है कि इन्साफ करो, अहसान करो, त्याग यानी ईसार् करो. कुरान में बराबर आता है कि "अल्लाह उन्हीं को प्यार करता है जो दूसरों पर अहसान करते हैं."

इन अर्थों में खुदा का खलीफा बनने की कोशिश को ही कुरान ने 'जेहाद अकबर' यानी बड़ा जेहाद कहा है. इसी को 'सीधा रास्ता' बताया है.

इसमें सन्देह नहीं कि कुरान ने आत्म रक्षा यानी अपने बचाव के लिये हिंसा की यानी तलवार उठाने की भी इजाजत दी है. लेकिन इसे 'जेहाद असगर' यानी छोटा जेहाद कहा है. लगभग सब धर्मों ने राजकाज में तलवार के इस्तेमाल की इजाजत दी है, लेकिन केवल जवाबी तौर पर, और वह भी इसलिये कि देश और काल के हालात के अनुसार अभी हिंसा को मनुष्य जीवन से बिल्कुल बाहर नहीं किया जा सकता था. साथ ही हर धर्म ने हिंसा को केवल आत्म रक्षा के लिये जायज ठहराया है, और हिंसा और तलवार के इस्तेमाल के खत्म करने के लिये दर्जे ब दर्जे रास्ते और राहें बताई हैं. पर कड़ी से कड़ी हिदायतों के हाते हुए भी किसी मजहब के मानने वाले हिंसा का केवल जवाबी उपाय तक यानी आत्म रक्षा तक सीमित न रख सकें. इन लोगों ने चूँकि 'जेहाद अकबर' का तरफ काई ध्यान नहीं दिया, इसी लिये ये सब दुनिया की हिंस और लोभ के जाल में फस गए. जेहाद असगर का ही सबने जेहाद अकबर समझ लिया, और अपने बचाव का हद से बढ़कर उसे दुनिया की ताकत और ऐश आराम के सामान हासिल करने का जरिया बना लिया. इस जबरदस्त भूल ने आदमी की सारी रूहानी यानी आध्यात्मिक और इखलाक़ी यानी नैतिक शक्तियाँ को मिटा डाला. इसी के नतीजे की शकल में इंसाना दुनिया साम्राज्यवाद और पूँजीवाद यानी शहन-शाहियत और सरमायेदारी के जाल में फस गई, यहां तक कि उसमें रूहानी और इखलाक़ा शक्तियों के पैदा होने के सारे दरवाजे ही बन्द हो गए. नतीजा यह हुआ कि हम यह दुनिया और वह दुनिया दोनों का खा बैठे. दुनिया से हमारा मान और इक़बाल दोनों उठ गए. आज पच्छिम की नास्तिकता और वहां का साम्राज्यवाद हम पर हावी है और उस की सारी शक्ति हमारी रही सही बुनियादों को खोद डालने में लगी हुई है. अगर मजहबी दुनिया अब भी नहीं जागती और उन रास्तों को अख्तियार नहीं करती, जो उसकी पाक किताबों और नबियों ने बताए हैं, तो उसे अपनी इस ग़लती के नतीजे भुगतने पड़ेंगे, उस पर नई नई मुसीबतें उतरेंगी

اصول سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دینی ہوگی، اسے دوسروں کے لئے त्याग और कुरबानी करनी होगी. तब ही वह धरती पर खुदा का खलीफा यानी नायब बन सकेगा. इसीलिए कुरान कहता है कि इन्साफ करो, अहसान करो, त्याग यानी ईसार् करो. कुरान में बराबर आता है कि "अल्लाह उन्हीं को प्यार करता है जो दूसरों पर अहसान करते हैं."

इन अर्थों में खुदा का खलीफा बनने की कोशिश को ही कुरान ने 'जेहाद अकबर' यानी बड़ा जेहाद कहा है. इसी को 'सीधा रास्ता' बताया है.

इसमें सन्देह नहीं कि कुरान ने आत्म रक्षा यानी अपने बचाव के लिये हिंसा की यानी तलवार उठाने की भी इजाजत दी है. लेकिन इसे 'जेहाद असगर' यानी छोटा जेहाद कहा है. लगभग सब धर्मों ने राजकाज में तलवार के इस्तेमाल की इजाजत दी है, लेकिन केवल जवाबी तौर पर, और वह भी इसलिये कि देश और काल के हालात के अनुसार अभी हिंसा को मनुष्य जीवन से बिल्कुल बाहर नहीं किया जा सकता था. साथ ही हर धर्म ने हिंसा को केवल आत्म रक्षा के लिये जायज ठहराया है, और हिंसा और तलवार के इस्तेमाल के खत्म करने के लिये दर्जे ब दर्जे रास्ते और राहें बताई हैं. पर कड़ी से कड़ी हिदायतों के हाते हुए भी किसी मजहब के मानने वाले हिंसा का केवल जवाबी उपाय तक यानी आत्म रक्षा तक सीमित न रख सकें. इन लोगों ने चूँकि 'जेहाद अकबर' का तरफ काई ध्यान नहीं दिया, इसी लिये ये सब दुनिया की हिंस और लोभ के जाल में फस गए. जेहाद असगर का ही सबने जेहाद अकबर समझ लिया, और अपने बचाव का हद से बढ़कर उसे दुनिया की ताकत और ऐश आराम के सामान हासिल करने का जरिया बना लिया. इस जबरदस्त भूल ने आदमी की सारी रूहानी यानी आध्यात्मिक और इखलाक़ी यानी नैतिक शक्तियाँ को मिटा डाला. इसी के नतीजे की शकल में इंसाना दुनिया साम्राज्यवाद और पूँजीवाद यानी शहन-शाहियत और सरमायेदारी के जाल में फस गई, यहां तक कि उसमें रूहानी और इखलाक़ा शक्तियों के पैदा होने के सारे दरवाजे ही बन्द हो गए. नतीजा यह हुआ कि हम यह दुनिया और वह दुनिया दोनों का खा बैठे. दुनिया से हमारा मान और इक़बाल दोनों उठ गए. आज पच्छिम की नास्तिकता और वहां का साम्राज्यवाद हम पर हावी है और उस की सारी शक्ति हमारी रही सही बुनियादों को खोद डालने में लगी हुई है. अगर मजहबी दुनिया अब भी नहीं जागती और उन रास्तों को अख्तियार नहीं करती, जो उसकी पाक किताबों और नबियों ने बताए हैं, तो उसे अपनी इस ग़लती के नतीजे भुगतने पड़ेंगे, उस पर नई नई मुसीबतें उतरेंगी

اور سرمایہ داری اور ناستیکتا کا طوفان کدول اسی کا نہیں سارے مانو سنسار اور مانو جاتی کا خانہ کر دیا ۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا، یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا ان میں کینڈریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی ان تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتھون نہ کریں تو پے امنت آپادھاپی پھیل جاتی ہے، ہماری ساری شکتیاں بکھر جاتی ہیں، اور ہماری روحانی جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہیں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سپیوگ کی رنجیروں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اس کے خلاف نلسنیاہ بھڈوں کے طوفان اٹھا سکتے ہیں، پر یہ ایک سچی انتہاسی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جیہوں سے پھوت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک دور میں بقودھنے میں جتنا زبردست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیزھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پیچھے نہ جا کر ہم کدول پیچھے تین چار سو ہوس کے انتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا توحید (لیکھشور واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اسی درجہ تک مانو سماج میں پھوت، آپادھاپی اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانیت شکتیاں جو بربادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مثل مانو انتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جیہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا، یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا ان میں کینڈریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی ان تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتھون نہ کریں تو پے امنت آپادھاپی پھیل جاتی ہے، ہماری ساری شکتیاں بکھر جاتی ہیں، اور ہماری روحانی جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہیں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سپیوگ کی رنجیروں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اس کے خلاف نلسنیاہ بھڈوں کے طوفان اٹھا سکتے ہیں، پر یہ ایک سچی انتہاسی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جیہوں سے پھوت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک دور میں بقودھنے میں جتنا زبردست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیزھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پیچھے نہ جا کر ہم کدول پیچھے تین چار سو ہوس کے انتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا توحید (لیکھشور واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اسی درجہ تک مانو سماج میں پھوت، آپادھاپی اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانیت شکتیاں جو بربادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مثل مانو انتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جیہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

ناستیکتا اور لامذہبی کی اس بازہ نے دھرم مذہبوں

ناستیکتا اور لامذہبی کی اس بازہ نے دھرم مذہبوں

کے ماننے والوں کے سامنے زندگی اور موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ یا تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس بڑے کے ہاتھوں اپنی ساری سیبتا اور مذہب کا مقنا چپ چاپ دیکھا کریں اور یا اپنی سماجی، روحانی، مالی اور اخلاقی زندگی کو پچھم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے کمر کس کے کھڑے ہو جائیں۔ اس کی تھاری کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم دنیا پرستی اور عیسیٰ پرستی کے اس جال کو توڑ دیں جس میں پچھم کی لا مذہب اور عیسیٰ پرست، سیبتا نے ہمیں پھانسی لیا ہے اور پھر اپنے دھرم مذہب کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنا شروع کر دیں۔ یہی ہم ایسا کریں گے تو ایشور اللہ ہمارا ساتھ دینا اور پھر دنیا کی کوئی شکتی ہمارے راستے میں بادشا نہیں بن سکتی۔

ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ پچھم سیبتا کا زہر ابھی تک یورپی دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ چکا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھم سیبتا کی ناستکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ یورپی دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو برہادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بہومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ پچھم سیبتا کا زہر ابھی تک یورپی دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ چکا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھم سیبتا کی ناستکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ یورپی دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہ کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو برہادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بہومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پھرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھم وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بہومت) اور انٹلیٹ (ایپست) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

میری پراثرنا ہے کہ اس دیش کے مسلمان کوران کی سچھی رانشنی، سچھی جمہوریت (ڈیموکریسی) اور سچھی حکومت (حرام راج) قائم کرنے کو اپنا سماجی اور راجکاجی مقصد بنائیں۔ اس کے لئے وہ کافی سماجی، روزگاری، مالی اور اخلاقی پروگرام بناسکتے ہیں۔ اور پھر انہیں چاہئے کہ وہ ان پروگراموں کو پورا کرنے میں دل و جان سے لگ جاویں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لئے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شامی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسمکن ہے کہ یہ ٹہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شامی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شامی ہارت میں قائم ہوجائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاڑ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائی ہے بھر سکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہوجائے تو اس دیش کے جیون میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوجائیں۔

شاخ کی باتیں یادی بھول جاتی تو فیر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنٹو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت باणी

شاخ کی باتیں یادی بھول جاتی تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنٹو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت وانی

ڈاکٹر بھگوانداس

ڈاکٹر بھگوان داس

لگبھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پہنچ کر، جب آتما بالیگا ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا رُہانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لیکچر میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ نرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سنگلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُن دن کے جن دن کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمئے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کافی جاگی ہوئی نہیں ہوتی اور وہ ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجکل کے پیچیمی ڈاکٹر اور منوویگیان کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاگی ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جاتے، اُن کے کارنوں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسٹک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہتیا بھی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

لگ بھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پہنچ کر، جب آتما بالغ ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا روحانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لیکچر میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ نرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سنگلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُن دن کے جن دن کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سمئے میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کافی جاگی ہوئی نہیں ہوتی اور وہ ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجکل کے پیچیمی ڈاکٹر اور منوویگیان کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاگ چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاگی ہوئی اور چیزوں کی جڑ میں جاتے، اُن کے کارنوں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسٹک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہتیا بھی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دینوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

ظہر دست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دیکھ کر رہتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویرانہ جو اس جگہ سا کہ جہم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے، منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا ہیں، کہاں سے کدھر اور کہاں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگانا چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارانہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُنکے سمجھ بوجھ کو پروں پر یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لوٹ کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیای میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“، ”مستیک ایکسپیریمنٹس“، ”ٹریس فرام یوگ و شکتی“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو دستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری ’ڈیمینٹیا پریکوکس‘ کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جگیا سا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریہ میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج کل پچھم میں زندگی کی لگانا کشمکش اور بھگ والس کے جہوں سے تھکان اور طرح طرح

زبردست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دق کرتی ہے اور دب نہیں پاتی، اگر جہوں کے انہاؤں، برائوں اور بے انصافوں کے خلاف وہ غصہ اور ویرانہ جو اس جگہ سا کہ جہم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے، منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہوں کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا ہیں، کہاں سے کدھر اور کہاں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگانا چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہوں کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہوں کا ارتہ کیا ہے، جہوں کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہوں کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارانہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُنکے سمجھ بوجھ کو پروں پر یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہوں کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لوٹ کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیای میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“، ”مستیک ایکسپیریمنٹس“، ”ٹریس فرام یوگ و شکتی“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو دستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری ’ڈیمینٹیا پریکوکس‘ کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جگیا سا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریہ میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج کل پچھم میں زندگی کی لگانا کشمکش اور بھگ والس کے جہوں سے تھکان اور طرح طرح

کے विचारों की टक्करों के कारण कुछ लोगों में यह अलामतें खूब बढ़ जाती हैं. यूगप में इसपर तरह तरह का बहुत सा साहित्य भी निकल रहा है.

جو آدमी کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نیکل آتا ہے اسکے شریر اور اسکے آتما دونوں میں کدورتی تौर پر بدل آ جاتا ہے. اسکے سूरू बूफ, उसके भाव (जबबात), उसकी संकल्प शक्ति सब बढ़ जाती हैं और इस दुनिया के जिस्मानी और रुहानी दोनों तरह के कर्षों को वह ज्यादा अच्छी तरह पूरा करने लगता है.

वैराग्य (दुनिया से दिल का फिरना) और उसके नतीजे

आदमी जब इस दुनिया की जिन्दगी से थकने लगता है, या उसका दिल फिरने लगता है, या उसमें दुनिया से नकरत पैदा होने लगती है, यानी जब उसमें वैराग्य पैदा होने लगता है, तो उसकी कई सूरतें हो सकती हैं. पहली सूरत में यह वैराग्य मद्दज अधेपन, जहालत और काहिली से पैदा होता है. इस तरह का वैराग्य 'तामस वैराग्य' कहलाता है. दूसरी सूरत में यही वैराग्य काम, क्रोध, खुदी, अहंकार और बेचैनी से पैदा होता है. ऐसी सूरत में वह 'राजस वैराग्य' कहलाता है. इसी तरह के रालत वैराग्य से आदमी कभी कभी आत्मघात यानी खुदकुशी भी कर बैठता है. उसकी दुखी आत्मा को जिस जिस्म के जरिए से दुख पहुँचता है उसे वह खत्म कर देता है. वह यह भूल जाता है कि दुख की जड़ जिस्म नहीं हैं. दुख की जड़ उसके अंदर की अविद्या यानी नादानी है, उसके भूठे खयाल हैं, रालत विश्वास या अक्कीदे हैं. दुख या क्लेश की जड़ उसके अंदर है, बाहर नहीं हैं. इसी अन्दर की जड़ ने ही अपने को जाहिर करने के लिए बाहर के जिस्म को भी रूप दिया है. इस बाहर के रूप को मिटा देने से अंदर की जड़ नहीं जाग सकती और जब तक आत्मा उस अन्दर की जड़ को नहीं समझे और पहचाने और उसका इलाज नहीं करे वह अन्दर की जड़ बार बार इस तरह के नए नए जिस्म बनाती रहेगी.

लेकिन तीसरी सूरत में अगर वैराग्य यानी दुनिया से दिल का फिरना 'सात्विक' है यानी सांच समझकर है और सब के भले की इच्छा उसमें शामिल है तो उसके साथ दुनिया के दुखों का कारण और उसका इलाज ढूँढने की एक ज़बरदस्त जिज्ञासा यानी तलाश होती है. उसके साथ वह विवेक होता है जो नित्य और अनित्य यानी गैरकाली और काली, सत्य और असत्य यानी हक और बाविल में तमीज कर सकता है. उसी के साथ आदमी में वह नेकियां जागती हैं जिन्हें ईसाई धर्म में 'सात अमर नेकियां'—श्रद्धा (ईमान), आशा (उम्मीद), दया, न्याय, समझदारी, परहेजगारी और

کے وچاروں کی فکر کے کچھ لوگوں میں یہ علامتیں خوب بڑھ جاتی ہیں. یورپ میں اس پر طرح طرح کا بہت سا ساہتیہ بھی نکل رہا ہے.

جو آدمی کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے اس کے شریر اور اس کی آتما دونوں میں قدرتی طور پر بدل آ جاتا ہے. اس کی سوجہ بوجہ، اس کے بھاؤ (جذبات)، اس کی سنگدل شکتی سب بڑھ جاتی ہیں اور اس دنیا کے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے فرضوں کو وہ زیادہ اچھی طرح پورا کرتے لگتا ہے.

ویراگہ (دنیا سے دل کا پھرنا) اور اس کے نتیجے

آدمی جب اس دنیا کی زندگی سے تھکے لگتا ہے، یا اس کا دل پھرنے لگتا ہے، یا اس میں دنیا سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، یعنی جب اس میں ویراگہ پیدا ہونے لگتا ہے، تو اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں. پہلی صورت میں یہ ویراگہ محض اندھے پن، جہالت اور کلملی سے پیدا ہوتا ہے. اس طرح کا ویراگہ 'تامس ویراگہ' کہلاتا ہے. دوسری صورت میں یہ ویراگہ 'کام' 'کرودھ' 'خودی'، اھنگار اور بدچینی سے پیدا ہوتا ہے. ایسی صورت میں وہ 'راجس ویراگہ' کہلاتا ہے. اسی طرح کے غلط ویراگہ سے آدمی کبھی کبھی اتم گھات یعنی خودکشی بھی کر بیٹھتا ہے. اس کی دکھی آتما کو جس جسم کے ذریعہ سے دکھ پہنچتا ہے اسے وہ ختم کر دیتا ہے. وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دکھ کی جڑ جسم نہیں ہے. دکھ کی جڑ اس کے اندر کی اودیا یعنی نادانی ہے، اس کے جھوٹے خیال ہیں، غلط وشواس یا عقیدے ہیں. دکھ یا کلیش کی جڑ اس کے اندر ہے، باہر نہیں ہے. اس اندر کی جڑ نے ہی اپنے کو ظاہر کرنے کے لئے باہر کے جسم کو بھی روپ دیا ہے. اس باہر کے روپ کو مٹا دینے سے اندر کی جڑ نہیں جاگ سکتی اور جب تک آتما اس اندر کی جڑ کو نہیں سمجھے اور پہچانے اور اس کا علاج نہیں کرے وہ اندر کی جڑ بار بار اس طرح کے نئے نئے جسم بناتی رہتیگی.

لیکن تیسری صورت میں اگر ویراگہ یعنی دنیا سے دل کا پھرنا 'ساتوک' ہے یعنی سوچ سمجھکر ہے اور سب کے ہلے کی اچھا اس میں شامل ہے تو اس کے ساتھ دنیا کے دکھوں کا کارن اور اس کا علاج تھوڑے کی ایک زبردست جھکاسا یعنی تلاش ہوتی ہے. اس کے ساتھ وہ رویک ہوتا ہے جو ناتمہ اور انتیمہ یعنی غیر فانی اور فانی، ستیمہ اور استیمہ یعنی حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے. اسی کے ساتھ آدمی میں وہ نیکیاں جاگتی ہیں جنہوں عیسائی دھرم میں 'سات امر نیکیاں'—شودھا (ایمان)، آشا (امید) دنیا، نہانے، سمجھداری، پرہیزگاری اور

धीरज—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के छे रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छे या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शब्दरिपु' यानी 'छे दुरमन' कहा गया है. यह छे हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी रौर यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी रौरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची बिद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. रौरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेरुहानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी रानी पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो बिद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

दुख—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के छे रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छे या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शब्दरिपु' यानी 'छे दुरमन' कहा गया है. यह छे हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी रौर यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी रौरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची बिद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. रौरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेरुहानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी रानी पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो बिद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر طرح کا تر اور دم ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیش مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'نرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں'، مہوا 'چھاؤں' مہری بھائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں، 'چھاؤں' 'چھاؤں' 'چھاؤں' اور بھائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب آت جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں آئے سب دوسروں کے ساتھ اپنا، کیلئے اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں، سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی دشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں، کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرورہ۔

انگلیٹ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے :—

”بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور فلوں کو میں ہی
آلویک رگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، انانت
آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی انہیں یہ ہندو سنہرے لباس پہنا دیا ہے،

”زمین پر جیتنے دیے جال رہے ہیں اور آسماں پر
جیتنے کی روشنیوں سے چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے آگ ہیں اور وہ شکتی میری
شکتی ہے،

”میں ہر آتما ہوں جس کے چریتے سے ہر اپنے کو
دیکھتا ہے اور اپنے ہر شریک ہونے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویا، سب
پہلیں گویا، سب دوا، میری ہی ہیں۔

”کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

”سب جیتنے اور ساری تاریک کا ہرکار

”میرا ہی گیت ہے۔“

یوگاسنہ میں لکھا ہے :—

”یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بھانڈ
(یانی آسماں کے گولے)، اس ترتیب میں سजे ہوئے، یہ
سب کے سب میرے آنت:करण یانی میری زمین کے ٹوکے ہیں
جو باہر دیکھا دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے آنت:वजूद کے
آند ہیں۔“

ایرانی صوفی کہتا ہے :—

”بجود کے اس سمندر میں ایک ہی موتی ہے اور وہ
موتی ہے خود شامی یعنی اپنے کو پہچانتا۔ ہم سب اپنے ہی
چاروں طرف ہوا کے ہندو یا پانی کے ہندو کی طرح چکر
کھاتے رہتے ہیں۔“

کا نام ہی موکش ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر طرح کا تر اور دم ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیش مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'نرولن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا ہمت، مہری 'چھاؤں'، مہوا 'چھاؤں' مہری بھائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں، 'چھاؤں' 'چھاؤں' 'چھاؤں' اور بھائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب آت جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں آئے سب دوسروں کے ساتھ اپنا، کیلئے اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں، سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی دشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں، کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسرورہ۔

انگلیٹ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے :—

”بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور فلوں کو میں ہی
آلویک رگ دیتا ہوں،

”چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، انانت
آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

”میں نے ہی انہیں یہ ہندو لباس پہنا دیا ہے۔

”زمین پر جیتنے دیے جال رہے ہیں اور آسماں پر
جیتنے کی روشنیوں سے چمک رہی ہیں،

”سب ایک ہی شکتی کے آگ ہیں اور وہ شکتی میری
شکتی ہے،

”میں وہ آتما ہوں جس کے ذریعہ سے دشو اپنے کو دیکھتا
ہے اور اپنے ہر شریک ہونے کو پہچانتا ہے۔

”سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویا، سب
پہلیں گویا، سب دوا، میری ہی ہیں۔

”کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

”سب جیتنے اور ساری تاریک کا ہرکار

”میرا ہی گیت ہے۔“

یوگاسنہ میں لکھا ہے :—

”یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بھانڈ (یعنی آسماں
کے گولے)، اس ترتیب میں سजे ہوئے ہیں، یہ سب
میرے آنت:करण یعنی میری زمین کے ٹوکے ہیں جو باہر
دیکھا دے رہے ہیں۔ یہ سب میرے آنت:वजूद کے آند
ہیں۔“

ایرانی صوفی کہتا ہے :—

”بجود کے اس سمندر میں ایک ہی موتی ہے اور وہ
موتی ہے خود شامی یعنی اپنے کو پہچانتا۔ ہم سب اپنے ہی
چاروں طرف ہوا کے ہندو یا پانی کے ہندو کی طرح چکر
کھاتے رہتے ہیں۔“

ہال کے ایک ہندوستانی کবি نے کہا ہے:—

“توہی ہے متلُوبہ جوملا تالیب،
“توہی ہے مکتسودہ جوملا آلام،
“توہی سے نراما ہے بولبولوں میں۔
“توہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔”

ব্যক্তিवाद (इनफ़रादियत) और समाजवाद (सोशल-इज्म) के रुहानी पहलू.

یہ اُبھید بدھی یعنی یگانگت اور وحدت کا خیال دنیا کے لئے کتنی بڑی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بھید بھاڑ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پرانے کا خیال، اس سمہ دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کئے ڈراوے اور کئے بھیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلیں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سہوردانیں، کالم اور گورے انگ الگ یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھکر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بھید بھاڑوں سے جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ویسا ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہاساریوں، دھاؤں، سماجی اُنہل پتہل، بیکاری، ہیرورٹری اُکال اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پیٹ پور کھانا نہ مل سکے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ اُنہاس کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا اُنکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکتی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کتنی کھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

حال کے ایک ہندوستانی کوی نے کہا ہے:—
“تو ہی ہے مطلب جملہ طالب،
“تو ہی ہے مقصود جملہ عالم،
“تو ہی سے نعمہ ہے ہلبلیں میں،
“تو ہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔”

ویکتی واد (انفرادیت) اور سماج واد (سرشلزم) کے روحانی پہلو

یہ اُبھید بدھی یعنی یگانگت اور وحدت کا خیال دنیا کے لئے کتنی بڑی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بھید بھاڑ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پرانے کا خیال، اس سمہ دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کئے ڈراوے اور کئے بھیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلیں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سہوردانیں، کالم اور گورے انگ الگ یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھکر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بھید بھاڑوں سے جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ویسا ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہاساریوں، دھاؤں، سماجی اُنہل پتہل، بیکاری، ہیرورٹری اُکال اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پیٹ پور کھانا نہ مل سکے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ اُنہاس کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا اُنکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکتی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کتنی کھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

मतलुबे ज़ुमला तालिब = सब खोजियों के खोज की चीज़; मक्तसूदे ज़ुमला आलम = सारी दुनिया का लक्ष्य; नरामा = राग.

مطلب جملہ طالب = سب کھوجوں کے کھوج کی چیز؛ مقصود جملہ عالم = ساری دنیا کا لکھیہ؛ نرمہ = راک.

آتما، ایک پرم-ہور میں بندھ سکتی۔ ان میں ایک دوسرے سے एकता और बहवत् का स्थान बदلتا. यही 'कम्प्युनिज्म' का मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाजवाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्तिवाद और अलग अलग राष्ट्रवाद और अधिक बढ़ा, जिस से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वृत्ति से और नई नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की अस्मिता जियादा खुशहाल, जियादा माला माल और जियादा भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मतलबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं. अमेरिका की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज करता है और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि ईश्वर तजवीज करता है और शैतान फ़ैसला करता है! यही कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों को अपना दुख समझना, उसके साथ हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना, उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुकसान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रूरती ढग से उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चोँद और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के अंदर का खून और क्रूरत के सारे जहर साफ घूमते हुए, चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई, खारी रैरियत, सारे विरोध और मुखालफत यहाँ आकर मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं, इसी का नाम आत्त्विक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

اتنوں، ایک پریم دور میں بندھ سکتیں۔ ان میں ایک دوسرے سے ایکتا اور وحدت کا خیال بڑھتا۔ یہی 'کمپونزم' کا مطلب ہے۔ 'کامنویلث' کا کوئی اچھا اترہ ہو سکتا ہے تو وہ بھی یہی ہے۔ سچا اور اچھا 'سماجवाद' بھی یہی ہے۔ لیکن اس کے خلاف ہوا یہ کہ دیمکری واد اور انگ انگ راشٹر واد اور ادھک بڑھا، جس سے ایک دوسرے میں اوشواس، ڈر اور نفرت اور ادھک بھونکر جنگوں کی سمبھوتا بھی بڑھی۔

سائنس آدمی کو روح کل کی ایک بہت بڑی دین ہے۔ سائنس کی اس ادبیت اور انوکھی آنتنی سے اور نئی نئی ایجادوں سے ہونا یہ چاہئے تھا کہ سب آدمیوں کی زندگی زیادہ خوشحال، زیادہ مالا مال اور زیادہ بھرپور دکھائی دیتی۔ اس کے بجائے ہوابہ کہ سائنس اور اس کی ایجادیں شیطانیہت کی غلام بن کر سامراجیت واد، بدھ واد اور دھن لولہتا کے نازکیہ طلبوں کو پورا کرنے کے لئے اور اوروں کا کام دے رہی ہیں۔ انگریزی کی ایک کہات ہے کہ 'آدمی تجویز کرتا ہے اور ایشور فیصلہ کرتا ہے'۔ آج ہو یہ رہا ہے کہ ایشور تجویز کرتا ہے اور شیطانی فیصلہ کرتا ہے! یہی کارن ہے کہ فرشتوں کا استاد (شطان) ساری برائیوں کی جز ہو جاتا ہے: دیوتا اور دیتہ ایک دوسرے کے سونیلے بھائی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس ٹانک کو، اس لیلہ کو پورا کرنے کے لئے سروراثہ اور پرماتہ، خودی اور خدا، فرشتے اور شیطانی، دیوتا اور راکشش دونوں کی ایک برابر ضرورت ہوتی ہے۔

دوسروں کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھنا، ان کے ساتھ ہمدردی، سہانہبھوتی، انوکھا یا دیا محسوس کرنا، ان کے ساتھ اپنائیں انوبھو کرنا، کسی کو غیر نہ سمجھنا، یہ سمجھنا کہ میرا جیہوں یا میرا نفع انگ نہیں ہے، ہم نقصان کسی دوسرے کے جیہوں یا کسی دوسرے کے نفع نقصان سے سب ایک دوسرے میں بندھے ہوئے ہیں، ہر ایک کی برائی میں سب کی برائی ہے، یہ بات آدمی کے اندر پہلے ایک ددرتی قحنگ سے اس کے دل سے پیدا ہوتی ہے اور پھر دھیرے دھیرے وہ اسے جاننے لگتا ہے اور اس کے سب کام اسی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ یہی ہے سب کے اندر ایک آتما یعنی ایک وشواتما کو انوبھو کرنا۔ اسی وشواتما کے چاروں طرف سارا جیہوں، سارا جگت، ایک ایک ایٹم، ایک ایک چاند اور تارا، ہمارے پیہڑوں کے اندر کی سائنس، ہمارے رگوں کے اندر کا خون اور قدرت کے سارے ظہور صاف گھومتے ہوئے، چکر لگاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ دنیا کی ساری ددری، ساری غوریت، سارے ورودھ اور مخالفت یہاں آکر مٹ جاتے ہیں۔ سب ایک ہو جاتے ہیں، سب اپنے ہو جاتے ہیں، اسی کا نام ساتوک ویراگیہ ہے، یعنی دنیا کے ظلموں

انہوں نے، اُنچ نیچ اور دکھ سے دل کا پھرنا، اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اس دنیا کو ٹھیک کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اس طرح کے دُچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اٹھائے نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی کا نام اُتم پرکاش یا اُتم ہوند یعنی روح کا اپنے کو پہچاننا ہے۔ ایک میں پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب دھارمک کتابوں کا سار ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دیمارا میں ہوتے بڑے परिवर्तन کی ضرورت کیا ہے، لیکن ان کے سببوں کو حل کرنے کے لئے اس کی ضرورت کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ کوئی بچہ جب تک کہ وہ ا، آ، ای، اے نہیں سیکھ سکتا۔ جب تک کہ وہ ا، آ، ای، اے کی طرف رخ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انسان بھی اسی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ اس دنیا کے دین دولت کو چھوڑ دے کہ وہ ایشور کا دیدار حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ ایشور اور ہماری آنکھیں اس آسار سنسار پر لگی ہوئی ہیں تب تک ہم اپنے دلوں کے اندر بیٹھے ہوئے اُس اُنت استو، اُس وجود کل کو کہتے دیکھ سکتے ہیں؟ ہمارے دل اگر اس دنیا کی چیزوں کی طرف لگے ہوئے ہیں تو ہمیں سچ سچ اُنا کی دنیا کی چیزیں نہیں دیکھائی دے سکتیں۔ جب تک کہ اپنی پوری شکتی سے، اپنے پورے دل اور دماغ سے اُنت کی کھوج نہیں کر سکتے ہم اُنت کو نہیں پا سکتے۔ پرماٹما کو اپنے اندر بیٹھانے کے لئے ہمیں اپنی چھوڑ کر اُنا، اپنی خودی کو باہر نکالنا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نے کہا ہے:—”ستہ یعنی حق کو دیکھنے کے لئے تمہیں اُسی طرح کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اگر تم کمال ہونا چاہتے ہو اور اُنت چھوڑ کر اپنا چاہتے ہو تو تمہارے پاس جو کچھ ہے سب دے ڈالو، جو کچھ ہے وہ غریبوں اور ناداروں میں تقسیم کر دو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جنون جلا، یہ ایشوریہ اُنا پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بدی اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گہ پھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جنون جلا، یہ ایشوریہ اُنا پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بدی اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گہ پھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جنون جلا، یہ ایشوریہ اُنا پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بدی اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گہ پھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

یہ کہنے کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جنون جلا، یہ ایشوریہ اُنا پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیرے میں اپنی بدی اپنے پیچھے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلوسٹو کے پھاٹک سے باہر نکل گئے اور نکلے سے مزے کر پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا کر اُنہوں نے گہ پھرتا کے ساتھ پرنکیاں کی۔—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دکھوں کی مدد کے لئے زندگی اور موت کے دھسپہ کو نہیں جان لوں گا اور اُس پر قابو حاصل نہیں کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

سچاई ہے کہ سارے دکھوں کی جڑ ہمارے اپنے اندر ہے۔ یہ جڑ ہماری خودی ہے، ہمارا اعجاز ہے۔ وہ جڑ یہ واسطہ یا غلط اچھا ہے کہ میں اپنا الگ، بیکتو، اپنا الگ وجود قائم رکھوں۔ دکھ کی جڑ یہ غلط وشواس ہے کہ میرا یہ ہاڑ مانس کا شریر ہی میرا آپا ہے، اسی کا نام اہمیتا یا مہتا ہے۔ یہ ایک غیر فانی سچائی ہے کہ ہمارے سب دکھوں کا کارن ہم خود ہیں، کوئی دوسرا نہیں، کوئی دوسرا ہمیں مجبور نہیں کر سکتا، کوئی دوسرا ہی ہے کوئی نہیں۔ انو، کوئی ایتھ، ہماری کوئی ورتی یا وچار، ہمارے اس دہہ اور اس چت کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم اپنا سمجھتے ہوں اور جو طرح طرح کے، جگہ جگہ کے اور یک یک کے انگنت شریروں اور انگنت دماغوں کا جز یا انگ نہ رہ چکی ہو، اور جو آئندہ بھی ویسے ہی انگنت روپوں انگنت شریروں اور انگنت دماغوں (روحوں، استھانوں اور زمانوں میں نہ رہے۔ اس لئے دنیا کے سب نام، روپ، سب وچار سب بھاؤ اور سبب تعصب سب سکھ، دکھ، سب دماغ اور سب شریر ایک ہی ویاپک عالمگیر آتما سے سمجندہ رکھتے ہیں، سب اسی ایک کا ظہور ہیں، اور اسی کے اندر یہ سب اس طرح رھتے اور چلتے پھرتے ہیں جیسے ایک سمندر کے اندر طرح طرح کے بلبلے، جھاگ، پھنور اور لہریں۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE
Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter... brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پرکاش

دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پرکاش

ڈاکٹر تاراچند

ڈاکٹر تارا چند

دارا شیکوہ کو भारत کے वेदांत और इसलाग के सूफी मत दोनों से गहरा प्रेम था. सत्य की खोज का माहा उसे अपने पूर्वजों से विरासत में मिला था. सब धर्मों को जानने और समझने की इच्छा उसमें ठीक वैसी ही थी जैसी उसके परदादा सम्राट अकबर में. पर एक बहुत बड़ा फर्क यह था कि सम्राट अकबर अनपढ़ था और दारा शिकोह हिन्दू धार्मिक साहित्य और मुसलिम धार्मिक साहित्य दोनों का पूरा विद्वान था. सूफी किताबों को उसने खूब पढ़ रक्खा था. बड़े बड़े मुलसमान संतों और सूफियों की उसने जीवनियाँ लिखी थीं और पचास उपनिषदों का उसने संस्कृत से फारसी में अनुवाद किया था. इस तरह सूफी मत और वेदान्त की तुलना वह खूब कर सकता था. इस विषय पर उसने "मजमाउल बहरैन" नाम की एक किताब लिखी. मजमाउल बहरैन के मानी हैं 'दो समंदरों का संगम.' यह अमूल्य ग्रन्थ दोनों धर्मों की सचाई के बारे में दारा शिकोह की खोज का नतीजा है. वह इस नतीजे पर पहुँचा था कि हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों को सार एक ही है और दोनों बुनियादन एक हैं. अपने इस सिद्धान्त को साबित करने के लिए दारा शिकोह ने वेदांत के ग्रंथों और सूफी मत की किताबों के उसूलों को इस पुस्तक में विस्तार के साथ बयान किया है. इस पुस्तक को पढ़कर कोई ईसाक-पसंद आदमी इस बात से इंकार नहीं कर सकता कि दारा शिकोह को अपनी बात साबित करने में पूरी कामयाबी मिली है.

अध्यात्म विद्या (इस्मे रुहानी) एक गहरे और अंधेरे समंदर की तरह है. उस समंदर की सतह पर तूफानों, आँधियों, चांद की कशिश और इस ब्रह्मांड की दूसरी शक्तियों के असर से तरह तरह की शकलें बनती और पल पल पर बदलती और बिगड़ती रहती हैं. लेकिन उन अलग अलग शकलों के नीचे गहराई में ऊपर को भाग उगलने वाली लहरों से दूर, शांत जल धाराएँ एक दूसरे में मिलती और एक होती रहती हैं. अध्यात्म विद्या यानी रुहानी इस्म एक व्यायक और आलमगीर चीज है. इस विद्या के जानने वाले न किसी एक जमाने के होते हैं और न किसी एक देश के. वह देश और काल से ऊपर सब देशों और सब जमानों के एक

داراشکوه کو بھارت کے ویدانت اور اسلام کے صوفی مت دونوں سے گہرا پریم تھا. سچہ کی کھوج کا مادہ اُسے اپنے پوجوں سے وراثت میں ملا تھا. سب دھرموں کو جاننے اور سمجھنے کی اچھا اُس میں تھیک ویسی ہی تھی جیسی اُس کے پردادا سمرات اکبر میں. پر ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ سمرات اکبر آنکھ نہ تھا اور داراشکوه ہندو دھارمک ساہتہ اور مسلم دھارمک ساہتہ دونوں کا پورا ودوان تھا. صوفی کتابوں کو اُس نے خوب پڑھ رکھا تھا. بڑے بڑے مسلمان سنوں اور صوفیوں کی اُس نے جیولیاں لکھی تھیں اور پچاس آپنشدوں کا اُس نے سنسکرت سے فارسی میں انواد کیا تھا. اِس طرح صوفی مت اور ویدانت کی تلقا وہ خوب کرسکتا تھا. اِس وقت پر اُس نے "مجمع البحرین" نام کی ایک کتاب لکھی. مجمع البحرین کے معنی ہیں 'دو سمندروں کا سنگم'. یہ اصولیہ گرنہ دونوں دھرموں کی سچائی کے بارے میں داراشکوه کی کھوج کا نتیجہ ہے. وہ اِس نتیجے پر پہونچا تھا کہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کا سار ایک ہی ہے اور دونوں بنیاداً ایک ہیں. اپنے اِس سدھانت کو ثابت کرنے کے لئے داراشکوه نے ویدانت کے گرنہوں اور صوفی مت کی کتابوں کے اصولوں کو اِس بستک میں ممتاز کے ساتھ بیان کیا ہے. اِس بستک کو پڑھکر کوئی انصاف پسند آدمی اِس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ داراشکوه کو اپنی بات ثابت کرنے میں پوری کامیابی ملی ہے.

ادھیاتم ودیا (علم روحانی) ایک گہرے اور اندھیروے سمندر کی طرح ہے. اُس سمندر کی سطح پر طوفانوں، آندھیوں، چاند کی کشش اور اِس بڑھانڈ کی دوسری شکلیوں کے اثر سے طرح طرح کی شکلیں بنتی اور پل پل پر بدلتی اور بگڑتی رہتی ہیں. لیکن اُن الگ الگ شکلوں کے نیچے گہرائی میں اُور کی جہاگ اگلنے والی لہروں سے دور، شانت جل دھارائیں ایک دوسرے میں ملتی اور ایک ہوتی رہتی ہیں. ادھیاتم ودیا یعنی روحانی علم ایک ویپک اور عالمگیر چیز ہے. اِس ودیا کے جاننے والے نہ کسی ایک زمانے کے ہوتے ہیں اور نہ کسی ایک دیہے کے. وہ دیہے اور کل سے اُور سب دیہوں اور سب زمانوں کے ایک

بہاؤتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماں سب دیہوں اور سب زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا ابھاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیہ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انیورسچنیٹی یا ناگاہیل بھان روشنی ایک الوکک جنونی، پریم آند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الوکک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بھان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بربہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرح کے روحانی تجربوں کو طرح طرح کی لٹ کٹوں میں بھی ظاہر کیا جاتا ہے، کیونکہ آدمی کے سب تجربے آخر ایک دوسرے کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہیں۔ گانا، بھجنا، کویتا، چتر، مورتی کا اور نورمان کا یعنی علم تعمیر، ان سب کے ذریعے ان تجربوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کٹوں میں سب سے بڑی کٹ جنوں کا ہے۔ لہذا ہم دنیا کا سب سے بڑا اثر آدمی کے جنوں پر پڑتا ہے۔ ادھیاتم ویدا آدمی کے سارے چتر یعنی کھریکٹر کو روپ دے دیتی ہے اور اس کی سنگلپ شکتی یعنی قوت ارادی کو مضبوط اور مالا مال کر دیتی ہے۔

اس طرف اس طرح کے جنوں کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اٹلے کڑے نہیں کو پالن کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں نبھا سکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشہ کالم میں لڑتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ ابھاس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیہ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنوں کی کھڑی آزمائشوں سے بچنے

بہاؤتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماں سب دیہوں اور سب زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا ابھاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیہ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انیورسچنیٹی یا ناگاہیل بھان روشنی ایک الوکک جنونی، پریم آند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الوکک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بھان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بربہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرف اس طرح کے جنوں کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اٹلے کڑے نہیں کو پالن کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں نبھا سکتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشہ کالم میں لڑتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ ابھاس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگا بھاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیہ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنوں کی کھڑی آزمائشوں سے بچنے

بہاؤتے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماں سب دیہوں اور سب زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا ابھاس کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیہ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انیورسچنیٹی یا ناگاہیل بھان روشنی ایک الوکک جنونی، پریم آند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الوکک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بھان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بربہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لانی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادتکار مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل ترک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہرگز پھر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

ہے لیکن تسمبھو، بھارت، شال یا یوگ کا اس طرح کا سہارا دے لیتے ہیں۔ یہ سچا کہانی نہیں، اسکی جڑیں نہیں نکلتی ہیں۔

دارا شکوہ کا خیال اس وقت میں بڑا ناچوک بھاننا تھا، سمجھا کہ شاہجہاں کی شان و شوکت ختم ہو رہی تھی۔ ہندوستانی سماج کے اندر کی وہ سببیں اور وہ مشاغل جو ابھی تک حل نہیں ہو پائی تھیں دیکھ کر اس نے اپنا برا اثر ڈال دیا تھا۔ اس نے مہل ملاپ کا جو اندولن شروع کیا تھا اس کا زور گھٹ گیا تھا۔ اس اندولن کو پھر سے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے زبردست کوشش کی ضرورت تھی۔ دارا شکوہ اس ضرورت کو سمجھتا تھا۔ اس نے اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ایک ودوان اور پندت تھا۔ وہ نہ سماج سدھارک تھا اور نہ راجنیتیکہ۔ ودوانوں میں نئی طرح کی کمی رہ جاتی ہے۔

سائنسی کھوج اور آلوچنا کے آجکل کے طریقہ بھی اس سے تک ایشیا میں نہیں پھیل پائے تھے۔ یورپ میں ٹھیک اسی زمانے میں کھلنے لگی تھیں اور نیوٹن جیسے سائنسدانوں اور ڈیکارٹ، جوبس اور اسپینوزا جیسے فلاسفروں کی بدولت ایک ایک بہت بڑا دماغی انقلاب پیدا ہو رہا تھا۔ دارا شکوہ اپنے دیکھ اور اپنے زمانے کے وچاروں اور ضرورتوں میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ دشمن شاکر کے بنیادی اصولوں کو کسوٹی پر کسے یا آدمی کے اندر اس طرح کے تجربوں کو سائنسی دھنگ سے پرکھنے کی اسے نہ سوجھ سکتی تھی۔ پیچھے میں برٹرینڈ رسل نے اسی طرح کے روحانی تجربوں کا ترک کے اصولوں سے چلکر اترنے کرنے کی کوشش کی۔ ولیم جیمس نے الگ الگ دھرموں کے طرح طرح کے اس طرح کے تجربوں کی کھوج کر کے ان کا مقابلہ کیا۔ دارا شکوہ اس طرح کی چھان بین میں نہ پڑ سکتا تھا۔

دارا شکوہ کے سامنے سوال بالکل دوسرے دھنگ کا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آدمی اور سماج دونوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسی شکتی ہو جو دنیا کی معمولی ضرورتوں اور اُنہ دن کی چھوٹی موٹی اچھاؤں اور پرورتوں سے آدمی کو اوپر اُٹھا سکے اور زندگی کا کوئی زیادہ نکال اور غیر فانی مقصد اس کے سامنے رکھ سکے۔ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آدمی جتنا جتنا اپنی اس چھوٹی خودی سے اوپر اُٹھ سکتا ہے اتنا اُٹھا ہی دوسروں کے ساتھ اپنے پن کا بہاؤ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ اُٹھا اُٹھا ہی آدمی اور سماج دونوں میں ہل اُٹا جاتا ہے۔ دارا شکوہ نے سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم اپنی اس چھوٹی اور چھوٹی خودی کو چھت لیں تو سماج کے اندر طرح طرح کے وچار اور ریت رواج آدمی کے اندر کی چھت ہوئی انتہا شکتیوں کو جگاتے

دارا شکوہ کا زمانہ اس دیکھ میں بڑا نازک زمانہ تھا۔ سمرات شاہجہاں کی شان و شوکت ختم ہو رہی تھی۔ ہندوستانی سماج کے اندر کی وہ سببیں اور وہ مشاغل جو ابھی تک حل نہیں ہو پائی تھیں دیکھ کر اس نے اپنا برا اثر ڈال دیا تھا۔ اس نے مہل ملاپ کا جو اندولن شروع کیا تھا اس کا زور گھٹ گیا تھا۔ اس اندولن کو پھر سے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے زبردست کوشش کی ضرورت تھی۔ دارا شکوہ اس ضرورت کو سمجھتا تھا۔ اس نے اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ایک ودوان اور پندت تھا۔ وہ نہ سماج سدھارک تھا اور نہ راجنیتیکہ۔ ودوانوں میں نئی طرح کی کمی رہ جاتی ہے۔

دارا شکوہ کے سامنے سوال بالکل دوسرے دھنگ کا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ آدمی اور سماج دونوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسی شکتی ہو جو دنیا کی معمولی ضرورتوں اور اُنہ دن کی چھوٹی موٹی اچھاؤں اور پرورتوں سے آدمی کو اوپر اُٹھا سکے اور زندگی کا کوئی زیادہ نکال اور غیر فانی مقصد اس کے سامنے رکھ سکے۔ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آدمی جتنا جتنا اپنی اس چھوٹی خودی سے اوپر اُٹھ سکتا ہے اتنا اُٹھا ہی دوسروں کے ساتھ اپنے پن کا بہاؤ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ اُٹھا اُٹھا ہی آدمی اور سماج دونوں میں ہل اُٹا جاتا ہے۔ دارا شکوہ نے سمجھ لیا تھا کہ اگر ہم اپنی اس چھوٹی اور چھوٹی خودی کو چھت لیں تو سماج کے اندر طرح طرح کے وچار اور ریت رواج آدمی کے اندر کی چھت ہوئی انتہا شکتیوں کو جگاتے

मैं बहुत बड़ी मदद देते हैं, रुकावट नहीं होते. यही सचची रुढ़ानियत का रास्ता है.

द्वारा शिकोह जानता था कि हिन्दुस्तान के अन्दर मुसलमानों के जीवन को तसव्वुफ ने एक नई राह दिखा दी थी और एक नए अर्थों में उनके जीवन को माला माला कर दिया था। वो यह भी जानता था कि ठीक इसी तरह बेदांत ने हिन्दू समाज के अन्दर लोगों पर गहरा असर डाला था और अच्छे से अच्छे फूल खिलाए थे। मुसलमानों को इमाम राजाजी के फलसफे और मुईनउद्दीन चिश्ती के जीवन के बहुत बड़ी प्रेरणा मिली थी। हिन्दुओं को शंकर और रामानुज, कबीर और चैतन्य के उपदेशों से नई रोशनी और नया जीवन मिला है। अब सवाल केवल यह था कि क्या इन दोनों विशाल समंदरों को मिलाया जा सकता है ? अगर मिलाया जा सके तो मिली जुली हिन्दुस्तानी कलाचर के लिए पक्षी से पक्षी रुहानी बुनियाद मिल सकती है और इस देश में एक सुन्दर मिले जुले समाज की रचना की जा सकती है।

द्वारा शिकोह ने इन सवालों का जवाब अपनी दोनों किताबों, “मजमउल बहरैन” और “रिसालए हकनुमा” में दिया है. इन दोनों नामों के अलग अलग मानी हैं दोनों समंदरों का संगम” और “सच्चाई के प्रकाश पर निबंध.”

‘मजमाउल बहुरैन’ की दारा शिकाह ने एक भूमिका लिखी है। उसमें उसने लिखा है कि :—

“पहले मैंने सब असलियतों की असलियत जानना चाहा. मैंने सूफियों के सच्चे मजहब के रहस्यों (राज्यों) और बरिकियों को जानने की कोशिश की. इस अनमोल चीज को हासिल करने के बाद मैंने यह मालूम करने की कोशिश की कि हिन्दुस्तान के उन भवहिदों (एकेश्वर बादियों) खोजियों और उस्तादों का उसूल क्या था जिन्होंने गहरी तपस्या करके, ध्यान लगाकर, मनन यानी गौरो रोज करके और गहरी समाधि में जाकर ईश्वर अल्ताह का दीदार हासिल किया था. हिन्दू आचार्यों और साधु संतों से मैं बार बार मिला और उनसे खूब बात चीत की. मैंने देखा कि शब्दों के छोटे मोटे फरक को छोड़कर उनमें कोई बुनियादी फरक नहीं था. केवल कोई अपनी खोज और अपने ज्ञान को एक तरह के शब्दों में बयान करता था और कोई दूसरी तरह के शब्दों में. इसके बाद मैंने वेदांत के पंडितों और संत महात्माओं और इसलाम के सूफियों दोनों के बिचारों को एक जगह करके देखा. उनमें से उन सब बातों को जमा किया जो सचाई के खोजियों के लिए जरूरी और कारामद हैं. इस तरह यह किताब तैयार हो गई. यह किताब दोनों तरफ के हक़शानस लोगों यानी सचाई को जानने वालों के बिचारों और उपदेशों का संग्रह है. इसलिए मैंने इसका नाम ‘मजमूल बहरैन’ रक्खा है.”

میں بہت بڑی مدد دیتے ہیں، روکڑت نہیں ہوتے۔ یہی سچی
روحانیت کا راستہ ہے۔

دارا شکوہ جانتا تھا کہ ہندستان کے اندر مسلمانوں کے
 جہڑوں کو تصوف نے ایک نئی راہ دکھا دی تھی اور ایک نئے
 لڑتھوں میں اُن کے جہڑوں کو ملا مال کر دیا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا
 تھا کہ ٹھیک اسی طرح ویدانت نے ہندو ساج کے اندر لوگوں
 پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اچھے سے اچھے پھول نکالے تھے۔ مسلمانوں
 کو امام غزالی کے فلسفے اور معین الدین چشتی کے جہڑوں سے بہت
 بڑی پیرہنا ملی تھی۔ ہندوؤں کو شمن اور رمانج، کبیر اور
 چیتنڈ کے اُپدیشوں سے نئی روشنی اور نیا جہڑوں ملا ہے۔ اب
 سوال کھول یہ تھا کہ کیا اِن دونوں دِشال سمنڈروں کو ملا جا سکتا
 ہے؟ اگر ملا جا سکے تو ملی جلی ہندستانی کلچر کے لئے پکی سے
 پکی روحانی بھاد مل سکتی ہے اور اِس دِش میں ایک سند
 ملے جے ساج کی رچنا کی جا سکتی ہے۔

دارا شکوہ نے ان سوالوں کا جواب اپنی درنوں کتابوں ”مجمع البحرین“ اور ”رسائل حق نما“ میں دیا ہے۔ ان درنوں ناموں کے آگے لکے معنی ہیں ”درنوں سمندروں کا سنگم“ اور ”سجائی کے پڑاوی پر بندھ“۔

”مجمع البحرین“ کی دارا شکوہ نے ایک بیومیکا لکھی ہے۔
اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ:—

”پہلے مینے سب اصلیتوں کی اصلیت جاننا چاہا۔ مینے صوفیوں کے سچے مذہب کے رہسپوں (رازوں) اور ہاریکوں کو جاننے کی کوشش کی۔ اس اصول چیز کو حاصل کرنے کے بعد مینے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ہندستان کے اُن موجدوں (ایکمشور وادیں) کہوچوں اور اُستادوں کا اصول کیا تھا جنہوں نے گہری تپسیا کر کے، دھیان لگا کر منہ یعنی غور و خوض کر کے اور گہری سہلادی میں جا کر ایشور اللہ کا دیدار حاصل کیا تھا۔ غنڈو آچاریوں اور سادھو سنتوں سے میں بار بار ملا اور اُن سے خوب بات چیت کی۔ مینے دیکھا کہ شبدوں کے چہلے موٹے فرق کو چہرے کر اُن میں دوتی بنیادی فرق نہیں تھا۔ کیول کوئی اپنی کھوج اور اپنے گیان کر ایک طرح کے شبدوں میں بیان کرتا تھا اور کوئی دوسری طرح کے شبدوں میں۔ اِس کے بعد مینے ویدانت کے پختوں اور سنت مہاتماؤں اور اِسلم کے صوفیوں دونوں کے وچاروں کو ایک جگہ کر کے دیکھا۔ اُن میں سے اُن سب باتوں کو جمع کیا جو سچائی کے کہوچوں کے لئے ضروری اور کارآمد ہوں۔ اِس طرح یہ کتاب تیار ہو گئی۔ یہ کتاب دونوں طرف کے حق شلس لوگوں یعنی سچائی کو جاننے والوں کے وچاروں اور اُبدیشوں کا سنکرہ ہے۔ اِس لئے مینے اِس کا نام ’مجع البصرین‘ رکھا ہے۔“

دارا شکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کبوں پیدا کیا گیا، آدمی کے جیوں کا کشیدہ کیا ہے، پرش اور پرکرتی میں کیا سمجھ ہے؟ ان سب باتوں پر ہندو فلسفی اور مسلم فلسفی دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پرماتند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے نغم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تہسبا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے مانسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی آست سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجالہ کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی باترا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ نزلن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

X X X

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راجدوت کی ہئسیات سے سہراٹن میں رہکر اپنے سرکاری فہرچ کی اداکاری کے ساتھ ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں اہم مूलی پستکوں، "مجموع البکریں" اور "رسلالہ ہکرنوما" کا فارسی سے انگریزی میں انوباد کیا ہے جو جلدی ہی پکاشیت ہونے والا ہے—سندھ رلال]

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے طہران میں رہ کر اپنے سرکاری فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دارا شکوہ کی ان دونوں اہم مूलی پستکوں، "مجموع البکریں" اور "رسلالہ ہکرنوما" کا فارسی سے انگریزی میں انوباد کیا ہے جو جلدی ہی پکاشت ہونے والا ہے۔ —سندھ رلال]

آجکل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

عقل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

“نیا ہند” کے پڑنے والوں میں شاید کوئی بڑا ہی ہوگا جو یہ سمجھ گئے ہوں کہ اس نوٹ میں کس کی چرچا ہے۔ دہش ہر میں کچھ اے گم لوگ ہی انہیں جانتے ہونگے۔

میرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوری بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگالا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر عہد دیکھ کر اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگال ان کی مادر بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ بڑے پندت تھے۔ رامایण, महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियां उन्होंने मूल संस्कृत में पढ़ी थीं, और मरते دم तक उन पर हावी थे۔ चारों वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

अरबी भाषा के वह समन्दर थे। उनका कुरान का अंगरेजी अनुवाद कई एडिशनो में निकल चुका है। दूसरे महायुद्ध से पहले यूरप में खासकर जर्मनी में उनके अनुवाद की बहुत बड़ी कदर थी। उनका कुरान का उर्दू अनुवाद भी हमने छपा हुआ देखा है।

कुरान के तरजुमें के अलावा उन्होंने खासकर अंगरेजी में और भी बहुत सी किताबें लिखीं, जिनमें कुछ के नाम ये हैं :—‘लाइफ आफ मुहम्मद’; ‘सेइंग्स आफ मुहम्मद’; ‘ऐन अपालोजी फार मुहम्मद’, ‘बिहाइन्ड दि वेल’ (जो दुनिया में औरतों की हालत और समस्या पर एक खास किताब है); ‘हिन्दूइज्म एंड इसलाम’, ‘कृश्चेनिटी एंड इसलाम’, ‘जूडाइज्म एंड इसलाम’, ‘बुद्धिज्म एंड इसलाम’.

مرزا ابوالفضل، چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوری بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگالا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر عہد دیکھ کر اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگال ان کی مادر بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ بڑے پندت تھے۔ رامایण, महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियां उन्होंने मूल संस्कृत में पढ़ी थीं, और मरते دم तक उन पर हावी थे۔ चारों वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

عربی بھاشا کے وہ سمندر تھے۔ ان کا قرآن کا انگریزی انوار کئی ایڈیشنوں میں نکل چکا ہے۔ دوسرے مہابد سے پہلے یورپ میں خاصکر جرمنی میں ان کے انوار کی بہت بڑی قدر تھی۔ ان کا قرآن کا اردو انوار بھی ہم نے چھپا ہوا دیکھا ہے۔

قرآن کے ترجمے کے علاوہ انہوں نے خاصکر انگریزی میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں :—‘لائف آف محمد’، ‘سینٹنس آف محمد’، ‘این اپالوجی فار محمد’، ‘بہائند دی ویل’ (جو دنیا میں عورتوں کی حالت اور سمسیا پر ایک خاص کتاب ہے)، ‘ہندوازم اینڈ اسلام’، ‘کوشچینیٹی اینڈ اسلام’، ‘جوداازم اینڈ اسلام’، ‘بھہزم اینڈ اسلام’.

مرزا ابوالفضل، چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوری بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگالا پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جاکر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہمتر عہد دیکھ کر اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

ان پچھلی چار کتابوں میں انہوں نے بہت سے حوالے دیے ہیں۔ اسلام کے ساتھ دوسرے دھرموں کی سمائت دکھائی ہے؛ 'تزیین القرآن' یعنی قرآن کے عربی شیعوں کی ایک تلاش؛ وغیرہ وغیرہ۔ ان کی ساری کتابیں جن میں سے کچھ کے نام ہم نے یہاں دیئے ہیں، بڑے اونچے پایہ کی کتابیں ہیں۔

سکھوت، عربی، فارسی کے علاوہ وہ ہندیو، برہمن، ایرانی، جرمن، فرانسیسی، یونانی، لاطینی وغیرہ کے بھی بڑے بلذت تھے۔

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شہر آنت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھوکتا کے ساتھ اور اٹنی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہالانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فرائع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا مفہوم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھا پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبب سے کچھ کہیں تو پڑا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عدین کے برٹش میجسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیوہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دہبہ اور زندگی کی

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

مرزا ابوالفضل کسی ایک الگ دھرم مذہب یا سہروردائے کے پلجہ کے اندر بند نہ تھے۔ وہ سچے اور اونچے سے اونچے معنی میں "سہروردہ سہاروی" یعنی سب دھرموں کو ایک نگاہ سے دیکھنے والے، سب کی ایک برابر عزت کرنے والے اور وحدت ادیان کے قابل تھے۔ اونچے سے اونچے معنی میں سچے دھرماتما یا کم سے کم دھرماتما ہونے کی نیتور' کوشش کرنے والے وہ ہر طرح کے ریترواج، کرم کاغذ اور شرع اور منہاج سے بلیوں اذیر تھے۔

ڈاکٹر میرزا ابوالفضل کمال ہمارے گورو تھے۔ کوران، سہروردہ ساہب اور اسلام کے باعث ہم نے جو کچھ پڑھا اور سیکھا سب انہیں سے پڑھا اور سیکھا۔ ہم نے ان سے اور بھی بہت کچھ سیکھا۔ وہ ہم سے نئی سال بڑے تھے۔ وہ اپنے سکے چھوٹے بھائی کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔ ہم انہیں سنیہہ اور ادر کے ساتھ 'داد' کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا روحانی گورو مانتے تھے۔ سات مئی 1956 کو حیدرآباد (دکن) میں دادا ابوالفضل کا شہر آنت ہو گیا۔

حیدرآباد کے بھائی حسن الدین احمد نے ہمیں دادا ابوالفضل کے شہر آنت کی خبر دی۔ جس خط میں انہوں نے ہمیں یہ سوچنا دی اس میں انہوں نے بھوکتا کے ساتھ اور اٹنی ہی سچائی کے ساتھ لکھا ہے۔ "مجھے آپ تو یہ ہالانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے دادا کتنے بڑے آدمی تھے۔ ہم تو بڑے آدمی کا لفظ اکثر استعمال کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کے بعد تو فرائع دلی سے یہ خطاب دے دیتے ہیں۔ لیکن جب میں مرزا صاحب کے لئے یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں تو عام استعمال سے اس کا مفہوم (مطلب) بالکل مختلف ہے۔"

پوچھا جاسکتا ہے کہ مرزا ابوالفضل نے لکھا پڑھنے کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سبب سے کچھ کہیں تو پڑا سا ہی حال معلوم ہے۔ ان کی زندگی عدین کے برٹش میجسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیوہ ہزار روپیہ تنخواہ، رتبہ، دہبہ اور زندگی کی

प्रभम आजाइशों, मगर जिस चीज की दादा को सबसे ज्यादा श्रुत थी—यानी आजाद खाली और रुहानी सकून—इह उन्हें हासिल न था. नतीजा यह हुआ कि आला मफसरो के साथ झगड़े हुये और मिरजा साहब ने नौकरी दे इस्तीफा दे दिया. उसके बाद वे लकड़ीप, मालद्वीप के नवाब के यहाँ प्राइममिनिस्टर हो गये. नवाब साहब का अमेज रेजीडेंट के साथ जो रवैया था वह मिरजा साहब को निहायत हतक-अमेज मालूम हुआ. प्राइममिनिस्टर की हैसियत से उनके अमल से अमेज रेजीडेंट के साथ कजिये शुरू हो गये. नतीजा यह हुआ कि उन्होंने प्राइममिनिस्टरी से भी स्तीफा दे दिया. इस बार उन्हें बंगाल में सेंट्रल जेल की सुपरिन्टेंडेंट का काम मिला, मगर अमेज इन्स्पेक्टर जनरल आफ् प्रीपोन्स से उनकी 6 महीने भी न पड़ी. नतीजा यह हुआ कि उस 800 रुपया माहवार की नौकरी से भी उन्होंने इस तरह हाथ खींच लिया मानो अचकन पर पड़ी हुई गर्द फाड़ दी हो. उसके बाद वह बड़ीदा में सुपरिन्टेंडेंट आफ् गोस्ट आफिसिज हो गये. साल भर उन्होंने सुकून से नौकरी की, मगर कुछ मामलों को लेकर भारत सरकार के डाइरेक्टर जनरल आफ् पोस्ट आफिसिज से उनकी खटपट हो गई. बड़ीदा सरकार इस मामले में मुक गई, मगर दादा के लिये यह इज्जत आबरू का सवाल था और जब स्तीफा देकर घर लौटे तो उनके दिल में तसल्ली और ओठों पर मुस्कराहट थी. इस बार मिरजा साहब ने दूसरे खीरो की तलाश की. वे काश्मीर में आरकियालाजिकल डिपार्टमेंट के सुपरिन्टेंडेंट हो गये. काश्मीर में मुस्तान जैनुलआबदीन ने जिस मिली जुली कलचर की नीब डाली उसके मुताल्लिक मिरजा साहब ने काफी दिलचस्प आरकियालाजिकल खोजें कीं. जितने दिनों वह बहाँ रहे काश्मीर के पुरातत्व विभाग को उन्होंने मालामाल करने की कोशिश की, मगर इस बात को लेकर उन्हें सख्त तकलीफ हुई कि बाबजूद उनकी मर्जी के खिलाफ कुछ पुरानी मिली हुई चीजें काश्मीर में न रखकर ब्रिटिश न्युक्वियम लन्दन भेज दी गई. मिरजा साहब ने उदास होकर वहाँ से भी स्तीफा पेश कर दिया और तब रोजी की तलाश उन्हें इलाहाबाद खींच ले आई. वे इलाहाबाद न्यु-निसिपैलिटी में पहले टैक्स सुपरिन्टेंडेंट और फिर एजुकेशन सुपरिन्टेंडेंट हुये. वक्त के साथ साथ जिन्दगी में लोगो की तन्खाहों में इजाफा होता है मगर दादा के साथ बात दूसरी थी. उन्होंने डेढ़ हजार महीना रुपये के साथ नौकरी शुरू की और पचास साल की उम्र में उनकी तन्खाह घटते घटते इलाहाबाद न्युनिसिपैलिटी में ठाई सौ रुपया महीने रह गई. हैसियत एजुकेशन सुपरिन्टेंडेंट के उन्होंने प्रयाग महिला विद्यापीठ की बुनियाद डाली जो अब काफी बड़ी संस्था की शकल में मौजूद है. वह जरमनी में लड़कियों की संस्थाएं जिस शकल में चलती हैं उससे मिलती जुलती शकल में इस संस्था को चलाना चाहते

تمام آستانہیں . مگر جس چیز کی دادا کو سب سے زیادہ ضرورت تھی—یعنی آزاد خدائی اور روحانی سکون وہ انہیں حاصل نہ تھا . نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ آفسروں کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا . اُس کے بعد وہ لکھنؤ میں مالدیپ کے نواب کے یہاں پرائم منسٹر ہو گئے . نواب صاحب کا انگریز ریویژنٹ کے ساتھ جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا . پرائم منسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریویژنٹ کے ساتھ فضیلت شروع ہو گئی . تاہم یہ ہوا کہ انہوں نے پرائم منسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا . اِس بار انہوں بنگال میں سلٹرل جیل کی سپرنٹنڈنسی کا کام ملا ، مگر انگریز انسپکٹر جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینے بھی نہ بچی . نتیجہ یہ ہوا کہ اِس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا مانو اچکن پر بڑی ہوئی گرد چھا دی ہو . اِس کے بعد وہ پڑوہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ آفسز ہو گئے . سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی ، مگر کچھ معاملوں کو لیکر بھارت سرکار کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ آفسز سے اُن کی کھٹ پٹ ہو گئی . پڑوہ سرکار اِس معاملہ میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آبرو کا سوال تھا اور جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی . اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے صیغہ کی تلاش کی . وہ کاشمیر میں آرکیالاجیکل ڈپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے . کاشمیر میں سلطان زمین آبادین نے جس ملی جلی کلچر کی نوبہ دالی اِس کے متعلق مرزا صاحب نے کافی دلچسپ آرکیالاجیکل کھوجوں کیں . جتنے دنوں وہ وہاں رہے کاشمیر کے پرائیوٹ وہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش کی ، مگر اِس بات کو لیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ باوجود اُن کی مرضی کے خلاف کچھ پرائیویٹ ملی ہوئی چیزیں کاشمیر میں نہ رکھ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں . مرزا صاحب نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تپ ریزی کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ لے آئی . وہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ ہوئے . وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری تھی . انہوں نے دیر ۵۰۰۰ روپیہ کے ساتھ نوکری شروع کی اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تنخواہ گتھم گتھم اِلہ آباد میونسپلٹی میں صرف ڈھائی سو روپیہ مہینہ رہ گئی . بھٹیڈنٹ ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پرباک مہلا ودیاپیٹھ کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود ہے . جرمنی میں لڑکپوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانا چاہتے

یہ، مگر نیونسپلٹی میں بھلا اپنے بڑے عالم اور آزاد خیال آئیڈیال کی گنجائش کیسے ہو سکتی تھی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کی نوکری سے بھی انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور آخر میں سن 1925 میں انہیں ہندوستانی ایکڈمی میں سو روپیہ سہ ماہی کی پروف ریڈری کرنی پڑی۔ مگر نہ انہیں پندرہ سو روپیہ کی نوکری کا گھمٹ تھا اور نہ سو روپیہ پانے کا غم۔ ان میں سختی اتنی تھی کہ فولاد بھی ان کے سامنے پانی ہو جائے، مگر نرمی اتنی تھی کہ مکھن بھی انہیں دیکھ کر شرمسا جائے۔

دادا ملی جلی ہندوستانی کالج کے زبردست حامی تھے۔ جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ایک طرف وہ دینوں اور آپشندوں اور سنسکرت بھاشا کے مہان پंडیت تھے تو دوسری طرف قرآن مجید، حدیثوں اور عربی بھاشا کے زبردست عالم۔ بھلا ایسے آدمی کی نگاہوں میں مذہبی ذوق کیسے رہ سکتے ہیں؟ وہ کرشن کو بھی پھنمبر مانتے تھے اور ان کی شکشاؤں کو وحدۃ الوجود کا حامی سمجھتے تھے، تو دوسری اور رسول اللہ کے پیرو۔ دونوں کی یادگار میں انہوں نے اپنے بیٹے کا نام کرشن محمد رکھا۔ وہ زمانہ ذوقدارانہ تحریک کا زمانہ تھا۔ اس پر بڑی چمکی گئی اور کانپورسی ہوئی، پھر سخت نعتیہ چینی ہونے لگی۔ اسلامیت اور کرشنچین کالج کے ادھیکاروں نے نام کی وجہ سے لڑکے کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا صاحب نے سب برداشت کیا مگر سچی ایکٹا کا حامی وہ اپنے اصولوں سے ہٹ سکتا تھا؟ پوری جوانی میں جب اس لڑکے کا انتقال ہوا تو مرزا صاحب کو بڑا سخت صدمہ پہنچا مگر دوسری مصیبتوں کی طرح اسے بھی انہوں نے برداشت کیا۔

مرزا صاحب کے پاس کبھی کبھی رابلیٹی کا تھوڑا بہت روپیہ آجاتا تھا، مگر ان کا ہایاں ہاتھ لینے میں سنبھل کرنا تو دایاں ہاتھ اپنا شاہ خرچ تھا کہ بڑی سے بڑی رقم چار دن میں لٹ جاتی۔ یقیناً، بھولاؤں اور ضرورت مندوں کی فہرست وہ لیکر بیٹھ جاتے اور ساری رقم صاف ہو جاتی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ—

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہ ماہی میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہ ماہی میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہ ماہی میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہ ماہی میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کر دی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہ ماہی میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی بات انہوں نے یہ کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آئیں اسی ترتیب

سے انھوں نے حالات اور واقعات کی روشنی میں ان کا سلسلہ بنایا۔ یہ اس سلسلے کے خلاف تھا جو نظم مسجد کی آئینوں کا رائج سلسلہ ہے۔ اس پر مرزا صاحب کی یہ حد نہ چینی ہوئی، مگر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مرزا صاحب کے اس سلسلے کو بے حد پسند کیا گیا۔

ان کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب پر کام کتابیں نیلام ہوئیں تو مرزا صاحب نے ان کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قہ تک پہنچ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کردی؟ تو ہولہ—

”اس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ حد لسی ہے۔ میں نے سوچا چلو اسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں ان کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی نواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹیل، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹیل کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن نواب صاحب چاندی کے نہال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اتنا گھبرائے کہ بہت بڑی مصیبت پہنچی اگلی ہو۔ بڑی آرزومند کے بعد کل ایک روپیہ ٹکس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے سب سے کرتے، مانو وہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے نے جب ان کا امتحان لینا شروع کیا اور اتنا جھگایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی ان کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور نانٹل—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اس کے لئے اللہ کا شکر یہ ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکس کی کانپور دنگا جارج کمیٹی نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کتب

ان کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب پر کام کتابیں نیلام ہوئیں تو مرزا صاحب نے ان کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قہ تک پہنچ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب اپنے ہوموپیتھک شروع کردی؟ تو ہولہ—

”اس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ حد لسی ہے۔ میں نے سوچا چلو اسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں ان کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی نواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹیل، برلن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹیل کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن نواب صاحب چاندی کے نہال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اتنا گھبرائے کہ بہت بڑی مصیبت پہنچی اگلی ہو۔ بڑی آرزومند کے بعد کل ایک روپیہ ٹکس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے سب سے کرتے، مانو وہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے نے جب ان کا امتحان لینا شروع کیا اور اتنا جھگایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی ان کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور نانٹل—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اس کے لئے اللہ کا شکر یہ ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکس کی کانپور دنگا جارج کمیٹی نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کتب

کو بھلا کون جانتا؟ دادا سے چرچا ہوئی، فوراً تیار ہو گئے۔ جو تھوڑی بہت پونجی تھی اُس سے ایک 'ملروا' نام کا پریس کھولا اور چھاپائی شروع کر دی۔ راتوں دن اُس موتی رپورٹ کو ایک مہینے میں چھاپ کر اُنہوں نے تیار کر دیا۔ پولس سراغ تک نہ پاسکی۔ جس دن وہ کتاب تیار ہوئی اسی دن اُس کی قریب ڈیڑھ ہزار کاپیاں ریلوے پارسل گھروں اور پوسٹ آفسوں میں ضبط کر لی گئیں۔ مرزا صاحب کے پریس پر سرکاری نالہ قائل دیا گیا، اور آخر میں پریس ضبط کر لیا گیا۔ پرنٹس پارلیمانٹ میں اِس پر سوال کئے گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پلے کی ہزاروں روپے کی پونجی کھوکھلی بھی مرزا صاحب کو کوئی آنسو نہ تھا بلکہ وہ خوش تھے کہ اُن کے چند پیسوں کا مناسب استعمال ہوا۔

پی. ڈی. آر. کی رپورٹ کے متواضع چورانہ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک اُن کی آنکھیں 'گن' دانت اور دماغ صحیح صحیح کام کر رہے تھے۔ نہ اُن کی آنکھوں کی جدوتی کم ہوئی، نہ ایک ہی دانت ہلا۔ پوچھنے پر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں تو بچے رات کو سو جاتا ہوں اور تین بجے سویرے اُٹ جاتا ہوں" پرانیام کرتا ہوں اور کھانے میں جس چیز نے مجھے بے حد فائدہ پہونچایا وہ ہے—بیل، کچا بیل، بھنا ہوا بیل، اُٹا ہوا بیل، یکم بیل کا گودا، اُس کا رس اور شربت۔ مختلف طرح سے میلے بیل کو کھا کر دیکھا ہے اور میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحت کے لئے اِس بہترین کوئی دوسری چیز نہیں۔

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پکڑے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پکڑے تھا، مگر دادا ابوالفضل پکڑوں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اِٹام پکڑے تھے کہ اِس پکڑے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت فاسی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کر پاتھی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں کو سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابھ کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پکڑے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پکڑے تھا، مگر دادا ابوالفضل پکڑوں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اِٹام پکڑے تھے کہ اِس پکڑے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت فاسی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کر پاتھی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چرित्र، ان کے کیریئر، کو سمجھنے کے لیے ان کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں کو سمجھ دیتے ہیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابھ کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے ان سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

فیسبکی راہنمائی طے تھی۔ معاملہ طے ہوتے وقت مرزا صاحب نے اپنی ضرورت کے انوسار پرکاشک سے سات سو روپیہ پیشگی لے لئے تھے۔ ہوتے ہوتے راہنمائی کے بتیس ہزار روپیہ مرزا صاحب کے پرکاشک کی طرف نکلے۔ ان دنوں الہ آباد میں مرزا صاحب کو بھیس کا کشت تھا۔ مرزا صاحب کے دوستوں نے ان پر بہت زور دیا کہ وہ اپنے پرکاشک کو روپیہ کے لئے لکھیں۔ وہ بار بار انکار کرتے رہے، اس دہل پر کہ روپیہ بھیجنا پرکاشک کا کام ہے۔ کسی طرح پرکاشک کو لکھا گیا۔ جواباً لہار د۔ عدالت جانے کے لئے مرزا صاحب سے کہا گیا۔ ان کے لئے یہ لکھیو تھا۔ نوہت یہاں تک پہنچتی کہ بھانہ مرزا صاحب کو بتیس ہزار روپیہ کے پرکاشک نے ان پر سات سو روپیہ کی صورت میں فالس کر دی۔ عدالت سے نوٹس آیا کہ اگر پوری کرو نہیں تو یک طرفہ ذکری ہو جائیگی۔ مرزا نے عدالت جانے سے انکار کیا۔ سات سو کی ایک طرفہ ذکری ہو گئی۔ الہ آباد ترقی آئی۔ مرزا کی ایک بھینس اور ٹایپ رائٹر نیلام ہو گئے۔ ہنسی ہنسی سب برداشت کر لیا پر مرزا اپنے بتیس ہزار کے لئے عدالت نہیں گئے۔

(2) دوسری گھنٹا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرٹھک کشتوں کے گارن مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سہولتوں کی نوکری کر لی تھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص نارہم تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پنڈت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گروموت مہترس صاحب اور تیسرے انگریز سہولتہ پلٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پنڈت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھنٹا اس سے بیسی ادھک مہو کی ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفہ بلدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے مرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپیہ ماہوار ہو پال سے اور چار سو روپیہ ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسپہوگ آندولن شروع ہو گیا۔ مرزا

(2) دوسری گھنٹا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرٹھک کشتوں کے گارن مرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سہولتوں کی نوکری کر لی تھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص نارہم تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آگئے۔ ایک پنڈت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گروموت مہترس صاحب اور تیسرے انگریز سہولتہ پلٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ مرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پنڈت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ مرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہوگئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

شاہجہ نے نواب مہوپال اور نیاںم ہمدراہاد دونوں کو لکھا کہ چونکہ ملک نے انگریز سرکار سے اسہلوگ شروع کر دیا ہے اس لئے آپ کو بھی اس اسہلوگ میں شامل ہو جائیں اور انگریز سرکار کو اس کی اطلاع دے دیں، اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ سے وظیفہ لینا میرے لئے ناجائز ہے۔ اس پر بھی مہوپال اور ہمدراہاد سے معمول کے مطابق روپے آئے اور مرزا صاحب نے واپس کر دیئے۔ سولہ سال تک وظیفہ بند رہا۔ اس بیچ مرزا صاحب کی آرتھک کٹھناہیاں دن دن بڑھتی گئیں۔ سن 1985 کے لگ بھگ ان کے کچھ دوستوں نے نظام سرکار سے کوشش کی وظیفہ پھر جاری ہو جائے۔ نظام سرکار نے جواب دیا کہ مرزا اپنے سن 1919 کے خط کو واپس لے لیں تو وظیفہ پھر سے جاری کر دیا جائیگا۔ مرزا تیار نہ ہوئے۔ اس پر نظام صاحب یہاں تک راضی ہو گئے کہ اگر مرزا خود ان کے سامنے آکر محض زبانی یہ کہہ دیں کہ ان کا سن 1919 والا خط رد سمجھا جائے تو ان سولہ برس کی پوری رقم بھی چوسٹر ہزار سے اوپر ہوتی تھی انہیں دے دی جائیگی اور آئندہ کے لئے چار سو روپہ ماہوار جاری ہو جائیگے۔ دادا ابوالفضل کو دوستوں نے جن میں ہم بھی شامل تھے بہتیرا سمجھایا پر دادا اس کے لئے راضی نہ ہوئے۔ ان کی دلیل یہی تھی کہ— ”وہ خط دیہی کی آواز پر لکھا گیا تھا“ وہ واپس نہیں ہو سکتا۔“ ہمیں خوب پتا ہے کہ ان دنوں دادا ابوالفضل کی آرتھک کٹھناہیاں کس حد کو پہنچ چکی ہوئی تھیں۔ ان کی ایک لڑکی ان دنوں تپ دق سے بیمار تھی اور دادا کے پاس اس کے علاج اور خوراک کے لئے پیسے نہیں تھے پر اصول اصول تھا!

ہاتھ سے افسوس! دورے جیندگی جاتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
یاں سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—بمیر خیرام۔

ہاتھ سے افسوس! دورے جیندگی جاتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
یاں سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—بمیر خیرام۔

ناگا ک্রیم

ناگا قوم

भारत की उत्तर पूरबी सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बर्मा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्रीम बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बर्मा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बर्मा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्रीम दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकूमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उनके दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला, कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे. उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा क्रीम एक बहुत पुरानी क्रीम है जो आसाम पास की सभ्य क्रीमों में अपने को कभी पूरी तरह मिला नहीं पाई. उनके अपने रीति रिवाज हैं, अपनी बोली है, अपना पहनावा है, अपने पुराने ढंग के धार्मिक विचार हैं. उन्हें 'जंगली' या 'असभ्य' कहना केवल उन्हीं अर्थों में ठीक हो सकता है जिन अर्थों में योरप के अधिकतर लोग लगभग सब अफ्रीका और एशिया निवासियों को अभी तक जंगली और असभ्य कहते आए हैं.

भारत की अंतर प्रोबी सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बर्मा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्रीम बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बर्मा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बर्मा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्रीम दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकूमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उन के दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला. कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे. उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा قوم ایک بہت پرانی قوم ہے جو آس پاس کی سبھی قوموں میں اپنے کو کبھی پوری طرح ملا نہیں پاتی. ان کے اپنے ریترواج ہیں، اپنی بولی ہے، اپنا پہناوا ہے، اپنے پرانے تہنگ کے دھارک وچار ہیں. انہوں 'جنگلی' یا 'اسبھیہ' کہنا قبول انہوں اُنہوں میں تھوک ہو سکتا ہے جن اُنہوں میں یورپ کے ادھتک لوگ لگ بھگ سب افریقہ اور ایشیا نواسیوں کو ابھی تک جنگلی اور اسبھیہ کہتے آئے ہیں.

مالوم ہوتا ہے پچھلے دو ہزار سال میں भारत کے शासकों ने कभी भी नागा क्रौम को अपनाते, उनकी आर्थिक हालत को सुधारने या उनमें तालीम फैलाने की ओर अधिक ध्यान नहीं दिया. अंगरेजी जमाने में सब से पहले यह काम योरप और अमरीका के ईसाई पादरियों का सूझा. इसमें कोई शक नहीं कि अधिकतर ईसाई पादरियों ने उस इलाक़े में बहुत अच्छा काम किया. लगभग 40 क्रीसदी नागा ईसाई हैं. आज नागा लोगों में तालीम का थोड़ा बहुत प्रचार है. उनमें बहुत से प्रेजुपट हैं. हमने बहुत से नागा प्रेजुपटों से बातें की हैं. आज नागा क्रौम एक काफ़ी संगठित यानी मुनज्जम क्रौम है, उनमें आजादी से काफ़ी प्रेम है. वह बहादुर हैं. उनमें त्याग का साहा है. वे बहुत बड़े मेहमान नवाज हैं, सीधे सरल और सच्चे हैं. राजकाज और हुकूमतों के उसूलों को भी वे काफ़ी समझते हैं. उनमें कई ऐसे गुण हैं जो अधिक सभ्य समझे जाने वाले आस पास के और लोगों में नहीं मिलते. मसज़न् हमने वहां की अदालतों के हिन्दुस्तानी अफसरों से मालूम किया कि किसी नागा के बयान के खिलाफ़ कभी गवाही नहीं ली जाती, क्योंकि कोई नागा कभी झूठ नहीं बोलता. अगर कोई नागा किसी का सिर काट के आएगा तो जहां भी जरूरत पड़ेगी वह साफ़ साफ़ कह देगा कि उसने ऐसा किया और अपने वैसा करने का कारण भी बता देगा.

इसमें भी कोई शक नहीं कि नागा लोगों को तालीम देने और ऊपर उठाने में सबसे बड़ा हिस्सा ईसाई पादरियों ने ही लिया है, फिर भी ईसाई नागों और सैर ईसाई नागों में हमने बहुत अच्छा व्यवहार पाया. ईसाई होजाने के कारण उन्होंने अपनी क्रौम के बुनियादी गुण मिटने नहीं दिये.

नागा और अंगरेज

अंगरेजी जमाने में अंगरेजों ने नागा लोगों को एक अधूरी आजादी दे रखी थी. अंगरेज हाकिम नागा लोगों के रीति रिवाजों, उनकी अपनी पंचायतों में किसी तरह का دخل नहीं देते थे. उनके आपसी झगड़ों में उनकी पंचायतों के फैसले होते थे. अंगरेजों की वहां छाबनियां थीं और यही उस देश को अपनी तरफ़ मिलाए रखने से उनकी खास ग़रज़ थी. फिर भी अंगरेजों की उस अधूरी गुलामी से अपने को आजाद करने की नागा बराबर कोशिश करते रहे. लड़ाइयां भी हांती रहीं. अंगरेजों के लिए वह इलाक़ा एक तरह से 'बफर' इलाक़ा था, यानी ऐसा सरहद्दी इलाक़ा जिससे किसी पास के आजाद देश के साथ लड़ाई छिड़ने पर फायदा उठाया जा सके. दूसरे महायुद्ध के आखीर में काहिमा और इमफल की लड़ाइयां दुनिया भर में प्रसिद्ध हो चुकी हैं. उनका हाल भी हमने वहां खूब सुना. पर वह

मعلوم होता है पچھلے دو ہزار سال میں भारत کے شاہنشاہوں نے کبھی بھی ناگا قوم کو اپنا، ان کی آرتھک حالت کو سدھارنے یا ان میں تعلیم پھیلانے کی اور انھک دھیان نہیں دیا. انگریزی زمانے میں سب سے پہلے یہ کام یورپ اور امریکہ کے عیسائی پادریوں کو سوچھا. اس میں کوئی شک نہیں کہ ادھکر عیسائی پادریوں نے اس علاقہ میں بہت اچھا کام کیا. لگ بھگ 40 فیصدی ناگا عیسائی ہیں. آج ناگا لوگوں میں تعلیم کا تھوڑا بہت پرچار ہے. ان میں بہت سے گریجویٹ ہیں. ہم نے بہت سے ناگا گریجویٹوں سے باتیں کی ہیں. آج ناگا قوم ایک کافی سنگتیت یعنی منظم قوم ہے. ان میں آزادی سے کافی پریم ہے. وہ بہادر ہیں. ان میں تھاک کا مادہ ہے. وہ بہت بڑے مہمان نواز ہیں. سیدھے، سرل اور سچے ہیں. اچکاچ اور حکومت کے اصولوں کو بھی وہ کافی سمجھتے ہیں. ان میں نئی ایسے گن ہیں جو ادھکر سپیہ سمجھے جانے والے اس پاس کے اور لوگوں میں نہیں ملتے. مثلاً ہم نے وہاں کی عدالتوں کے ہندستانی افسروں سے معلوم کیا کہ کسی ناگا کے بیان کے خلاف کبھی گواہی نہیں لی جاتی، کیونکہ کوئی ناگا کبھی جھوٹ نہیں بولتا. اگر کوئی ناگا کسی کا سر کاٹ کے آئیگا تو جہاں بھی ضرورت پڑیگی وہ صاف صاف کہہ دیتا کہ اُس نے ایسا کیا اور اپنے ویسا کرنے کا کارن بھی بتا دیتا.

اس میں ہی کوئی شک نہیں کہ ناگا لوگوں کو تعلیم دینے اور اُپر اُٹانے میں سب سے بڑا حصہ عیسائی پادریوں نے ہی لیا ہے. پھر بھی عیسائی ناکوں اور غیر عیسائی ناکوں میں ہم نے بہت اچھا ویہار پایا. عیسائی ہوجانے کے کارن انہوں نے اپنی قوم کے ہلہادی گن مثلاً نہیں دیئے.

ناگا اور انگریز

انگریزی زمانے میں انگریزوں نے ناگا لوگوں کو ایک ادھوری آزادی دے رکھی تھی. انگریز حاکم ناگا لوگوں کے ریت رواجوں کی اپنی پنچایتوں میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے. ان کے آپسی جھگڑوں میں ان کی پنچایتوں کے فیصلے آخری فیصلے ہوتے تھے. انگریزوں کی وہاں چھاؤنیاں نہیں اور یہی اُس دیش کو اپنی طرف مائل رکھنے سے ان کی خاص غرض تھی. پھر بھی انگریزوں کی اُس ادھوری نلاسی سے اپنے کو آزاد کرنے کی ناگا برابر کوشش کرتے رہے. لڑائیاں بھی ہوتی رہیں. انگریزوں کے لئے وہ تلافی ایک طرح سے 'بفر' تلافی تھا، یعنی ایسا سرحدی علاقہ جس سے کسی پاس کے آزاد دیش کے ساتھ لڑائی چھڑنے پر فائدہ اُٹھایا جاسکے. دوسرے مہابند کے آخر میں کوہیما اور ایمپھل کی لڑائیاں دنيا میں پرسدہ ہوچکی ہیں. ان کا حال بھی ہم نے وہاں خوب سنا. پر وہ

ایک دوسری لکھی کہانی ہے۔ اُن لوگوں کا حال وہاں کے لوگوں سے ستر ناگا لوگوں کے ساتھ ہمارا پریم اور ہمارے دل میں اُن کے لئے اُتر بڑھا۔

بھارت واسیوں سے اسنتوش

بھارت کے آزادی ہو جانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھتا جس سے دونوں کو لاہ ہوگا، پر ہوا اِس کا ٹھیک اُتار۔ ہم نے اِس کا کارن جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کارن ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کارن یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز اسیر ہی اُس علاقے میں جایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک مانتھاری میں۔ ناگا لوگ ایک بھگ سب مانتھاری میں۔ اُن کا دیہ ایک تھنڈا دیہ ہے۔ کیوں کہیتی کی پیداوار سے شاید اُن کا کام ہی اُسانی سے نہیں چل سکتا۔ مانتھاری میں دے ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں بھر کھانے کے لئے دے سبکڑوں میں جنگلی جانوروں کا گوشت کھا سکتے اور نمک لگانے اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی دے کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا انگریز حاکم وہاں جاتے رہے کھان پان آدی کی ان عادیوں کے کارن ناگاؤں میں اور اُن میں خلی بنی رہی۔ کم سے کم اِس معاملہ میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرنی نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نئی بات پیدا ہوئی۔ ہندو اُسروں نے ناگا لوگوں سے اِس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانتھاری کھاتے تھے۔ ناگا عانی اسکول کے ہندو ادھیاپک اِسی کارن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگاتے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئیکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اِسی طرح مسلمان اُسروں سے اِس لئے نفرت کرتے تھے کہ وہ سور کا مانتھاری کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کارن۔

دوسرا कारण जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालत से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते है. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खात्रियों हद्द को पहुँच चुकी थी. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें की. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आ आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इसलाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रातत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस कंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

दुसरा क़ाबू जो इसी से सम्बन्ध رکھتا ہے یہ تھا کہ کچھ ویدیسی خاصکر امریکی پادریوں نے جو شاید اپنے یہاں کی سرکار کے چھپے دیے ایجینٹ بھی تھے، اس حالت سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی. انہوں نے ناگا لوگوں کو سمجھایا کہ تمہاری کبھی بھی ان ہندو اور مسلمانوں سے نہیں بن سکتی، جبکہ ہم اور تم ان مسلمانوں میں ایک ہیں اور اچھی طرح مل کر رہ سکتے ہیں. ہمارے وہاں جانے سے تھوڑے ہی دنوں پہلے اس طرح کی امریکی سازشیں حد کو پہنچ چکی تھیں. ہم نے امریکی پادریوں سے بھی باتیں کیں. بات فدرتی تھی. جہاں کھاؤ ہوگا وہیں مکھی بیٹھتی.

ہم خود شدہ نرामی بھوجی ہیں. ناگا علاقے میں بھی ہم شدہ نرामی بھوجی رہے. لیکن ہم نے ان سے پرہیز کی جگہ پریم برتا. ان کے انہیں مانس کھانے والے ہانوں سے ہم نے ان سے پانی لیکر پیا اور ان کے گھر کے بنے ہوئے کھانے، جو ہم کھا سکتے تھے، ان سے لیکر کھائے. ناگا لوگوں اور ان کے عیسائی گریجویٹوں نے ہمارے ٹھہرنے کے استھان پر آ کر آنسو بہا بہا کر ہم سے کہا ہے کہ اگر ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جاتا تو ناگا علاقے کو لگ کر لے لی تحریک کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی. وہاں سے اگر اسام کے اور دلی کے جن حکموں سے ہمیں ملنے کا موقع ملا انہیں ہم نے یہ صلاح دی کہ ہماری رائے میں کوئی ایسا ہندو یا مسلمان، فوجی یا شہری افسر یا ادھیپک اُس علاقے میں نہیں بھیجا جانا چاہئے جو چھوچھوت برتتا ہو یا جو بھولے، نیک اور بہادر ناگا لوگوں کو ہندو دھرم یا اسلام میں لانے کے چکر میں ہو. پر ظاہر ہے کہ ہماری آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی یا آواز کے حاکم خون اپنے نیچے والوں کو قابو میں، ہمنے میں ناکام رہے.

بھارت سے جو افسر اُس ایسے علاقے میں جاتے رہے جہاں ان میں سے بہت سوں کی ہوکینا اور سداچار کے خلاف بھی کافی باتیں سننے میں آئی ہیں.

ناگا علاقے کا سوا دھیلدا آندولن برتتا جا رہا ہے. اُس آندولن کی باہت طرح طرح کی غلط فہمیاں دیہیں ہر میں پھیلی ہوئی ہیں اور روز اخباروں میں نکلتی رہتی ہیں. اصلیت کم سامنے آہاتی ہے. حال میں "ٹائمز آف انڈیا" نے 13 مئی کے انک میں شری ہریش چندولا کا ایک لیٹھ نکلا ہے جس سے ناگا علاقے کے اصلی حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے.

ہندو سامہردایکتا

شری چندولا کے انوسار بھی ایک بڑا کارن اس جھگڑے کے بڑھنے کا بہت سے ہندو انسروں اور ہندو ادھیپکوں میں ہندو کی بیجا بھاؤنا تھی. وہ عیسائی دھرم کو ایک ویدیسی

‘ہرم اور سب ईसाइयों को रौर समझते थे और ‘हिन्दुस्तान हिन्दुओं का’ के संकीर्ण विचार में कम या अधिक रंगे हुए थे۔ ہمیں इसका खुद काफी तजरबा है۔ हमें मालूम है कि गोआ के मामले को अधिक पेचीदा बनाने में भी कुछ संकीर्ण विचार भारतवासियों की इस भावना ने बहुत बड़ा हिस्सा लिया है۔ हमें इसमें कोई सन्देह नहीं कि इस समय इस देश का सब से बड़ा रोग, जिसने कश्मीर में, नागा इलाक़े में, गोआ में और जगह जगह कठिनाइयां पैदा की हैं और करता रहता है, साम्प्रदायिकता का रोग है। महात्मा गाँधी के बलिदान के बाद भी देश इस रोग से पूरी तरह छुटकारा नहीं पा सका।

सन् 1948 का समझौता

नागा लोग शुरू में भारत से अलग होना नहीं चाहते थे। जितना नागा इलाक़ा इस समय भारत के अन्दर है वह तीन टुकड़ों में बँटा हुआ है—तिरप और त्वेनसांग की डिवीज़न जो उच्च पूर्व सरहदी एजेंसी में शामिल हैं और नागा पहाड़ी जिला जो आसाम में शामिल है। सन् 1948 में आसाम के गवर्नर सर अकबर हैदरी और नागा नेशनल काउन्सिल के बीच एक ससमझौता हो गया था जिसपर दोनों तरफ़ के दस्तख़त हो गए थे। समझौता यह था कि इन तीनों नागा इलाक़ों को मिलाकर एक कर दिया जाए और उस पूरी नागा रियासत को ठीक वही अधिकार दे दिए जायें जो पास की मनीपुर और त्रिपुरा रियासतों को मिले हुए हैं। नागा लोग इस शर्त पर खुशी से इंडियन यूनियन में रहने को तैयार थे लेकिन समझौते के थोड़े दिनों बाद ही कुछ सोचकर आसाम सरकार और दिल्ली सरकार दोनों ने उसे मानने से इनकार कर दिया। श्री हरीश चंदांला का कहना है कि इस बाज़ाबता समझौते को तोड़ने का कोई कारण नहीं बताया गया।

भारत का विधान और नागा

इससे नागा लोगों में बेपैतबारी और बददिली का फैलाव क्रुदरती था। वे फिर भी धीरज के साथ भारत के नये विधान का इन्तज़ार करते रहे। सन् 1950 के नये विधान ने उन की रही सही आशाओं पर भी पानी फेर दिया। तीनों नागा इलाक़े एक दूसरे से अलग रखे गए, उन्हें मिलाने के बजाय नागा पहाड़ी जिले की एक जिला काउन्सिल बना दी गई जिसके सिपुर्द उस जिले का शासन कर दिया गया। इस जिला काउन्सिल के मेम्बर चुनने का अधिकार नागाओं को दिया गया। लेकिन नागा लोग अपने देश का प्रबन्ध सदियों से एक अजीब ढंग से करते आए हैं। उनका सारा शासन गांव पंचायतों के आधार पर है। हर गांव में उनकी अलग अलग पंचायतें हैं; हर पंचायत अपने इलाक़े का पूरा शासन

धरम और सब मिसालों को ग़ौर से समझते थे और ‘हल्दुस्तान हल्दुओं का’ के संकीर्ण विचार में कम या अधिक रंगे हुए थे। हमें इसका खुद काफी तजरबा है। हमें मालूम है कि गोआ के मामले को अधिक पेचीदा बनाने में भी कुछ संकीर्ण विचार भारतवासियों की इस भावना ने बहुत बड़ा हिस्सा लिया है। हमें इसमें कोई सन्देह नहीं कि इस समय इस देश का सब से बड़ा रोग, जिसने कश्मीर में, नागा इलाक़े में, गोआ में और जगह जगह कठिनाइयां पैदा की हैं और करता रहता है, साम्प्रदायिकता का रोग है। महात्मा गाँधी के बलिदान के बाद भी देश इस रोग से पूरी तरह छुटकारा नहीं पा सका।

सन् 1948 का समझौता

नागा लोग शुरू में भारत से अलग होना नहीं चाहते थे। जितना नागा इलाक़ा इस समय भारत के अन्दर है वह तीन टुकड़ों में बँटा हुआ है—तिरप और त्वेनसांग की डिवीज़न जो उच्च पूर्व सरहदी एजेंसी में शामिल हैं और नागा पहाड़ी जिला जो आसाम में शामिल है। सन् 1948 में आसाम के गवर्नर सर अकबर हैदरी और नागा नेशनल काउन्सिल के बीच एक ससमझौता हो गया था जिसपर दोनों तरफ़ के दस्तख़त हो गए थे। समझौता यह था कि इन तीनों नागा इलाक़ों को मिलाकर एक कर दिया जाए और उस पूरी नागा रियासत को ठीक वही अधिकार दे दिए जायें जो पास की मनीपुर और त्रिपुरा रियासतों को मिले हुए हैं। नागा लोग इस शर्त पर खुशी से इंडियन यूनियन में रहने को तैयार थे लेकिन समझौते के थोड़े दिनों बाद ही कुछ सोचकर आसाम सरकार और दिल्ली सरकार दोनों ने उसे मानने से इनकार कर दिया। श्री हरीश चंदांला का कहना है कि इस बाज़ाबता समझौते को तोड़ने का कोई कारण नहीं बताया गया।

भारत का विधान और नागा

इससे नागा लोगों में बेपैतबारी और बददिली का फैलाव क्रुदरती था। वे फिर भी धीरज के साथ भारत के नये विधान का इन्तज़ार करते रहे। सन् 1950 के नये विधान ने उन की रही सही आशाओं पर भी पानी फेर दिया। तीनों नागा इलाक़े एक दूसरे से अलग रखे गए, उन्हें मिलाने के बजाय नागा पहाड़ी जिले की एक जिला काउन्सिल बना दी गई जिसके सिपुर्द उस जिले का शासन कर दिया गया। इस जिला काउन्सिल के मेम्बर चुनने का अधिकार नागाओं को दिया गया। लेकिन नागा लोग अपने देश का प्रबन्ध सदियों से एक अजीब ढंग से करते आए हैं। उनका सारा शासन गांव पंचायतों के आधार पर है। हर गांव में उनकी अलग अलग पंचायतें हैं; हर पंचायत अपने इलाक़े का पूरा शासन

بھارتی ہے۔ یہ سب پنچایتیں بہت پریم کے ساتھ ملکر رہیں اور کام کرتی ہیں، لیکن کوئی ایک مرکزی طاقت ان سب پر حکم چلانے والی نہیں رہی۔ ناگا لوگوں کو یہ پسند ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری پرانی قوموں کی طرح وہ شہر کی وادیوں کو ایک آدمی یا سائیکل کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے، اسے ہائٹ کر اور پھیلا کر رکھنا پسند کرتے ہیں۔ سچھی لوک شاہی (ڈیموکریسی) کے یہ چہرہ زیادہ نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ نئی ضلع کاؤنسل انہیں اپنی ان پنچایتوں کے اندھکروں پر بہت بڑا حملہ دکھائی دے۔ قدرتی طور پر ناگا قوم کے سب لوگوں نے ضلع کاؤنسل کے چناؤ کا ہائٹ کیا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے ان کے اٹھ وادھان بنانے سے پہلے انہیں پریم اور سہانہ ہوتی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے چناؤں کے ہائٹ کو ہم نے بھارت کے ساتھ ”بھارت“ سمجھا۔ اپنی اوجھٹا کے چہرے گھمٹا میں ہم نے ان کے آنٹروک شاسن اور ریت رواجوں میں بھی بیجا دخل دینا شروع کیا۔ نفرت اور اوشواس بڑھتا چلا گیا۔ آخر ناگا لوگوں نے طے کر لیا کہ سوائے ایک الگ سولہیں ریاست کے اور کسی طرح وہ اپنے سینکڑوں برس کے وچاروں ریت رواجوں اور اپنی کلچر کو نایم نہیں رکھ سکتے۔

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रا

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रा

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دکھ دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس علاقے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لئے بڑا موقع سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کاؤنسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائٹ کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لباس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سیدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھیجتے کرنا چاہتے تھے۔ قطار باندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سہیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دکھ دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس علاقے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لئے بڑا موقع سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کاؤنسل نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائٹ کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لباس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سیدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھیجتے کرنا چاہتے تھے۔ قطار باندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سہیا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

مہمان کے रूप میں دیکھتے تھے اور ناگا کرائم کے لوگ بڑے زبردست مہمان نواز مشہور ہیں۔

پر جواہر لال جی کے پھٹنے کے چند منٹ پہلے ناگا پھاڑی ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے ان سب ناگا لوگوں کو یہ نوٹس دیا کہ شہر جواہر لال نہرو نے آپ لوگوں کا کوئی مان پتر لکھا اور نہ آپ کی کوئی پینٹ سوئچ کر لیا۔

ناگا کرائم اور ان کے دلوں کو اس سے بہت بڑی چوٹ لگی۔

ٹھیک اُس سہ جب جواہر لال جی برما کے پردھان منتری ہوئے تو کے ساتھ منچ پر چڑھ رہے تھے، چودہ ہزار ناگا نراہی لوہ دیکھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے۔ کئی مہینے جواہر لال جی نے انہیں لوٹ آئے کے لئے کہا۔ پر اب نہ وہ جواہر لال جی کی بات سمجھ سکتے تھے اور نہ جواہر لال جی ان کی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جواہر لال جی اس گھٹا کے لئے دھماکے کے انیسوں پر بکڑے۔ لیکن انیسوں نے اس کے بعد ہی ناگا لوگوں سے ان کے اس طرح چلے جانے کا بدلہ لینے کی پوری کوشش کی۔ بجائے اس کے کہ ناگا لوگوں کے دیکھے ہوئے دلوں کو تسلی دی جاتی، علاقہ بھر میں اندھا دھند گرفتاریاں اور گھروں کی تلاشیں شروع ہو گئیں۔ جن ناگاؤں کو ہتیاروں کے انسپکشن ملے ہوئے تھے ان کے بھی ہتیار چھین لئے گئے۔ غلط فہمی اور دشمنی بڑھتی چلی گئی۔ پر کسی نے اُس کی جڑ میں جانے کی اور زخموں پر مرہم لگانے کی کوشش نہیں کی۔

15 اگست سن 1953 کو سب سرکاری سکولوں کو راشٹریہ چھٹا پھرانے کا حکم دیا گیا۔ ناگا پھاڑی ضلع میں دو ہائی اسکول ہیں، ایک کھڑا میں، دوسرا موٹو کچنگ میں۔ ان دونوں اسکولوں میں اُس دن کچھ لڑکے غور حاضر تھے۔ ان کی اس غیر حاضری کو بھی 'بھارت' مان لیا گیا۔ دونوں اسکول بند کر دیئے گئے۔ سب ناگا دیہاتوں آوارہ پھرتے گئے۔ اُس سال نومبر تک وہ اسکول نہ کھل پائے۔ مجبور ہو کر ناگا لوگوں نے اپنے بچوں کے لئے انہیں دو شہروں میں دو پرائیویٹ ہائی اسکول کھول دیئے۔

مارچ سن 1953 میں آسام سرکار نے ماکاک چوگ علاقہ کو ہائی علاقہ (Disturbed area) اعلان کر دیا۔ وہاں کے ہائی اسکول پر فوج نے قبضہ کر لیا۔ جو پرائیویٹ اسکول وہاں ناگلوں نے کھولا تھا وہ بھی زبردستی بند کر دیا گیا۔

ناگا لیڈروں نے پھر ایک بار پڑا تھا کی کہ انہیں پردھان منتری جواہر لال نہرو سے ملنے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنے دل کی بات ان سے کہ سکیں۔ دلی میں ملاقات کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ ناگا نیشنل کونسل کے نام دلی سے ناگا لیڈروں کو دلی

ناگا قوم اور भारत

پر جواہر لال جی کے پھونچنے کے چند منٹ پہلے ناگا پھاڑی ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے ان سب ناگا لوگوں کو یہ نوٹس دیا کہ شہر جواہر لال نہرو نے آپ لوگوں کا کوئی مان پتر لکھا اور نہ آپ کی کوئی پینٹ سوئچ کر لیا۔

ناگا قوم اور ان کے مکھوں کے دلوں کو اس سے بہت بڑی چوٹ لگی۔

ٹھیک اُس سہ جب جواہر لال جی برما کے پردھان منتری ہوئے تو کے ساتھ منچ پر چڑھ رہے تھے، چودہ ہزار ناگا نراہی لوہ دیکھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے۔ کئی مہینے جواہر لال جی نے انہیں لوٹ آئے کے لئے کہا۔ پر اب نہ وہ جواہر لال جی کی بات سمجھ سکتے تھے اور نہ جواہر لال جی ان کی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جواہر لال جی اس گھٹا کے لئے دھماکے کے انیسوں پر بکڑے۔ لیکن انیسوں نے اس کے بعد ہی ناگا لوگوں سے ان کے اس طرح چلے جانے کا بدلہ لینے کی پوری کوشش کی۔ بجائے اس کے کہ ناگا لوگوں کے دیکھے ہوئے دلوں کو تسلی دی جاتی، علاقہ بھر میں اندھا دھند گرفتاریاں اور گھروں کی تلاشیں شروع ہو گئیں۔ جن ناگاؤں کو ہتیاروں کے انسپکشن ملے ہوئے تھے ان کے بھی ہتیار چھین لئے گئے۔ غلط فہمی اور دشمنی بڑھتی چلی گئی۔ پر کسی نے اُس کی جڑ میں جانے کی اور زخموں پر مرہم لگانے کی کوشش نہیں کی۔

15 اگست سن 1953 کو سب سرکاری اسکولوں کو راشٹریہ چھٹا پھرانے کا حکم دیا گیا۔ ناگا پھاڑی ضلع میں دو ہائی اسکول ہیں، ایک کھڑا میں، دوسرا موٹو کچنگ میں۔ ان دونوں اسکولوں میں اُس دن کچھ لڑکے غور حاضر تھے۔ ان کی اس غیر حاضری کو بھی 'بھارت' مان لیا گیا۔ دونوں اسکول بند کر دیئے گئے۔ سب ناگا دیہاتوں آوارہ پھرتے گئے۔ اُس سال نومبر تک وہ اسکول نہ کھل پائے۔ مجبور ہو کر ناگا لوگوں نے اپنے بچوں کے لئے انہیں دو شہروں میں دو پرائیویٹ ہائی اسکول کھول دیئے۔

مارچ سن 1953 میں آسام سرکار نے ماکاک چوگ علاقہ کو ہائی علاقہ (Disturbed area) اعلان کر دیا۔ وہاں کے ہائی اسکول پر فوج نے قبضہ کر لیا۔ جو پرائیویٹ اسکول وہاں ناگلوں نے کھولا تھا وہ بھی زبردستی بند کر دیا گیا۔

ناگا لیڈروں نے پھر ایک بار پڑا تھا کی کہ انہیں پردھان منتری جواہر لال نہرو سے ملنے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنے دل کی بات ان سے کہ سکیں۔ دلی میں ملاقات کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ ناگا نیشنل کونسل کے نام دلی سے ناگا لیڈروں کو دلی

بھولانے کے لیے کوہیما تار بھجا گیا۔ شری چاندولا کا کہنا ہے کہ آسام میں جانے کس نے اس تار کو دبا رکھا اور وہ تار ٹیگ اس تاریخ کو کوہیما میں لگا دیا گیا جو تاریخ دلی میں ان کی ملاقات کے لئے طے تھی۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ لگا نیٹاؤں نے پھر تیسری بار ملاقات کے لئے کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بار آسام کے گورنر نے ان کی پرارتھنا بھیجی۔

ہی میں منتظر کر دی۔

پنت اور ڈیبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بلسن پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کانسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں موقع نہیں دیا گیا۔

شری پنت اور شری ڈیبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کانسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں موقع نہیں دیا گیا۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈیبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے ملاکر اپنی کہانی کہنا چاہی۔ ناگا سرکار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہوئے۔ انہوں نے شری ڈیبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹاں بھی تیار کر لی۔ جس طرح جوار لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سرکار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر سے نکلتے تھے۔ شری ڈیبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سونٹیفیکیشن پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سرکار دوسری بار دیکھی اور نراش اپنے اپنے گھر سے چلے گئے۔ شری ڈیبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈیبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے ملاکر اپنی کہانی کہنا چاہی۔ ناگا سرکار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہوئے۔ انہوں نے شری ڈیبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹاں بھی تیار کر لی۔ جس طرح جوار لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سرکار اپنے اپنے ہاتھوں میں بھیت کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر سے نکلتے تھے۔ شری ڈیبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سونٹیفیکیشن پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں گے تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سرکار دوسری بار دیکھی اور نراش اپنے اپنے گھر سے چلے گئے۔ شری ڈیبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹاں ناگا رہنماؤں نے شری ڈیبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جتنی مسکیناں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس گفتگو کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دس اور وکس ساتھ ساتھ

جو پوسٹاں ناگا رہنماؤں نے شری ڈیبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جتنی مسکیناں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس گفتگو کے بعد بات چیت کا دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اس بار بار کے ایمان نے بہت سوں کے دلوں کو تیز دیا۔

دمن اور وکاس

اس طرح ناگاؤں میں استیثی بڑھ چلا گیا۔ سرکار اس استیثی کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکی کا اہوک جابز قرار دیا۔ جبکہ جبکہ نوجوان بھائی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقہ کی ’’اٹنی‘‘ اور ’’وکس‘‘ کی چوٹی مٹی بوجھنا شروع کر دیں۔ ناگا رہنما اور ان کے آدمی نہ پہلی چوٹی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

اس طرح ناگاؤں میں استیثی بڑھ چلا گیا۔ سرکار اس استیثی کو دبانے کے لئے ایک طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکی کا اہوک جابز قرار دیا۔ جبکہ جبکہ نوجوان بھائی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقہ کی ’’اٹنی‘‘ اور ’’وکس‘‘ کی چوٹی مٹی بوجھنا شروع کر دیں۔ ناگا رہنما اور ان کے آدمی نہ پہلی چوٹی کی قدر کر سکے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

لیفٹننٹ کے नेता जगह जगह छिरते फिरते थे. उन्होंने आम तौर पर इन योजनाओं के साथ असहयोग किया. बन्दूकों के साथे में उन्नति की योजनाएं जारी रखी गईं. कुछ नागा लोगों ने भारत की फौजों का मुकाबला करना भी शुरू कर दिया. मोकोकुचुंग का इलाका भी बारी करार दे दिया गया. वहां का स्कूल भी बंद कर दिया गया और वहां भी स्कूल की इमारत पर फौज का कब्जा हो गया.

श्री चन्दोला के अनुसार सन् 1956 के शुरू में नगा नेशनल काउन्सिल किर्तव्य विमूढ़ मालूम होती थी. अचानक उनके एक बहुत बड़े नेता (Sakhri) सखरी को कोई कहीं उड़ा ले गया. कुछ दिन बाद मालूम हुआ कि सखरी को किसी ने मार डाला.

सरकार पक्ष

श्री चन्दोला के लेख के चार दिन बाद 'नागा समस्या' पर 'एक सम्वाद दाता' का एक छोटा सा लेख निकला जो सरकारी बयान नहीं है, परन्तु उनके लेख के जवाब में सरकार पक्ष से लिखा हुआ मालूम होता है. उस लेख में नागा लोगों की "बहादुरी, ईमानदारी, सच्चाई" वगैरा की तारीफ की गई है और उनकी कमी यह बताई गई है कि वह जल्दी से शक और अविश्वास का शिकार हो जाते हैं. यह भी माना गया है कि सरकार आजादी के बाद नागा लोगों से जैसा चाहिये था मेल मिलाप पैदा नहीं कर सकी. नागा नेशनल काउन्सिल के प्रधान श्री फ़िज़ो पर यह इलजाम लगाया गया है कि उन्होंने सरकार के खिलाफ अपने लोगों में ग़लत कहमियां फेलाई. यह भी कहा गया है कि श्री जवाहरलाल नेहरू तीन बार श्री फ़िज़ो से मिले. कहा गया है कि नागा नेता ऊपर से अहिंसा और शान्ति की नीति का ऐलान करते हैं और अन्दर अन्दर उन नागाओं के खिलाफ मार काट और लूट मार की तजवीज़ें करते रहते हैं जो अपने नेताओं की पालिसी से इत्तफ़ाक़ नहीं करते. कहा गया है कि भारत की फौजें केवल बफ़ादार और अमन पसन्द नागाओं की रक्षा के लिये वहां गई हैं. अन्त में यह भी साफ़ कह दिया गया है कि जब तक नागा नेता इस तरह की मार काट और मुकम्मल आजादी की बात करना बन्द नहीं करदेंगे सरकार उनसे कोई बात करने को तय्यार नहीं है.

इस दूसरे लेख को पढ़ने के बाद भी बात वहीं की वहीं रहती है. श्री चन्दोला की किसी भी रूस बात को, जिन में से कुछ हमने ऊपर दी हैं, इस लेख में ग़लत नहीं बताया गया.

इसमें सन्देह नहीं फौजी निगाह से अन्त में भारत सरकार ही जोतेगी. लेकिन आम नागा लोगों के दिलों में जो असन्तोष, अविश्वास और बद दिली घर कर चुकी है वह इस तरह नहीं निकल सकती.

لہ ان کے نیٹا جگہ جگہ چہرتے پھرتے تھے . انہوں نے عام طور پر ان یوجناؤں کے ساتھ اسہدوگ کیا . بلدتوں کے ساتھ میں انڈی کی یوجنائیں جاری رکھی گئیں . کچھ ناگا لوگوں نے بھارت کی فوجوں کا مقابلہ کرنا بھی شروع کر دیا . موکوکیچونگ کا علاقہ بھی ہلکی قرار دے دیا گیا . وہاں کا اسکول بھی بند کر دیا گیا اور وہاں بھی اسکول کی عمارت پر فوج کا قبضہ ہو گیا .

شری چندولا کے انوسار سن 1956 کے شروع میں ناگا نیشنل کاؤنسل کنکرتویہ وسورہ معلوم ہوتی تھی . اچانک ان کے ایک بہت بڑے نیٹا سکھری (Sakhri) کو کوئی کہیں اڑا لے گیا . کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ سکھری کو کسی نے مار ڈالا .

سرکار پکھی

شری چندولا کے لیکھ کے چار دن بعد 'ناگا سمسیا' پر ایک 'سمواد داٹا' کا ایک چھوٹا سا لیکھ نکلا جو سرکاری بیان نہیں ہے، پرنتو ان کے لیکھ کے جواب میں سرکار پکھی سے لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے . اس لیکھ میں ناگا لوگوں کی "بہادری" ایمانداری سچائی، وغیرہ کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی کسی یہ مٹائی گئی ہے کہ وہ جلدی سے شک اور اوشواس کا شکار ہو جاتے ہیں . یہ بھی مانا گیا ہے کہ سرکار آزادی کے بعد ناگا لوگوں سے جیسا چاہئے تھا میل ملاپ پیدا نہیں کر سکی . ناگا نیشنل کاؤنسل کے پردھان شری فیزو پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے سرکار کے خلاف اپنے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلائیں . یہ بھی کہا گیا ہے کہ شری جو نھر لال نہرو تین بار شری فیزو سے ملے . کہا گیا ہے کہ ناگا نیٹا اوپر سے اھنسا اور شانتی کی نیکی کا اعلان کرتے ہیں اور اندر اندر ان ناگاؤں کے خلاف مار کات اور لوٹ مار کی تجویزیں کرتے رہتے ہیں جو اپنے نیٹاؤں کی پالہسی سے اتفاق نہیں کرتے . کہا گیا ہے کہ بھارت کی فوجیں کھول وندار در امن پسند ناگاؤں کی دشا کے لئے وہاں گئیں ہیں . انت میں یہ بھی صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک ناگا نیٹا اس طرح کی مار کات اور 'مکمل آزادی' کی بات کرنا بند نہیں کر دینگے سرکار ان سے کوئی بات کر لے کو تیار نہیں ہے .

اس دوسرے لیکھ کو پڑھنے کے بعد بھی بات وہیں کی وہیں رہتی ہے . شری چندولا کی کسی بھی خاص بات کو، جن میں سے کچھ ہم نے اوپر دی ہیں، اس لیکھ میں غلط نہیں بتایا گیا .

اس میں سادہ سادہ نہیں فوجی نگاہ سے انت میں بھارت سرکار ہی جھٹکی . لیکن عام ناگا لوگوں کے دلوں میں جو اسنکوش، اوشواس اور بددلی گھر کر چکی ہے وہ اس طرح نہیں نکل سکتی .

اُصلی علی

شری ہریش چندالا کا کہنا ہے کہ ناگ قوم کے لوگ اور ان کے نیتا اب بھی بات چیت اور سمجھوتے سے سارا معاملہ طے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہیں 'سوانہین راجیہ' کی ہٹ نہیں ہے۔ اگر اور باتیں مل بیٹھ کر طے ہو جائیں تو وہ اب بھی بھارتیہ یونین میں رہنے کے لئے تیار ہیں۔ پر آج کی حالت میں پہلے ان سے "مکمل آزادی" کی بات چھوڑ دیئے کے لئے مدد کرنا اور اس کے بعد بات چیت کے لئے راضی ہونا ہمیں کسی طرح ٹھیک نہیں چلچلتا۔ اس طرح کے معاملوں میں دنیا کی سرکاروں کا "آن" یعنی پریسٹیج کا خیال دینے کے لئے بہت سی مصیبتیں پیدا کرنا رہا ہے۔

اس سارے معاملہ میں بھارت سرکار کے اوپر کے کچھ زمہدار لوگوں، خاص کر شری جواہر لال نہرو کی ناگ لوگوں کی طرف شوبھیچا میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ناگ لوگوں میں بھی بہت کم ہونے چاہیں پختہ جواہر لال جیسوں کی نہت پر شک ہو۔ لیکن اس ٹھیک نیتی اور شوبھیچا کے باوجود اس میں بھی شک نہیں کہ ناگ علاقے میں ہمارے کارناموں اور دنیا کے کچھ دوسرے علاقوں میں سامراجیت وادیوں کے کارناموں میں بہت ادھک فرق نہیں دکھائی دیتا۔ دیہر کو اُٹلت کرنے اور وکست کرنے کی یوجنائیں بھی دونوں میں ایکسی ملتی ہیں۔ ہندوتوں کی چھاپا میں وکست یوجنائیں کسی دیہی کو پنہلے میں مدد نہیں دے سکتیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ناگوں سے غلطیاں نہیں ہونیں، پر کل معاملے کو پوری طرح دیکھتے ہوئے ہمیں ناگ علاقوں میں اپنے کارناموں پر لچا آ رہی ہے۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دوہائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگ علاقے کا معاملہ ایک شدت گھریلو معاملہ ہے کوئی باہر کا ہملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگ علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہیں۔ ہمیں اس میں ذرا ہی سلبیت نہیں کہ سچی چھپا سچی ہمدردی سچے پریم اور پوسہر سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سہولتیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دوہائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگ علاقے کا معاملہ ایک شدت گھریلو معاملہ ہے کوئی باہر کا ہملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگ علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہیں۔ ہمیں اس میں ذرا ہی سلبیت نہیں کہ سچی چھپا سچی ہمدردی سچے پریم اور پوسہر سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سہولتیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

—سندر لال۔

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب کی کچھ حدیثیں

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

محمد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' یعنی ایمان والا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' یعنی ایمان والا ہے۔"

ابن عمر، تیرمیزی .

ابن عمر، تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ٹھکتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ٹھکتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

ابو سعید، تیرمیزی .

ابو سعید، تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بہلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی دھونکی اور ہزدل ہوتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بہلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی دھونکی اور ہزدل ہوتا ہے۔"

ابو ہریرہ، ابو داؤد : تیرمیزی .

ابو ہریرہ، ابو داؤد : تیرمیزی .

محمد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نیگاہ سے سب سے پکا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نیگاہ سے سب سے پکا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

ابو ہریرہ، ابو داؤد : داریمی .

ابو ہریرہ، ابو داؤد : داریمی .

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کو سب سے اچھا برتاؤ کرنے کی اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصتا ہے۔"

محمد صاحب نے کہا:—"مومن کو سب سے اچھا برتاؤ کرنے کی اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصتا ہے۔"

عائشہ، ابو داؤد .

عائشہ، ابو داؤد .

محمد صاحب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں

محمد صاحب نے کہا:—"کریامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلڑے میں سب سے وزن دار چیز دوسروں

کا 'مومن' کا شہادتہ ایمان والا ہے . مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے . اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

کا 'مومن' کا شہادتہ ایمان والا ہے . مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے . اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

کے ساتھ اس کا اچھا برتاؤ ہوگا اور سچ مجھے اللہ پر شرم آدمی کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو دوسروں کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے دشمنی رکھتا ہے۔

—ابودردہ، ترمذی : ابوداؤد .

—ابو ہریرہ، ترمذی : ابوداؤد .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کسی دوسرے کی برائی نہیں کرتا، نہ کسی کو کھستا ہے، نہ کوئی گندہ کام کرتا ہے، اور نہ کسی کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے۔“

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہقی .

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہقی .

محمد صاحب نے کہا: —”کسی مومنین کے اندر کبھی یہ دو چیزیں ایک ساتھ نہیں ہوتیں۔ کذب و سب اور بد اخلاقی (اشقتا)۔“

—ابو سعید، ترمذی .

—ابو سعید، ترمذی .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کی مثال ایک ایسے ہیرے پتھر سے دی جاسکتی ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ جس کا سایہ کبھی ختم ہوتا ہے۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”ایک مومن کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ پریم کرنے، ایک دوسرے پر دیا کرنے اور ہمدردی کرنے میں ویسی ہی ہے جیسے ایک جسم کی مثال . اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم رات بھر جاگ کر اس کا ساتھ دیتا ہے اور سارے جسم کو بخار ہو جاتا ہے۔“

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن ناچ کی کھڑی ہوئی بالوں کی طرح ہوتا ہے . ہوا اور آندھی اُسے بار بار جھکانی دیتی ہے . اسی طرح مومن کے اوپر آزمائشوں بار بار آتی رہتی ہیں . اُس کے خلاف منافع یعنی دھونکی آدمی سرو کے اُس پتھر کی طرح ہوتا ہے جو اُس وقت تک نہیں جھکتا جب تک اُسے گرا نہ دیا جائے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن دوستی کا گھر ہوتا ہے، اور جو آدمی دوسروں کو دوست نہیں بنانا نہ دوسرے اُسے دوست بناتے ہیں، وہ آدمی بالکل نکما ہے۔“

—ابو ہریرہ، احمد : ابویہقی .

—ابو ہریرہ، احمد : ابویہقی .

मुहम्मद सादत की कुछ हद्दीसें

मुहम्मद साहब से पूछा गया:—“आप उस आदमी की बाबत क्या सोचते हैं जो कोई नेक काम करता है और लोग उसके लिए उसकी तारीफ़ करते हैं और उससे प्यार करते हैं ?” मुहम्मद साहब ने जवाब दिया:—“मोमिन की यही सबसे पहली पहचान है.”

—अथू ज़र, मुसलिम.

पैगम्बर से पूछा गया:—“सबसे अच्छा आदमी कौन है ?” पैगम्बर ने जवाब दिया:—“सबसे अच्छा आदमी वो मोमिन है जो अपनी जान और अपने माल से अल्लाह की राह में जेहाद (नेकी करने की कोशिश) करता है.” पैगम्बर से फिर पूछा गया—“उससे उतरकर सबसे अच्छा आदमी कौन है ?” पैगम्बर ने जवाब दिया:—“वो आदमी जा किसी पहाड़ी गुफा में पड़ा रहता है, अल्लाह से डरता है और किसीदूसरे के साथ बुराई करने से अपने को बचाए रखता है.”

—अबू सईद, बुखारी: मुसलिम: अबू दाऊद:
तिरमिज्जी: नसाई.

मुहम्मद साहब ने कहा :—“किसी मोमिन के लिए यह जायज नहीं है कि वो किसी दूसरे मोमिन को तीन दिन से ज़ियादा अपने से अलग किए रहे, और अगर तीन दिन निकल जावें तो उसे चाहिए कि उस दूसरे आदमी से जाकर मिले और उसे सलाम करे, फिर अगर दूसरा भी प्रेम से जवाब दे तो अल्लाह की तरफ़ से दोनों को सवाब मिलेगा, लेकिन अगर दूसरा प्रेम से जवाब न दे तो वो पाप का भागी होगा; वह आदमी जो तीन दिन से ज़ियादा, अपने भाई से बिगाड़ रखता है दूसरी दुनिया में दाँख की आग में जायगा.”

—अबु हुसैन, अबु दाऊद.

मुहम्मद साहब ने कहा:—“कोई आदमी व्यभिचार नहीं करता जो व्यभिचार भी करे और मोमिन भी हो, कोई आदमी चोरी नहीं करता जो चोरी भी करे और मोमिन भी हो, कोई आदमी कोई नशे की चीज नहीं पीता जो नशा भी पिये और मोमिन भी हो, कोई आदमी डाका नहीं डालता जिसे लांग डाका डालते देखें और वह डाका भी डाले और मोमिन भी हो, और कोई दूसरे को धोखा नहीं दे सकता जो दूसरे को धोखा भी दे और मोमिन भी हो, इसलिए खबरदार रहो, खबरदार !”

—अबू दुरैरा, बुखारी: मुसलिम.

—अनुवादकः श्री मुर्जीब रिजवी.

مقدمہ وادب کی کچھ حدیثیں

محمد صاحب سے پوچھا گیا۔ ”آپ اُس آدمی کی بات کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اُس کے لئے اُس کی تعریف کرتے ہیں اور اُس سے بہار کرتے ہیں؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:۔ ”مومن کی یہی سب سے پہلی پہچان ہے۔“

—ایوزر، مسلم۔

پیغمبر سے پوچھا گیا: ”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیغمبر نے جواب دیا: ”سب سے اچھا آدمی وہ مومن ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیغمبر سے پھر پوچھا گیا: ”اُس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیغمبر نے جواب دیا: ”وہ آدمی جو کسی بھاری گنہگار میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے دُرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ بھڑائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

— ابو سعید، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی .

محمد صاحب نے کہا: ”کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ رکھے، اور تین دن نفل جاویں تو اُسے چاہئے کہ اُس دوسرے آدمی سے جا کر ملے اور اُسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوتا؛ وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دروزخ کی آگ میں جانیگا۔“

—أبو هريرة؛ إسناده صحيح .

محمد صاحب نے کہا:—”کوئی آدمی وہ بھڑا نہیں کرتا جو وہ بھڑا بھی کرے اور مومن بھی ہو؛ کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومن بھی ہو؛ کوئی آدمی کوئی نشہ کی چیز نہیں پیتا جو نشہ بھی پئے اور مومن بھی ہو؛ کوئی آدمی ذائقہ نہیں ڈالتا جسے لوگ ذائقہ ڈالتے دیکھیں اور وہ ذائقہ بھی ڈالے اور مومن بھی ہو؛ اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومن بھی ہو؛ اِس لئے خبردار رہو؛ خبردار!“

— ابو هريره، بخاری: مسلم .

—انوادک: شری مجیب رضوی .

ہماری رائے

وینوبا جی اور भारत کی राजधानی

وینوبا جی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نگاہ سے دہلی آزاد بھارت کی راجधानی نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک کارن سماچاریکروں کے انوسار انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ دہلی میں شراب کی ندیاں بہتی ہوں۔ ہمیں بھی ان سات برس کے اندر دہلی آنے اور رھنے کا کافی موقع ملا ہے۔ ونباجی کی بات میں بہت کچھ سچائی ہے۔ اخباروں کے اندر آنکڑے بھی نکل چکے ہیں کہ حال میں دہلی میں شراب کی بھیت کتنی ادھک بڑھی ہے۔ پر شاید شراب کی بھیت بھی اتنی بڑی بت نہیں ہے۔ ہم نے بچیم کی بہت سی راجدهانوں کو دیکھا ہے۔ ہمیں یہ کہتے دیکھ ہوتا ہے کہ دہلی بچیم کی کچھ راجدهانوں کی نقل نہیں، بھونڈی نقل ہے۔ ان چیزوں کی تفصل میں جانا کسی کے لئے بھی روچیکر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے ایک کی کمزوری سب کی کمزوری ہے۔ پر اس میں سندیم نہیں کہ کلچر یا سنسکرتی کی نگاہ سے جہوں کا جو آدرہی آج کی دہلی دیش کے سامنے رکھ رہی ہے وہ سارے دیش کو اوپر اٹھانے کے بجائے نیچے گھسیٹ رہا ہے۔ جب ہم دہلی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب نئی دہلی سے ہے، پرانی دہلی سے نہیں۔ پرانی دہلی اب بھی نئی دہلی سے ان باتوں میں کہیں بہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد بھارت کی راجधानی دہلی رہے۔ انگریزوں کے ہوائے ہوئے سیکریٹریٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائسریکل پبلکس ان سب کو وہ وشودیالوں، کالجز، اسپتالوں اور کوڈیخانوں کے لیتے دے دینا چاہتے تھے۔ آزاد بھارت کی راجधानی وہ شہر سے دور گڑوں کے وائوں میں چاہتے تھے، جہاں بھلی بھی ہو، ضرورت کے

وینوبا جی اور بھارت کی راجدهانی

وینوبا جی کی باتیں ہمیشہ بڑے مارکے کی ہوتی ہیں۔ دیش کے سب بھلا چاہنے والوں کا فرض ہے کہ ان کی باتوں کو دھیان سے سنیں، پڑھیں اور ان پر گہمیرتا سے وچار کریں۔

حال میں انہوں نے کہا ہے کہ سنسکرتی یا کلچر کی نگاہ سے دہلی آزاد بھارت کی راجधानی نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک کارن سماچاریکروں کے انوسار انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ دہلی میں شراب کی ندیاں بہتی ہوں۔ ہمیں بھی ان سات برس کے اندر دہلی آنے اور رھنے کا کافی موقع ملا ہے۔ ونباجی کی بات میں بہت کچھ سچائی ہے۔ اخباروں کے اندر آنکڑے بھی نکل چکے ہیں کہ حال میں دہلی میں شراب کی بھیت کتنی ادھک بڑھی ہے۔ پر شاید شراب کی بھیت بھی اتنی بڑی بت نہیں ہے۔ ہم نے بچیم کی بہت سی راجدهانوں کو دیکھا ہے۔ ہمیں یہ کہتے دیکھ ہوتا ہے کہ دہلی بچیم کی کچھ راجدهانوں کی نقل نہیں، بھونڈی نقل ہے۔ ان چیزوں کی تفصل میں جانا کسی کے لئے بھی روچیکر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے ایک کی کمزوری سب کی کمزوری ہے۔ پر اس میں سندیم نہیں کہ کلچر یا سنسکرتی کی نگاہ سے جہوں کا جو آدرہی آج کی دہلی دیش کے سامنے رکھ رہی ہے وہ سارے دیش کو اوپر اٹھانے کے بجائے نیچے گھسیٹ رہا ہے۔ جب ہم دہلی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب نئی دہلی سے ہے، پرانی دہلی سے نہیں۔ پرانی دہلی اب بھی نئی دہلی سے ان باتوں میں کہیں بہتر ہے۔

گاندھی جی بھی دیش کے آزاد ہونے کے بعد یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزاد بھارت کی راجधानی دہلی رہے۔ انگریزوں کے ہوائے ہوئے سیکریٹریٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اور وائسریکل پبلکس ان سب کو وہ وشودیالوں، کالجز، اسپتالوں اور کوڈیخانوں کے لیتے دے دینا چاہتے تھے۔ آزاد بھارت کی راجधानی وہ شہر سے دور گڑوں کے وائوں میں چاہتے تھے، جہاں بھلی بھی ہو، ضرورت کے

انوسار ٹیلیفون اور موٹرکاروں میں ہوں، پر جہاں دیش کے شاسک اور قانون بنانے والے سادہ، سول اور سچا جہوں بتاسکیں اور جہاں سے نیک یعنی اخلاقی لہریں سارے دیش میں پھیل کر سارے دیش کو اُونچا اُٹھا سکیں۔ ونوباجی کی آواز میں ہمیں بالکل گاندھی جی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ ہم ان سے پوری طرح سہمت ہیں۔ پر ابھی تو دیش اس کے ٹھیک اُٹھنے راستہ پر تھلکتا چلا جا رہا ہے۔

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُمتا کے جاکم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُنکا اس میں ہمیں کوئی سلب نہیں۔ جب وہ دن اُنکا تب ہی بھارت سچ سچ لوہر اُٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

26-5-56

—سندھ لال

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُمتا کے جاکم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُنکا اس میں ہمیں کوئی سلب نہیں۔ جب وہ دن اُنکا تب ہی بھارت سچ سچ لوہر اُٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

—سندھ لال

26.5.56

شری بی. جی. کپور اور دوسری پنچ ورشی یोजना

آج بھارت کی پہلی پنچ ورشی یोजना ختم ہو چکی، دوسری پنچ ورشی یोजना کی آجکل سب طرف چرچا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جہاں تک پڑے لکے لوگوں اور خاص کر راجکاجی نیندوں کا سبب ہے ان میں اُدھت کے دماغ کم یا زیادہ اسی طرح چلتے ہیں جس طرح ان یोजनाؤں کے تیار کرنے والوں کے دماغ۔ ان میں بہت تہیز ہے جو کسی دوسری طرح سوچتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں تک گاندھی جی کے وچاروں کا سبب ہے یہ دونوں یोजनाؤں گاندھی جی کے وچاروں اور آدرشوں سے کوئی میل نہیں رکھتیں۔ ان معاملوں میں گاندھی جی کا دماغ اور یोजना بنانے والوں کے دماغ بالکل دو طرح چلتے ہیں۔ گاندھی جی کی نگاہ تھی اُدھت گاؤں کی طرف اور غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور دستکاروں کی طرف۔ یोजना بنانے والوں کی نگاہ ہے اُدھت بڑے بڑے شہروں، اونچی اونچی اُتاریوں اور کروڑوں اور ارب پتوں کی طرف۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں گاندھی جی کے وچاروں سے سہمت پڑے لکے لوگ کم ہیں، اور جو ہیں وہی ان کی آواز بہت کم سنائی پڑتی ہے۔ جہاں تک کروڑوں عام جنتا کا سبب ہے وہ بھچارے اول تو ان یोजनाؤں کو سچ نہیں پاتے اور پھر بدی ان یोजनाؤں کے دعوں کی اپنی حالت سے تلتا کرتے ہیں تو من ہی من میں حورلن اور چپ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پہلی حالت میں اگر کہیں کوئی آواز ہی سچائی کے لئے اٹھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو اس آواز سے، چاہے وہ بقارخالے میں طوطی کی آواز ہی کیوں نہ ہو، ہمیں اور ہمارے جیسوں کو آنک سنترش ملے ہے۔

حال میں اسی طرح کی آواز دوسری پنچ ورشی بھجنا کے بارے میں شری بی. جی. کھیر کی سٹائی دی ہے۔ شری بی. جی. کھیر نے بمبئی میں سماچارپتروں کے پرنٹنگسٹوں سے کہا ہے کہ:—”جہاں تک گلوں کے اندر بیکاری اور بدروزگاری کا سلسلہ ہے یہ بھجنا بالکل نراشاجنک ہے۔“ انہوں نے بتایا کہ:—”بمبئی کی سپرین ڈسٹرکٹ ولیج انڈسٹریز ایسوسی ایشن (اطراف ضلع گرامودیوک سہا) نے گلوں کے لوگوں کی بیکاری اور بدروزگاری کو کم کرنے کے لئے دس ’پریشرمالیہ‘ کھولنے کا اور پانچ ہزار امپر چرخہ چلوانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس کام میں جنتا سے سہیوک کی پرارتہنا کی ہے۔“

شری بی. جی. کھیر کے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑ ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں سہ لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ انکا کہنا ہے کہ انہیں گاؤں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بیکار جاتا ہے، چرنکہ ان کے پاس اور کم کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سیکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیک وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیک وکس یعنی مالی ترقی کی غرض تہی پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کم کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اپنی اس دوسری پنچ ورشی بوجھان کو ناکافی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں سہ لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ انکا کہنا ہے کہ انہیں گاؤں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بیکار جاتا ہے، چرنکہ ان کے پاس اور کم کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سیکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیک وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑ ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہے ترین لاکھ بیکار مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگے جن میں سہ لاکھ گلوں والے ہونگے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آنکڑوں کو ٹیک نہیں مانتے۔ انکا کہنا ہے کہ انہیں گاؤں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بیکار جاتا ہے، چرنکہ ان کے پاس اور کم کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سیکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو ہسندے ہمارے غلط آرٹیک وچاروں اور آدرشوں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر کے انوسار اس طرح کے ادھ بیکار لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بے تہہ ہونے آنکڑوں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”بوجھانیں“ چلتی جاتی ہیں اور بیکاری بڑھتی جاتی ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیک وکس یعنی مالی ترقی کی غرض تہی پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کم کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اپنی اس دوسری پنچ ورشی بوجھان کو ناکافی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. خیر نے یہ بھی بتایا کہ کل بھارت کھادی اور گرام اڈیوگ بورڈ نے سرکار کو ایک پورا کارپہ کرم بنا کر دیا تھا جس کے انوسار جگہ جگہ ہاتھ کا سوت اس طرح کا تیار کر لیا جا سکتا ہے کہ جس سے ان پانچ برس کے اندر ہماری بڑھی ہوئی ضرورت کا پورا کھڑا بھی بن سکے اور جو ہمارے سب ہاتھ کرگوں پر اچھی طرح کام دے سکے۔ اسی کارپہ کرم کے انوسار سوا دو کروڑ امیر چرخہ جگہ جگہ چلوا دیئے کی ضرورت ہے جن سے پچاس لاکھ من سے اوپر سوت تیار ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کارپہ کرم کو کامیابی کے ساتھ چلایا جا سکتا تو کھول اُس سے ہی چھتیس لاکھ کانلہ والوں کو ساڑھے بارہ لاکھ ہیکروں اور اُن کے شاگردوں کو، تیس ہزار بونڈوں کو اور لگ بھگ بیس ہزار اور لوگوں کو کام مل سکتا تھا۔ شری بی. جی. کھدر کا کہنا ہے کہ امیر چرخہ کے ذریعہ گلوں کے پچاس لاکھ آدمیوں کو آسانی سے کام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کھادی کا کام کرنے والوں اور اُس طرح کی سلسلہوں کو زبردست نراشا ہوئی جب بھارت سرکار نے اُس کارپہ کرم کو نامنظور کر دیا۔ آگے بھی سرکار سے کبھی پوری طرح مانیگی اِس کی آشا کم ہے۔

ہم شری بی. جی. کھدر کے ان وچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونجی پکیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہش کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جنتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جنتا کا سبندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتور اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم ساچار پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کھنڈ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم شری بی. جی. خیر کے ان بیچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونجی پکیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہش کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے، عام جنتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جنتا کا سبندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتور اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم ساچار پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کھنڈ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم ساچار پتروں میں اِس یوجنا پر کئی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چھڑوں کو دوہراتا نہیں چاہتے۔ ہماری رائے صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہش کی غریب جنتا پر سوچ سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں، جس نمک کی ہایت گاندھی جی انکرز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے، جس میں اُن کی کسی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دیہش دیہش میں جا کر قہرہ لینے کی کوشش کرنی پڑے، اور جس میں پھر بھی اربوں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے، جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کھنڈ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے، وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہش کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

کرم یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو پہلے آواز سے سچ سے سچا خاتے میں طوطی کی آواز ہے۔

شری بی۔ جی۔ خیر جو کچھ نوشہرہ خود کر رہے ہیں اُسے ہم دل سے سراہتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت چاہتے ہیں۔

26. 5. 56

—سندھ لال

فرض یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو پہلے آواز سے سچ سے سچا خاتے میں طوطی کی آواز ہے۔

شری بی۔ جی۔ خیر جو کچھ نوشہرہ خود کر رہے ہیں اُسے ہم دل سے سراہتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت چاہتے ہیں۔

26. 5. 56

—سندھ لال

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمارے प्रदेश उत्तर प्रदेश में बनारस का नाम बदल कर वाराणसी रखा जाना एक दर्जे तक हंसी की और अप्रा-कृतिक यानी खिलाफ कदमत बात है। दुनिया में सब जगह दुनिया के लाखों शब्दों और खास कर नामों का अनन्तता का गला उसी तरह रगड़ रगड़ कर गोल, सरल और सुन्दर बनाता रहता है जिस तरह गंगा का पानी उस पानी में पड़ी हुई पथरियों को। शब्द सब अन्त में रुढ़ि ही होते हैं। योगिक शब्दों के टुकड़े या निकास भी अधिकतर स्वयं रुढ़ि होते हैं।

हमें इस से अधिक हंसी की इस समय एक और घटना याद आ रही है। दो चार बरस पहले की बात है। विल्लो में हमारे घर पर आर्य समाज के मशहूर वेदवेत्ता पंडित विश्व बन्धु जी बैठे हुए थे। कुछ और सज्जन भी बैठे थे। तत्सम, तद्भव की बात चल पड़ी। कुछ सज्जन ‘मूल शब्द’ पर जाने की बात करने लगे। पंडित विश्व बन्धु जो कुछ देर से चुप बैठे सुन रहे थे। आखिर वह गम्भीरता के साथ बोले—
“भाई! मूल की तरफ ही जाओगे तो बड़ी कठिनाई पड़ जायगी। वेदों के अनुसार सब भाषाओं का विकास दो आवाजों से है—बन्दर की ‘चि’ और कुत्ते की ‘भौ’। मूल तो यही दो हैं।” हम उनके ये शब्द याद से लिख रहे हैं। पर आशय यही था। उनके इस कहने पर सब हंस पड़े और बात खतम हो गई।

गंगा अपना काम बन्द नहीं कर सकती। पोती फिर से दादी नहीं हो सकती। न सहारनपुर फिर से ‘शाह हारूनपुर’ हो सकता है और न ‘बनारस’ फिर से ‘वाराणसी’। जनता बहुत दिनों बहकाई भी नहीं जा सकती। जनता के जिस गले ने पहले वाराणसी का बनारस बनाया था वह और कुछ समय बाद नए वाराणसी को ‘बन्सी’ या कुछ और बनाकर रहेगा। पर कुछ दिनों की मुसीबत जरूर है।

सबसे अधिक दुख की बात यह है कि इस देश में ऊंचे से ऊंचे स्थानों पर अभी तक इस तरह के लोग मौजूद हैं जो कुछ ऐतिहासिक आन्तियों, साम्प्रदायिक भावनाओं और किसी भी भाषा के पाक या नापाक होने के हानिकर अंध विश्वासों से ऊपर नहीं उठ पाते। रैरियत और नफरत के दैत्यों ने हमारे दिलों पर काफी सिक्का जमा रखा है। प्रेम के

‘बनारस’ की जगह ‘वारानसी’

हमारे प्रदेशی اُتر پردیش میں بنارس کا نام بدل کر وارانسى رکھا جانا ایک درجے تک ہاسی کی اور اپرائرتک یعنی خلف قدرت ہوت ہے۔ دنیا میں سب جگہ دنیا کے لاکھوں شعبوں اور خاص کر ناموں کو چلتا کا کلا اُسی طرح رگڑ رگڑ کر گول، سرل اور سندر ہاتا رہتا ہے جس طرح گنگا کا پانی اُس پانی میں پڑی ہوئی پتھریں کو۔ شد سب انت میں روزی ہی ہوتے ہیں۔ یوگک شعبوں کے ٹکڑے یا نکلیں بھی ادھکتر سربم روزی ہوتے ہیں۔

ہمیں اِس سے ادھک ہاسی کی اِس سے ایک اور کہتا یاد آ رہی ہے۔ دو چار برس پہلے کی بات ہے۔ دلی میں ہمارے گھر پر آریہ سماج کے مشہور وید ویتا پنڈت وشوہندھو جی بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ اور سجن بھی بیٹھے تھے۔ تنم، تدیو کی بات چل پڑی۔ کچھ سجن ‘مول شبد’ پر جانے کی بات کرنے لگے۔ پنڈت وشوہندھو جی کچھ دیر سے چپ بیٹھے سن رہے تھے۔ آخر وہ گمبھیرتا کے ساتھ بولے—“بھائی! مول کی طرف ہی جاؤ گے تو بڑی کٹھنائی پڑ جائیگی۔ ویدوں کے انوسار سب بھاشوں کا نکلس دو آوازوں سے—بندر کی ‘چی’ اور کتے کی ‘بھوں’۔ مول تو یہی دو ہیں۔” ہم اُن کے یہ شبد یاد سے لہ رہے ہیں۔ پر اُشیہ بھی تھا۔ اُن کے اِس کہنے پر ہم سب ہنس پڑے اور بات ختم ہو گئی۔

گنگا اپنا کام بند نہیں کر سکتی۔ پوتی پھر سے داندی نہیں ہو سکتی۔ نہ سہارن پور پھر سے ‘شاہ ہارون پور’ ہو سکتا ہے اور نہ ‘بنارس’ پھر سے ‘وارانسى’۔ چلتا بہت دنوں بھائی بھی نہیں چاسکتی۔ چلتا کے جس کالے نے پہلے وارانسى کا بنارس بنایا تھا وہ اور کچھ سمے بعد نئے وارانسى کو ‘بُنسی’ یا کچھ اور بنا کر رہ گیا۔ پر کچھ دنوں کی مصیبت ضرور ہے۔

سب سے ادھک دلم کی بات یہ ہے کہ اِس دلم میں اُونچے سے اُونچے استھانوں پر ابھی تک اِس طرح کے لوگ موجود ہیں جو کچھ ایتھاسک ہرکتوں، سامہرد ایک ہاؤنٹوں اور کسی بھی بھاشا کے پاک یا ناپاک ہونے کے ہانہکر اندھ وھولسوں سے اُپر نہیں اُٹھ پاتے۔ غریب اور نفرت کے دیتوں نے ہمارے دلوں پر کئی سکے جما رکھا ہے۔ پریم کے

دعوت کو جہاں بٹھانے کی جگہ دیکھا نہیں دیتی۔ دنیا کبھی جا رہی ہے؟ ہم کبھی جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

دینا کو جہاں بٹھانے کی جگہ دیکھا نہیں دیتی۔ دنیا کبھی جا رہی ہے؟ ہم کبھی جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

26-5-56

—سندر لال

—سندر لال

26.5.56

چینی پنچانگ (جنتری)

تین ہزار برس سے چین میں دینوں، مہینوں اور برسوں کے حساب لگانے کا ایک خاص طریقہ چلا آتا تھا۔ سن 1949 میں جب نئی سرکار اس دین میں قائم ہوئی تو اس نے اس پرانے پنچانگ کو ختم کر کے نیا یورپیہ یا عیسائی پنچانگ دینے میں چاہا اور دیا۔ نئی سرکار نے یہ بات کیوں سب کی آسانی کے لئے کی ہے، کیونکہ لگ بھگ ساری باقی دنیا میں بھی آج بھی عیسائی پنچانگ چلتا ہے اور دنیا کو ایک کرنے میں اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پرانے چینی پنچانگ میں بہت سے گن بھی تھے۔ اس لئے دین کی جنتا میں وہ ابھی تک ایک درجہ تک چلا ہے، خاص کر کسانوں کو اس سے بڑی مدد ملتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان کے پرانے مہینوں سے بھارت کے کسانوں کو ملتی ہے۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دین کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مانتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو قائم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (اسپرنگ فیسٹیو) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

نئی چینی سرکار چار راشٹریہ تیوہار مانتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری کے نئے سال کا دن، تیسرا پہلی مئی دن، چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چین کے راشٹریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی دہتی ہے۔

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے لئے یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چینی لوگ تاریخی نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے لئے یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دین کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مانتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو قائم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (اسپرنگ فیسٹیو) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دین کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مانتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو قائم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (اسپرنگ فیسٹیو) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دین کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مانتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو قائم رکھا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (اسپرنگ فیسٹیو) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے لئے یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چینی لوگ تاریخ نگاہی کے لئے ہم سے ٹھیک اُلٹا طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے لئے یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 56.12.25 تو وہ لکھتے ہیں 25.12.56۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹہ 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال۔ یہ سمجھتا ہے کہ 365 دن 5 گھنٹہ 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لک بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم ہی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہو گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوتا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھانہ اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک دسائوں کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگک ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال۔ یہ سمجھتا ہے کہ 365 دن 5 گھنٹہ 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جیتنی دیر میں دھرتی اپنی دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

بھارت کے ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے لک بھگ ہر چوتھے سال لوند کے مہینے کا رواج ڈالا۔ لک بھگ ہر 97 برس کے بعد وہ ایک مہینہ کم ہی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہو گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوتا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھانہ اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینے چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک دسائوں کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگک ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

سمجھتے ہیں اور جو دیس کے دوسرے ادھکار حصوں میں بھی آسانی سے سمجھی جاتی ہے۔ ہماری یہ بول چال کی زبان ہماری بدقسمتی سے ساتھ کے میدان میں پہنچ کر دو شکلیں میں بٹ گئی جس سے دیس، اس کی اہمیت اور اس کے بچے کو کافی نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مہاتما گاندھی اور ہندی کی ان دونوں ذراؤں کو ملا کر دیکھ کر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندوستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بنیادی زبان کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بنیادی زبان کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بنیادی زبان کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیس واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجہ کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا بھلا بھیہم پر چڑھنا چاہتے تھے۔

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیس کے چلے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیس بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ تھے اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

بھاشا کے معاملے میں ہمیں آج بھی گاندھی جی کی بات پر اتنا ہی پکا وشواس ہے۔ جتنا آج سے دس برس پہلے تھا۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ ہندی کے نام سے جو بلاؤں، سمجھ میں نہ آنے والی، بے مستحاورہ، روکھی اور غلط زبان آج اس دیس میں چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ بہت دنوں نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہندی اور اردو کی ایک الگ دھارا انہیں اس دیس میں بہت دنوں نہیں بہ سکتیں۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہماری آگے کی راشٹر بھاشا یعنی دلی سرکار کی بھاشا اور پردیشی پردیش کے بچے کے کام کی بھاشا وہی ملی جلی بھاشا ہوگی جسے گاندھی جی ہندوستانی کہنا چاہتے تھے۔ دیس کو اگر پنہا ہے تو نفروں، تلک نگاہوں اور آندھ وشواس کی شکلیاں دیر تک پریم، آداریا اور سمجھداری کی شکلیوں کو دبا نہیں رکھ سکتیں۔ پر ابھی روک کچھ زور ہے۔

'نیا ہند' مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو زندہ رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

مہاتما گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھاراؤں کو ملا کر دیکھ کر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندوستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بنیادی زبان کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ بول چال کی ایک بنیادی زبان کے دو الگ الگ نام ہوتے ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیس واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجہ کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا بھلا بھیہم پر چڑھنا چاہتے تھے۔

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیس کے چلے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیس بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ تھے اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

بھاشا کے معاملے میں ہمیں آج بھی گاندھی جی کی بات پر اتنا ہی پکا وشواس ہے۔ جتنا آج سے دس برس پہلے تھا۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ ہندی کے نام سے جو بلاؤں، سمجھ میں نہ آنے والی، بے مستحاورہ، روکھی اور غلط زبان آج اس دیس میں چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ بہت دنوں نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہندی اور اردو کی ایک الگ دھارا انہیں اس دیس میں بہت دنوں نہیں بہ سکتیں۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ہماری آگے کی راشٹر بھاشا یعنی دلی سرکار کی بھاشا اور پردیشی پردیش کے بچے کے کام کی بھاشا وہی ملی جلی بھاشا ہوگی جسے گاندھی جی ہندوستانی کہنا چاہتے تھے۔ دیس کو اگر پنہا ہے تو نفروں، تلک نگاہوں اور آندھ وشواس کی شکلیاں دیر تک پریم، آداریا اور سمجھداری کی شکلیوں کو دبا نہیں رکھ سکتیں۔ پر ابھی روک کچھ زور ہے۔

'نیا ہند' مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو زندہ رکھنے کی ایک کوشش ہے۔

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمبھی مانتے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پری سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پری کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پور کرکوبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم فیرکھتے ہیں کہ آرا سہی کوشیرا سے یہ असम्भव नहीं है۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. मुहोर्गज, इलाहाबाद.

30-6-56.

—सुन्दरलाल.

ہم پھر کہتے ہیں کہ ذرا سی کوشش سے یہ असम्भव نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145 'مئی گنج'، ایلہ آباد۔

30. 6. 56.

—سندر لال۔

ہے بکری ہر کا تماشا جبکہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہوتے بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھلے رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر لکھنام۔

ہے بکری ہر کا تماشا جبکہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہوتے بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھلے رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر لکھنام۔

سائنسوں کی کتابیں

ہندو مت اور اسلام

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے
ہندو مت کے پیروں کے ہندو مت میں भारतीय भाषाओं में इस से
کمزور کوئی دوسری کتاب نہیں

ہندو مت اور عیسائی دھرم

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

مہاتما پریشوتھ اور ایرانی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

میر بابو اور اسوریائی پر اچین سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

آگ اور آئس

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

کوران اور دھرمک مت

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

ہندو مت

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

میلنے کا پتا ملنے کا پتا

حضرت مسیح اور اسلام

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے
ہندو مت کے پیروں کے ہندو مت میں भारतीय भाषाओं में इस से
کمزور کوئی دوسری کتاب نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

آگ اور آئس

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

اچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

میر بابو اور اسوریائی پر اچین سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

آگ اور آئس

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

قرآن اور دھرمک مت

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

جہنگل

(پرگتی شیل کہانی سہیبتا)

مؤلف—پرنسٹن یونیورسٹی، مূলک—تین روپے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، لکھنؤ

ہندی گھر

کلاچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی مین مینڈ کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی بستیات

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مندر آلی سولتا

سکے 225، کرمیت دو روپہ

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت دلیکسپ کتاب)

لکھک—کدسیا جیوی

مومیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاد، موتا ڈاٹپ، بھوت-سی رینگن تسیہ

دام دو روپہ

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاٹ روپہ

ہندو مسلم ایکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈوگنڈا ایلاہاباد

لیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی بستی

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مندر علی سولتا

سکے 225، کرمیت دو روپہ

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت دلیکسپ کتاب)

لکھک—کدسیا جیوی

موتا کاد، موتا ڈاٹپ، بھوت-سی رینگن تسیہ

دام دو روپہ

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاٹ روپہ

ہندو مسلم ایکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

کرمیت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

115 مڈوگنڈا ایلاہاباد

